کتاب العبرۃ

صوبہ سرحد و افغانستان کی چار سو سالہ تاریخ

۱۵۰۰ء تا ۱۹۰۰ء

جلد اول



سید عبدالجبار شاہ ستھانوی

(سابق بادشاہ سوات)

toobaa-elibrary.blogspot.com

پورب اکادمی

9
Ac

آج صوبہ سرحد جن علاقوں پر مشتمل ہے وہ برصغیر جنوبی ایشیاء کی تاریخ میں بڑی زبردست اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ برصغیر کی تہذیبی، سیاسی اور مذہبی تاریخ کے ہر نئے دور کے آغاز و انجام میں صوبہ سرحد کے علاقوں پر یہاں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا بہت نمایاں اور تاریخ ساز کردار رہا ہے۔

لیکن یہ حقیقت بڑی افسوس ناک بھی ہے اور عجیب بھی کہ صوبہ سرحد کے اس مسلسل اور لازوال تاریخی کردار کے وقائع و حوادث اور تفصیلات کو اس طرح محفوظ نہیں رکھا جا سکا جس طرح محفوظ رکھنا ان واقعات کی تاریخی اہمیت کے لحاظ سے ضروری تھا۔ ان واقعات میں جن جن شخصیات کو حصہ لینے کا موقعہ ملا ان میں سے ایک آدھ کے علاوہ کسی نے بھی اپنی یادداشتوں اور مشاہدات کو قلمبند نہیں کیا، چند ایک کے علاوہ بیشتر اہم دستاویزات محفوظ نہیں ہیں، ان شخصیات کی ذاتی مراسلتیں اور کاغذات بھی دستیاب نہیں ہیں۔

صوبہ سرحد کی تاریخ میں امیر المومنین حضرت سید احمد شہید بریلوی کی تحریک مجاہدین وہ پہلی تحریک ہے جس کے بارہ میں تاریخی مواد نسبتاً زیادہ ہے اور اب طلبائے تاریخ کو دستیاب بھی ہوتا جا رہا ہے۔ سید صاحب کی تحریک احیاء اسلام میں جن سعید روحوں کو حصہ لینے کا موقعہ ملا وہ اپنے کردار تقویٰ، للّٰہیت، عالی ہمتی، اولوالعزمی اور جذبہ قربانی میں منتخب روزگار تھے۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس تحریک کے مختلف مراحل میں اس سے وابستگی کا شرف حاصل رکھنے والی بہت سے شخصیتوں نے اپنے اور اپنے خاندان کے حالات قلمبند کئے ہیں جن سے تاریخ کے بہت سے گوشے روشن ہوتے ہیں۔

ان تاریخ ساز اور عظیم خانوادوں میں ستھانہ کے سادات کا وہ مشہور خاندان بھی جس نے مجاہدین و قائدین اور اصحاب دعوت و عزیمت کی ایک پوری نسل پیدا کی اور اخلاص و قربانی کے بیش بہا نمونے پیش کئے۔ ستھانہ وہ خوش نصیب بستی تھی جس کو سہالیا بلکہ قرن ہا قرن کے بعد دار الہجرت بننے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ سادات ستھانہ نے روز اول سے ہی نہ صرف سید صاحب کا ساتھ دیا تھا بلکہ بعد میں بھی یہ خانوادہ تحریک مجاہدین کا بالخصوص اور دوسری تمام دینی سرگرمیوں کا بالعموم دامے، درمے، قدمے، غرض ہر طرح ساتھ دیتا رہا۔ یوں سادات ستھانہ کی تاریخ دراصل اس علاقہ میں احیاء اسلام کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔۔۔

سید عبدالجبار شاہ صاحب ستھانوی نے اپنے خاندان کے اس پورے تاریخی کردار کی تفصیلات کو محفوظ رکھنے کا بیڑا اٹھایا اور دستیاب خاندانی ماخذ و دستاویزات، ذاتی یادداشتوں اور بزرگوں کی روایات کی مدد سے صوبہ سرحد کی چار سو سالہ سیاسی، مذہبی اور علمی تاریخ پر مشتمل کتاب تیار کر دی۔

اس ضخیم کتاب کا پہلا حصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی

toobaa-elibrary.blogspot.com

Rs. 600.00

داخلہ نمبر KI. 520
تاریخ 13-4-2017

کتاب العبرۃ

صوبہ سرحد و افغانستان کی چار سو سالہ تاریخ

۱۵۰۰ء تا ۱۹۰۰ء

جلد اول

سید عبدالجبار شاہ ستھانوی
(سابق بادشاہ سوات)



پورب اکادمی، اسلام آباد

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com



SYED MOHD. ABDUL JABBAR SHAH

The sagacious and valiant Wazir-i-Azam Amb State who has fought many battles. He conquered Sawat and was its absolute King for a very considerable time. He lost it because of treachery and because he did not like to sit on a throne saturated with the blood of his own beloved people.

INDIAN TIMES – March 1932

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

طبع اوّل: اکتوبر ۲۰۱۱ء

ناشر: پورب اکادمی، اسلام آباد

فون نمبر: 051 -2210 101, 0301 - 559 58 61

ای میل: poorab_academy@yahoo.com

ویب سائٹ: www.poorab.com.pk

Kitab ul Ibra

by: syed Abdul Jabbar shah Sathanvi

Published by: Poorab Academy, Islamabad, Pakistan

۹۰۰،۹۲

ح ب د ستھانوی، عبدالجبار

کتاب العبرۃ / سید عبدالجبار شاہ ستھانوی۔

اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۱ء

۴۴۴ص

۱۔ تاریخ۔ سوانح

۲۔ تاریخ۔ صوبہ خیبر پختون خواہ

۳۔ تاریخ۔ افغانستان

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

باب ششم

toobaa-elibrary.blogspot.com

پیش لفظ

آج صوبہ سرحد جن علاقوں پر مشتمل ہے وہ برصغیر جنوبی ایشیاء کی تاریخ میں بڑی زبردست اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ برصغیر کی تہذیبی، سیاسی اور مذہبی تاریخ کے ہر نئے دور کے آغاز و انجام میں صوبہ سرحد کے علاقوں پر یہاں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا بہت نمایاں اور تاریخ ساز کردار رہا ہے۔ چوتھی صدی ہجری (دسویں صدی عیسوی) کے اواخر میں جے پال اور سبکتگین کے ابتدائی سرحدی معرکے ہوں، یا چھٹی صدی ہجری میں غوریوں کی فتوحات، ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں شمالی ہندوستان کی پہلی خود مختار مسلم انتظامیہ کا قیام ہو یا خلجی، تغلق اور لودھی خانوادوں کی حکومتیں، دسویں صدی ہجری میں بابر کے ہاتھوں سلطنت مغلیہ کا قیام ہو، یا احمد شاہ درانی کی مرہٹوں کے خلاف فوج کشی، سید احمد شہید کی اصلاحی اور احیائی تحریک ہو یا جہاد افغانیستان ان سب اہم اور تاریخ ساز مراحل میں صوبہ سرحد اور اہل سرحد کا کردار بڑا فعال اور قائدانہ رہا ہے۔

لیکن یہ حقیقت بڑی افسوس ناک بھی ہے اور عجیب بھی کہ صوبہ سرحد کے اس مسلسل اور لازوال تاریخی کردار کے وقائع و حوادث اور تفصیلات کو اس طرح محفوظ نہیں رکھا جا سکا جس طرح محفوظ رکھنا ان واقعات کی تاریخی اہمیت کے لحاظ سے ضروری تھا، ان واقعات میں جن جن شخصیتوں کو حصہ لینے کا موقعہ ملا ان میں سے ایک آدھ کے علاوہ کسی نے بھی اپنی یاد داشتوں اور مشاہدات کو قلمبند نہیں کیا، چند ایک کے علاوہ بیشتر اہم دستاویزات محفوظ نہیں ہیں، ان شخصیات کی ذاتی مراسلتیں اور کاغذات بھی دستیاب نہیں ہیں۔

صوبہ سرحد کی تاریخ میں امیر المومنین حضرت سید احمد شہید بریلوی کی تحریک مجاہدین وہ پہلی تحریک ہے، جس کے بارہ میں تاریخی مواد نسبتاً زیادہ ہے اور اب طلبائے تاریخ کو دستیاب

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی ہوتا جارہا ہے۔ سید صاحب کی تحریک احیاء اسلام میں جن سعید روحوں کو حصہ لینے کا موقعہ ملا وہ اپنے کردار تقوی۔ للّٰہیت، عالی ہمتی، اولوالعزی اور جذبہ قربانی میں منتخب روزگار تھے۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس تحریک کے مختلف مراحل میں اس سے وابستگی کا شرف حاصل رکھنے والی بہت سے شخصیتوں نے اپنے اور اپنے خاندان کے حالات قلمبند کئے ہیں جن سے تاریخ کے بہت سے گوشے روشن ہوتے ہیں۔

ان تاریخ ساز اور عظیم خانوادوں میں ستھانہ کے سادات کا وہ مشہور خاندن بھی جس نے مجاہدین و قائدین اور اصحاب دعوت و عزیمت کی ایک پوری نسل پیدا کی اور اخلاص و قربانی کے بیش بہا نمونے پیش کئے۔ ستھانہ وہ خوش نصیب بستی تھی جس کو سہالہا بلکہ قرن ہا قرن کے بعد دارالجرت بننے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ سادات ستھانہ نے روز اول سے ہی نہ صرف سید صاحب کا ساتھ دیا تھا بلکہ بعد میں بھی یہ خانوادہ تحریک مجاہدین کا بالخصوص اور دوسری تمام دینی سرگرمیوں کا بالعموم دامے، درمے، قدمے، غرض ہر طرح ساتھ دیتا رہا۔ یوں سادات ستھانہ کی تاریخ دراصل اس علاقہ میں احیاء اسلام کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ سید اکبر شاہ صاحب سردار ستھانہ جو مقامی عرف میں بادشاہ کہلاتے تھے جہاد کے ابتدائی مراحل میں ہی سید صاحب کو ستھانہ لے آئے تھے اور انہی کی پیش کش پر سید صاحب نے ستھانہ کو دارالجرت کے ساتھ ساتھ اس ننھی منی سی اسلامی مملکت کا درالخلافہ بھی بنایا تھا۔

سنہ ۱۸۳۱ء میں سید صاحب اور ان کے جید رفقا کی شہادت اور بالاکوٹ کے حادثہ خونیں کے بعد بقیہ السیف مجاہدین نے دوبارہ ستھانہ ہی کو اپنا مستقر بنایا۔ سید اکبر شاہ صاحب کے بعد اس خاندان کے ایک اور عظیم فرزند سید عبدالجبار شاہ ستھوانوی نے علاقائی تاریخ میں اپنے انمٹ نقوش چھوڑے۔ انھوں نے سوات میں ایک ننھی سی اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈالی اور وہاں کے بادشاہ کہلائے۔ لیکن انگریز کی سازشوں اور اپنوں کی غداریوں نے ان کو وہاں زیادہ دیر کام نہ کرنے دیا۔ اور یوں تاریخ سرحد و افغانستان میں ایک نئے اور تاریخ ساز اسلامی دور کا آغاز ہوتے ہوتے رہ گیا۔

سید عبدالجبار شاہ صاحب ستھانوی نے اپنے خاندان کے اس پورے تاریخی کردار کی تفصیلات کو محفوظ رکھنے کا بیڑا اٹھایا اور دستیاب خاندانی ماخذ و دستاویزات، ذاتی یادداشتوں اور

بزرگوں کی روایات کی مدد سے صوبہ سرحد کی چار سو سالہ سیاسی، مذہبی اور علمی تاریخ پر مشتمل ایک ضخیم جلد تیار کردی۔ سید صاحب نے اپنی تحقیق کا آغاز اپنے اعلی نسب خاندان کے مورث اول حضرت سید علی ترمذی سے کیا ہے جو سرحد کے بیشتر سادات کے جدامجد ہیں۔ یوں کم و بیش ۹۰۰ ہجری بمطابق ۱۵۰۰ عیسوی سے لے کر ۱۹۰۰ تک چار سو سالہ تاریخ کے اہم گوشے محفوظ کر لئے۔ کتاب کا سب سے اہم حصہ یہ ہے جس میں حضرت سید علی ترمذی کی زندگی کے حالات محفوظ کئے گئے ہیں۔ ان کے اولاد و احفاد کے ضمن میں مصنف نے موقظ الشرق علامہ سید جمال الدین افغانی کے نسب اور مرز و بوم کی بھی تحقیق کی ہے۔ بعض ایرانی اور مغربی مصنفین نے مختلف اسباب و محرکات کے تحت سید جمال الدین افغانی کو ایرانی النسل اور شیعی المذھب ثابت کرنے کی جو کوشش کی ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے مصنف نے سید صاحب کے افغانی النسل اور سنی المذھب ہونے کے دلائل دئے ہیں۔

بہت سے دوسرے مورخین کی طرح سید عبدالجبار شاہ صاحب ستھانوی بھی اس رائے کے قائل ہیں کہ عام افغان قبائل کا نسلی تعلق بنی اسرائل کے قبائل سے ہے۔ اس سلسلہ میں مصنف نے بعض رائج مقامی روایات کا بھی تذکرہ کیا ہے جن کی رو سے مختلف افغان قبائل کا سلسلہ نسب اسرائیلی قبائل سے متصل بیان کیا جاتا ہے۔

فاضل مصنف کے صاحبزادے اور میرے فاضل دوست کرنل (ر) محبوب علی شاہ صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑی محبت اور عقیدت و اہتمام سے اپنے جلیل القدر والد کی اس اہم تاریخی تصنیف (جس کا نام مصنف نے قرآنی تصور تاریخ کے عین مطابق کتاب العبرۃ رکھا ہے) طباعت اور نشر و اشاعت کا بندوبست کیا۔ مجھے یقین ہے کہ کتاب العبرۃ نہ صرف تاریخ کے طلبہ کے لئے نئے گوشے روشن کرے گی بلکہ دیگر قارئین کے لئے بھی عبرت کے بہت سے سامان فراہم کرے گی۔

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

ڈاکٹر محمود احمد غازی

اسلام آباد

toobaa-elibrary.blogspot.com

خرابی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے سر پر ایک دائمی اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے جیسا ہندوستان یا ایران جو کسی نہ کسی سلطنت کے ماتحت ہمیشہ سے رہا ہے۔ یہ حالت میسر نہ ہونے اور دائمی آزادی کی وجہ سے قتل مقاتلے اور خود غرضانہ تصادمات کے واقعات وحشت آمیز ہی معلوم ہوں گے۔ مگر تمام ممالک ایک سے نہیں۔ جہاں بھی انسان بستے ہیں یہ واقعات ہر جگہ خود غرضیوں کے موقعوں پر انسانوں سے سرزد ہوتے ہی رہتے جن سے کوئی ملک مستثنیٰ نہیں۔ صرف ہر ملکے اور ہر رسے کے مصداق شکلیں واقعات کی بدلی ہوئی ہوتی ہیں۔ ورنہ نیک اور برے لوگ اور نیک و بد حالات ہر ملک اور قوم میں ہوتے رہتے ہیں، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جو فتویٰ تمام مہذب ممالک کے لوگوں کا ان قبائلی علاقوں کی نسبت عائد کیا گیا ہے اس کی تصدیق و تکذیب ایک مشکل جیسا سوال ہے اور میرا خیال ہے کہ میری یہ کتاب کس قدر اس بارے میں خام مواد کہیں یا مشترک ذخیرہ کہیں ناظرین باتمکین کے سامنے پیش کرتی ہے۔ جس سے جو مبصر جو نتیجہ بھی اخذ کرے اس کو حق حاصل ہوگا کیونکہ وہ مقدمہ کی مثل مطالعہ کرنے کے بعد اپنا فتوی صادر کرے گا۔ او ان ممالک و قبائل کے اصلی نقش و نگار میں نے پیش کیے ہیں۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ کتاب کو کسی احسن ترتیب پر میں مرتب نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس لئے کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ خوف ہے کہ میری معلومات اور تاریخی حالات جو میرے ذہن میں ہیں، ان کو کسی صورت سے جمع کر دینا ہی بہتر ہے۔ اگر خود مجھے زندگی میں درستگی کا موقع ملا۔ تو خود درست کرلوں گا۔ ورنہ میری اولاد میں سے جس کو توفیق ملی یا کسی اور مرد صالح نے اس ملبہ سے باقاعدہ عمارت بنانی چاہی تو خام مواد اس کے ہاتھ کس قدر میرا جمع شدہ کام آوے گا۔ اور اس طور سے اسلامی اقوام اور اسلامی ممالک کے ایک تاریک علاقہ یا کم معروف قبائل کی صحیح تاریخ سامنے آجائے گی۔ یہ میری سب سے پہلی تصنیف ہے۔ جس کا ذخیرہ بچپن سے جمع کرتا اور لکھتا رہا ہوں۔ اور اس کی ابتدا قبیلہ یوسف زئی میں ہمارے مورث اعلیٰ حضرت سید علی ترمذی قدس سرہ' کی تشریف آوری سے شروع ہوکر میری پیدائش کے بعد دس سالہ زندگی تک کے حالات پر مشتمل ہے بلکہ آخر تک اور ضمناً اس وطن کے بعض حالات دسویں صدی ہجری کے بعد سے اس عہد تک کے بھی کسی قدر روشنی میں آگئے ہیں۔ ساتھ ہی افغانی قبائل کی جب بحث آتی ہے، تو ان کے انساب کی تحقیق و تفصیل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

تمہید

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم و خاتم النبیین وہ خاتم النبیین محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد! بندہ خاکسار سید عبدالجبار شاہ ستھانوی ارباب علم و دانش کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ چونکہ بچپن ہی سے مجھ پر بہت سے حادثات اور انقلابات گزرے اس لئے طبیعت کا میلان اپنے آباؤ اجداد اور اپنے بزرگوں کے حالات کی جستجو کی طرف رہا۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے علاقے کے تاریخی حالات سامنے آتے چلے گئے۔ ان واقعات و حالات کی چھان بین میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے علاقہ یوسف زئی یعنی سرحد میں ہمارے سب سے پہلے مورث جو یہاں آکر آباد ہوئے، ان کا نام نامی حضرت قطب الاقطاب سید علی ترمذی قدس سرہ غوث بونیر ہے۔ ان کی وجہ سے اس وطن میں ہمارے خاندان کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ اس لئے مجھ پر لازم ٹھہرا کہ میں اپنی خاندانی تاریخ کا آغاز آپ کے عہد و حالات سے کروں، اس کے ساتھ ساتھ مختلف حالات و واقعات سامنے آتے چلے گئے۔ انہیں ہمارے علاقے یعنی صوبہ سرحد کی تاریخ کا ایک اہم باب قرار دیا جاسکتا ہے۔ دوسرے علاقوں کے مسلمان ان حالات سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے ازراہ عداوت ان لوگوں کو وحشی اور غیر مہذب سمجھتے ہیں اور انہیں مختلف قبیح اعمال میں ملوث قرار دیتے ہیں۔ جب کہ صورت حال اس سے بالکل مختلف رہے۔ یہ حالات دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے دلچسپی کا باعث ہوں گے۔ اور یہ بھی پتہ چل سکے گا کہ اس خطے کے مسلمان دینی غیرت و حمیت میں کسی اور خطے کے مسلمانوں سے کم نہیں۔ ان میں اسلامی تہذیب و تمدن کے بہترین نموتے پائے جاتے ہیں۔ اور ان کے دل اسلامی جذبات سے پر ہیں۔ یہ علاقہ برصغیر کی تاریخ میں مسلمانوں کی بقا کی جنگ میں اہم کردار ادا کر چکا ہے۔ اور آئندہ بھی بازوے شمشیر زن کے طور پر اپنا حصہ ادا کرتا رہے گا۔ تاہم

toobaa-elibrary.blogspot.com

خصوصاً قبیلہ یوسف زئی کی تاریخ اور اس کے اندر قبائل وشعوب کی تفصیل بھی وضاحت سے بیان میں آئی ہے۔ مگر ڈیڑھ صدی کے حالات جو دولت مغلیہ کے زوال کے بعد دولت درانیہ اور سکھا شاہی اور حکومت برطانوی کے عہد کی تاریخ تو ذرا زیادہ کھول کر اور تفصیل سے لکھی گئی ہے۔ انگریزی سلطنت کے عہد میں جو تاریخ مذکورہ وطن وقبائل کی لکھی گئی ہے وہ اس قدر رنگ شدہ اور یک طرفہ مخالفانہ رنگ میں ہے جس کے مطالعہ سے بجز مغالطہ کے صحیح علم تو کجا حالات ہی کچھ اور اور طرح پیش کیے گئے جن کی تشریح وتبیین آگے بعض جگہ ناظرین کو ملے گی۔ یہ حالات تو میں ان تاریخی حالات کے نسبت عرض کیے جن کی تفصیل مجھ تک پہنچ سکی اور میں نے اس کتاب میں لکھ دی ہے۔ مگر مجھے جہاں سے کتاب کی ابتدا کرنا تھی وہ زمانہ چار سو سال کا عرصہ ہے اور جو حضرت سید علی ترمذی کی پیدائش کے سال سے شروع ہوتا ہے اور وہ ۹۰۰ھ بمطابق ۱۵۰۰ء کے آغاز کا زمانہ تھا۔ اسکے لئے اس کم تعلیم وطن میں مجھ کو کافی مواد صحیح حالات پر میسر آنا ایک مشکل ترین کام تھا۔ سنی ہوئی روایات سے جو مواد میسر ہوا، وہ کسی تاریخ میں جگہ پانے کے قابل یوں بھی نہیں ہوتا، مگر خصوصاً جب کہ ایسے راویوں کی روایات سے مرتب یا ملوث ہو جو ایک پیر پرست اقوام کے مسلمہ پیر طریقت ہادی کی طرف منسوب حالات ہوں جن میں کرامات وخرق عادات کے لئے بے حساب افسانے شامل ہوں، ان پر تحقیق کی بنیاد رکھنا خود معلوم امر ہے کہ کس قدر خام کاری ہوتی، چونکہ حضرت ممدوح کُل افغانستان اور تمام علاقہ قبائل آزاد اور تمام اضلاع صوبہ سرحد کے بشمول اضلاع شمالی پنجاب اپنے عہد کے ایک عظیم الشان مصلح اعظم ہو گزرے ہیں۔ اور قطبیت اور غوثیت کے مدارج عالیہ و نام نامی سے مشہور و منسوب ہیں اور مذکورہ ممالک کے چھوٹے بڑے تمام لوگ آپ کی تعلیم و بیعت پابندی شریعت میں شامل تھے اور بیعت طریقت میں صرف جید علما واہل التقویٰ ہی شامل تھے اور تمام لوگوں کو آپ کے نام ونسب سے انتہائی عقیدت مندی اب تک موجود ہے۔ لہٰذا ان حالات میں آپ کی نسبت زبانی روایات کسی طرح بھی قابل اعتماد نہیں ہوسکتیں، میں نے اس عہد کے اولیاء کی تاریخوں میں آپ کے حالات تلاش کیے، تو وہ بھی میرے اعتماد کی ترازو میں وزنی نہ تھے، اسلئے کہ متعدد کتابوں میں آپ کا ذکر تو مجھ کو ملا ہے۔ مگر ایک کتاب کا بیان دوسری کتاب سے مختلف ہے اور آپ کے خود بیان فرمودہ حالات سے بھی مختلف ہیں اور اسمائے مشائخ اور زمانہ

ولادت وحیات ووفات میں بھی بڑا اختلاف ہے۔ مجھے خود کم عمری میں خیال پیدا ہوا کہ آپ کی کوئی تصنیف اپنی بھی ضرور ہوگی۔ اس خیال کو دل میں لے کر میں نے ملک بونیر میں اور سمہ وصوات میں ہر طرف تحقیق کی اور کرائی، مگر مجھ کو پوری کامیابی نہ ہوسکی۔ حضرت ممدوح کا سلسلہ روحانی اور جسمانی ہر دو اس وطن میں نہایت روشن طور پر نمایاں ہیں۔ سلسلہ سلوک میں آپ کے مریدین کے متعدد سلسلے ہیں جن کو اکثر اخوان خیل کہتے ہیں یعنی اخوند درویزہ صاحب آپ کے ماذون مجاز اور اپنے عہد کے متشرع مجاہد اور ولی مشہور گزرے ہیں۔ جن کی متعدد تصانیف بزبان فارسی بھی ہیں اور پشتو میں بھی آپ کی کتابیں ہیں۔ اس سلسلہ کے پیران طریقت اخوند درویزہ صاحب اس کا فرزند اخوند شہید (فرزند ش) اور اخوند پنجو اور اخوند سالاک اور اخوند عمر۔ اخوند جی اخوند اللہ داد۔ ان میں سے ہر ایک آپ کے سلسلہ سے فیضاب ہوا ہے۔ میں نے غالباً ۱۸۹۳ء میں آپ کے ماذوان اخوند جی صاحب کی اولاد اخوند خیلان تربیلہ میں ایک ۸۰ سالہ معمر بزرگ عالم کو عمداً جا کر دیکھا تھا جس کا نام اصحاب الدین بابا تھا۔ میں نے اس سے اپنے اس مقصد کا ذکر کیا کہ آیا حضرت سید علی ترمذی قدس سرہ کی کوئی اپنی تصنیف آپ کی نظر سے گزری ہے یا نہیں اور آپ نے کسی سے سنا بھی ہے یا نہیں کہ حضرت کی کوئی اپنی تصنیف کتاب ہے یا نہیں۔ تو اس نے مجھ کو جواباً کہا کہ جب میں نو عمری میں طالب علم تھا اور پشاور کی مساجد میں جا بجا درسوں میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ان دنوں شہر پشاور کے نزدیک موضع چمکنی میں ایک متمول سوداگر رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک کتاب سید علی ترمذی علیہ الرحمۃ کی تصنیف اور آپ کی اپنی لکھی ہوئی میں نے دیکھی تھی جو اس کے نزدیک تمام دولت ہے اور جائیداد سے زیادہ محبوب متاع تھی، وہ بطور تبرک اس کو اپنے سینے پر رکھ رات کو سویا کرتا تھا اور کسی کو ہاتھ لگنے نہ دیا کرتا تھا۔ مجھ سے اصحاب الدین بابا اخون خیل ساکن محمد تالی تربیلہ نے کہا تھا اور اس کے آباؤ اجداد بھی موضع چمکنی کے سجادہ نشین بزرگ کے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے تھے۔ یہ سلسلہ بھی حضرت ممدوح کے ساتھ جا ملا ہے۔ یہ خبر سننے کے بعد اس اشتیاق میں جب بھی پشاور جاتا موضع چمکنی میں تحقیقات کرتا اور پتہ ڈھونڈا کرتا کیوں کہ جب میں نے اصحاب الدین بابا کو دیکھا تھا، اس وقت میں بلوغت کی عمر کو پہنچا تھا اور اصحاب الدین بابا عمر میں اسّی سال سے متجاوز معلوم ہوتے تھے اور وہ اپنی خرد سالی کے زمانے کا پتہ دیتے تھے، جس

toobaa-elibrary.blogspot.com

سوداگر کا نام ان کو بھی یاد نہ رہا تھا۔ یہ بھی وہ مجھ کو نہ بتلا سکا کہ کتاب کس موضوع پر اور کس زبان میں تھی، قیاساً اس نے تصوف میں اور زیادہ تر پابندی شریعت کے آداب وقیود کے بیان میں اپنا خیال بتلایا تھا۔ مگر اسی اصحاب الدین بابا نے مجھ کو ایک صفحہ تذکرۃ الابرار والاشرار کا دیا جو اخوند درویزہ علیہ الرحمہ مرید ماذون حضرت سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، وہ دیا تھا۔ اس وقت میری عمر غالباً ۱۵ سال کی تھی اور چوں کہ اس میں جابجا حضرت جد بزرگوار کے حالات بھی تھے اور آپ کے زمانہ کے اشرار اباحتی ملحد پیروں کے حالات بھی مذکور ہیں۔ لہٰذا میں نے اس کتاب کو بھی غنیمت جانا اور حضرت کے پیران طریقت کے سلسلوں کا بیان جو اس کتاب میں آگے آئے گا وہ اسی اخوند درویزہ صاحب موصوف کی تصنیف اور دوسری تصنیف ارشاد الطالبین سے اخذ ونقل کئے ہیں۔ تذکرہ مذکورہ میں جس قدر احوال حضرت کا معلوم ہو سکا، وہ میری تشنگی بجھانے کے لئے کافی نہ تھا۔ اس لئے میں نے اپنی عمر کے ستائسویں سال ۱۹۰۵ء میں اسی بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کے لئے اور اس طلب تلاش میں افغانستان کا سفر اختیار کیا۔ کیونکہ حضرت سید علی قدس سرہ کا اکلوتا فرزند سید مصطفیٰ، حکومت افغانستان کے اندر علاقہ کونڑ میں مدفون ہے جن کی اولاد سادات کونڑ تین صدیوں سے نہایت بابرکت و باوجاہت رہے ہیں اور کُل سلاطین افغانستان اس خاندان کے بزرگوں کو دولت شریک اور نہایت مقدس و محترم جانتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ ان سادات میں سے ہی سید جمال الدین افغانی امیر دوست محمد خان کے اراکین وزارت میں تھے اور امیر ممدوح کے بعد امیر محمد افضل خان والد امیر عبدالرحمٰن اور امیر محمد اعظم خان ایران کابل کی وزارت میں رہے تھے۔ مگر امیر شیر علی خان کی امارت میں جو مذکور بھائیوں کا معارض ومخالف تھا۔ سید جمال الدین نے ہمیشہ کے لئے ترک وطن کر کے عرب، قسطنطنیہ، مصر، ایران، فرانس اور لندن وغیرہ ممالک میں رہ کر تحریک وحدت اسلامی کے لئے مساعی جمیلہ میں تمام عمر صرف کر دی اور آخر ۹۷-۱۸۹۶ میں سلطان عبدالحمید کی رکن حکومت کی حیثیت میں استنبول میں انتقال فرمایا، مجھ کو مرکز کونڑ اور اسلام پور میں بھی کوئی ایسی کتاب نہ مل سکی۔ اگرچہ اندلون قائد سادات کونڑ شیخ باچا میر صاحب جان تھا۔ جو خود صاحب ہذہ مسمی نجم الدین کا سجادہ نشین بھی تھا اور اپنی آبائی برکات کی وجہ سے امیر حبیب اللہ خان کا اعتباری مقرب تھا۔

اس وقت میرے دل میں ایک سوال باقی رہ گیا تھا کہ حضرت سید علی ترمذی علیہ الرحمۃ کے والدین اور خاندان شہر قندز بدخشان کے رہنے والے تھے جو صوبہ ترکستان ومزار شریف میں واقع ہے۔ اور آپ کا پانچوں جد ترمذ سے قندز میں آ کر سکونت پذیر ہوا تھا۔ ترمذ دریائے آموں سے شمال کی جانب اب روسی عمل داری میں ہے اور قندز افغانستان کے اندر ہے جو دریائے آموں سے جنوب میں ترکستان افغانی میں واقع ہے میں نے ارادہ کیا تھا کہ خود قندز جاؤں گا۔ اور مزید حالات اس خاندان کے وہاں سے شاید کچھ پالوں۔ اس لئے کہ حضرت کے ہم قوم اور بھائیوں کی اولاد وہاں ممکن ہے مل جاویں جتنے اس نسل کے بزرگوں کے مزید حالات بھی حاصل ہو سکیں۔ اس سفر کی تفصیل میں اپنی سوانح عمری میں لکھ چکا ہوں۔ مجھے سردار نور احمد خان برگڈ ملکی وحاکم کلاں سمت مشرقی نے نہایت احترام واکرام کا سلوک کیا تھا اور میرے لئے کابل جا کر حصول مقصد کی تجویز کی بابت جناب اعتماد الدولہ عبدالقدوس خان کو لکھا تھا چونکہ پشاور کی طرف افغانستان میں عموماً داخلہ پر سخت قیود وپابندیاں تھیں خصوصاً اس طرف سے گیا ہوا جو مسافر ترکستان اور روسی سرحدات کی طرف جانے کے لئے ہو، ہرگز روا نہ تھی، اور بصورت سعی بسیار خود ذات شاہانہ کی منظوری بغیر ناممکن امر تھا۔ اتفاقاً ان دنوں امیر حبیب اللہ خان دورہ غزنی وقندہار وغیرہ پر چند ماہ کے سفر پر روانہ ہو چکے تھے، لہٰذا میری یہ کوشش بھی بار آور کارگر نہ ہو سکی مجبوراً میں نے اخوند درویزہ صاحب کی تصانیف سے ہی جابجا حالات جمع کر کے کسی قدر مجموعہ مرتب کر لیا اور اس سے زیادہ اعتباری ذریعہ اور نہیں ہو سکتا کہ خود اخوند درویزہ صاحب آپ کے ماذون مرید تھے، ان کے اکثر حالات چشم دید وخود چشید تھے، اگرچہ میری خواہش سے بہت کم ہے۔ مگر حضرت کی اولاد کی تاریخ لکھنے میں ایک باب اول کا بطور عنوان وتبرک مواد مل گیا ہے۔ تب اس کے بعد میں نے آپ کی اولاد میں سے نامی بزرگوں کے حالات کی طلب وتلاش شروع کی چونکہ حضرت سید علی ترمذی قدس سرہ ایک عظیم الشان وبلند پایہ اولیا اللہ میں سے تھے جن کا تذکرہ بجز جذب الی اللہ اور کسی موضوع کا حامل نہیں جس کو بطور تبرک میں نے کتاب میں منزلہ عنوان کے رکھنا پسند کیا ہے۔ آپ کی اولاد میں جس طرح قاعدہ ہے کہ اولاد صالحین واولیا آئندہ امرا وسلاطین بن جایا کرتے ہیں باوجود امارت ودولت آ جانے کے بھی پشتوں نیک متقی اور مجاہدین فی سبیل اللہ گزرے ہیں جن کے مجاہدانہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کارنامے اولاد کے لئے موجب صد افتخار و ابتاع ہیں اور چونکہ ان کے تعلقات افغانی قبائل اور اقوام کے ساتھ اور ملحقہ ممالک کی حکومتوں کے معمولات اور واسطہ پڑنے کے اکثر ہو گزرے ہیں۔ لہٰذا اس کتاب میں اس وطن کے تین سو سال سے زائد زمانہ کی تاریخ کا اجمالی خاکہ آجاتا ہے۔ مگر ڈیڑھ سو سال کی تاریخ کی قریباً تفصیل درج ہے میں نے چونکہ بچپن سے اس موضوع پر کتاب لکھنے کے لئے مواد جمع کرتے وقت نام کتاب کا عبرۃ لاولی الابصار کیا تھا۔ لہٰذا وہی نام اس کا باقی رکھا۔ اور اپنی سوانح عمری اس مضمون کی آخری کڑی ہے۔ لہٰذا اس کا نام بھی میں نے فقط عبرت رکھ دیا ہے۔ اس تمہید کے بعد میں اب اصل کتاب شروع کرتا ہوں۔

بعون اللہ تعالیٰ شانہٗ

سید عبدالجبار ستھانوی

باب اوّل

حضرت سید علی ترمذیؒ کے حالات زندگی

قطب الاقطاب حضرت سید علی ترمذی قدس سرہ غوث بونیر، بن امیر نظر بہادر سید قمر علی مرزا، بن سید احمد نور بن سید یوسف نور بخش ترمذی بن سید احمد بیگم بن سید احمد ابدالی بن سید احمد مشتاق بن سید شاہ ابوتراب بن سید حامد بن سید محمود بن سید اسحاق بن سید عثمان بن سید جعفر، بن سید عمر بن سید محمد بن سید حسام بن سید ناصر شاہ خسرو بن سید جلال گنج العلم بخاری قدس سرہ العزیز بن ابوالموید حضرت امیر علی جن کا نسب پانچویں پشت میں حجرت امام علی نقی امام دہم آئمہ اہلبیت سے ملتا ہے۔ جو فرزند تھے حضرت امام محمد تقی کے اور وہ فرزند حضرت امام علی رضا کے تھے اور وہ حضرت امام موسیٰ کاظم کے فرزند تھے اور وہ حضرت امام جعفر صادق کے فرزند تھے اور وہ حضرت امام محمد باقر کے فرزند تھے اور وہ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ کے فرزند تھے اور وہ حضرت امام ابوعبداللہ الحسین شہید دشت کربلا رضی اللہ تعالیٰ کے فرزند تھے اور آپ امیر المومنین اسداللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ اور حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرہ بنت (محمد الرسول اللہ ﷺ) کے فرزند تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت سید علی ترمذی قدس سرہٗ کے نسب نامہ میں صفحہ نمبر کتاب ہذا پر پشت نامہ نمبر میں شاہ ناصر خسرو بن سید جلال گنج العلم بخاری کا نام آ گیا ہے۔ اس وجہ سے کہ شاہ ناصر خسرو علوی ایک مشہور و معروف مبلغ مذہب اسماعیلیہ بدخشاں و گلگت وغیرہ کے اسماعیلیوں کا پیشوا اور مصنف بھی گزرا ہے، جس کی کتاب اس مذہب کی تبلیغ پر ایک جلد قلمی کتب خانہ مہتر چترال میں موجود ہے اور ریاست چترال اور علاقہ گلگت وہنزا نگر و ہیں وغیرہ کے اسماعیلی آغا خان اسی شاہ ناصر و خسرو علوی کے مرید اور آغا خانی ہیں اور اس شاہ ناصر خسرو فرزند سید جلال گنج العلم بخاری کے ساتھ ناموں کے تشابہ کے علاوہ سید جلال میر سرخ بخاری کی اولاد میں ان کا پوتا ناصر الدین محمود بھی ہے مگر بیٹا ناصر خسرو نہیں اور نہ ناصر الدین محمود کے نسب نامہ میں ہے۔ اس کا فرزند سید حسام کا نام نہیں۔ یہ ناصر خسرو بخارا کی مملکت میں تھا جس کا ذکر اخوند درویزہ نے اپنی کتاب کا تذکرہ البراء میں یوں لکھا ہے کہ ہمارے ہادی پیر سید علی ترمذی کا جد بزرگوار شاہ ناصر خسرو نے مملکت بخارا

toobaa-elibrary.blogspot.com

شاہ ناصر خسرو علی کا نسب نامہ

ابو معین الدین ناصر بن خسرو بن حارث بن عیسیٰ بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن علی بن امام موسیٰ کاظم رضا علیہ السلام وطن ان کا بلخ ہے جیسا اس نے خود لکھا ہے:

اے بادِ مصر گر گذری بر دیارِ بلخ — بگذر بخانہ من وآنجا بجوئے حال

پیدائش شاہ ناصر خسرو ۳۹۴ھ اس نے خود کہا ہے:

بگذشت نہ ہجرت پس سہ صد نو دو چہار — بنہاد مرا مادر بر مرکز اغیار

سولہ سالہ عمر تک مختلف علوم کی تحصیل میں مشغول رہا اور ذوق تحقیقات کی غرض سے مختلف مذاہب کی کتابیں دیکھیں۔ زبانوں میں فارسی عربی ترکی کا مہار تھا۔ عبرانی بائیبل اور طالمود کا مطالعہ بھی کیا تھا۔ ہندی یا سندھی بھی جانتا تھا۔ ملازمت کا ذکر سلجوقی بادشاہوں کے عہد میں ملازمت اختیار کی اور عہدہ ستوفی الممالک پر فائز رہا۔ اس دور میں اس نے بڑی عیش و عشرت کی عمر گزاری پھر ایک خواب دیکھنے کی بنا پر جو اس کو قدرت کی طرف سے انتباہ ہوا تھا

میں مجلس خلوت وذکر میں ایک بار مرد وزن کے اجتماع میں چند عورتوں کو بھی توجہ دینے میں شریک کیا تھا جس کا حال حکمران بخارا کو علماء نے پہنچایا۔ اس نے حضرت کو لکھا کہ روئی اور آگ کو آپ یک جا کر کے جلنے سے کیسے بچا سکیں گے، تو حضرت نے ایک چھوٹی صندوقچی میں روئی کے گالے رکھ کر اس میں دہکتے ہوئے موٹے آگ کے انگارے رکھ کر حکمران خواجہ ترک کو بھیج دی جسے کھول کر دیکھا کہ انگارے لال سرخ دہک رہے تھے مگر روئی کا ایک رواں زرد بھی نہ ہونے پایا تھا۔ اور آپ نے خواجہ ترک کو لکھا کہ جس شخص کی روحانیت اس قدر طاقتور ہو کہ روئی کا ایک رواں، انگارا دہکتا ہوا نہ جلا سکے اس کے لئے تو احیاناً اگر مرد وعورت کی یکجا توجہ دہائی مجبوراً پیش آجائے تو حرج نہیں، ورنہ ہر دو کا خلوت دینا ممنوع ہے۔ اس بیان سے اخوند درویزہ سے معلوم ہوا کہ سید علی ترمذی کا جد سید ناصر خسرو حضرت سید جلال بخاری کے اس فرزند کا بیٹا ہے جس کا نام سید جعفر تھا۔ یہ دو بھائی بخارا کے بادشاہ سلطان محمود بندہ خدا کی دختر کے بطن سے تھے۔ والد کو ملتان پہنچا کر واپس وطن چلے گئے۔ نسب ناموں میں لکھا کہ ان کی اولاد بخارا میں بادشاہی پر بھی آئے لہٰذا یہ ناصر خسرو سید معظم فرزند سید جلال بخاری کا ہے جس کا نام نسب نامی میں اخوند درویزہ لکھنا بھول گیا ہے اور ان کا زمانہ اس سے بہت دور بعد کا ہے کہ حضرت سید جلال گنج العلم کی ولادت ۵۹۵ھ ہجری میں ہوئی ایک سو سال عمر اور وفا ۶۹۵ء ہوئی۔ تو اگر اس کا پہلا فرزند سید جعفر تیس سال کی عمر میں پیدا ہوا ہو تو بھی اس کا بیٹا شاہ ناصر خسرو کی جوانی کی عمر ۶۴۰ھ ہجری میں ہوتی ہے۔ مگر شاہ ناصر خسرو علوی کی ولادت ۳۹۴ھ میں ہوئی، ان کے درمیان ڈھائی تین سو سال کا زمانہ از حد بگر جدا ہے۔ لہٰذا میں اس جگہ مزید وضاحت کے لئے شاہ ناصر خسرو علوی کی سوانح کا خلاصہ درج کرنا لازم جانتا ہوں۔

ملازمت ہی نہیں بلکہ ہر دنیوی تعلق کو ٹھکرا دیا اور حج کا عزم کر کے جمادی الثانی ۴۳۷ھ اپنے چھوٹے بھائی ابو سعید کے ہمراہ سفر پر روانہ ہو گیا۔ وطن سے چل کر نیشا پور، قزوین، دیلم، تبریز، مشرقی شام میں داخل ہوا۔ حلب، حماۃ، حمص، بیروت، صور، صیدا، عکہ، القدس میں پھرا قدس جانے کا مدعا یہ تھا قبلہ اوّلی کی زیارت کرے، وہاں سے وادی القراء کے راستے مکہ معظمہ پہنچ کر پہلی بار حج کیا۔ پھر بعد از حج پھر رملہ عسقلان ہو کر قاہرہ مصر مقیم ہو کر وہاں ٹھہرا اور ۴۳۹ھ ہجری میں دوسری مرتبہ حج کیا پھر قاہرہ چلا گیا۔ دو سال کے بعد قاہرہ سے مدینہ منورہ گیا۔ اور ۴۴۱ھ میں تیسرا حج کیا۔ بعد ازاں قاہرہ واپس لوٹ گیا۔ (فاطمی خلفاً قاہرہ سے تعلق) یہ زمانہ قاہرہ میں فاطمی سلاطین کا عہد تھا۔ جو فرقہ باطنی کے سب سے بڑے سرپرست تھے۔ الحاکم بامر اللہ کا زمانہ ناصر خسرو نے ان کے ساتھ گہرے تعلقات پیدا کر لئے اور ان کی طرف سے داعی بن گیا۔ (سفر سے مراجعت) قاہرہ سے واپس آیا تو کشتی میں سوار ہو کر دریائے نیل کے راستے جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ اسیوط میں کشتی چھوڑ شرقی سمت میں صحرائی علاقے کو گیا۔ عندلیب کے مقام پر پہنچا۔ وہاں سے پھر جہاز میں سوار ہو کر جدہ آیا اور چوتھی مرتبہ حج کیا۔ بعد از حج طائف، فلج، یمامہ، اکسار ہوتا ہوا بسرہ پہنچا۔ وہاں سے اصفہان پھر مرو الرود پھر ۴۴۴ھ میں بلخ پہنچا۔ سات برس اس سفر میں گزرے۔ سفر مراجعت میں بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ چونکہ طبیعت پر فلسفہ کا رنگ غالب تھا۔ اس لئے عام لوگوں کو اس کی باتیں اچھی نہ لگتی تھیں۔ اور باطنیوں کا داعی بن جانے کی وجہ سے معاملہ اور ہی بگڑ گیا عو (ام کا ہجوم) ناصر نے مازندران وغیرہ میں باقاعدہ باطنی دعوت شروع کر دی تھی۔ لوگوں میں سوء ظن پہلے سے تھا۔ اب وہ جوش میں آ گئے۔ بڑے بھاری مجمع نے خروج کیا۔ ناصر سب کچھ چھوڑ کر صرف جان بچا کر ہمکان پہنچا جو بدخشاں میں ہے۔ یہ ۴۴۷ھ کا واقعہ ہے۔ تب سے لے کر ۴۸۱ھ تک ہمکان سے باہر نہ نکلا۔ وہیں وفات پائی۔ اور وہیں دفن ہوا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے لکھا ہے کہ میں نے سفر بدخشان میں سے ناصر خسرو کی قبر دیکھی جو فیض آباد سے جنوب مغرب میں ہے۔ دو منزل پر بڑی دل افزا جگہ ہے اور ناصر کی اولاد وہاں اب بھی موجود ہے۔

یہ حالات اس قدر میں نے ناصر خسرو مبلغ عقیدہ باطنیہ اسماعیلیہ کے اس لئے اس جگہ لکھے ہیں کہ ہمارے اجداد کے سلسلہ میں شاہ ناصر خسرو کا نام آیا ہے۔ جن کا زمانہ حیات چھٹی

toobaa-elibrary.blogspot.com

صدی ہجری بلکہ ساتویں صدی ہجری میں تھا اور اس تشابہ اسمی کی وجہ سے کتاب کے ناظرین کو مغالطہ نہ لگ جائے۔ جب ان کے جد بزرگوار سید جلال گنج العلم کا زمانہ پوری چھٹی صدی ہجری پر مشتمل ہے۔ جن کا فرزند اول جعفر بخاری سکونت بخارا میں ہے تو شاہ ناصر خسرو کی زندگی کا بڑا حصہ ساتویں صدی ہجری کے ابتدائی نصف حصہ پر مشتمل ہے۔ بوجہ شخصیت و کرامت جہانگیروی کے آپ کو فرزند سید جلال کے نام سے منسوب کیا گیا۔ ہے۔ ہمارے وطن میں ان کا نام زبانی روایات کی رو سے حیات المیر صاحب مشہور ہے۔ ان کی نشست گاہ بڑی مشہور ریاست امب کے بنگرہ پہاڑ کی چوٹی پر موسومہ سری کی زیارت مشہور ہے اور ان کی نشست گاہیں متعدد پرگنہ تنولی میں بھی ہیں اور ان کے روحانی اثرات اس ملک میں بہت ہیں خود میری ذات کی نسبت ان کی روحانیت کی تو برنگ پدرانہ شفقت کے بہت نمایاں ہیں نے مشاہدہ کیا ہے جس میں واقعات بتائے پہلے گئے اور پورے بعد میں ہوئے معائنہ کئے گئے ہیں۔ ایک روایت مشہور ہے۔ زبانی کے رو سے ان کی نشست گاہ برنگ زیارت تبت میں بھی سنی جاتی ہے جہاں اس وطن کے اکثر لوگ سوات بونیر وغیرہ سے زیارت کو جایا کرتے ہیں۔ اس بزرگ کی کرامات اس زمانہ تک ان کی قیام گاہوں پر دیکھی جاتی ہیں تفصیلات تحریری مزید مجھ کو دستیاب نہیں ہو سکیں جس قدر معلومات اپنی تھیں درج کر دیں ہیں۔

حضرت سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا خود فرمودہ بیان آپ کے ماذون اخوند درویزہ علیہ الرحمۃ نے اس طور سے لکھا ہے کہ آپ اصلاً ترمذی ہیں اور وطناً قندوز کے باشندے تھے اور خواہر زادگان سلطان ظہیر الدین (بابر) میں سے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے میرے والد بزرگوار مرزا زیا سید قمر علی بسبب نسبت نسبداری ہمراہ سلاطین دنیوی منصب اختیار کر چکے تھے۔ لیکن حضرت جد بزرگوارم امام المسلمین سید الدنیا والدین سید احمدؒ بن سید یوسف اپنے آباء اجداد کے طریقہ مرضیہ پر نسباً اور سجادۂ سلسلۂ کبرویہ پر ذاتاً مستقیم رہ کر دنیوی امورات سے بے تعلق رہا کرتے تھے۔ والد صاحب کو شہنشاہ کی طرف سے لقب امیر نظر بہادر کا ملا ہوا تھا اور آباؤ اجداد کے طریق زہد و ریاضت کو ترک کئے ہوئے تھے۔ اس لئے جد بزرگوار کی نظیر انتخاب اس وراثت آبائی کی سپردگی کی نسبت اپنی تمام اولاد میں سے ہر ایک کو حسب پسند اپنے اپنے لئے پسند اور نامزد کر رہے تھے تو مجھ کو کسی نے دیگر بزرگوں میں سے اپنے حصہ کا نہ بنایا۔ بلکہ بچپن

میں سب بزرگ مجھ کو دیوانہ کہا کرتے تھے۔

چون ندارم با خلائق الفتے   خلق پندار دکہ من دیوانہ ام

تب حضرت جد بزرگوار نے خوش ہو کر فرمایا۔ تم اس دیوانہ کی قدر شناسی سے بے خبر ہو اس کو میرے لئے اور میرے ہی حصہ کا رہنے دو۔ اور حضور نے مجھ کو اپنی خدمت میں اپنی تربیت و تعلیم کے ماتحت منتخب کر کے رکھ لیا تھا۔ حضور نے تعلیم و تربیت میری اہتمام سے خود کرنی شروع کر دی تھی اور شرح ملا جامی تک میری تعلیم آپ نے پہنچائی تھی اور طریقہ و عادات زہد و ریاضت و عبادت کا بھی آپ ہی کے انفاس قدسیہ کی برکت سے اس وقت تک میرے ذہن میں اور عمل میں مرتسم ہو چکا تھا۔ عین ایسے حالات میں آپ کی رحلت کا وقت آ پہنچا۔ تو آخری وقت آپ نے مجھے فرمایا: فرزندم قرآن مجید میں سے جو تم کو کچھ یاد ہو سناؤ میں نے سورۃ ملک پڑھی۔ فرمایا دوبارہ پڑھو، میں نے دوبارہ پھر سنائی۔ فرمایا سہ بارہ پڑھو۔ میں نے تیسری بار یہ سورۃ سنائی۔ تب آپ نے دعائیہ صورت میں اور مرشدانہ طور پر فرمایا اور بطور ارشاد و ہدایت ارشاد کیا۔ اے فرزند جو برکات اور انعامات مجھ کو اللہ تعالیٰ نے عطا اور ودیعت فرمائے تھیں کہ کچھ حصہ ان کا اباً عن جدٍ آبا کرام آل اطہار سے نسلاً مجھے حاصل تھا اور بعض حصہ برکات و انعامات کا بزرگان سلسلۂ کبرویہ سے اذناً اور مجازاً مجھے حاصل تھا۔ وہ میں اپنے معبود و مالک خداوند حقیقی کی عنایات و افضال کی امداد و توقع پر تجھ کو سپرد کرتا ہوں۔ اس مالک کو تیرا کفیل اور تجھ پر وکیل ٹھہراتا ہوں کہ وہی تجھے ان تمام مناصب و برکات عالیہ عظمہ پر فائز و ممتاز فرما دے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کو سلسلہ کبرویہ کا ان کو اجازت اس عمر میں جد بزرگوار کی زبان مبارک اور بیعت سے حاصل ہے۔ ان کی وفات میرے لئے ایک بے پایاں وحشت اور بے سرپرست و مددگار ہو جانے کی موجب ہوگئی اور سخت ابتلا و مصیبت ہوگئی۔ اس لئے کہ جس طرف طبیعت نے راستہ اختیار کر لیا تھا اور نہایت پر زور اشتیاق سے جس راستے پر طبیعت چل پڑی تھی اور مانوس ہو چکی تھی اس کا راہ نما و راہبر سرپرست ہی دنیا سے اٹھ گیا تھا۔ جب دنیا مونس و غمخوار ہی دنیا میں نہ رہا تو میرے لئے وہ راستہ تاریک ہو گیا۔ مگر دوسرے مشاغل اور مسالک سے بھی میں منقطع ہو چکا تھا۔ لہٰذا مجھ پر یہ آئندہ حصہ عمر کا اس قدر صبر آزما اور ابتلا تھا جس کی روحانی تکلیف بیان سے باہر ہے۔ نہ ہی لذت و حظائظ دنیوی کی طرف میلان اور ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے فرحت پائی تھی، (جو کچھ حاصل تھا) اور نہ ہی روحانی لطائف وظائف پر ظفر یابی حاصل ہو سکتی۔ اکثر والد بزرگوار لباس شاہانہ پہنا کر بارگاہ سلطانی میں ہمراہ خود لے جایا کرتے تو وہ کپڑے گویا میرے بدن کو کاٹ رہے ہوتے تھے۔ معاً بعد واپسی از دربارہ سادہ لباس پہن کر علماء وصوفیا اتقیاء کی مجالس کی تلاش میں مصروف ہو جاتا مگر میرا مطلوب ومقصود مجھے کہیں نہ ملتا۔ پھر بھی نیکی اور علم کی صحبت میں مجھے قدرے تسکین حاصل ہوتی ہے۔

اس طرح ایام گزرتے رہتے تھے کہ ناگاہ سلطان ظہیر الدین بابر بادشاہ نے فتح ہندوستان کے ارادہ سے افواج کی فراہمی کے احکام صوبہ ترکستان وبدخشان میں شہنشاہ ہمایوں ولی عہد سلطنت کے نام روانہ کئے اور والد بزرگوار جو سلطانی امراء میں سے تھے۔ ان کی فوج میں مجھ کو بھی اپنے ہمراہ لے آئے اور میدان پانی پت میں بادشاہ ہندوستان کے ساتھ مقابلہ ہو کر تاج وتخت ہندوستان کا اللہ تعالیٰ کے ارادہ ومشیت سے اس خاندان بابری کی طرف منتقل فرما دیا گیا۔ ایک فریق کے زوال دوسرے کے کمال اور ایک سے تاج چھینے دوئم کو تاج ملنے کا جو نظارہ پیش آیا وہ میرے ادل پر اور بھی بے ثباتی دنیا کا ایک کارگر نقش ثبت کر گیا۔ اس کے بعد مجھ سے عمر گرانمایہ بے کار اور ضائع نہ کی جا سکی اور دل میں اپنے مطلوب کی تلاش میں بادیہ پیمائی کا تہیہ مصمم کر لیا۔ ایک دن سپاہیانہ جامہ میں ہی شہر میں (پانی پت کے) حضرت شیخ شرف الدین پانی پتی کے مزار مقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ اسلحہ اور گھوڑا ملازم کو سپرد کر کے مزار پر فاتحہ مسنونہ پڑھنے میں مشغول تھا کہ روحانیت حضرت شیخ کی برکات وانوار کا ظہور ونزول میرے قلب پر ہوا اور دل نے ذکر الٰہی میں جنبش وروانی اختیار کی۔ اس حالت نے مرے لئے ترک تعلقات کی نسبت مہم کو آسان کر دیا اور جوش طلب مولا میں خلاف معمول اضافہ ہو گیا۔ میں خطیرہ مقدسہ حضرت شیخ مرحوم کے دوسرے راستے سے نکل کر ایک دور تر زاویہ گمنامی میں جا بیٹھا اور بفکر خود ذکر الٰہی میں مشغول ہو گیا جب میرے ملازموں نے دیر تک مجھ کو واپس آتا نہ دیکھا اور طلب تلاش سے مزار میں بھی نہ پایا تو واپس جا کر والد بزرگوار کو

حضرت علی ترمذی علیہ رحمۃ کی صحیح سن ولادت لکھی ہوئی نہیں مگر تاریخی دیگر حالات سے اندازہ کرنے سے تخمیناً ۹۰۰ ہجری کے پہلے دو تین سال اور ۱۵۰۰ء کی ابتداء کا زمانہ ولادت ہے جو ہر دو سنین کا اس وقت پانچ سالہ تفاوت سے سنین کی ابتدا برابر ہے۔ ع۔ ج

اطلاع دی اور سب نے یہ خیال کر لیا کہ اس کو راہ خدا طلبی میں مصروفیت اور ریاضت وعبادت کا شوق غالب تھا۔ اس غلبہ کی وجہ سے کہیں چلا گیا ہوگا۔ بعد از تلاش بسیار مجھے والد صاحب نے پالیا میں پابوس ہوا اور بمنت التجا کی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اور اولاد بھی مرحمت کی ہے میں آپ کے مطلوب کام کا نہیں ہوں۔ جہاں آپ مجھ کو لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کشاکش میں میرا اپنا محبوب اور مطلوب کام مجھ سے ضائع ہو رہا ہے۔ للہ مجھے آزادی عنایت کر دی جائے۔ ناچار وہ راضی ہو گئے اور کچھ اشرفیاں زادراہ کے لئے پیش کیں میں نے اس بارے میں بھی بمنت ان کو ہاتھ لگانے سے انکار کر دیا اور اب میں نہایت مسرت اور اطمینان کے ساتھ برضا مندی پدر بزرگوار اپنے مطلوب مقصود کی طلب وتلاش میں راہ نورد ہو گیا۔ اور مجھ کو اس وقت بہت مسرت حاصل تھی کہ مجھے اپنی سعی کے لئے آزادی مل گئی۔

بعد طے منازل ومراحل خطہ مانک پور میں پہنچا جہاں حضرت شیخ السلام شیخ بہاء الدین صامت (جونپوری) قدس سرہ کے خلفا میں سے قدوۃ الواصلین شیخ سیلونہ علیہ الرحمتہ کے شرف نیاز سے مشرف ہوا جن کے پاس مدتوں تعلیم وتربیت روحانی میں مصروف رہا۔ حضرت موصوف کاملین اولیا اللہ میں سے تھے۔ سخت پابند شریعت وسنت تھے ان کے خوارق وکرامات بیان کروں تو بیان طویل ہو جائے گا۔ صرف دو امور پر اکتفار کرتا ہوں۔ ایک دن آپ منہ سے ایک لفظ مجلس میں بطور نصیحت واعظ نکل گیا۔ جو نظر بر حالات عجز وانسانی میرے لئے محال عقلی اور موجب بسیار تعجب تھا۔ فرمایا تھا کہ صوفی جو فنافی اللہ تک پہنچ جاوے اور اللہ تعالیٰ سے دل لگادے لازم ہے کہ اس پر یہ حالت قائم ہو جاوے کہ وہ یاد الٰہی سے کسی حال میں بھی غافل نہ رہ سکے۔ سوال پر یا خود ہی تحدیث بالنعمت کے طور پر فرمایا۔ الحمد للہ یہ کیفیت مجھ کو حاصل ہے۔ یہ امر میرے خیال میں مستبعد تھا اور مجھے اس پر یقین ہرگز نہ جمتا تھا کہ ایسی کیفیت انسان قائم رکھ سکے۔ ایک دن آپ بھری مجلس میں نصائح وسرائع زبانی ایسے طور سے بیان کر رہے تھے کہ آپ کی زبان اور ذہنیت دونوں اسی طرف مصروف عمل تھیں۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ انسانی کمزوری وضعف کے باوجود آپ اس وقت اس مصروفیت میں کیوں کر دل میں ذکر الٰہی کے اجرا پر قادر ہو سکتے ہیں۔ اس وقت تو دل کے خیالات زبان پر جاری ہیں۔

کڑہ مانک پور الہ آباد کے قریب ایک مقام ہے۔ ع ج

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ نہایت ذوق وانہماک سے مصروف نصائح تھے۔ میں نے یقین کیا کہ اس وقت قلب ضرور ذکر سے غافل ہوسکتا ہے۔ حالانکہ میں آپ کے سامنے اور روبرو بھی نہ تھا۔ مگر معاً میری طرف تلاش نظر مصروف کر کے مجھے دور سے دیکھ کر فرمایا سید علی اس وقت بھی ذکر سے غافل نہیں ہوں۔ اس کے بعد مدت گزر گئی۔ ایک دن آپ مسجد میں سو رہے تھے میں پاس بیٹھا تھا۔ ناگاہ دل میں وہ مدت کا گذشتہ خیال آگیا کہ بھلا انسانی ضعف ظاہر امر ہے کہ آپ اس قدر گہری نیند اور از خود بے خبرانہ حالت میں کیوں کر ذکر قلبی جاری رکھنے پر توفیق یاب ہوسکتے ہیں۔ اس وقت تو یقیناً ذکر سے غافل ہی ہوں گے۔ میرے خیال میں اس شبہ کے آتے ہی معاً آپ نہایت عمیق نیند سے چونک کر فوراً مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے۔ سید علی اس حال میں بھی غفلت ایک ثانیہ نہیں ہوتی۔ ایک دن میں نے نوزائیدہ گوسالہ پکایا تھا اور آپ کو کھانے پر مدعو کیا تھا۔ مجھے اپنے مطبخ کا علم نہ تھا۔ آپ میرے ہمراہ اپنے ڈیرہ سے اٹھ کر ہمارے دروازہ تک آئے مگر وہاں کھڑے ہو کر فرمانے لگے سید علی اجتماعی فتویٰ امت کا مسئلہ کیخلاف ہے۔ جس کی رو سے اس گوشت کو بعض نے حلال کہا ہے تم اس کو پھینکوا دو اور آپ چلے گئے۔ مجھے تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ میری ہدایت پر گوشت تو گوسالہ ہی کا پکایا گیا تھا۔ لیکن گائے تندرست اور حاملہ تھی جس کو خود ذبح کیا گیا تھا۔ اور اس کے پیٹ کے اندر پوری عمر کا گوسالہ بچھڑا مسئلہ مذبوح میں شامل سمجھ لینے کے رواج کی رو سے مذبوح و حلال جان کر وہ گوشت پکایا تھا۔ آپ نور فراست سے اس کی حقیقت معلوم کر کے مکروہ بتلا کر واپس چلے گئے۔ غرض ایک لمبا عرصہ آپ کے فیض صحبت و تعلیم و تربیت سے فیض یاب ہونے کے بعد اس نے التجا کی کہ آپ مجھے اس بحر ناپیدا کنار طریقت میں تیراکی اور سیاحی میں مصروف کر دیجئے جس کی طلب اور پیاس مجھ کو یہاں کھینچ لائی ہے۔ تب آپ نے غور و خوض کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ کام سری و خودروی کا نہیں، بلکہ تمہارے جیسے طالبان حقیقت و محققین کے لئے مشکوٰۃ ذوالبرکات نبوی سے مقتبس مخصوص انوار کے وارث دستگیر کی ضرورت ہے۔ تم میرا سفارشی خط لے کر اجمیر شریف کو چلے جاؤ، وہاں ہمارے ایک پیر بھائی ولی کامل اکمل اس منصب کے اہل موجود ہیں۔ ان سے آپ کو انشاءاللہ فیض یابی ہوگی۔ چنانچہ آپ کی سفارش لے کر میں بعد طے منازل و مراحل اجمیر شریف پہنچ کر حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سید الدنیا والدین شیخ سالار بدعطاء اللہ

رومی قدس سرہ العزیز کی خدمت باسعادت میں پہنچا۔ حضرت نے سفارشی خط پڑھ کر اور میرے حسب نسب پر نگاہ کر کے فرمایا، اے سید سادات صحیح النسب صحیح العقائد تو مخدومی کے اہل و لائق ہوا کرتے ہیں، مگر جو مقصد تمہارا ہے یہ خادمی سے حاصل ہوتا ہے جو شیخ کامل متشرع کے تمام اثرات حاضر باشی میں حاصل کر سکے۔ لہٰذا مجھ کو مصلی برداری کی خدمت سپرد فرمائی۔ اس خدمت کو میں نے ذریعہ سعادت یقین کرتے ہوئے طرفۃ العین بھی خدمت مفوضہ سے تغافل وتکاسل کبھی نہ کیا۔ اور جب کافی عرصہ حضرت نے خدمت کے امتحان میں مجھ کو راسخ پایا۔ تب علم سلوک و تصوف کی تعلیم شروع فرمائی۔ مخصوص نکات مجھے تعلیم فرماتے تھے جن کی واجبی طور پر حقیقت فہمی کے بغیر حق شناسی و حقیقت فہمی میسر نہیں ہوسکتی۔ میں جو کلمہ اس علم کا آپ سے سنتا ایک ہفتہ خلوت اختیار کر کے بعد از جد و جہد و ریاضت اس کی حقیقت تک جب اللہ تعالیٰ مجھے رسائی دیدیتا تب حضرت کی خدمت میں حقیقت حال عرض کرتا جس پر آپ صد تحسین و آفرین فرما کر اور بے حد مسرور ہو کر دوسرے کلمات اور حقائق تعلیم فرماتے۔ فی الجملہ اس پر ایک کافی زمانہ گزر گیا اور حضرت شیخ کے اقوال اور احوال و افعال و علم و تعلیم آپ نے محل شایان دیکھ کر میرے کلبۂ قلب میں انڈیل دیئے اور تمام انعامات باطنیہ سے معمور فرمایا۔ تب فضیلت ارشاد و اذن کی پیش فرما کر اپنا ماذون مجاز بنا۔ اے عزیز تجھ کو کیا معلوم ہے کہ مجھ پر یہ وقت کس قدر بھاری اور دشوار گزرا۔ اور میں نے نہایت عجز و منت سے التجا کی کہ یا حضرت مجھے اس پابندی و قید رو در خلق سے آزادی اور مخلصی دیجئے۔ یہ تو پھر خلق خدا کی طرف دوبارہ رجوع ہو کر مصروف ہونے کا مستلزم کام ہے حالانکہ مجھ کو بچپن سے اختلاط خلقت سے نفرت ہے۔ اس طبعی میلان نے مجھ سے ترک تعلقات دنیوی پر آمادہ کیا ہے۔ پھر آپ کی تعلیم نے زاویہ نشینی اور خلوت گزینی کی لذات کا خوگر بنا دیا ہے۔ اب دوبارہ میرے لئے اختلاط با خلق و تربیت طلاب و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض عظیم جس کیساتھ اہل دنیا کے انبوہ میں شامل ہو جانا لازم ملزوم ہے جس سے مجھ کو عادتاً اور طبعاً نفرت ہے اور مجھ کو صرف رو بہ حق اور پشت در خلق میں لطف حاصل ہے۔ فرمایا تم نے سچ کہا ہے۔ مگر دو وجہ سے تم کو ماننا پڑے گا اور انکار نہ کرنا ہوگا۔ اول یہ کہ امر مرشد امور مشروع میں واجب التعمیل ہے اس لئے کہ مرشد ظرف سے آگاہ ہو کر امانت خداوندی صرف اس کے اہل اشخاص کو سپرد کرتا ہے پھر اس نے بھی وہ امانت آگے ایسے ہی اہل

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور صاحب ظرف لوگوں کو پہنچانی ہوتی ہے۔ بزرگوں کا مقولہ ہے کہ ہر صاحب نعمت محل و مقام لائق اور اہل پا کر اس جگہ امانت الٰہیہ کی نعمت اگر ودیعت نہ کرے تو وہ ادائیگی حق میں کوتاہی کا مرتکب اور زمرہ بخلا میں عند اللہ محسوب ہوتا ہے۔ جب میں نے محل شایان پا لیا ہے تو کیوں نہ اپنے ذمہ دارانہ فرض سے سبکدوشی حاصل کروں اور کیوں نہ امانت الٰہی اس کے اہل کو ادا کر دوں اور کیوں اپنے آپ کو بخلا میں محسوب کراؤں۔ مجبوراً حکم مرشد بسر و چشم قبول کرنا ہی پڑا اگرچہ یہ بوجھ مجھ پر بہت گراں اور ذوق طبیعت کے خلاف تھا۔ مگر جب قید اذن میں مقید ہو چکا تو بموجب اس مقولہ کے کہ سالک کو اپنے سلوک میں بہتر قسم کے مانعات اور رکاوٹیں منزل مقصود کی راہ میں مانع انجام رسی کی پیش آیا کرتی ہیں جن کا آنا ابتلا و امتحاناً ایک لازمی امر ہے۔ اور سب سے جو رکاوٹ پہلے پیش آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو اس بندہ کی نیک شہرت ملک و ملکوت میں پھیل جاتی ہے۔ اور تمام کائنات کی مخلوقات اور ذرہ ذرہ اس کی طرف مانند مقناطیس و آہن کھنچا چلا آتا ہے۔ (سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا) اب اس منزل خیر و برکت میں راہ زن دین کو ایمان عدو مبین کو عمدہ موقع عجب اور کبر میں پھنسانے کا مل جاتا ہے۔ اور انواع و اقسام اسباب سالک کو فریفتہ کرنے کے محبوبات دنیا کے تو خود حاصل ہو رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو بھی محبوب شے کہ اس پر سالک کا نفس راغب ہو سکے۔ شیطان اسی مرغوب کو اسے مزین کر دکھاتا ہے اور اس کی التفات اپنی منزل مقصود کی سعی کے اور سفر کی نسبت اس طرف متوجہ کرا دیتا ہے۔ انسان کے اندر نفس کی خواہشات کی کمزوری خود موجود ہے اور موجودہ کشش و جذب روحانی کی استعداد کا ملاحظہ کر کے اور کسی ایک نہ ایک مرغوب شے پر مائل اور نائل ہو کر فریفتہ ہو جاتا ہے ادھر اپنے آپ کو بھی کو منزل رسیدہ خیال کر لیتا ہے۔ ادہر اس سبب سے اس کا سفر سلوک کا اسی جگہ رک کر ختم ہو جاتا ہے اور یہ سمجھتا بھی نہیں۔ بلکہ مغز کی بجائے قشر اور چھلکے پر ہی راضی اور قانع ہو کر یہیں کا یہیں رہ جاتا ہے۔ اس کی راحت یابی و فرحت یابی اس مقام پر جب کہ یہ مرجع خلائق بن جاوے اس کی مزید ترقی کی مانع ہو کر اس پر آگے بڑھنے کے راستے ہی بند ہو جاتے ہیں اور وہ اس پر سمجھتا بھی نہیں بلکہ اسی درجہ پر قانع صابر اور اپنے آپ کو کامیاب با مراد جان لیتا ہے اور اس کے لئے سیر روحانی اور مزید پیش روی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اور اگر خداداد توفیق سے یہ بندہ اس منزل سے قانع نہ ہو کر اور پھنسنے سے بچ کر آگے

بڑھ چلا تو اس سے آگے اور اور قسم کے مانعات اور محبوبات بھی پیش آتے رہتے ہیں، خوش نصیب ہوا تو سب کو عبور کرتا ہوا آگے گزر جاتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ کے معانی پر مستقل قائم رہا اور بجز اللہ تعالیٰ کے ذکر و قرب کی نعمت کے اور کسی طرف متوجہ نہ ہوا اور اسی کی رضا حاصل کرنے میں منہمک رہ کر بہتر رکاوٹوں کو پھاند گیا۔ تب وہ خدا تعالیٰ کا ولی بننے اور کہلانے کا مستحق ٹھہر جاتا ہے اور جو بھی اس کی استعداد ہو اس کے مطابق عند اللہ اس کو مدارج عطا ہو جاتے ہیں۔

میرے لیے پہلی منزل یعنی عوام الناس میں شہرت پیدا ہو کر ان کا رجوع و ہجوم مجھ پر ٹوٹ پڑا تو چونکہ میری فطری اور طبعی عادت ہی اس کے خلاف تھی اور مجھ کو اجتماع خلائق سے جبلی نفرت تھی میرے حضور و مراقبہ و مجاہدہ میں خلل واقع ہونے لگا اور حضور نفور سے بدلنے لگا اور مراقبہ مشاہدہ میں خلل واقع ہونے لگا۔ کیوں کہ اکثر لوگ مرید شریعت ہونے آتے ہیں اور بعض مرید طریقت ہونا چاہتے اور لامحالہ مجھ کو ان پر شفقت اور ان کی راہ نمائی اور تربیت روحانی کا اہتمام کرنا پڑتا۔ گویا اپنا کام چھوڑ کر یا پس انداز کر کے اور ان کی خدمت میں وقت صرف اور ضائع ہونے لگا جس پر مجھے افسوس اس لئے ہوتا کہ جو کام جتنے وقت میں اپنے تزکیہ نفس پر صرف کرنے میں مجھے اپنے لئے کرنے کا تھا، وہ اوروں پر صرف ہو کر اپنا کام بھی ملتوی ہو جاتا اور اوروں سے اختلاط اور دوسروں کی اصلاح میں کئی قسم کے منکرات اور مکروہات کا بھی مقابلہ کرنا لازم آ جاتا جو مجادلہ اور مقابلہ کی سورت میں پیدا ہو کر طبیعت متردد اور جنجالوں میں پھنس جاتی حالانکہ میرا طبعی شوق اپنا سفر سلوک کا جاری اور مسلسل رکھنے کا تھا۔ ملک گدائی و جانی سیف اللہ وغیرہ گگیانی جن کو شہنشاہ ہمایوں اپنے لشکر میں معہ فوجوں کے سردار بنا کر لے گیا تھا کثیر التعداد لوگوں کے ساتھ مرید ہوئے۔ یہ لوگ پشاور کے باشندے تھے اور ہجوم خلائق نے مجھ کو ایک گونہ محصور کر لیا تھا۔ تب میں نے حضرت مرشد سے اپنی روحانی مذکورہ تکلیف عرض کر کے آپ سے اس کا علاج اور مخلصی طلب کی اور عرض کی کہ اگر مجھے اس اجتماع خلائق سے یکسوئی حاصل کرا دیجئے۔ حضرت علیہ الرحمہ کی بصیرت بے غائت دور بین تھی اور کشف و کرامت بے نہایت حقیقت رس تھی۔ اس لئے آپ نے میری آئندہ کی دوامی سکونت گاہ کو معلوم کر لیا مگر مجھ سے صراحت نہ فرمائی فقط اس قدر اجمالاً فرمایا کہ تم اپنی توجہ کوہستانی علاقوں کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

طرف کرو (یہی وہ جملہ اور فقرہ تھا جس کے اندر قبائل سرحدات شمالی ہند کے علاوہ قبائل قدیم کفار کوہستانات کا اسلام میں لانا اور اصلاح ان کی کرنا اور افغانستانی کوہستانیوں کی دینی خراب شدہ حالت کی اصلاح و درستگی کرنا مضمر و معین و مقدر تھا تب میں نے آپ سے رخصت مانگی اور اپنے خیال و اجتہاد سے میں نے اس سے مقصود علاقہ کشمیر کو سمجھا اور اس طرف جانے کے ارادہ سے میں اجمیر سے چل کر روانہ ہو گیا۔ بعد طے منازل و مراحل جب میں ملک پنجاب میں جدید گجرات کے مضافات میں سے ایک قصبہ موسومہ دادو پنڈ میں پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص نے جس کا نام کیلاس تھا شہر میں غوغا مچا دیا کہ اے لوگو! دوڑا آؤ جس شخص کو میں نے خواب میں دیکھا تھا اور تم سب اہل قریہ کو پہلے وہ خواب میں سنا چکا ہوں۔ وہ شخص یہی ہے میں نے یہی شکل دیکھی تھی اور پہچان چکا ہوں جلدی چلو کہ اسی کے سایہ میں ہماری نجات ہے۔ اس کو اپنا پیر و مرشد بنالو۔ اور فی الفور مجھ کو اس جگہ لوگوں کی ایک بھیڑ اور ہجوم نے گھیر لیا۔ میں نے بطور امتحان اس شخص کے دعویٰ کی تردید کی اور انکار کرتے ہوئے اس سے ثبوت طلب کیا تب اس نے نہ صرف اسی شہر کے بلکہ تمام گردونواح کی آبادی کے لوگوں کو بطور گواہ اپنے بیان کردہ خواب کے ثبوت میں اور میرے حلیہ اور شکل و صورت بیان کردہ کے ثبوت پیش کیا۔ اور سب نے کہا کہ حضرت اس شخص نے اپنا خواب بطور پیغام و اعلان روحانی ہم سب لوگوں کو سنایا تھا کہ ایک اللہ تعالےٰ کا ولی اللہ دور ممالک سے یہاں آنے والا ہے اور لازم ہے کہ ہم سب مسلمان اس کو نعمت اور غنیمت جان کر اس کی بیعت کے شرف سے مشرف ہوں آپ کا حلیہ اور آپ کی پیشانی مبارک کا خال بھی اس نے بیان کر دیا تھا۔ تب میں نے ان سب لوگوں کو مرید شریعت بنا کر پابندی شریعت اور امر معروف و نہی منکر کی بیعت ان سے لی اور لازماً کچھ مدت ان کی تعلیم و تربیت کی خاطر اس جگہ مجھ کو ٹھہرنا لازم ہو گیا۔ یہ وہ ایام تھے جب کہ شہنشاہ ہمایوں کے خلاف شیر شاہ افغان نے فوج کشی اور مقابلہ کر کے ہمایوں بادشاہ کو شکست دے دی تھی اور بادشاہ اس سے شکست یاب ہو کر ہندوستان کو چھوڑ کر ایران کے راستوں پر روانہ ہو چلا تھا۔ (یہ واقعات ۹۴۶ء ہجری بمطابق ۱۵۴۰ء کے ہیں اور حضرت کی عمر اس وقت تخمیناً چالیس سال کی یا زائد تھی۔ ع ج)

اور شہنشاہ ہمایوں کے امراء اور عمال سلطنت ہندوستان کے مختلف شہروں اور صوبوں

سے افغانی فوجوں کے آگے مغلوب ہو کر اپنے اپنے راستوں سے کابل کو واپس جا رہے تھے۔ اسی قصبہ دادو پنڈ میں حسن اتفاق سے مجھے اپنے والد بزرگوار سے دوبارہ ملاقات نصیب ہوئی جب کہ آپ لشکر کے ہمراہ واپس وطن جا رہے تھے۔ آپ نے بعد شناخت سینہ سے لگایا بے حد تلطف و ترحم فرمایا اور بے حد و بے اندازہ تاسف و تحسر کیا کہ میں نے اپنے آباؤ اجداد کا طریق صحیح چھوڑ غلط طریق دنیا داری اختیار کیا تھا اور جس دل بسانے والی دنیوی عیش و عشرت کی کشش نے مجھ کو اپنی طرف جذب کر لیا تھا۔ اس کو تو زوال ہم دیکھ رہے ہیں مگر شکر الحمد للہ کہ تم نے لازوال نعمت پائی اور ہزار ہزار شکر خداوندی ہے کہ تم کو میں نے ان مراتب علیہ روحانی پر فائز دیکھ لیا۔ دو توڑے مجھ کو تمیناً و تبرکاً پیش کیے۔ ایک اشرفیوں کا دوئم روپیوں کا میں نے لینے سے انکار کیا کہ ضرورت مجھ کو اس کی نہ تھی، نہ میرے کام آنے کی چیز تھی، مگر آپ دل رنج ہونے لگے اور فرمایا فقراء و مساکین کو خیرات صدقات دے دینا، مگر میرا دل تو خوش ہو جاوے گا۔ اور میرے لئے ثواب اور سعادت کا موجب ہو گا۔ تب میں نے قبول کر لئے اور از ہمدیگر رخصت ہو گئے۔

اس جگہ اخوند درویزہ صاحب پہنچ کر لکھتے ہیں کہ مذکورہ واقعات تو اس نے حضرت شیخ معظم ممدوح سے سنے تھے۔ مگر لکھا ہے کہ حضرت پیر دستگیر کے فرزند دلبند سید مصطفیٰ صاحب یہ روایت بیان کرتے تھے کہ جس وقت سے والد بزرگوار حضرت شیخ شرف الدین پانی پتی کی قبر مبارک پر زیارت کر چکے اور حضرت شیخ کی روحانیت کا اثر آپ کے قلب پر اثر انداز ہوا تو آپ نے ترک تعلقات دنیوی کا عزم مصمم کر لیا، تب آپ نے اپنا گھوڑا اور اسلحہ ایک بقال کو سپرد کر دیا تھا کہ وہ آپ کے والد بزرگوار کو پہنچا دیوے۔ اور خود زاویہ نشین ہو گئے تھے، اس وقت کے بعد زیر بحث وقت تک دوبارہ اپنے والد بزرگوار سے نہ ملے تھے، (فتح بابری و جنگ پانی پت جس وقت ہوئی بعد فتح حضرت سید علی علیہ الرحمہ ترک تعلقات کر کے طلب راہ مولا میں مصروف ہوئے۔ وہ سال ۹۳۲ء بمطابق ۱۵۲۶ء تھا۔ اور ہجرت ہمایوں بادشاہ ایران جانے کا سال ۹۴۸ھ ۱۵۴۲ء تھا جس میں آپ کو والد کے ساتھ سولہ سال بعد ملاقات نصیب ہوئی ع ج)

اس کے بعد جب کہ والد بزرگوار وطن کی طرف رخصت ہوئے۔ ناگاہ اور معادل پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک اداسی پیدا ہو کر سخت روحانی تحریک اور کشش بے اختیار نہ زوردار پیدا ہوئی کہ کاش اس وقت مجھ کو پرواز کے لئے پر لگ جاتے اور میں اڑ کر اجمیر شریف کو اپنے ہادی اور مرشد کے پاس جا پہنچتا اور ان سے بکمال عجز و منت باری درخواستیں کر کے اپنے اوپر سے اس پابندی اور قید تبلیغ دین و اشاعت اقامتہ شریعت و ہدایت عوام الناس سے معافی اور آزادی حاصل کر لیتا۔ یہ ایسا زبردست جذبہ تھا کہ میں نہ رک سکا اور فی الفور اجمیر کے سفر پر دادو پنڈ سے روانہ ہو پڑا۔

(اکثر اولیا کے تذکرات میں لکھا ہے کہ حضرت دائم المراقبہ اور دائم الاستغراق رہتے تھے۔ آپ کو سید علی غواص اولیاء عصر کہا کرتے تھے) چند روز سفر کیا تھا کہ راستے میں شیر شاہ افغان کی فوج جو مغل فوجوں کے تعاقب میں آ رہی تھی، راستے میں آگے سے ملاقاتی ہوئی۔ جب انہوں نے مجھے فارسی بولنے والے کو پایا تو مغل فوج یا اس سلسلہ کا شخص یقین کر کے میرے قتل کے مشورہ اور گومگو میں مصروف ہو گئے حضرت فرماتے، ایشان بداں ہوا و بازی و من بقضا و قدر راضی۔

کچھ دیر مجھے روک رکھا اور باہم مشاورت کے بعد مجھ سے صرف اس قدر سوال کی کہ تیرے پاس کوئی نقد مال ہے۔ میں نہ کہا دو ہمیانیاں ہیں ایک سونے کے سکوں کی دوئم چاندی کی۔ انہوں نے کہا اس رقم کا تعلق ہم سے ہے میں نے خادم کو اشارہ کیا، اس نے ہر دو تورے ان کو دے دئے۔ اور ہم نے اپنے راستہ پر روانہ ہو گئے۔

میں تو بہ ارادہ انقطاع و انفصال از اختلاط خلائق۔ حضرت پیر دستگیر سے اذن حاصل کرنے کے لئے جا رہا تھا۔ اور قضا و قدر میرے ارادہ پر خندہ زن تھی، اس لئے کہ بحکم آیت کریمہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ میرے ہادی و مرشد کے نفس زکی کو شربت موت پلایا جا چکا تھا۔ البتہ ارادہ ازلی نے مجھ کو مزار مقدس کی زیارت پر ماتم داری کے ایام میں پہنچانا اور ہدایات جدید سے آگاہ خبردار کرنا مقدر کر رکھا تھا۔ لہٰذا نہایت سرعت و عجلت سے منازل و مراحل طے کرتا ہوا اس مسکن مقدس میں جا پہنچا۔ آپ کی رحلت کے سبب کے بارے میں مفصل احوال جو سنا وہ بہت زیادہ عجیب تھا کہ آپ کے فرزندان صلحا نو عمر ایک دن گھوڑوں پر سوار ہو کر بقصد شکار جنگل میں گئے تھے۔ ناگاہ ڈاکوں کے ایک سوار گروہ نے ان کو گھیر لیا۔ اور ان کی جمعیت

اور چوروں کے مابین خون آشام تلواروں کا سخت مقابلہ جاری رہا۔ لیکن کسی تیز تیغ نے مخدوم زادوں کے بدن پر کپڑا بھی نہ کاٹا۔ باوجود اس قدر ضربات تلواروں کے سب کو لگنے کے بھی، ان کی جماعہ امانت اور صحیح سلامت بچ کر واپس آ گئی جب لڑکے آپ کے حضور حاضر ہوئے اور حال بیان کیا گیا۔ تو آپ نے اظہار رنج و غصہ کیا۔ اور نصیحتاً فرمایا کہ تم جیسے لوگوں کا کام و طریق اہل سلوک میں مشغولیت و انہماک لازم ہے نہ کہ طریق انبیا ملوک و سلاطین۔ مخدوم زادوں نے تلواروں کے واروں کا بے اثر ہونا اپنی ذاتی برکت اور اپنی روحانی استعداد کا کرشمہ یقین کیا تھا بلکہ ان کی زبان سے اس قسم کے تفاخر کے کلمات دعویدارانہ نکلے اور حضور تک وہ بات پہنچ گئی۔ تب حضرت نے ان کو اس زعم باطل کے ابتلا سے بچانے کی خاطر اور ان کے غرور نفس توڑنے اور اس سے آگاہ کرنے کی خاطر ان کو بلا کر آستین اٹھا کر اپنے بازوؤں کو دکھلایا کہ آپ کے بازوؤں پر تلواروں کے ضربات کے نشانوں سے بازو کبود ہو گئے ہوئے تھے۔ نصیحت اور قہر کے جذبہ کی حالت میں اظہار کرامت تو کر بیٹھے، جب ہوش آیا تو بے حد ندامت آپ کو عائد حال ہو گئی کہ مقولہ ہے الکرامات حیاض الرجال۔ یعنی اولیا اللہ پر کرامت کا چھپانا ایسا ہی لازم ہوتا ہے جیسا عورت پر حالت حیض کا چھپانا ایک اخلاقی فرض ہے۔ کرامت کا اظہار خود نمائی و خودستائی میں شامل ہے اور اتقیا کی بے نفسی اس نمود کی متحمل نہ ہو سکی۔ آپ بے حد سخت پشیمان ہو گئے اور پانی طلب کیا اور طہارت کی تجدید فرمائی اور ادائے دوگانہ کے لئے رو بقبلہ کھڑے ہو گئے اور جب سجدہ میں سر رکھا تو پھر نہ اٹھا۔ بلکہ رحلت فرما گئے تھے۔

الغرض جب میں آپ کے مسکن شریف میں پہنچا اور میں نے دروازہ سے سر اندر کیا، تو آپ کا جانشین فرزند حضرت صاحبزادہ حسین مراقبہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب آپ نے سر اٹھایا تو بے حد خوشنودی کا اظہار کیا۔ بعد ادائے فاتحہ و استغفارہ بحق مخدوم مرحوم، مخدوم زادہ نے فرمایا اے سید علی اسی وقت اور اسی مراقبہ میں نے حضرت پدر مشفق و پیر محقق کو پایا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ مجھ سے دو خرقے باقی رہے ہیں۔ ایک کو تو ان میں سے لے کر پارچے پارچے کر کے مریدوں میں تقسیم کر دو، مگر دوسرے کو سالم اس وقت کے آنے والے نو وارد کو سپرد کر دو۔ کہ وہ اسی کا حق ہے اور نو وارد یعنی اس وقت آپ ہی آئے ہیں۔ تب آپ نے خرقے منگوائے تو ناگاہ ان میں سے ایک پر میرا نام سید علی لکھا ہوا پایا گیا۔ اور آپ نے فی الحال وہ مجھ کو پہنا دیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سبحان اللہ العلی العظیم۔ عجیب حکمت غامضۂ الٰہی تھی کہ پنجاب کے شمالی حصہ سے چل کر اجمیر شریف کو اس غرض سے آیا تھا، بلکہ کشش روحانی کھینچ لائی تھی اور میں خیال کر رہا تھا کہ میں اپنے آپ کو ذمہ دارانہ فرض سے معافی حاصل کر سکوں گا اور آزاد کر لینا پسند کر کے آیا تھا کہ پیری پیشوائی کے دھندوں سے بالکل یکسو ہو کر قلبی اطمینان سے مراقبہ مشاہدہ اور عبادت ریاضت و تزکیہ نفس کی لذات سے فیض یاب ہوں، مگر یہاں پہنچ کر اسی ذمہ دارانہ خدمت کے عہدہ اور کام پر تاکید بعد التاکید کے احکام موجود پائے اور قید بر قید کی پابندی اپنے اوپر عائد شدہ دیکھی۔

کچھ مدت تک وہاں مقیم رہ کر ارادہ واپسی کا کیا تو مخدوم زادہ نے فرمایا جب آپ کو پیر محقق والدم نے کوہستانوں میں توطن اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تو آپ چلے جاویں اور جس منزل کو کوہستانی علاقوں میں سے پسند کریں وہاں سکونت اختیار کر لیوں اور چونکہ آپ کا اپنا وطن بدخشاں بھی پہاڑی وطن ہے چاہیں تو وہاں بھی آپ جا سکتے ہیں۔ اس ارشاد کے ماتحت میں نے اپنے دل میں اپنے ہی وطن کو واپس جا کر قیام کا ارادہ کر لیا اور روانہ ہوا جب منازل مراحل طے کر کے پرشور (پشاور) پہنچا تو میرے مخلص مریدوں حاجی سیف اللہ و ملک گدائی وغیرہ ملکان گلکیانی کو خبر ہو گئی جو اس علاقہ کے معززین میں سے تھے، وہ میرے پاس پہنچ گئے اور نہایت بعجز والحاح سے آرزومند ہوئے اور کہنے لگے ہمارے گھر قریب ہیں چند روز ہمارے قبائل میں قیام فرماویں تاکہ ہمارے عیال اطفال اور قوم قبیلہ اور اہل وطن آپکے انفاس قدسیہ سے متیمن و تبرک حاصل کریں۔ ان کی رضا جوئی کی خاطر ان کے ہمراہ قصبہ دوآبہ میں جا کر قیام اختیار کر لیا۔ اس تمام علاقہ کے خواص و عوام نے میری طرف رجوع کیا اور ان سے مستفید طریقت ہوئے اور بعض مرید شریعت ہوئے اور استماع مواعظ و نصائح سے مستفید ہوتے رہے۔ اس طور سے اس مشغولیت میں ایک سال دوآبہ میں قیام رہا۔ اور اس تمام گرد و نواح کے لوگ پند و نصائح شریعت و طریقت کے فیوض سے بہرہ یاب ہوئے۔ تب میں نے وطن جانے کا کہا، مگر محبان گلکیانی نے مجھ کو ٹھہرانے کا ایک اور حیلہ یہ پیش کر دیا کہ یہ علاقہ جات تو آپ سے بقدر مقسوم فیض یاب ہو چکے ہیں، لیکن قبیلہ یوسف زیوں میں پیران بے دین اور ملحدان بے آئین کا بڑا زور شور ہے اور وہاں کے سادہ مسلمانوں کے ان پیروں نے آپس میں

گاؤں گاؤں تقسیم کر لئے ہیں اور فرقے فرقے ہر ایک پیر کی اطاعت میں مشغول ہیں جو دین اسلام کے صحیح صراط مستقیم سے ہٹا کر اور بہکا کر اباحتی رنگ میں رنگ رہے ہیں اور ایک بہت بڑا حصہ مسلمانوں کے ملک کا بے خبرانہ ابتلائے عظیم دینی میں مبتلا ہے۔ ان پیروں میں سے دو پیر زیادہ بڑے مشہور ہیں۔ ایک تو پیر طیب کے نام سے مشہور جو غلجی افغانوں میں سے ہے۔ دوسرے کو پیر ولی کہتے ہیں، وہ بڑیچی افغانوں میں سے ہے اور ان کی روش یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کو یکجا مجلس میں جمع کر کے گاتے ہیں اور سرود بجاتے ہیں اور کچھ پراگندہ اور اباحتی تقریریں کرتے ہیں اور ان غیر مشروع اعمال افعال کو مباح بتلاتے ہیں۔ کسی وقت پیر ولی اپنے آپ کو مظہر خدا اور خدا بھی کہہ دیتا ہے۔ وغیرہ، شاید آپ کی توجہ سے ان سادہ مسلمانوں کو ان شیاطین کے پنجوں سے خلاصی ہو جائے

(اس زمانہ میں اور اس ملک میں اسلام کے اندر عظیم ترین مصیبت قریہ بقریہ اور قصبہ قصبہ ہر قبیلہ کا ایک زندہ پیر بمنزلہ زندہ بت کے اباحتی بے دین بھنگ نوش ہوا کرتا تھا جن کے ساتھ حضرت کو واسطہ پڑا) ع ج۔

جب میں نے دین محمدی کی یہ توہین سنی اور اسلام کے اندر مسلمان قوموں میں اتنے بڑے خلل عظیم پر آگاہی ہو گئی تو دل بے تاب ہو گیا اور بے اختیار اس طرف ساری توجہ سے متوجہ ہونا پڑا۔ اور اپنی ذمہ دارانہ خدمت کا میدان اسی خطہ کو یقین کر کے اور اپنا فریضہ جہاد اس اصلاح خلق اللہ کو یقین کر کے وہاں چلا گیا۔ مگر میں نے جب جا کر قبائل اور اقوام کو دیکھا تو یوسف زئی قبیلوں کو میں نے ایسی حالت میں پایا کہ نہایت سادہ دل اور در اصل وہ سب دین کے طالب تھے اور اللہ و رسول کے نام پر قربان ہونے والے تھے، ان کے جوان بڈھوں سے زیادہ دینداری میں استوار تھے، اور ان کی عورتیں مردوں سے زیادہ دینی امور میں محکم تھیں اور راسخ تھیں۔ بچے طفولیت میں دین کے طالب تھے، لیکن سب کے سب اس مصیبت میں پھنسے ہوئے تھے کہ ایک تو صحیح دینی علم و تدریس مفقود بلکہ معدوم تھی جہالت کا دور دورہ تھا نہ کوئی واعظ تھا نہ دین فہم تھا علماء اتقیاء کا وجود عنقا تھا اور اس پر یہ مصیبت مزید کہ ہر قریہ ہر فرقہ اور ہر قبیلہ کا ایک جدا جدا زندہ پیر بے علم، بے دین، شیوخ جاہل۔ ملحدین و اباحتین بے حساب و بے شمار ان سب کو بانٹ لیا تھا۔ اور ان پیروں کی گمراہی اور ان کی پیروی کی وجہ سے یہ قبیلہ قعر گمراہی

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں گر گیا تھا۔ اور تمام لوگ حقیقی اسلام سے نہایت دور جا پڑے تھے، چونکہ افغانی عادت میں داخل ہے کہ جب وہ کسی پیر فقری کے آنے کا سن لیویں تو ضرور ملنے کو جاتے ہیں اور یہ قوم اکثر زیرک اور عقل مندوں سے خالی ہرگز نہیں مگر گمراہوں کے جال میں بے علمی کی وجہ سے پھنس جاتے تھے اور اگر ان کو حق و باطل کے مابین مکالمہ مباحثہ سننے کا موقع ملے تو وہ خداداد فراست سے حق و باطل میں تمیز بہت عمدہ طور سے کر سکتے ہیں۔ پھر ان کو مغالطہ نہیں لگ سکتا۔ جب میں علاقہ میں صدوم پہنچا تو اطراف و جوانب سے جوق در جوق لوگ آنے لگے گئے اور مواعظ و نصائح سننے لگے، میں نے نہایت تاکید اور بار بار کے مواعظ سے ان لوگوں کو ظاہر شریعت کی پابندی پر مائل، قائل اور متوجہ کیا اور باطنی انوار اور مدارج کے دعویداروں کے مغالطات میں پڑنے یا ان پر فریفتہ ہونے سے سخت ڈرایا اور فکر ایمان و نجات کو اسلام کی ظاہر شریعت کی پابندی سے وابستہ اور امر معروف و نہی منکر کے اصولوں پر عمل پیرائی کے ساتھ وابستہ ثابت اور ظاہر اور دلنشین کرایا۔ الحمد للہ کہ میری کوشش رایگاں نہ گئی، بلکہ یہ تمام اوطان و ممالک و اولس حق کو باطل سے اور دین کو بے دینی سے ممیز طور پر جان اور پہچان گئے اور ہر ایک زن و مرد برنا و پیر نے پابندی شریعت مصطفوی کو ہی اپنے لئے ذریعہ نجات یقین کر کے اس پر کاربندی اور عمل و مداومت اختیار کر لی۔ فالحمد للہ علے ذلک۔

اس کے بعد ہم نے یہ پسند کیا کہ ہر دو پیران نامور کے ساتھ رو برو اور جمع عوام میں بحث و مباحثہ دینی اور مذہب اہل حق و اباحت و ہوا و بدعت میں کیا جاوے تاکہ عوام الناس پر حقیقت ان کی عقیدت اور فساد کی روشن و مبرہن ہو جاوے۔ جب پیر طیب نے یہ حالت سنی تو نواحی ہند کا وہ رہنے والا تھا پہلے اٹھ کر ہزارہ کو چلا گیا۔ اور پیر ولی نے رو برو آنے اور مقابلہ مذاکرہ سے انکار کر دیا جن کی وجہ سے عوام پر ان کی خامی اور کمزوری واضح ہو گئی، پیر طیب نے سن لیا تھا کہ میرا وطن منذر ہے اور یہ کہ میں عارضی طور پر صرف اس فتنہ کے رفع کے لئے آیا ہوں اور ارادہ اپنے وطن جانے کا رکھتا ہوں، اس لئے اس نے نہایت چالاکی سے اپنے مریدوں پر کرامت کا سکہ بٹھانے کی خاطر ان کو ہزارہ سے خط لکھا جس میں یہ فقرہ بھی لکھ دیا کہ میں نے سید علی کو یہاں سے اٹھا کر قندز میں پھینک دیا ہے۔ اس خط کی شہرت عوام میں ہو گئی اور کل مخلصان مریدوں قبیلہ نے نہایت الحاح سے مجھ پر زور ڈالا کہ میں کم از کم ایک سال اور

یہاں قیام اختیار کروں تاکہ پیر طیب کی کرامت اور پیش گوئی کارگر نہ ہو۔ لوگ گمراہی سے بچ جاویں۔ چنانچہ اسی بنا پر یک سالہ قیام کا ارادہ اس وطن میں کرنا ہی لازم ٹھہرا۔ چند عرصہ بعد ان لوگوں میں قاعدہ ہے کہ ایسے لوگوں کو جن سے ان کو عقیدت ہو بہر عذر و حیلہ اپنے وطن سے جانے نہیں دیتے اور منجملہ اور حیلوں کے بڑا حیلہ یہ بھی ہے کہ اس قبیلہ کا بڑا خان یا سردار اپنی لڑکی یا بہن اس کو بیاہ دیتے ہیں اور اس عذر سے اس کو اپنے وطن میں دائمی سکونت پر رضا مند کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اہل بونیر کے معزز خوانین میں سے ملک دولت خان جو قبیلہ یلزی میں سے فرد بارک شاہ زئی۔ (برکازئی) کا سردار تھا، اس نے اپنی ہمشیرہ بی بی مریم کے ساتھ مجھ کو نکاح کر لینے پر مجبور و رضا مند کر لیا۔ اگرچہ مجھ کو شادی سے دلی بیزاری تھی، مگر اس قوم نے اس طریق عقیدت مندانہ اور مخلصانہ صورت پیدا کر کے یہ ہدیہ مجھ کو پیش کیا۔ جس سے انکار کرنا اہل مومنین مخلصین کے بڑے گروہ کی دل رنجی ہوتی اور انکار پر اصرار ناممکن ہو گیا۔ ناچار ان کی مرضی پر رضامند ہونا پڑا۔

اس وقت جا کر مجھے سمجھ آئی کہ حضرت پیر دستگیر کا ارشاد ہدایت خلق و توطن کو ہستانات کا اشارہ اسی وطن کے متعلق تھا۔ جب اس پر کچھ عرصہ گزر گیا اور اولاد نرینہ اور لڑکیاں پیدا ہو چکیں تو عزم مصمم وطن جانے اور والدین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونے کا کر کے اہل و عیال کو یہاں چھوڑ کر مجبوراً روانہ ہو کر میں قندز کو چلا گیا والد بزرگوار رحلت فرما چکے تھے اور والدہ شریفہ ابھی حیات زندہ تھیں ان کی قدم بوسی اور شرف خدمت سے مشرف ہوا اور چند مدت ان کے پاس مقیم رہا۔ بہت دنوں کے بعد والدہ کے استفسار پر میں نے جب یہ ذکر متاہل ہونے کا اور مملکت یوسف زئی میں بال بچوں کو چھوڑ آنے کا کیا تو والدہ مکرمہ نے مانند اہل دین و دیانت لوگوں سے میرے سفر کے لئے تہیہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ فرزندم اب تم پر حق اپنے اہل و عیال و اطفال کا زیادہ ہے اور ان سے غائب اور دور رہنے میں مواخذہ ہے۔ اب تم ان کے پاس جاؤ۔ اگر توفیق ان کو لانے کی ہو سکے تو ہمراہ خود وطن کو لے آؤ۔ اور اگر نہ آ سکیں تو میں نے اپنا حق تم کو بخشا تم ان کے پاس ہی رہو۔ اس کے بعد مادر مشفقہ کے ارشاد و ہدایت کے ماتحت واپس علاقہ یوسف زئی میں آ کر مقیم ہو گیا۔ اور تمام اولس مذکور مسلمانان نواحیات کو دین حق اور شریعت اسلام پر محکم اور قائم کر لینے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کامیاب فرمایا اور مدت دراز تک یہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

تمام قبائل صراط مستقیم پر محکم اور قائم رہے۔ مگر جب بعد مدت بسیار پیر تاریک اور جمال الدین کلال نے پیری مریدی اور اباحت کا جال پھیلایا تو اس قوم کے اندر تفرقہ پیدا ہو گیا۔ بعض نے اہل ہوا و بدعت کی پیروی بھی اختیار کر لی اور اکثر صراط مستقیم پر قائم و محکم رہے۔ (بالآخر اس سب فتنہ کا استیصال ہو گیا۔ ۔ع ج)

اس موقع پر اخوند درویزہ صاحب پہنچ کر اپنی طرف سے لکھتا ہے کہ اس گناہ کا وبال تھا کہ قبیلہ یوسف زئی شہنشاہ اکبر کے فوج کشیوں کے عتاب اور قہر میں مبتلا ہوئے۔

شہنشاہ اکبر کا کوکہ سرحدات کو ہموار کرنے پر مامور ہو کر پہلے خیبر کی اقوام کو پامال کرتا ہوا، پھر باجوڑ کے قبائل کو محکم بناتا ہوا جندول و تالاش کی راہوں سے چکدرہ کو پہنچا تھا کہ دربار اکبری سے راجہ بیربل اس مہم کا ذمہ دار ہو کر یہیں سے اس فوج میں بمقام چکدرہ ہندوستان سے آ پہنچا۔ اور قبائل یوسف زئی جو سوات میں تھے بلطف و مروت سلامی ہو چکے تھے، مگر شہنشاہی فوج راجہ بیربل کے حکم سے بونیر کی طرف بغیر تحقیق حالات چل پڑی اور کوت کڑاکڑا سے بونیر کی طرف ایسے وقت گزری جب کہ دن خاتمہ کے قریب تھا اور کیمپ کی جگہ معین شدہ نہ تھی اور بونیری مقابلہ کا تہیہ کر چکے تھے۔ چنانچہ اندھیرا ہوتے ہی قبائل شاہی لشکر پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اور لشکر کو بجز بھاگ نکلنے کے اور کچھ کرتے نہ بن پڑی۔ چنانچہ جس راستے سے شاہ لشکر نے سہ اور میدانی علاقہ کے جانے کا راستہ اختیار کیا وہ ایک تنگ درہ تھا جو اب تک مغل درہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس میں تیس چالیس ہزار نفری مقتول ہو گئی جن میں راجہ بیربل بھی قتل ہو گیا۔ شہنشاہ کا کوکہ زین خان فوج کے عقب میں تھا اس نے بچا کھچا لشکر سنبھالا۔ اس کے بعد شاہی افواج نے دوبارہ انتقامی حملہ آوری کی اور یہ قوم زیر ہو گئی مگر ان کے کبراء و معززین دہلی آگرہ لے جائے گئے اور مدت بعد خلاصہ ہوئی۔ (عبدالجبار شاہ۔)

اس کے بعد اخوند درویزہ صاحب نے جو تفصیل اپنی کتاب ارشاد الطالبین میں حضرت پیر دستگیر سید علی ترمذی کے ساتھ جس قدر اولیاء کرام کے سلسلوں کا اتصال تحریر کیا ہے درج کیا جاتا ہے کہ آپ کو برکاتِ روحانیہ جن طرق اور سلسلوں سے پہنچیں وہ فصل دوم میں ملاحظہ فرمایئے۔

---

1 زین خان کوکہ

فصل دوم

حضرت سید علی ترمزی قدس سرہ کے پیران طریقت و مشائخ طرق متعددہ کی تفصیل جن کی طرف سے آپ ماذون مجاز تھے، حضرت ممدوح سلسلہ چشتیہ میں ماذون و مجاز تھے، حضرت شیخ سالار عطاء اللہ رومی سے قدس سرہ حضرت ممدوح چونکہ اپنے زمانے میں پیری مریدی کی گمراہیوں کے فتنوں کے ساتھ مقابلہ و مجادلہ کے جہاد میں ساری عمر مصروف رہے تھے، لہٰذا اسی فتنہ کو عظیم فتن اسلام خیال کرتے تھے اور اسی وجہ سے آپ مریدان طریقت بنانے میں حد سے زیادہ محتاط تھے۔ مگر بیعت اتباع شریعت تمام لوگوں سے لیتے تھے اور ان کو آپ مریدان شریعت کہا کرتے تھے، قوت قدسی اور استعداد باطنی کا یہ حال تھا کہ جاہل سے جاہل اور بدعمل لوگ بھی آپ کی صحبت کے فیض و مریدی شریعت کے طفیل سے پرہیز گار اور متقی بن جایا کرتے تھے، اور اخلاقی اور روحانی تبدیلی ہر کوئی معلوم و محسوس کر سکتا تھا، مگر مریدان طریقت کے بارے میں آپ نہایت محتاط اور قیود و شرائط مختلفہ کے پابند تھے۔ اول یہ کہ ایسا شخص جو علم دین سے کامل آگاہ نہ ہوتا۔ اس کو مرید طریقت نہ بناتے دوئم یہ کہ جو کوئی حافظ کلام اللہ نہ ہوتا، اس کو تعلیم طریقت نہ دیتے۔ سوئم یہ کہ تقویٰ داری کی باریک سے باریک راہوں پر پابندی کے لئے پر آمادہ نہ ہوتا، اس کو مرید طریقت نہ بناتے۔ آپ خود استعداد و ظرف مرید کا بخوبی جان لیتے مگر اس پر سخت نگرانی اور روحانی ضابطہ سے سخت تربیت اور زیر توجہ رکھ کر ان کو سفر سلوک میں داخل کرتے، ان شروط کے ماتحت آپ کے مریدوں کی تعداد بیس سے زائد نہ تھی، مگر مریدان شریعت لکھوکہا افغانی قبائل و سرحدات کے لوگ تھے جن کو آپ نے کامل طور پر پابند شریعت اسلام بنا لیا تھا اور بڑے خطہ ملک کو بدعات و بد عادات و عقائد و اعمال خلاف شریعت و سنت سے پاک صاف کر کے نہایت نیک خصلت و پابند اسلام قبائل و اقوام کا بنایا تھا۔ جس کا اثر اس زمانہ تک ان قبائل میں پایا جاتا ہے۔ حضرت ممدوح کے ہادی و مرشد سلسلہ چشتیہ میں شیخ سالار

toobaa-elibrary.blogspot.com

عطا اللہ رومی بھی بڑے اولیا کبار میں سے تھے کچھ ذکر ان کا گزر چکا ہے۔ ایک حکایت یہ بھی اخوند درویزہ صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت ممدوح نے عوارف المعارف کی شرح ایک ایسی مشروح ومبسوط لکھی ہے کہ بمشکل ایک انسان اس کو بوجھ اٹھا سکتا ہے اور علما زمانہ آپ کو امام ابوحنیفہ ثانی کہا کرتے تھے، اور علم نحو میں آپ کو شہاب الدین ناگوری کہا کرتے تھے، جب شیر شاہ افغان کے ساتھ ہمایوں بادشاہ مقابلہ پر آمادہ ہو کر لڑائی پر جانے لگا۔ تو بادشاہ حضرت ممدوح سے استعانت اور دعا طلب کرنے کیلئے اجمیر میں حضرت کے پاس خود حاضر ہوا۔ وقت ضحیٰ کا تھا اور حضرت مراقبہ میں تھے۔ جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو اہل مجلس نے عرض کی بادشاہ وقت حاضر خدمت کھڑے ہیں۔ آپ نے پوچھا مانگتے ہو؟ عرض کیا گیا امن وقبضہ ملک ومملکت یہ الفاظ خود بادشاہ کی زبان سے جوابا عرض ہوئے۔ تب حضرت شیخ پھر مراقبہ میں ہو گئے۔ اور تین مرتبہ آپ سر اٹھاتے پھر مراقبہ میں چلے جاتے۔ تیسری بار آپ نے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور فرمایا بادشاہ کے سر اور جان کی سلامتی کی دعا سب لوگ کرو۔ چنانچہ اللہ تعالی نے شہنشاہ کی جان تو اس مہلکہ سے بچائی مگر ملک ومملکت اس وقت نہ بچ سکی۔ اللہ تعالی بڑا کریم ہے اور اولیاء اللہ کی دعائیں ضائع نہیں جاتیں۔ آخر یہی ہمایوں دوبارہ فاتح ہندوستان ہو گیا۔ شہنشاہ نے دو گھوڑے نہایت قیمتی حضرت کی خدمت بھیجے تھے۔

حضرت ممدوح ماذون ومجاز تھے سلسلہ چشتیہ میں حضرت شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین صامت قدس سرہ سے اور اس سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کے اسمائے مبارک کا ایک شجرہ ذیل میں درج ہے۔

۱۔ قطب الاقطاب حضرت سید علی ترمزی قدس سرہ
۲۔ قدس سرہ حضرت شیخ سالار عطاء اللہ رومی
۳۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین صامت قدس سرہ
۴۔ حضرت شیخ سید حامد الدینؒ قدس سرہ
۵۔ حضرت شیخ حسام الدین قدس سرہ
۶۔ حضرت شیخ نور قطب عالم قدس سرہ
۷۔ حضرت شیخ علاؤ الدین عم اسعید اللہ نوری قدس سرہ

۸۔ حضرت شیخ سراج الدین قدس سرہ
۹۔ حضرت شیخ السلام نظام الدین اولاء قدس سرہ
۱۰۔ حضرت شیخ فرید شکر گنج قدس سرہ
۱۱۔ حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار اوشی چشتی قدس سرہ
۱۲۔ حضرت شیخ معین الدین حسن سجزی چشتی قدس سرہ
۱۳۔ حضرت شیخ عثمان ہارونی قدس سرہ
۱۴۔ حضرت شیخ حاجی شریف زندنی قدس سرہ
۱۵۔ حضرت شیخ خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس سرہ
۱۶۔ حضرت شیخ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی قدس سرہ
۱۷۔ حضرت شیخ خواجہ قدوۃ الدین ابو محمد چشتی قدس سرہ
۱۸۔ حضرت شیخ احمد ابدال چشتی قدس سرہ
۱۹۔ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی قدس سرہ
۲۰۔ حضرت خواجہ ممتاز علی دینوری قدس سرہ
۲۱۔ حضرت خواجہ ابو ہبیرہ بصری قدس سرہ
۲۲۔ حضرت خواجہ ابو حذیفہ مرعشی قدس سرہ
۲۳۔ حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہ
۲۴۔ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض قدس سرہ
۲۵۔ حضرت خواجہ عبد الواحد ابن زید قدس سرہ
۲۶۔ حضرت خواجہ امام حسن بصری رضی الہ تعالی عنہ

اسمائے مشائخ حضر سید علی ترمذی قدس سرہ بسلسلہ چشتیہ اہل بہشتیہ قدس اللہ اسرارھم

۲۷۔ حضرت اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ
۲۸۔ حضرت سید الانبیا شفیع روز جزاء احمد مجتبیٰ محمد و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اخوند درویزہ صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت پیر و دستگیر سید علی علیہ الرحمہ چودہ خانوادہ اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

سلسلہ جات سے شرف اذن وارشاد سے ممتاز تھے، جن میں سے سلسلہ کبریہ و قادریہ کا اذن و اجازت آپ کو اپنے جد بزرگوار حضرت سید احمد نور بن سید یوسف نور ابن سید محمد نور بخش ترمذی سے حاصل تھی اور باقی تمام سلسلہ جات اولیاء اللہ جو باہم دیگر وابستہ اور پیچ در پیچ پیوستہ ہیں ان کا اذن وارشاد آپ کو حضرت شیخ سالار عطاء اللہ رومی قدس سرہ سے حاصل تھا۔ جن کی تفصیل بہ شکل جدول حسب ذیل ہے۔

اسمائے مشائخ سلسلہ کبرویہ

حضرت سید علیؒ	حضرت سید احمد نورؒ والد سید علی	حضرت سید یوسف نورؒ والد سید احمد	حضرت سید محمد نور بخش ترمذی والد سید یوسف نور
حضرت شیخ ابو اسحاق ختلانی	حضرت شیخ علاؤ الدولہ	حضرت علی ثانی شیخ سید علی ہمدانی	حضرت شیخ سید محمود مرقانیؒ
حضرت شیخ بہاؤ الدین سنائیؒ	حضرت شیخ علی لالاؒ	حضرت شیخ نور عبدالرحمٰنؒ	حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ
حضرت شیخ عمار یاسرؒ	حضرت شیخ نجیب سہروردیؒ	حضرت شیخ احمد غزالیؒ ان کی طرف سے دو سلسلے سید علی تک پہنچتے ہیں	حضرت شیخ ابا بکر منہاجؒ
حضرت شیخ ابو القاسم کرمانیؒ	حضرت شیخ ابو عثمان مغربیؒ	حضرت شیخ ابو علی کاتبؒ	حضرت شیخ ابو علی رود باریؒ
حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ	حضرت شیخ سری سقطیؒ	حضرت شیخ معروف کرخیؒ	حضرت امام علی رضاؒ

حضرت امام موسےٰ کاظمؒ	حجرت امام جعفر صادقؒ ان سے دوئم سلسلہ سلطان اولیاء بایزید بسطامی سے بھی آپ کو پہنچا ہے	حضرت امام محمد باقر	حجرت امام زین العابدین
حضرت امام حسین شہید کربلا	حضرت علیؓ کو سلسلہ کبرویہ خلفائے ثلاثہ سے ملا ہے و دیگر خود رسول اللہ ﷺ	حضرت عثمان ذی النورین	حضرت عمر فاروقؓ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
حضرت خاتم النبین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ

اسمائے مشائخ سلسلہ سہروردیہ قادریہ

سید علی ترمذی علیہ الرحمۃ	حضرت شیخ سالار عطاء رومی	حضرت شیخ قطب الدین مہاجری	حضرت شیخ نظام الدین مہاجریؒ
حضرت شیخ فخر محی الدین محبوبیؒ	حضرت سید جلال الحسن سید جلال جہانیاں سید جلال ثانیؒ	حضرت شیخ رکن الدینؒ	حضرت شیخ صدر الدین عارفؒ
حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا	حضرت شیخ شہاب الدینؒ	حضرت شیخ ضیاء الدین..... سہروردی و نیز حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ	حضرت شیخ وجیہ الدین عمر سہروردیؒ
حضرت محمد بن عبداللہ معروف بہ عبودیت سہروردیؒ	حجرت شیخ احمد اسود علو دینوریؒ	حضرت شیخ ممشاد علیؒ دینوری	حضرت شیخ جنید بغدادیؒ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت شیخ سری سقطیؒ	حضرت شیخ معروف کرخیؒ	حضرت شیخ داود طائیؒ	حضرت شیخ حبیب عجمیؒ
حضرت امام حسن بصریؒ	حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ	حضرت سید الانبیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم	

وابستگی سلسلہ حضرت سید علی ترمذیؒ کی حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کے ساتھ اپنے جدو مرشد سید احمد نور بن سید یوسفؒ کے تعلق سے حسب ذیل اسمائے مشائخ کے تسلسل سے ملحق ہے۔

اوپر سے نیچے کی طرف یعنی سید عبدالقادر جیلانی سے سید علی ترمذیؒ تک

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	حضرت شیخ ضیاء الدین	حضرت عمار یاسرؒ	حضرت شیخ نجم الدین کبریؒ
حضرت سید مجد الدین بغدادیؒ	حضرت شیخ رضی الدین معروف بہ لالاؒ	حضرت شیخ احمد جرجانیؒ	حضرت شیخ نور الدین معروف بالکبریؒ
حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ	حضرت شیخ محمود مزقانیؒ	حضرت شیخ سید علیؒ ہمدانی	حضرت خواجہ ابو اسحاقؒ ختلانی
حضرت سید محمد نور بخش ترمزیؒ	حضرت سید یوسف نورؒ	حضرت سید احمد نورؒ	حضرت سید علی ترمذیؒ
حضرت محمد حسن مریدؒ تھے سید احمد نور بن یوسف نور کے	حجرت محمد حسن تھے مرید خواجہ محمد سب کے	خواجہ محمد کے مرید خواجہ بخش مدنی تھے	خواجہ بخش مدنی کے مرید شاہ کلیم ...... جہان آبادی تھے جن کا مزار دہلی کے میدان مابین قلعوں مع جامع مسجد واقع

اخوند درویزہؒ صاحب لکھتے ہیں پنجم سلسلہ مبارکہ شطاریہ جو حضرت خواجہ ممشاد علی دینوریؒ

نے حضرت عبداللہ شطاریؒ سے لیا ہے۔ حضرت سید علی ترمذیؒ کو حجرت شیخ سالار رومیؒ سے حاصل ہوا ہے جس کے اکثر اوراد اذکار اپنے مریدین و ملاد درویزہؒ صاحب کو تلقین فرمائے تھے، مگر اسمائے مشائخ مسلسل بیان نہ فرمائے تھے اور مریدین نے پاس ادب سے اس بارے میں استفسار نہ کی۔

ششم اذن سلسلہ ناجیہ عالجیہ بھی حضرت کو اپنے مخدوم شیخ سالار رومیؒ سے حاصل تھا۔ مگر اس سلسلہ کا اذن آپ نے اخوند درویزہ کو مرحمت نہ کیا تھا۔ اس لئے اس نے لکھا ہے کہ میں اس سلسلہ کی تفصیلات سے آگاہ نہیں ہوں۔ اور نہ ہی اس سلسلہ کے مشائخ کے نام درویزہ صاحب لکھ سکے۔

ملا درویزہؒ صاحب نے اپنی کتاب ارشاد الطالبین میں ایک جگہ لکھا ہے کہ چودہ سلسلہ جات کے خانوادوں سے حضرت شیخ المشائخ سیادت پناہ سید علی ترمذیؒ مجاز و ماذون تھے جن خانوادوں کی تفصیل اس نے یوں لکھی ہے:

۱۔ سلسلہ زیدیہ جو عبدالواحد ابن زیدؒ کی طرف منسوب ہے۔
۲۔ دوئم فضیلہ جو فضیل ابن عیاضؒ سے تعلق رکھتا ہے۔
۳۔ سوئم ادہمیہ
۴۔ چہارم ابو ہریرہ
۵۔ پنجم چشتیہ جس کا تعلق ممشاد کے ساتھ ہے۔ یہ پانچوں خانواد سے عبدالواحد ابن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جو امام حسن بصریؒ کا مرید تھا۔ اور امام حسن بصریؒ کے دوسرے مرید جناب حبیب عجمی سے نو خانوادے سلسلہ وار چلے ہیں؛

۱۔ اول عجمیہ
۲۔ دوم داودیہ
۳۔ سوئم کرخیہ
۴۔ چہارم سقطیہ
۵۔ پنجم فردوسیہ کہ تعلق با جنید بغدادیؒ دارد
۶۔ ششم عباسیہ (عثمانیہ) کے تعلق بہ عثمان مغربیؒ دارد

toobaa-elibrary.blogspot.com

۷۔ ہفتم سہروردیہ کہ منسوب بہ ابونجیب سہروردیؒ است

۸۔ ہشتم کبرویہ مذکورہ

۹۔ نہم شاریہ کہ تعلق بہ عبداللہ شاریؒ دارد

اخوند درویزہ صاحب نے حضرت کے ملفوظات یا تصنیفات کا ذکر بہت کم کیا ہے۔ شاذ ونادر کسی جگہ مثال دینے کے طور پر ذکر آگیا ہے تو وہ بھی ترتیب وار نہیں مگر مجھ کو اس غرض سے کہ جو کچھ بھی حضرت کی طرف سے ان کی تحریر میں آگیا ہے، وہ ان کے کلمات بغیر ترتیب ہی ان کو نقل کر دینا تبرک خیال کرتا ہوں۔

اخوند درویزہ صاحب ایک موقعہ پر صوفیہ و بزرگان اہل حق کے سماع ورقص کے متعلق کمال احتیاط اور حد شریعت میں رہنے کے پابندی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ میں نے حضرت مرشد محقق سید علی قدس سرہ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت خواجہ شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ نے بغیر از حالت وجد گفتگو کے وقت ہاتھ بلند کر کے اٹھایا جس کا دیکھنے والے کو مفہوم وجدانی حالت کا ہوسکتا۔ اس سال تمام علاقہ بخارہ میں قسماقسم امراض اور بلائیں نازل ہوئی جن سے بہت لوگ ہلاک ہو گئے۔ اور شہر کے عمائد و کبراء متفق ہو کر حضرت شیخ کے پاس گئے اور عرض کی کہ آپ بارگاہ الہیٰ میں دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ آفات نازلہ کو مخلوق سے اٹھادے۔ حضرت شیخ نے رات کے وقت کوٹھے پر تجدید وضو کر کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ اے خداوندان آفات بلیات کو اپنی مخلوق پر سے اٹھالے تو آپ کو ہاتف نے آواز دی کہ بلائیں تو آپ کے بحالت صحو بغیر وجد ہاتھ بلند کرنے کی سزا میں اس ملک پر وارد ہوئی۔ شیخ نے التجا کی کہ الہیٰ خطا تو مجھ سے سرزد ہوئی، لوگوں کا کیا گناہ تھا۔ سزا بھی مجھے ہونی چاہیئے۔ ناگاہ آپ بام پر سے نیچے گر گئے اور آپ کا پاؤں یا ٹانگ مبارک ٹوٹ گئی لوگ عیادت کے لئے آئے اور عرض کی کہ ہم آپ کو وسیلہ بنا کر بلا چاہتے تھے آپ خود ابتلا میں آگئے۔ فرمایا گناہ دراصل میرا ہی تھا جس میں تم لوگوں پر بھی ابتلا آئی، اسی وقت سے شہر بخارا اور اس کو نواحی سے تمام امراض اور آفات کا خاتمہ ہو گیا۔ فرمایا سورج کو گرہن لگنے سے ایک عالم تاریک ہو جاتا ہے۔ یہ حال غوث و قطب نماں کا ہوتا ہے۔

درویزہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ لازم ہے کہ پیر طریقت وہ ہو اور تب سلسلہ پیری مریدی کا ادعا واجرا کرے جو جملہ اقوال اور احوال میں بلکہ انفاس میں بھی اتباع سید المرسلین سے متجاوز حرکت نہ کرے اور کلی جزوی امور میں اتباع نبوی پر کاربند رہے۔ لیکن اگر اس سے کوئی ذرہ فعل خلاف اتباع نبوی سرزد ہو تو اس کو متنبہ کیا جاوے اور اس پر زجر و سزا دے کر اس غلطی سے روکا اور آگاہ کیا جاوے۔ چنانچہ ایک دن حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ تم لوگ بھی مانند صحابہ رسول اللہ ﷺ کے ہو۔ اس پر سب لوگ خوش ہو گئے۔ تب حضرت امام نے فرمایا ظاہر شکل وصورت ریش ونش مومنانہ کے سبب سے میں نے کہا ہے نہ از روئے عمل۔ اگر تم صحابہ کرام کو اس وقت کی ذہنیت کے مطابق دیکھتے تو تم سب ان کو دیوانے کہتے اور اگر وہ تم کو دیکھتے تو اپنی ذہنیت کے مطابق وہ تم کو مسلمان یقین نہ کرتے کیوں کہ ان کو جو انقطاع از تعلقات دنیوی حاصل ہوتا تھا۔ اور ایمان بالآخرہ قوی تھا اس کا نمونہ بھی تم میں نہیں بسبب تمہاری بے خبری کے احکام وافعال ذات بے چون سے۔

حضرت درویزہؒ صاحب فرماتے ایک دن میں حضرت کے ہمراہ تھا اور ہم لوگ ایک ایسے شخص کے گھر مہمان ہو گئے جس کا عقیدہ تناسخی تھا۔ اور بھنگ نوشی میں منہمک رہا کرتا تھا۔ اس کا باپ مرچکا تھا جس کو امیر کہا کرتے تھے، وہ دعویٰ کیا کرتا تھا کہ میں خود حضرت مرتضیٰ علی ہوں، اور کبھی بکواس کرتا تھا کہ میں ہی محمدؐ ہوں۔ اور کبھی یہ کفر بک دیتا تھا کہ میں ہی خدا ہوں۔ جب وہ مرنے لگا تو اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ تم دس بارہ سال میرے مرنے کے بعد ضرور دہلی کو جانا کیوں کہ اس وقت میں بادشاہ کا فرزند ہو کر دس بارہ سال کا ہو چکا ہوں گا اور تجھ کو میں شناخت بھی کر لوں گا اور تجھ پر شاہانہ نوازشیں بھی کروں گا، یہ قصہ بھی اس نے حضرت مرشد کے حضور بیان کیا اور یہ بھی بتلایا کہ میں نے دو گھوڑے نہایت عمدہ اس شہزادے کے لئے ہدیہ پیش کرنے کے خیال سے لے لئے ہیں اور اب وہ میعاد قریب ہے۔ میں دہلی جانے والا ہوں۔ مجھ کو اس باطل عقیدہ کے سننے سے تو تن بدن میں آگ لگ گئی، مگر حضرت صاحب ہادی و بشیر نے بظاہر کچھ برا نہ منایا، بلکہ اس شخص کو دلاسہ دے کر نہایت سخت تاکید کر دی کہ جب تیرے والد کی وصیت ہے تو تم نے اس کی تعمیل میں دیر کیوں کی جس قدر جلد ہو سکے تمام ضروریات کو پس انداز کرو اور باپ کے حکم کی تعمیل کرو۔ پھر مکرر آپ اس پر تاکید فرماتے

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھے کہ تم ضرور جلد سے جلد دہلی کو جاؤ اور وصیت پدر کے مطابق اس شہزادہ سے ملو اور تمام حالات اس کو سناؤ سمجھاؤ۔

جب ہم وہاں سے رخصت ہو گئے تو میں نے متعجب ہو کر عرض کی یا حضرت ایک گمراہ اور غلطی خوردہ کو آپ نے بجائے اس کی غلطی پر متنبہ کرنے کے اور حقیقت سمجھا کر منع کرکے آپ زیادہ تاکید مزید سے اس کو اسی غلط عقیدہ پر عمل پیرا ہونے کی نصیحت اور تاکید فرما رہے تھے۔ اس میں کیا سر تھا۔ حضرت نے فرمایا جو شخص ایک باطل عقیدہ اپنے باپ سے سالہا سال سے سیکھتا سنتا آیا ہو اور اس کے ذہن میں وہ مرتسم ہو چکا ہو اور اس کو صرف زبانی نصیحت از دلائل سے راہ راست پر لانے کی ہم تب کوشش کرتے اور بھی چنداں کارگر نہ ہوتی، بلکہ وہ خود ایسے امتحان کے لئے آمادہ نہ ہوتا جو اگر اس نے اس پر عمل کیا تو اس کے لئے بہترین علاج اور نصیحت ہو جاوے گی۔ یعنی یہ شخص گھر سے مال خرچ کرکے دو عمدہ گھوڑے ساتھ لے کر اتنا بڑا صعوبت کا سفر طے کرکے دہلی جائے، مگر نتیجہ کیا ہوگا کہ یا تو بادشاہ کا کوئی بیٹا ہی اس عمر کا نہ ہوگا اگر ہوگا تو اس نے کب اس کی بات کو ماننا ہے اور کب اس پر نواز کرتا ہے۔ بلکہ اس کا معاملہ خود بادشاہی دربار میں مشتہر ہو کر اس وطن کے علماء صلحا اور اکابرین کے سامنے آجائے گا۔ جو رسوائی اور مایوسی اور بے زاری اس باطل عقیدہ سے اس کو وہاں جا کر حاصل ہو گی وہ یہاں ناممکن ہے۔ اس لئے میں نے ترغیب زیادہ دی کہ اس کو خود زمانہ اور تکلیف سفر خود اس عقیدہ سے بیزار کر دیوے گا۔

درویزہ صاحب فرماتے ہیں میں نے ایک دن حضرت سے سوال کیا۔ اباحتی لوگ کہا کرتے ہیں یا تناسخی کہ ارواحوں کے لئے کوئی معین شکل وصورت نہیں ہوتی۔ اس بارے میں حقیقت کیا ہے۔ آپ نے جواباً فرمایا۔ ارواح ابتدا سے مقررہ صورتوں میں پیدا ہو کر ترقی پذیر ہوتی ہیں اور بلوغت کی شکل تک تکمیل پذیر ہو کر ایک مقررہ شکل پر تعین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حصول علم کے بعد خود مجھ کو روح کی وہ شکل یاد اور مستحضر ہے جب کہ رحم مادر میں والد کی طرف سے منتقل ہوئی تھی تو اس وقت نہایت باریک مورچہ پر دار کی شکل میں تھی جس نے بتدریج حالات وترقی مدارج پا کر شکل انسانی اختیار کر لی۔

(یہ نکتہ نہایت عجیب ہے کہ حضرت کے زمانہ میں تحقیقات جراثیم منویہ انسان کی نہ ہوتی

تھی جو باریک جاندار ہوتے ہیں اور جس مرد کے پانی میں وہ جراثیم نہ ہوں اس کی اولاد نہیں ہوتی۔ حضرت کی کشفی بصیرت کس قدر حقیقت رس تھی جس کو آج تحقیقات علمی نے ثابت کر دیا ہے کہ نطفہ انسانی کے اندر موجب حیات باریک جاندار ہوتے ہیں۔ عبدالجبار)

اس موقعہ پر اخوند درویزہ صاحب نے اپنا حال لکھا ہے کہ مجھ کو بھی کشفی نظر عطا ہوئی ہے کہ جب میں تولد ہوا تھا اور اس جگہ مجھے جس چیز میں رکھا گیا تھا۔ وہ مجھے اب بھی یاد ہے اور میرا بھائی بھی تصدیق کرتا ہے۔

ایک دن درویزہ صاحب کہتے ہیں کہ میں حضرت کے لئے میوہ لایا تھا۔ حضرت مخدوم نے اس میں سے ایک دانہ تناول فرما کر انگلے سے اپنے شکم کو دبایا۔ میں نے عرض کی کہ حضرت ایک دانہ کھانے سے سیری اور شکم پُری ناممکن ہے کہ آپ شکم مبارک کا امتلاء دیکھتے ہیں۔ فرمایا پیٹ تو نہیں بھرا لیکن آج خلاف معمول میوہ کے لئے اشتہاء کا زور تھا۔ اور نفس کی خواہش تو سامنے آگئی اور میں نے خواہ ایک دانہ ہی کھایا لیکن خواہش نفس کی تکمیل کا ارتکاب تو ہو ہی گیا۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ پیر طریقت میں اس بات کی استعداد ہونا لازم ہے کہ علم مرید کی لغزش کے وقت اگر وہ ایک شاخ سے چھوٹ پڑے تو دوسری شاخ اس کے ہاتھ سے نہ کو ٹنے پاوے اور اگر اہل علم ہو اور علمی لغزش ہو تو از روئے علم اس کے وساوس کو رفع کر سکے۔ اور جب تک مرید کا دل آلائش دنیوی سے صاف ہو کر متوجہ الی اللہ نہ ہو چکا ہو تب تک اللہ تعالیٰ کی معرفت کے جواہرات اس کے سامنے بے قرار نہ خیالات ہوتے ہوئے نہ پیش کرے۔ اس لئے کہ وہ حقیقت نہ سمجھ کر انجام کو پہنچا نہ سکے گا۔ اور نکات معرفت کو رایگاں دکم ... جان کر مزید نقصان میں جا پڑے گا۔ بلکہ گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔

اخوند صاحب فرماتے ہیں ہمارے حضرت کا ایک مرید تھا جو قیام قعود اور راستہ چلتے اور اول سوار ہر حالت میں سر ہلاتا رہتا اور کبھی ذکر خفی اور کبھی ذکر جلی میں مصروف رہا کرتا تھا۔ اتفاقاً اس پر موت کا وقت جب آگیا تو اس کے منہ پر یہ الفاظ جاری تھے کہ میری آرزو اس وقت دو امور کے سوا نہیں ہے۔ اول یہ کہ اگر دیدار نور یار حضرت سے اس وقت مشرف ہو جاتا تو ہمارے لئے بڑی نعمت تھی۔ دوئم یہ افسوس ساتھ لے جا رہا ہوں کہ جو عمر میں نے حضرت کی ...دم بوسی سے پہلے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل گزار دی وہ حصہ عمر کس قدر قیمتی اور کار ابد متاع تھا

toobaa-elibrary.blogspot.com

جو بغیر ذکرِ الٰہی ضائع ہو گیا۔ یہ افسوس اور ارمان ساتھ لے جاتا ہوں کہ یہ دونوں نعمتیں اب مجھے نہیں مل سکتیں۔

ایک دن حضرت مرشد و ہادی سید علی ترمذی مسجد سے صبح بعد از فراغت گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کا فرزند سید مصطفیٰ صاحبزادہ مصلیٰ کندھے پر ڈالے ہمراہ جا رہا تھا۔ ایک تنگ کوچہ میں دو طاقتور بیلوں کی آپس میں ٹکر اور لڑائی ہوئی اور وہ آپکے اوپر آن گرے جس سے آپ کا جسم و چہرہ و بینی مبارک کو چوٹیں لگیں۔ گھر پہنچ کر آپ نے فرمایا کہ آج مجھے کسی آفت کے نزول کی توقع پہلے سے تھی۔ فرزند نے پوچھا حضرت کس وجہ سے تو آپ نے فرمایا آج شب میں خود جاگ نہ سکا تھا اور مجھ سے نماز تہجد فوت ہو گئی تھی جس کی سزا کا مجھ پر مرتب ہونا لازم تھا۔ یہ ذکر اخوند صاحب نے حضرت نجم کبریٰ کے پاؤں ٹوٹنے کے ذکر کے ضمن میں کیا ہے۔

درویزہ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

ایک دن میں حضرت مخدومی سید علی ترمزی علیہ الرحمتہ کے ساتھ ایک بیابان میں ہم سفر جا رہا تھا۔ بعض نکات دقیقہ تصوف کا ذکر آیا۔ تو حضرت نے اپنا روئے مبارک میرے کان سے نزدیک بطور رازدارانہ نکتہ مجھ کو سمجھایا حالانکہ وہ بیاباں تھا کوئی بھی ہمراہی یا سننے والا قریب نہ تھا، لیکن بزرگان متقدمین کا چونکہ ارشاد رازداری کی نسبت تھا آپ نے اس کی تعمیل میں ایسا کیا۔

درویزہ صاحب فرماتے ہیں ایک دن حضرت کی مجلس میں بیٹھا تھا، آپ مراقبہ میں تھے جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا بعض لوگوں کو اکثر اوقات منصور جیسی حالت وارد ہوتی ہے پھر مراقبہ میں ہو گئے۔ میں نے چاہا کہ اس وقت میں بھی مراقبہ کے ذریعے حضور کے پہلو اور سرپرستی کے ماتحت سیر ملکوت حاصل کر سکوں۔ یہ میں نے ابھی تصور ہی کیا تھا کہ آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا نہیں ایسا خیال نہ کرو۔ ایسا دیکھ کر کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ حالت تو نفی وجود کے بغیر متعسر الحصول ہے اور نفی وجود بجز چار سیر کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ (سیر من اللہ۔ سیر الی اللہ۔ سیر فی اللہ۔ سیر مع اللہ) جن کی تفصیل فرمائی بوجہ طوالت نقل نہ کی گئی۔ فرمایا مگر چہار سیر میسر نہیں ہو سکتے بغیر سات قدم کے جن کی تفصیل درویزہ صاحب نے مفصل بیان کی ہے) مگر ان سب کا تعلق اس جذبہ الٰہی

کے ساتھ ہے جو اسی طرف سے حسب استعداد جاذبہ کشش خود پیدا کرتی اور نفی وجود و بقائے اللہ ہو کر کھینچ لی جاتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر حیات دنیا میں میسر نہ ہو سکے تو اس پر یہ کیفیت نزع کے وقت رونما ہو کر مشاہدہ اس کو ایسا حاصل ہو جاتا ہے جس کی مثال و نظیر نہیں ہوتی۔ وہ ایسا ہی مشاہدہ ہوتا ہے جو عوام مومنین کو جنت میں ہوگا۔ اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہے۔

حضرت پیر دستگیر یہ مقولہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تین امور کا دوسرے تین حالات سے خالی ہونا عجائبات دنیا میں سے ہے۔

۱۔ سادات کا مذہباً اہل سنت کے عقائد کے ہر جزو سے متفق ہونا۔

۲۔ ملا شخص کا جواد اور سخی ہونا اور

۳۔ قلندر فقیروں کا نماز گزار ہونا۔

سید علی شاخے است از درخت عظیم

یعنی سید علی ایک عظیم الشان درخت کی شاخ ہے۔

اس کے بعد جب اسی سفر میں میں سرہند شریف میں پہنچا تو چند ہفتے حضرت امام ربانی علیہ الرحمتہ کے روضہ پر بھی میں نے مجاورت اختیار کی۔ میری خوش نصیبی تھی کہ یہاں بھی حضرت خواجہ اجمیری کی طرح ہر شب مجھ کو حضرت امام ربانی کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور اسی ذوق نے یہاں مجھ کو ٹھہرے پر مائل رکھا۔ حضرت مجدد کے ساتھ بھی میرے مقامات اولیاء اور مسائل تصوف پر سوال جواب اور بحث مباحثے رہا کرتے تھے۔ تب میں نے ایک دن آپ سے بھی سید علی ترمذیؒ کے بارے میں سوال کیا، تو آپ کا بھی وہی جواب تھا جو جواب خواجہ اجمیریؒ نے دیا تھا۔

(حضرت مجدد صاحبؒ اس طور سے قریب اور ہم عہد تھے کہ آپ مجدد الف ثانیؒ تھے۔ ان کی پیدائش ــــ ء ہجری میں ہوئی اور حضرت سید علی ترمذی کی ولادت تخمیناً ۹۰۰ء ہجری کے ابتدائی پانچ سالوں میں ہوئی اور وفات تقریباً ۹۹۳ء ہجری میں ہوئی)۔

فصل سوم

حضرت سید علی ترمذیؒ کے حالات کے ضمن میں اخوند درویزہؒ صاحب کا بیان اپنے ذاتی حالات کے متعلق جو دراصل مرشد کی روحانیت کا پرتو ظاہر ہوتا ہے۔

اخوند درویزہؒ صاحب نے لکھا ہے کہ میرا طریقہ زہد وریاضت کا اختیار کرنا طلب علم و عرفان حضرت پیر دستگیرؒ کی خدمت میں فائز ہونے کا قصہ اس طور پر ہے کہ یہ فقیر طفولیت کے وقت سے ہی زہد وریاضت وعبادت کا عادی تھا، بلکہ عبادت سے کبھی سیر نہ ہوتا تھا۔ والدہ فرمایا کرتی تھیں جب تک میں ان کی گود میں تھا ہمیشہ روتا رہتا تھا اور جب سے گفتگو کے قابل ہوا، قیام اللیل وصائم النہار اور دائم الوضو رہنا اپنا شعار تھا اور ہر قسم منہیات سے طبعاً دل کو نفرت اور بیزاری تھی۔ اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت ہر وقت دل پر مستولی رہتی تھی۔ یہاں تک کہ بغیر کسی قسم سلسلہ پیر مریدی کے بھی تصفیہ قلب کی حالت حاصل ہوگئی۔ جس قدر دینی امور اہتمام سے بجا لاتا اسی قدر باطنی صفائی خود ہی حاصل ہوتی گئی۔ بلوغت کی حد کو پہنچنے تک جو کچھ مجھے ملنا مقدر تھا وہ کسی حد تک پاچکا تھا، لیکن تصوف حقیقی اور سلوک مشروع کی بنیاد ہر گاہ کتاب وسنت کے علم پر منحصر ہے اس لئے کہ منزل مقصود تک رسائی بغیر اتباع نبوی امر محال ہے اور میں بے علم تھا۔ اس لئے کہ بے علم انسان واردات شیطانی اور رحمانی میں فرق و امتیاز نہیں کرسکتا۔ میں بھی ہر دو امور کے بارے میں امتیاز کرنے سے معذور تھا۔ ہر دو کو حقائق یقین کیا کرتا تھا مگر اس اندازہ تک پہنچنے سے بے علم افغانوں میں گویا شیخ کامل بنتا گیا۔ بعض امور غیبی مجھ پر ظاہر ہوجاتے اور میں کہہ دیتا اور حالات اس کے مطابق پائے جاتے لہذہ میں ایک صاحب عزت ومرتبہ سمجھا جانے لگا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ میرے استاد صاحب ملا سنجر پاچینی نے فرمایا کہ قبیلہ ترکلانی نے موضع چکان سرائے کے گاؤں کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ واللہ اعلم انجام کیا ہوا ہوگا۔ میرے دل میں

...ال آیا کہ استاد کا دل ساکنان چکان سرائی کی فتح پر رضامند ہے جب میں نے اس وقت اپنی ... اس طرف معطوف کی اور اس بارے میں انہماک کی حالت پیدا ہوئی تو کچھ دیر کے بعد میں ... اپنے استاد سے کہا کہ میں نے وہ مقام آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر کیا موضع چکان سرائے ... پاؤں کے درمیان مقام پر واقع نہیں ہے جس کی دیگر علامات فلاں فلاں میں نے شمار کر ... بتلائیں تو استاد نے کہا بے شک تم نے سب علامات ٹھیک بتلائی ہیں۔ تب میں نے کہا کہ ...لانی لوگوں کو شکست ہوگئی ہے۔

چنانچہ استاد اس وقت سے بعد حساب کرتے رہے خبر مطابق اطلاع مذکورہ کے جب ان کو پہنچی تو ٹھیک وہی دن ترکلانیوں کی شکست یابی کا تھا۔

یہ حالات میری ابتدائی ریاضت اور بے علمی کے زمانہ کے ہیں جب کسی قدر علم میں ... حاصل کیا اور واردات شیطانی اور رحمانی کے درمیان امتیاز کا کچھ علم حاصل ہوا اور یکبار ... کیفیت ہر دو قسم مبدل ہوکر طرف نیکی معلوم کرلیا۔ تب اس کا دوئم نتیجہ یہ ہوگیا کہ جہال ما... میرے خلاف مقابل ہوگئے اور میرا وقار عوام میں ٹوٹ گیا۔ میری طبع وجبلی خصلت اتباع ... نبوی پر مجبور تھی مگر ملک کی فضا ہوا و بدعت سے متعفن ومتاثر تھی۔ لہٰذا عوام جہاں مجھ سے ...لاف ہوتے گئے اور یہ میری قسمت کا قصہ ہے کہ ہمیشہ دشمنان سنت نبوی سے مقابلہ رہتا۔

چرا جہان ہمہ با من بدشمنی برخاست — گناہ من بجز این نے کہ دوستدار توام

...رمایا یہ فقیر جب سے اپنے حضرت شیخ معظم ومولائے مکرم کے لقائے ہمایونی سے مشرف ہوا ...اور اس کی آلودگی کے غبارے سے دل کو پاک صاف کرلیا ہے اور جو کچھ بغیر طلب ملے اس ... طلب جاہ نہ کہیں گے، بلکہ فضل اللہ کہیں گے۔ ایام طفولیت سے اب تک میری عمر اسی سال ہوچکی ہے۔ ماکول وملبوس اپنا اپنے کسب سے حاصل ہے۔ اس کے اخوند صاحب اپنے عہد طفولیت اور شوق طلب علم کی ابتدا کا قصہ اس طور سے بیان کرتا ہے۔

ایک دن جس کو میں اپنے لئے سعید کہوں گا عہد طفولیت میں پہاڑ پر جس کا نام جعفر ہے ...ار کے واسطے میں گیا تھا۔ (یہ پہاڑ بالا بونیر کے قبائل سلارزی وعاشہ زی کے درمیان ہے۔ ... اخوند درویزہ صاحب کے والد کی مزار موضع میرہ سلارزیاں میں ہے لہٰذا ان کی سکونت بھی ...ی جگہ تھی۔ میرہ کوہ جعفر کے شمال مغربی کونہ میں ہے جہاں اخون گدائیؒ صاحب والد اخوند

toobaa-elibrary.blogspot.com

درویزہؒ کا مزار ہے اخوند گداؒ بھی مصنف کتب پشتو تھے۔) ایک درخت کے نیچے کمین گاہ میں شکار کے لئے تیر کمان درست کئے ہوئے میں بیٹھ گیا۔ مگر روحانی توجہ اس وقت نیاز مندانہ بار گاہ صمدیت کی طرف تھی عین اسی حالت میں دو شخصوں کو میں نے اپنے روبرو کھڑا پایا جن کے قد بلند تھے داڑھیاں سفید، عصا ہاتھ میں لئے ہوئے میری طرف مخاطب کہہ رہے ہیں۔ احسن الخالقین رب العالمین اور پھر یک بیک میری آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گئے۔ علم کے دفتر سے الف بے تے بھی نہ پڑھ سکا تھا۔ اس لئے کچھ بھی سمجھ میں نہ آیا بجز الفاظ یاد رہ جانے کے جب میں ملا مصر احمد صاحب اپنے استاد کے پاس پہنچا جو سید محمود ولی کی اولاد میں سے تھا اور حال مذکور ان سے بیان کیا، تو اس نے فرمایا اے فرزند میں نے آج ہی رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ تم ایک عظیم الشان دریا میں بہہ کر غرق ہو گئے ہو، میں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے، مگر بے سود، تم ہاتھ نہ آئے۔ جب میری والدہ نے یہ خواب استاد کا سنا اور اس کی تعبیر کی نسبت بہت مضطرب ہو گئی تو استاد نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر اور تیرا اپنا کشفی مشاہدہ متوافق ہیں۔ اگر تم طلب علم میں کوشش کرو تو ایسے مقام تک جا پہنچو گے، جہاں میری اور اکثر علما کی رسائی نہ ہو سکے گی۔ والدہ میری نے اسی وقت میوہ ہدیہ کے طور پر استاد کے سامنے لا رکھا کہ ابھی سے اس کی تعلیم شروع کرا دیجئے چنانچہ استاد صاحب نے فی الحال حروف تہجی لکھ کر مجھ کو دے دیئے اور تعلیم شروع کر دی۔ اور ظہر کا وقت تھا، خفتن کی نماز کے وقت تک مجھ کو سات قواعد حروف تہجی کے حافظہ کے اندر مرتسم ہو چکے تھے۔ جب میں نے آٹھواں قاعدہ حروف تہجی کا سیکھا اور ابجد کو پڑھا میں نے الفاظ احسن الخالقین رب العالمین کا ہجا جوڑ لیا اور الفاظ صحت کے سمجھ لئے۔ اس کے بعد میں روزانہ نصف سورۃ قرآن شریف پڑھنے پر قادر ہو گیا اور سورہ فجر تک یہی قاعدہ جاری رکھا اس کے بعد روزانہ ایک سورت پڑھتا تھا۔ ایک سال کے اندر کلام اللہ شریف معہ چند کتب ابتدائی میں نے پڑھ لیں۔ میرے کان گویا مسموعات کے برتن تھے جو سنتا وہ نہ بھولتا اور ذہن میں مرتسم ہو جاتا میری عادت میں بچپن سے خوف جبار جہاندار کا ہر وقت قائم رہا کرتا تھا۔ اور جن استادوں سے میں نے تعلیم حاصل کی مانند ملا مصر احمدؒ وغیرہ ان سب کو بھی اللہ تعالےٰ کی عدالت سے ڈرنے والے اور اپنے آپ منہیات الہٰی سے بچانے والے ہی پایا۔ اساتذہ کی خشیت کا غلبہ ہو جاتا کہ میری جان نکلنے کی حد تک ترسان و لرزان ہو

جاتی تھی۔ اس کے کچھ عرصے بعد جب میں ملا جمال الدین ہندوستانی کی خدمت میں آیا۔ (طالب علم کے لئے) تو ان کا اور طالب علموں کا احوال میں نے بدلا ہوا دیکھا کہ وہ اکثر ہنستے کھیلتے اور قہقہے لگایا کرتے تھے اور جو بات منہ پر آتی بے باک کہہ دیا کرتے۔ ان کی صحبت کے اثر سے میرے دل کی خشیت کم ہونا شروع ہو گئی، اور روحانی اضطراب معدوم ہونے لگا۔ تب میں نے یہ جملہ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور یاد کیا اور اپنے آپ کو ملامت و متنبہ کیا۔ تب ایک میرے مخدوم و مشفق ملا سنجر صاحب نے شفقت فرمائی اور میرے لئے راہبر بن کر مجھ کو آستانہ عالیہ مبارکہ حضرت غوث زمان و قطب دوران سراج الدنیا والدین امام المومنین سید علی ترمذی علیہ الرحمتہ والغفر ان پر پہنچا دیا۔ اور ملاقات ابتدائی کے بعد جب میں اپنے زہد و ریاضت اور کشف کرامت وغیرہ کے جو حالات اس وقت تک مجھ پر گزر رہے تھے، آپ کے حضور سب سنا دیئے تو آپ نے تبسم فرما کر فرمایا کہ تم افغانوں کے لئے کامل مکمل پیر ہو چکے ہو۔ (اس کا مقصد تھا کہ افغان تو جھوٹے مکاروں کو بھی پیر بنا کر ان پر جان و مال قربان کرنے کے عادی ہیں تم میں تو سچے حالات ہی موجود ہیں) پھر فرمایا ریاضات شاقہ بجز فرائض و سنن و عبادات فرضہ بغیر ہدایت شیخ کامل اکمل کے لئے بے حد خطرات و ابتلات کو موجب ہیں کیونکہ اس کی بے عملی سے فائدہ اٹھا کر شیاطن ایسے مشائخ کو اپنا آلہ کار بنا لیا کرتے ہیں۔ واردات روحانیہ کا پانا بجز علم و استاد کامل جو اتباع نبوی سے سر مو اعراض نہ ہونے دیوے بہت گونہ خطرات سے مملو ہوتا ہے۔ بندگی کے لئے اوّل زینہ کردار و گفتار مصطفوی پر مکمل عمل و کار بندی ہے کہ اس سے سر مو تجاوز ہونے پاوے۔

یہاں پر اخوند درویزہ صاحب ایک روایت اپنی عادت کے مطابق لکھتے ہیں جیسا کہ وہ بیچ سلسلہ حالات کے درمیاں صفحوں کے صفحے مواعظ و نصائح اور مسائل پر لکھ جایا کرتے ہیں مگر مجھ کو مغالطہ لگتا ہے کہ آیا یہ مقولہ حسب عادت اخوند صاحب کا اپنا ہے یا حضرت پیر و مرشد نے ان کو نصیحت کرتے فرمایا ہے۔ احتیاطاً لکھ دیتا ہوں۔

فرمایا مشارق الانوار اور اس کی شرح میں ایک حدیث نبوی منقول ہے

من عمل لیس علیہ امرنا فھو مردود" یعنی جو شخص ایسا عمل نیک کرے جس کا حکم میں نے نہیں دیا، وہ نا مقبول ہے اور پھر فرمایا کسی نے صحابہ میں سے آ کر آنحضرت صلعم سے استفسار کیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ یا حضرت جو شخص ہر رات میں تین ہزار رکعت نماز پڑھے اس کا ثواب کس قدر ہوگا۔ تو حضرت صلعم نے فرمایا ثواب کا کیا پوچھتے ہو۔ یہ پوچھو کہ مواخذہ یا عذاب کس قدر ہوگا۔ اس لئے کہ وحی الٰہی نے مجھ پر ایسا حکم نازل نہیں کیا۔ اور میں نے تم پر احکام الٰہی بیان نہیں کئے تو اپنے خواہش نفس سے پیدا کردہ عمل کیونکر مقبول ہو سکتا ہے۔

اس جگہ میں بندہ خاکسار عبدالجبار قدرے وضاحت کرتا ہے کہ جو زمانہ اس بزرگ نے پایا تھا اور جس وطن میں ان کی سکونت تھی۔ اس جگہ کتب احادیث و تفاسیر و علوم کا وجود عنقا بلکہ احادیث کی کتابوں کا تو نام تک لوگ نہ جانتے تھے زیادہ سے زیادہ ان کو کتب فقہ اور علماء و اولیاء اللہ کے رسائل دستیاب ہو سکتے یا تفاسیر میں سے تفسیر حسینی یا بیضاوی تک دینی علوم کا مبلغ العلوم تھا۔ مگر پابندی سنت اور عملاً مسلمانی اور تقوی شعاری اور صحت عقائد کی جو نعمت اس بزرگ یا اس کے ہم عصروں کو حاصل تھی جو اس زمانہ میں جو کہ تمام علوم و تفاسیر و احادیث وغیرہ ہر ایک کے لئے آسان ہو چکے ہیں۔ وہ مغز علوم و نتیجہ علوم اور ثمر علوم عنقا ہے۔ ان کی اکثر تفاسیر میں تاریخی حالات کا حصہ رطب و یابس بہت ہے جس پر مغرور علماء حال ان کی تصانیف کو ساقط الاعتبار کہتے ہیں مگر میں نے قریباً ان کی افغانی اور فارسی دونوں کی تصانیف میں جب عمیق غوطہ لگا کر دیکھا تو روایاتی اور قصص و امثال و تاریخی حصہ میں غلطیاں بے شک ہیں جو ذرہ برابر بھی نقصان مطالعہ کنندہ کو نہیں پہنچاتیں، لیکن جو حصہ عقائد صحیحہ اور اتباع نبوی او فرائض وسنن و مستحبات و مکروہات و محرمات اور پنجگانہ فرائض اسلامی کا عبادات و معاملات و عقائد کا ہے وہ اس قدر جید صحیح قوی ہے اور بال پہال پر معروف میں عمل اور بال بال پر منکرات سے اجتناب موجود ہے بلکہ مومنانہ عمل کا مجسمہ وجود ان کا پایا جاتا ہے۔

دوئم یہ کہ آیا ان کے مرشد بھی ایسے کم علم تھے یا کہ ان کا علم ان سے زائد تھا۔ اس کا پتہ بھی ان کی تصانیف سے لگتا ہے کہ ان کا تبحر علم بہت زیادہ تھا۔ ان کو کتب نادرہ کے مطالعہ کے مواقع حاصل تھے اور علوم اسلامیہ کے اتمام کے بعد علم تصوف و طریقت میں وہ ماہر فن ہوئے تھے اخوند صاحب کا واسطہ ان سے علوم طریقت اور حصول برکات روحانی کے دائرہ تک محدود رہا اور ان کی نوجوانی کی عمر میں حضرت مرشد کا انتقال ہوا۔ خاندانی ایک روایت ہم کو متواتر پہنچی ہے کہ حضرت سید علی ترمذی کے فرزند حضرت سید مصطفےٰ کے بڑے بیٹے سید عبدالوہاب نے جو

مادر زاد ولی اللہ تھے اخوند درویزہ کے بعض درجات روحانی کی ترقی میں رکاوٹوں کو دور فرما کر آپ کے لئے حل مشکلات و کشف بان میں امداد فرمائی تھی۔ اس وقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سید علی ترمذی قدس سرہ کے حضور میں ان کو ابتدائی مراحل سلوک کا طے کرنا حاصل ہوا مگر جن تصانیف سے ہم اقتباس لے رہے ہیں۔ وہ اسی سالہ عمر کی ہیں جب کہ اخوند صاحب جہاد جنگی یا مخالفین اسلام میں ایک طرف اندرون اہل اسلام میں مصروف تھے دوسری جانب کوہستان دریائے صوات و دریائے سندھ کے کفار کو داخل اسلام کرنے کا شغل جاری ہو چکا تھا جس کی تکمیل و اختتام حضرت سید عبدالوہاب نبیرہ پیر بابا علیہ الرحمۃ کے وقت میں کامیابی سے ہوا۔

میرا مقصد یہ ہے کہ اخوند صاحب نبیرہ پیر بابا علم تاریخ یا علم احادیث سے بہت کم حصہ دار تھے، مگر عقائد و عبادات و معاملات اور پنجگانہ فرائض اسلامیہ کے نسبت کم علم نہ تھے بلکہ ایک علمی مجسمہ متقین کا تھے۔ ایسا ہی علم سلوک و تصوف میں آپ کامل الفن اور دائم المراقبہ روشن ضمیر تھے۔ ان کا ایک مرید قصبہ یونٹیاں کا شیخ تھا جس کا نام مجھے معلوم نہیں اسکو قبیلۂ اوتمان زئی نے موضع کیا کے نزدیک شمال جانب عمدہ اراضی بطور ہبہ و سیری دی ہے جس کے اصلی مالک اب تک اس شیخ کی اولاد ہے اس زمین کا نام ہی اب تک شیخاں ونڈ مشہور ہے یعنی شیخاں کی اراضی لفظ وںڈ پشتو ہے جس کا صحیح لفظی معنی انگریزی زبان کا لفظ گراؤنڈ ہے۔ یہ شیخ صاحب شیطانی وسوسوں میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے پشاور سے معلوم کر کے اس کو متنبہ و آگاہ کیا تھا کہ تم پر جو مکاشفات اور واردات اس جگہ ہو رہی ہیں، وہ رحمانی نہیں بلکہ شیطانی ہیں پھر اخوند درویزہ صاحب نے فرمایا ہے شیوخ حقانی کو اسرار موعود اعمال صالحہ کے معلوم ہیں اور محقق شدہ ہوتے ہیں کہ وہ کردار حضرت سید البشر ﷺ سے تجاوز نہیں کرتے پھر ہر نو آموز اور شاگرد کی استعداد کا موازنہ کر کے اس کو اوراد و نوافل کی تلقین اس شخص کے حسب استعداد کرتے ہیں۔ تا کہ وہ غلطی میں اور شیطان کے مغالطات کی لپیٹ میں نہ آ جائے۔ البتہ درویش کے اندر اس قدر استعداد ہونا اور اتنی معرفت کا وجود لازم ہے کہ مرید کا حال اور استعداد نور باطن سے علی وجہ البصیر صحیح معلوم اور اندازہ کر سکے۔ اگر مرید مقام عزلت کے قابل ہے تو عزلت کا علم دیوے اگر مقام سکوت کے قابل ہے تو تلقین ذکر کرے اور اگر ان مقامات کا اہل ہی نہ ہو تو

toobaa-elibrary.blogspot.com

ادائے صلوٰۃ خمس باجماعت ایام بیض وشش رکعت نماز اوابین اور مانند اس کے دیگر اعمال نوافل کے بتادے۔ اس کو مراقبۂ ذکر فکر میں ہرگز مشغول و مصروف نہ کرے۔ اور جو پیر اس قدر استعداد کا مالک نہ ہو تو وہ بد بخت مریدوں کے ایمان کا ڈاکو ہے، ناحق ان کو شیطان کے ساتھ شطرنج کھیلنے میں مصروف کر کے ضائع کرنے والا ہے۔

پھر خواجہ محمد علی ترمذیؒ کا واقعہ لکھا ہے کہ فرماتے تھے افضل عبادات میں ترک حق وغرور نفس کو کہتے ہیں اور کہا ہے کہ میں ایک دن اپنے بخارا کے قیام کے دنوں میں اپنی روح میں تیرگی اور کاہلی محسوس کی تو میں نے روزے رکھنے اختیار کر لیے۔ چند روز بعد اپنے مرشد حضرت شیخ بہاؤ الحقؒ کے پاس حاضر ہوا، مجھے دیکھتے ہی آپ نے حکم دیا کہ ان کے لیے کھانا لے آؤ مجھے حکم دیا کہ روزہ توڑ دو اور طعام کھالو۔ اور یہ جملہ فرما رہے تھے:

بئس العبد هوىً يضله

اور اس کے معانی مجھ سے بوضاحت بیان فرمائے اور کہا میرا تجربہ ہے کہ ایسے روزہ سے کھانا بہتر ہے جو اپنے خیال و ہوائے نفس سے رکھا جائے اور پھر فرمایا کاش عمر دوبارہ ہوتی کہ تجربہ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا اور فرمایا یاد رکھو نفل عبادت بغیر اذن شیخ کامل باقی فی اللہ نہ کی جاوے ایسے شیخ کامل کا ارشاد اپنے اندر خواص رکھتا ہے کہ ہوائے نفس سے وہ نوافل پاک صاف رہ جاتے ہیں ورنہ بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔

الغرض حضرت پیر دستگیر سید علی ترمذی نے بعض نصائح و پند فرمانے کے مجھے ارشاد فرمایا اور میں نے شروط توبہ تجدید ادا کیں۔ بعد ازاں آپ نے اوامر واجبانہ کا امر فرمایا۔ چنانچہ روزہ ایام بیض و نماز اوابین و ادائے خمس صلوٰۃ باجماعت وغیرہ وغیرہ۔ اگرچہ پہلے سے بھی میں ان اعمال پر عامل تھا۔ مگر حضرت نے اپنا فرض ہدایت ادا فرما کر حکم دیا۔ اور میں نے قبول کیا۔

کچھ عرصہ بعد میرے استاد حاجی محمد صاحب مشہور بہ ملازنگی پاچینی نے بحضور شیخ معظم عرض کی اور میری بہت سفارش کی کہ فلاں قصہ شغل باطن اور تلقین طریقت کا رکھتا ہے اور چونکہ اہل معلوم ہوتا ہے لہٰذا امید ہے کہ مشرف فرمایا جاوے۔ لیکن حضرت مخدوم کی عادت تھی کہ اس بارے میں حد سے زیادہ پرہیز اور احتراز فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ امانت الٰہی ہے بغیر اہل کے اور کسی کو سپرد کرنا امانت الٰہی میں خیانت کاری ہے اور اہل علماء و اتقیاء ہیں نہ کہ

عوام و جہال البتہ حضرت اہل اللہ کی شناخت میں بھی باکمال تھے اور فرماتے کہ نااہل ذکر شریف کے اثرات حرارت کی برداشت اور فہم حقائق سے قاصر ہونے کی وجہ سے بدعت والحاد کے گڑھے میں گرنے سے بچ نہیں سکتا اور اسی پر اس زمانہ کے پیران طریقت کی گمراہی کو محمول کرتے تھے کہ ہر ایک طریقہ کے ملحدین دراصل معدن اصلی و منبع فیضانی سے فیضیاب ہوئے ہوں گے مگر ان کے ناقابلیت اور نااہلیت اور عدم فہم و فراست از کتاب و سنت نے گمراہی میں ڈال دیا۔ القصہ جب فضل باری معین و مددگار تھا حضور نے فرمایا بیشک اہل ہے۔ لہٰذا آپ نے ادائے شروط تلقین مجھ کو ظہر کے وقت فرما کر ذکر الٰہی کی تلقین فرمائی اور فرمایا نگہبانی اور جاسوسی کرتے رہو کہ کس وقت تک ذکر دل میں اندر داخل ہوتا ہے۔ میں اس پر عامل اور منتظر رہا تا آنکہ نماز عشاء کے وقت دل کے اندر ذکر الٰہی اتر گیا۔ اس کے بعد اس قدر حضوری حاصل ہوئی کہ آب و طعام سے میں رہ گیا۔ اور اختلاط خلائق سے بیزار ہو گیا۔ نیند بھی ایسی بیدار رنگ ہو گئی کہ باوجود خواب باتیں لوگوں کی سنا کرتا تھا۔ نیند بہت کم اور ضعیف ہو گئی کہ مکھی کا بیٹھنا مجھ کو بیدار کرنے کا موجب ہو جاتا۔ اور قبل ازیں جو واردات نامعجبہ مجھ پر وارد ہوا کرتیں، وہ معدوم ہو گئیں اور تھوڑی مدت میں جو میرے لیے پہنچنا مقدر تھا وہ مجھے بفضل تعالیٰ حاصل ہو گیا۔ تب حضرت مخدوم محقق و شیخ مشفق نے مجھے حکم فرمایا کہ علم تصوف موافق شریعت کے حصول میں کامل شغف و شغل اختیار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے عارف کامل بن جاؤ اور ضعیفاء مومنین کو تشبیہ و تعطیل سے بچا سکو۔ کیونکہ اکثر اہل ہوا اس زمانہ میں اسی سبب سے کہ چند اصطلاحات علم تصوف سیکھ کر اس پیشہ کو ایک پیشہ بنا کر اختیار کر لیتے اور پیر طریقت بن جاتے ہیں اب ان کو مریدوں کے آگے اپنی فضیلت اور علم و فن ظاہر کرنا ہوتا ہے اور وہ رموز شریعت و اتباع نبوی سے جاہل ہوتے ہیں۔ اصطلاحات تصوف کے معنی اور فہم میں سخت غلطی کھاتے اور ذات بیچوں و بچگوں کی معرفت و صفات ربانی کی سمجھ میں غلطی خوردہ ہو کر چاہ ضلالت میں خود بھی گرتے اور ایک گروہ مسلمین کو لے ڈوبتے ہیں۔ جب کہ علم تصوف کو بغیر ادائے شروط استادان کامل و عامل دیکھتے بلکہ پڑھانے بیٹھتے ہیں تو یقیناً ان عبارات و اشارات کے فہم سے وہ عاجز ہوتے ہیں۔ اور چونکہ اسی میں بحث ہی بیچوں رب باری کی ذات اور صفات الٰہی کے عقائد شرعیہ کے توافق سے ہوتی ہے۔ اس بنیادی عقیدہ میں ہی غلطی خوردہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو کر ایمان ہی ضائع ہو جاتا ہے چہ جائیکہ نتیجۂ اعمال سے فیض یاب ہوسکیں۔

بعض ان میں سے اللہ تعالیٰ کو ایک صورت تصور کرتے ہیں۔

بعض اس کو کسی مکان پر محدود یقین کرتے ہیں۔

بعض ارواح وانفاس کو اجزاء خدا یقین کرتے ہیں۔

بعض کل اشیاء کو ایک وجود واحد اور مجموعہ کو خدا تعالیٰ یقین کرتے ہیں۔

بعض اللہ تعالیٰ کو خلق کے اندر اور خلق کو اللہ تعالیٰ کے اندر شامل داخل کہتے ہیں۔

بعض اللہ تعالیٰ کو ذرہ ذرہ کے ساتھ ذرہ ذرہ ہونے والا مانتے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس اس زمانہ میں بھی پیران طریقت من المسلمین ان آفات عقیدتی میں مبتلا ہیں جو تم اپنے گرداگرد ممالک میں پھیلے ہوئے دیکھتے ہو۔ اور یہ دشمنان دین بیرونی دشمنان اسلام وشریعت کی نسبت زیادہ نقصان رساں ہیں کہ گروہ گروہ مسلمان ان کی پیروی میں عقائد اصول اسلام میں غلطی خوردہ ہو کر ایمان کے خزانہ پر دشمن ایمان کے حملہ سے غیر محفوظ ہو گئے ہیں۔ تم اپنا فرض قرار دے لو کہ معتقدات اسلام کی تعلیم وتلقین اہل اسلام کو کرو اور ہر گروہ کو ورطۂ ضلالت عقیدتی سے بچالو۔

اس لیے لازم ہے کہ تم علم تصوف علیٰ نہج شریعت استاد حقانی سے سیکھ سمجھ لو اور شریعت محمدی کے ظاہر و باطن کو واحد اور واضح یقین کر لو اور استعداد توافق وتوفیق علم تصوف وشریعت پر بخوبی حاوی اور آگاہ ہو جاؤ۔ تب حضور نے مجھ کو تعلیم تصوف متوافق شریعت دینی شروع کی۔ اور کتاب جام جہاں نما عنایت کر کے درس دینا شروع فرمایا۔ اور کلام الٰہی کے نکات باریک و دقیق بہ تشریحات احادیث سمجھانا شروع فرمایا۔ میں سنتا اور پھر حقیقت نکتۂ فرمودہ پر جب پہنچ جاتا تب حضرت کو اپنا مفہوم سناتا جس پر آپ بیحد تحسین و آفرین فرما کر اظہار خوشنودی کا کرتے اور مجھ کو اور تعلیم دیتے۔ یہاں تک کہ متعدد کتب آپ کے درس میں پڑھیں اور جو میرے حصہ کا مقدر علم اس بارے میں تھا، وہ سب کچھ مجھے بفضلہ تعالیٰ و بہ عنایت حضرت شیخ محقق سمجھ آ گیا۔ بااین ہمہ کچھ نہ سمجھا ہوں اور نہ سمجھ سکتا ہوں۔

معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد

رسائل و دیگر لمعات و سوانحات اولیاء اللہ و دیوان خواجہ قاسم انوار وغیرہ وغیرہ حضرت

سامنے حضور میں نظر سے گزارے جاتے اور آپ ہر اصطلاح کی تفسیر وتشریح کلام اللہ توافق و عبارات النص وشریعت ظاہرہ کے توافق سے سمجھاتے تھے۔ حضرت کی گفتار و کردار وصحبت میں ایک جاذبہ وکشش فوق الخیال اس قدر پر انداز میں بھی اور دیگر طالب علم بھی پاتے تھے کہ نہایت قلیل عرصہ اور قلیل وبلیغ الفاظ میں مسئلہ و دقیقۂ علم دل کی گہرائیوں میں میخ کی مانند اتر جاتا تھا اور طالب علم کو دلی تسکین اور دائمی تشفی حاصل ہو جایا کرتی تھی بعض طلبہ کو میں نے دیکھا کہ آپ کا ایک کلمہ اور ایک جملہ سن کر بحر تحیّر میں مستغرق ہو جایا کرتے تھے۔ مقولہ ہے

حیرتے باید ترا اے ذوالعنان   تا نگنجی در زمین و آسمان

چنانچہ ہمارے پیر بھائیوں میں میر سید علی صاحب جو سید ہارون کے بھائیوں میں سے تھے۔ حضرت کی ایک تلقین اور ایک اشارت سے اس قدر عالم استغراق وحضوری مستغرق ہو گئے کہ خیر وشر نفع وضرر سے بھی بے خبر تھے۔ کسی شخص نے ان کے آستانہ عالیہ کو آگ لگا دی اور آپ بیٹھے ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ مگر اس کو منع کرنے کی مجال اپنے میں نہ پا کر فرماتے ہیں حاضر وناظر تحقیقی اور فاعل حقیقی پر نظر رکھا کر اس سے تجلی ہو رہا تھا کہ اس کی ارادہ کی تکمیل میں میری کیا ہستی ہے کہ حارج و مانع ہوں۔

ملا یوسف الیاس زئی (بونیروال) جو قبیلہ گنائے زئی میں سے تھا۔ اس نے حضرت قبلۂ روحانی مخدومنا سے دیوان قاسم انوار نصف تک پڑھا اور سنا تھا۔ قضارا وہ خطۂ کشمیر کو گئے تھے وہاں حضرت شیخ المشائخ ولی زمان شیخ یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ کے شرف دیدار سے مشرف ہوئے اور مدت دراز ان کی خدمت میں رہے، جب حضرت شیخ یعقوبؒ ان کے حالات سے واقف ہو چکے تو ہمیشہ فرمایا کرتے کہ جب ملا یوسفؒ صاحب مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوں تم مجھ پر دہشہ طاری ہو جاتا اور میرا ظاہر بدن اور اندرون قلب بھی مرعوب ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ ایک اشارات وعبارات متصوفانہ سے جو اس کے ذہن میں ہیں اپنے آپ کو عاجز ہیچ میرز پاتا ہوں۔

ایک مرتبہ صلاحیت آثار ملا باسے (عباسے) ایک غریب الدیار شخص کو اپنے ہمراہ لے کر حضرت مخدوم الانام شیخنا سید علی ترمذی کے پاس لایا اور نہایت منت زاری سے اس کی سفارش حضور میں کی کہ یہ شخص عزم مصمم رکھتا ہے اور اکناف عالم کی خاک چھانتا ہوا یہاں پہنچا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے اور ادراک اشارات پیر مغالطات تصوف یعنی رسالہ جام جہاں نما کا اشتیاق رکھتا ہے۔ تب اس شخص نے اپنا قصہ حسب ذیل تفصیل سے بیان کیا کہ اصلاً و وطناً ہرات کا باشندہ ہوں۔ میرا پیر طریقت ایک عارف و عالم علوم ظاہرہ باطن تھا جو صاحب اسرار و دقائق و مجمع کمالات ظاہرہ و باطنہ تھا۔ جب اس کا وقت وفات قریب ہوا تو خاکسار کو اپنے حضور طلب فرمایا اور یہ رسالہ جام جہاں نما مجھ کو دیا اس کے اوائل سے کسی قدر عبارت و اشارات خود مجھ کو تعلیم فرمائے اور مجھ کو حکم دیا کہ تم تمام دنیا کے اطراف و جوانب میں ڈھونڈو اور پیر کو تلاش کرو جس کسی نے میری تعلیم و تفہیم کے موافق تجھ کو اس کتاب کے حقائق سے سمجھایا اس کے پاس مجاورت اختیار کرنا اسی سے فیوض علم شریعت و طریقت حاصل کرنا۔ اس لیے کہ علم تصوف مطابق شریعت جیسا کہ فی الواقعہ اس کا مقصد ہے۔ اس زمانہ میں اس کا ملنا نوادرات زمانہ سے ہو گیا ہے اور جو کوئی تم کو اس پر واقف ملے اس کے دامن سے وابستہ ہو جانا اسی بنا پر میں ترک وطن کیا اور پوری دنیا میں ملک بملک دہ بدہ قریہ بقریہ پھرتا پھرتا رہا مگر باوجود کثیر مشائخ و علماء نامی گرامی سے ملنے کے بھی مجھ کو اپنا مطلوب علم کسی کے پاس دستیاب نہیں ہوا۔ حالانکہ نہایت عظیم القدر باکمال بزرگوں کا نیاز بھی حاصل ہوا اور اکثر علماء متبحرین کو بھی ٹٹولا۔ بعض ناموروں کو جو لوگوں میں تو خاصی شہرت رکھتے تھے مگر روحانی اور ذاتی استعداد میں میں نے ناقص پایا اور بعض کو تو طریق سنت سے بہکا ہوا اور الحاد و اضلال میں آلودہ پایا۔ تمام مملکت ماوراء النہر سمرقند و بخارا وغیرہ کو میں نے چھان ڈالا۔ جب وہاں مجھے کچھ دستیاب نہ ہوا تو مملکت کاشغر و یارقند میں پہنچا، اور اس کی چپہ چپہ زمین کا دورہ کرتا ہوا اپنے مطلوب گم گشتہ کو ڈھونڈتا ہوا براہ لداخ کشمیر تک آیا ہوں۔ اقوام کفار کے اندر سے ہوتا ہوا جب کشمیر اور ولایات کشمیر میں بھی طلب و تلاش مقصود میں دوڑ دھوپ کر کے تھک چکا تو اپنے وطن کو مایوس ہو کر واپس جانے کے خیال سے اس راہ سے روانہ ہو آیا کہ علاقہ یوسف زئی و پشاور وغیرہ میں تلاش کرتا جاؤں گا۔ چنانچہ تقدیراً ملا بابے میرے لیے دلیل راہ بن گیا اور اس نے مجھے آستان فیض بنیان اور معدن علوم حقیقت و معرفت پر پہنچا دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک مقولہ ہے۔

اکثر ما رحم اللہ علے العبد عند الایاس۔

یعنی اکثر اللہ تعالیٰ کے بندے پر ایسے وقت میں رحم فرمانے کا ورود ہوتا ہے جب وہ

اپنے مطلوب کی نسبت ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے۔ ایک مدت دراز تک وہ شخص حضرت کہ دمنا کی ملازمت میں مجاور رہا۔ اور حضرت کے اکرام و الطاف سے اس کے مطلوب علوم ظاہرہ و باطنہ میں وہ حالت معائنہ کی گئی کہ ابناء جنس اور اپنے ہم عہد لوگوں میں اس کو علوم ظاہرہ و باطنہ میں بے حد امتیاز حاصل ہو گیا۔ ہمارے حضرت کی عادت شریف میں یہ امر داخل تھا کہ آپ طالب صادق کے ساتھ اس کے اپنے شوق سے زیادہ دو چند محبت اور شفقت کا برتاؤ فرمایا کرتے تھے اور اس کو مقامات عالی تک پہنچانے میں از حد زیادہ شفقت و امداد فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ شخص اپنے اہل وطن کے لیے ایک بہترین اور اکمل ترین صلحاء کا نمونہ بن جاتا تھا۔ یہ شخص بھی اس درجہ تک کامل اکمل انسان ہو کر بحکم حضرت اپنے ملک کی طرف واپس ہو گیا۔

القصہ میں بھی (اخوند درویزہ صاحب) مدت مدید و عہد مزید حضرت کی خدمت اور ملازمت میں رہا اور ایک لمبا عرصہ حضور کے قدموں میں بسر کیا۔ اور حضرت اپنے متقدمین اجداد بزرگواران کی طرف پانچ خانوادہ کے اذن سے ماذون و مجاز تھے اور حضرت شیخ سالار رومی کی طرف سے چار سلسلہ مشہورہ کے اذن و ارشاد سے ماذون و مجاز تھے۔ اس فقیر کو نوازش کریمانہ سے ہر چہار سلسلہ مشہورہ کے اذن و ارشاد سے آپ نے مشرف فرمایا:

الحمد للہ علیٰ ذالک۔ ذکر اسمائے مشائخ ہر چہار سلسلہ وغیرہ گزر چکا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فصل اوّل

ذکر کارنامہ ہائے حضرت سید علی ترمذی قدس سرہٗ

باب دوئم حضرت مخدوم الممدوح کے ان کارناموں کے جو حضور کو پیران بے علم و ملحدین کے ساتھ اس ملک میں مجادلات کرنے پڑے تھے اور اندرون ملک میں سے مفاسد صاف کرنے کے بعد قبائل کفار کو ہستانات کو داخل اسلام کی مہم اپنے خلفاء اور اولاد کو سپرد فرما کر دونوں مہمات میں کامل کامیابی بفضلہٖ تعالیٰ حاصل کر لی جس کا اثر دینداری و پابندی شریعت وسنت کا پونے چار صد سال تک اس ملک میں اب تک باقی ہے اور قبائل سرحد میں ترغیب جہاد فدائیت فی سبیل اللہ آپ کا شروع کردہ عمل اب تک موجود اور زیر عمل ہے۔

اخوند درویزہ صاحب لکھتے ہیں ہمارے حضرت کی عادت میں یہ امر داخل تھا کہ آپ نے جب اس ملک کا مرض اور اپنی نسبت شیخ مخدوم کا مفوضہ یہ فرض معلوم کر لیا کہ اس ملک میں دین اسلام کے اندر رخنہ اور فتنہ بے علم پیران بدلگام اور ملحدین اہل ہوا و بدعت کا ہی ہے تب آپ ملک کا دورہ فرماتے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر لوگوں کے خیالات اور عقائد کی جانچ اور پڑتال فرمایا کرتے تھے اور ایک ایک پیر و مقتداء کو دیکھتے اور جانچتے اور اس کی عزت اور وجاہت کے درپے نہ ہوتے، بلکہ اس کو علیحدگی میں معلوم کرتے اور اس کے عقائد و علم میں نقص ہوتا تو اس کو اصلاح پر مائل کرتے، لیکن اگر وہ باغی اور خلاف شریعت طریقوں پر قائم اور مصر ہوتا تب اس سے مایوس ہو کر عوام الناس کو اس کے فساد سے آگاہ فرما دیتے اور وہ نقص بتلا کر تمام مخلوق کو

باطنی انوار و کرامات کی طلب و تلاش سے منع کرتے اور فرماتے کہ یہ راستہ نہایت تنگ و مشکل ہے بلکہ شریعت کی پابندی پر زیادہ متوجہ اور پابند کراتے۔ اور حضور کے کلمات طیبات بہت مختصر ہوتے مگر دلوں میں میخ کی مانند گڑ جاتے تھے اور ہر چھوٹا بڑا آپ کے بیان کردہ دلائل سن کر حق و باطل میں خود با آسانی امتیاز کر لیتا تھا۔ اور اس ملک کے تمام قبائل نے بھی آپ کی برکات اور علم کو جانچ لیا تھا جو کوئی پیر طریقت ہونے کا مدعی ہوتا، جب تک آپ اس کی نسبت صحت کا فیصلہ نہ فرماتے کل قبائل اس سے محترز رہتے، بلکہ اکثر بار ایسا ہوتا کہ اس نووارد فقیر کو حضرت کے پاس لے آتے یا حضرت مجھ کو اس کے پاس بھیج دیتے۔ ایک وقت تھا کہ پیر عمر اور پیر چالاک جو دونوں حقیقی بھائی اور افغانان خٹک میں سے تھے یوسف زئیوں کی حدود میں آ گئے۔ لوگوں نے چاہا کہ ان کو ہمارے حضرت کی نظر سے گزاریں اور اس کسوٹی پر ان کے کھرے کھوٹے ہونے کا معلوم کریں۔ ہمارے حضرت نے نور باطن کی روشنی سے ان کے متعلق ان کا حالات قلبیہ پہلے سے کہ ابھی وہ مجلس میں نہ آئے تھے۔ معلوم کر لیا اور ایک پرچہ کاغذ کا مجھے دیا کہ تم اس کو لپیٹ کر اپنے دستار چہ میں (رومال میں) باندھ لو، میں نے باندھ لیا اور فرمایا جب میں کہوں تب تم اس کو میدان میں پھینک دینا۔

بعد از ملاقات یک دیگر حضرت صاحب تو سکوت میں بیٹھے رہے۔ کیونکہ آپ جہال بے علم سے کیا سوال کر سکتے تھے۔ جب تک وہ خود کوئی حرف خلاف شریعت نہ کرے (واعراض عن الجاہلین وارد ہے) کچھ دیر تک وہ بھی چپ رہ کر پیر چالاک ان میں سے دو زانو ہو بیٹھا۔ اور تقریر اس نے یوں شروع کی کہ آج کے دن مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ ساتویں آسمان سے بلائے عظیم اس زمین پر نازل ہوئی ہے جس کی لمبائی کا ایک سرا مشرق کو اور دوسرا مغرب کو پہنچا ہوا ہے۔ کیا تم لوگو یہ جان سکتے ہو کہ وہ بلائے عظیم کہاں اور کس پر جا کر نازل ہوگی۔ اب حضرت نے ان کی سفاہت و ضلالت خلاف شریعت سن کر سکوت کو توڑا اور متبسم ہو کر فرمایا۔ ایسی بلا نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی تم نے دیکھی اور خادم کو اشارہ کیا کہ وہ دستار چہ میدان میں پھینک دیوے چنانچہ دستار چہ ڈال دیا گیا اور حضرت نے حسب ذیل تقریر فرمائی:

کتب اسلامیہ میں علماء وسلف نے لکھا ہے کہ اس زمین پر اور آسمان اوّل کی درمیانی مسافت پانصد سالہ راہ ہے اور اس قدر آسمان اوّل کی موٹائی ہے گو وہ شفاف ہے مگر اس کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

موٹائی وعرض کا سفر بھی پانصد سالہ راہ ہے۔ پھر ایک آسمان کی دوسرے آسمان تک مسافت اسی قدر بتلائی ہے اور ہر آسمان کی اپنی موٹائی بھی اسی قدر بتلائی ہے۔ اس حساب سے ہماری زمین سے ساتویں آسمان کا بالائی حصہ سات ہزار سالہ دور ٹھہرتا ہے، جب پیر چالاک کو اس قدر استعداد اور بصیرت حاصل ہے کہ آج ہی اس نے سات ہزار سالہ راہ سے ایک بلائے عظیم کو نازل ہوتے دیکھا ہے، تو یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ اگر یہ صحیح اور سچ ہو تو ایسے اولیاء اللہ قابل اقتداء و اتباع، بلکہ عنقا ہوتے ہیں، مگر میں کہتا ہوں کہ چونکہ ایسا دعویٰ خلاف شریعت و تعلیم محمدی ہے، للہذا یہ صریح جھوٹ ہے اور اس لیے ایک جھوٹا انسان دینی معاملات میں ہرگز پیشوائی کے قابل نہیں، بلکہ دنیوی امور میں بھی بے اعتبار ہوتا ہے۔ اور اگر اس نے سچ کہا ہے تو ابھی امتحان ہو جاتا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت دی ہو جو سات ہزار سالہ راہ سے بلا کو آج ہی دیکھ چکا ہے اس کے لیے اس دستارچہ کے چند دھاگوں کے اندر لپٹی اور بندھی ہوئی چیز کا دیکھ لینا کیا مشکل ہے۔ پیر جی اس کو دیکھ کر خوب غور کر کے بتلا دیں کہ اس رومال کے کونے میں کوئی سی شے بندھی ہوئی ہے۔ یہ ایک نہایت معقول اور آسان آزمائش تھی۔ اور اگر اس میں عقل ہوتی تو کوئی اور معقول عذر کر دیتا کہ بصیرت اپنی اختیاری نہیں یا کہتا ہر وقت حالت انکشاف قائم نہیں رہتی، مگر اس نے بلا تاویل ایک مجمل جملہ اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے تحکم کے طور پر کہہ دیا کہ اس میں دنیا کے میووں میں سے ایک میوہ ہے (یعنی خوراک کی چیز ہے) اور کیا ہے دیکھ لو۔ جب اس کو مجلس میں کھولا اور اس میں سے کاغذ کا پرزہ نکلا جو کسی تاویل سے اشیاء خوردنی کی تعبیر میں آنے کے قابل نہ تھا، تو وہ جاہل بہت ہی خجل اور شرمندہ ہو کر اس مجلس سے اٹھ گیا اور اس وطن سے چلا گیا۔

پھر لکھا ہے کہ یہ عاجز حضرت کے ہمراہ سفر وحضر میں اور لیل ونہار یکجا مقیم اور ہر ایک حرکت وسکون وخواب وبیداری وریاضت وعبادت میں آپ کو سنت نبوی وطریق مصطفوی پر کاربند اور پابند پایا اور ہر عمل وقول میں جو سنت کے ماتحت ہوتا برکات وانوار کثیرہ کا مشاہدہ کیا اور آپ سے ماذون ومجاز ہو کر آپ کا ہی طریقہ اپنا دستور العمل قرار دیا۔ اکثر ایسے گمراہوں کے ساتھ مباحثے کے لیے حضرت مجھ کو ہی فرمایا کرتے تھے کیونکہ حضور کو شغل باطن کی مصروفیات سے فراغت نہ ہوتی تھی۔ اور آپ کو ہمیشہ تمنا ہوتی کہ آپ کو اپنے شغل سے کوئی نہ

…لے۔ آپ دائم الاستغراق رہتے تھے۔ القصہ مدت دراز تک روئے نیاز اس غریب نواز کے …انہ پر متوجہ رکھا ہوا مقیم رہا ہوں۔ اور قید ماسوا اللہ سے مطلقاً آزاد وخلاص شدہ رہا ہوں۔ …کہ آنحضور دائم الاوقات مراقبہ وملاحظہ میں مصروف رہتے تھے۔ اور جب طلاب مخلصین …ر کے آپ کے سامنے حاضر ہوتے تو سب پر یہی حالت طاری ہو جاتی کہ فی البدیہہ قید …ی اللہ اور ما ومن سے چھوٹ جاتے اور ایک زبردست جاذبہ طاقت سے اللہ تعالیٰ کی خشیت …ے ایک طرف متوجہ کر لیتی تھی۔ کسی نے سچ کہا ہے:

چوں روئے خوب می بینم خدایم یاد میگردد

… مانند قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

النظر الی حسان الوجوہ عبادۃ

…ں کی تشریح امام غزالی علیہ الرحمۃ نے بہت خوب اس طرح کی ہے کہ ان خوب صورت وجوہ …مراد اولیاء اللہ وعلماء اتقیاء ہیں، کیونکہ ان کے حسن حقیقی کو کوئی حسن نہیں پہنچ سکتا۔

پھر اس کے بعد اخوند صاحب لکھتے ہیں ایک دفعہ چند دن حاضری خدمت سے قاصر اور …ل ہو کر وقفہ کے بعد حاضر خدمت ہوا، تو حضرت نے فرمایا اس قدر تعطل اور توقف کا معقول …ہو۔ میں نے عرض کی حضرت میں نے بزرگان سلف کے مقولہ کے آداب مریدین کے …میں رعایت کا خیال مدنظر رکھا کہ مرشد کے حضور خالی ہاتھ نہ جانا چاہیے، بلکہ کسی نہ کسی …ن پیش کش ضرور لے جاویں تا کہ مرشد کے دل میں مرید کے خلوص کا ظہور ہو کر ان کی قلبی …کو ایک گونہ ہیجان اور تحریک پیدا ہو کر مقاصد عالیہ کے حصول میں مرشد کی یہ توجہ شفقت …ہ پہنچاتی ہے۔ آپ نے اس جواب پر روگردانی اور ناخوشی کا اظہار فرما کر فرمایا:

جو لوگ اونٹ گھوڑے اور اموال دنیوی لا کر مجھے کچھ دے کر خوش کرنا چاہتے ہیں، وہ …ے نزدیک اور مخلص دوستوں اور محبوں کے برابر نہیں ہوتے، بلکہ یہ عطیات تو دینے …ت کی طرف سے خیال کرتا ہوں اور ان نہایت ادنیٰ اور معمولی دنیوی مقاصد کے، خود …ال کرتا ہوں۔ مگر میرا دل ان دوستوں کے طعنوں سے شگفتہ ہو کر تسکین پاتا ہے جو الٰہی …، مکنونات کے خلوص نیت سے مجھ سے طلب گار ہو کر میرے عطیات کو اشتیاق اور قلبی … سے طلب کرتے ہیں، اور مجھ سے کچھ حاصل کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور میرے …ت سے آگاہ ہو کر حقیقی خدمت گزاری اہل اسلام کی اپنے ذمہ لیتے ہیں۔

فصل دوم

حالات پیر روشن و تاریک

اخوند درویزہ صاحب نے اس کے بارے میں اس طور سے لکھا ہے کہ مضافات حدود میں ایک مقام کانی کرم نام ہے اور اس میں چند افغان قبائل، مانند اور مڑ انصاری وغیرہ سکونتدار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ انصاری قبیلہ اصلاً افغان نہیں، بلکہ عرب یا قریش وغیرہ بتلاتے ہیں۔ اور بعض لوگ ان انصاریوں کو حضرت یونس علیہ السلام کی اولاد بتلاتے ہیں۔ ان میں اکثر لوگ اہل علم وصلاح وتقویٰ ہوتے رہے۔ مگر ہدایت کی دولت آبائی وراثت نہیں بلکہ عطیۂ خداوندی ہے۔ اس انصاری قبیلہ میں ایک شخص مسمی قاضی عبداللہ نام نہایت مرد صالح عالم عابد اور مدرس اس وطن کا تھا اور اس نے اپنے ایک شاگرد مسمی ملا پائندہ نام کو تعلیم مکمل دے کر منصب تدریس اس کے سپرد کر دیا تھا۔ جب ہجرت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیہ سے چند سال نویں صدی کے خاتمہ کے بعد گزرے تھے کہ اس مرد صالح عبداللہ کے اپنے فرزندوں میں سے ایک کو جس کا نام بایزید تھا[1] ملا پائندہ کے سپرد کیا کہ اس کو وہ کامل مکمل تعلیم دیوے۔ اور ملا پائندہ نے بہت جدوجہد کر کے بایزید کو متوسط درجہ علم تک پہنچایا۔ جب بایزید حد بلوغ کو پہنچ گیا تو سوداگروں کے ایک قافلہ کے ساتھ سمرقند کو چلا گیا اور وہاں سے گھوڑے خرید کر لایا، جن کو لے کر ہندوستان چلا گیا، جب شہر جالندھر میں پہنچا۔ تو اس جگہ اس نے ایک افغان خاندان میں ایک عورت شمسی نام سے شادی کر لی اور وہاں مقیم ہو کر سکونت اختیار کر لی۔ اس اثنا میں اس کی ملا سلیمان کے ساتھ دوستی ہو گئی اور ہنود جوگیوں کے ساتھ مجالست وتعلقداری پیدا کر لی۔ رفتہ رفتہ تناسخیہ کا معتقد ہو گیا۔ نیز خدا تعالیٰ کا بطور اوتار دنیا میں اصلاح اہل عالم کے لیے تجسم اختیار کرنا

[1] تفصیل حالات بایزید اور مڑ جو پیر روشن اور پیر تاریک کے دو متضاد ناموں سے موسوم ہوا۔

...لول کرنے کے عقائد کا معتقد بن گیا۔ اور مذکورہ ہر دو عقائد اس کے دل میں پختہ بیٹھ گئے۔ ...ے بعد اس کا بڑا بیٹا فرزند شیخ عمر جب پیدا ہو چکا تو بایزید نے اپنے وطن کو مراجعت کی۔ ...مدت تک عقائد مذکورہ اس نے مخفی رکھے تھے مگر رفتہ رفتہ اس نے ان کا اظہار کر دیا۔ جب ...ے والد مرد صالح ملا عبداللہ کو اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے بھائی کو بھی پاس بلا لیا اور بیٹے ...ساتھ بحث وذکر کے طور پر گفتگو عقیدہ مذکورہ کی۔ شروع کی تب اس نے اس عقیدہ کا پختگی ...الد اور چچا پر اظہار کیا، اور والد اس کا یہ کیفیت سن کر غیض وغضب سے از خود رفتہ ہو کر ...اور چھریوں اور پیش قبضوں سے باپ اور چچا نے اس کو زخمی کر دیا اور اس کو مردہ تصور کر کے ...گئے۔ باایں حالت اس کو عقیدۂ مذکورہ سے تائب کرانے میں وہ کامیاب نہ ہوئے، وہ اپنی ...پر اڑا رہا۔ جب اس کو زخموں سے صحت ہوئی، تو گھر سے بھاگ کر کابل چلا گیا اور پھر کابل ...علاقہ جلال آباد پرگنہ ننگرہار میں آ گیا۔ اور ننگرہار میں چند مدت مہمند ملک سلطان احمد ...پر اس کا مہمان ہو کر مقیم رہا۔ چونکہ نہایت زیرک اور ہوشیار شخص تھا۔ اس قبیلہ کی ...اری اور عقائد قویہ کا اندازہ اس نے کر لیا کہ یہ لوگ اس کے نئے اور کفریہ عقیدہ مذکورہ کو ...کو فروعات میں الحاد زندقہ واباحت وحلول واتحاد وغیرہ شامل ہے) قبول نہ کریں گے ...اس کے لیے اظہار خیال موجب مزید وبال ہوگا۔ لہٰذا وہاں سے وہ پرشور (پشاور) کو چلا ...اور قبیلہ غوری خیل میں سے فرقۂ خلیل کے اندر اقامت اختیار کر لی۔ اور پیری پیشوائی ...ت کا آوازہ مشتہر کر دیا۔ اکثر لوگ بے علم تھے اور پیر پرستی کی عادت ہر جگہ افغانوں میں ...ہے۔ نیز اس مکار نے عقائد اصلی کی ابتداء اخفا رکھی اس وجہ سے لوگ دور ونزدیک سے ...گے اور مرید ہونے لگے۔ اس زمانہ میں یہ تجارت یا یہ دکانداری کارخانوں سے زیادہ نفع ...تھی۔ اپنے مریدوں کو یہ شخص ہر ایک کے حسب حال تعلیم دیتا اور ایسے امور جو شریعت اسلام کے عملاً خلاف ہوں بے خبرانہ طور پر تعلیم کر دیتا جس کے فساد کا اظہار فوری ہوتا۔ مگر مرید ...لیے کسی نہ کسی قید شرعی سے تخلص اس میں مضمر ہوتی جو عوام جہال کے رجوع اور آزاد پسند ...کے میلان کا موجب ہوتا گیا۔ مردوں عورتوں کو یک جا اپنی مجالس میں بلاتا اور یہ مجالس ...ذکور واناث کی گرم رہتیں۔ اس جگہ اس نے اپنا لقب پیر روشن کے نام سے اختیار اور اس ...اطراف عالم میں کابل و ہندوستان تک اشتہارات تحریری اپنی طرف سے لوگوں کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

بلانے وار فیض یاب ہونے کے روانہ کیے[1] کہ ایک ولی اللہ کامل ترین زمانہ حدود پرشور (پشاور) میں ظاہر ہوا ہے اور تمام مسلمانوں کو اس کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی گئی تھی اور اپنے دعاوی کی تائید میں کچھ احادیث موضوعہ خود بھی لکھ دیا کرتا یہ تو اس کی بے وقوفی تھی کہ دنیا سے علماء حقانی معدوم نہ ہو چکے تھے جو موضوعات جدیدہ کو نہ سمجھ سکتے، بلکہ علمائے حقانی کو اس کی گمراہی کا علم بھی اس کی خود ساختہ احادیث کی وجہ سے ہو گیا۔ لیکن عوام الناس میں شہرت کامل ہو کر لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کے دام تزویر کے صید ہو رہے تھے۔ مصیبت تو تھی کہ علمائے ممالک افغانیہ بجز چند کتب فقہ کے دیگر علوم سے قاصر اور نہایت قلیل العلم ہوتے ہیں۔ دین و دیانت میں علم کی کمی اور منصب پر نہ ہونے کی وجہ سے جہلاء سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ (نیم ملا خطرہ ایمان) ایک دن پیر روشن کی ایک تحریر ہمارے حضرت سلطان العارفین سید علی ترمذی کے پاس بھی مذکورہ بالا مضمون پر مشتمل پہنچ گئی۔ حضور نے تحریر مذکورہ دیکھ کر فرمایا۔ افغانی علاقوں پر قوی ترین ابتلا نازل ہو گیا ہے واللہ اعلم نابود ہو سکے یا نہ کیونکہ ایسے فتنے بجز قوت و طاقت سلاطین اسلام رفع کرنے مشکل ہوتے ہیں اور قبائل افغانیہ کے آزاد علاقے بادشاہ اسلام کی نعمت سے محروم ہیں۔ تو تبلیغ اسلام علماء کا کام ہے اور تقویت و اجراء سلطنت اسلامی کا فرض ہے:

جس طرح منقولہ ہے:

اَلملک و النّبوۃُ توامین (حکومت اور نبوت یہ دونوں جڑواں ہیں)

اس جگہ درویزہ صاحب نے فرمایا ہے کہ کبھی میں عالم تصور میں اس ابتلائے عظیم اور حضرت مخدومنا کے وجود پر غور کرتا ہوں تو اہل اسلام کے لیے از راہ شفقت دل کانپ جاتا ہوں کہ یا الٰہی اگر یہ آفت نازل ہوتی جو مقدر تھی، لیکن حضرت کا وجود پہلے سے یوسف زئی علاقہ میں موجود نہ ہوتا تو معلوم نہیں کہ ایک فرد بھی افراد مسلمین میں گمراہی اور ضلالت میں پڑنے سے بچا ہوتا۔ اس لیے کہ یہ بایزید بہت جہاندیدہ اور زیرک شخص تھا اور دلائل عقلی میں کوئی ملا اس کا مقابلہ ہرگز نہ کر سکتا تھا، کیونکہ ملا اکثر عقل مند ہوتے ہیں۔ اس کا مدار ہی عقلی

[1] یہی اشتہاری کتاب اس کی موسومہ صراط التوحید قلمی لکھی ہوئی ۸۷ء ہے۔ لکھی ہوئی اس کی زندگی میں خود میں نے اس سے ضروری اقتباس اس بیان میں درج کر دیے ہیں جو قابل دید ہیں۔

فلسفی مگر غلط دلائل پر تھا۔ تب ہمارے حضرت نے قصد خود ایک جماعت کبراء و عقلاء مومنین کی ہمراہ لے کر اس کے پاس جانے کا کر لیا اور ہم لوگ پرگنہ ہشت نگر میں (مضافات پشاور میں) اس سے ملاقاتی ہوئے۔ ملاقات ہونے کے بعد اس نے حضرت سے یہ شکایت شروع کی کہ آپ کے اپنے علاقہ یوسف زئی میں بھی تو مبدع پیران طریقت بہت ہیں۔ مانند پیر ولی اور پیر پہلوان اور پیر طیب وغیرہ وغیرہ کے تو جب تک ان کے شر سے ملک کو آپ نے پاک کر لیا تھا، میرے پیچھے یہاں آپ کا مقابلہ کے لیے واجب نہ تھا۔ حضرت نے جواباً فرمایا۔ ان سوری اور استیصال فتنہ کا حکماء پہ تو سلاطین اسلام کا فرض اور کام ہے لیکن اس مملکت میں بادشاہ اسلام کا جود ہی نہیں۔ ہلاکت معنوی و علمی و فہمی کی رو سے میں نے بفضلہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیا ہے اور ان کے جہل اور عقائد باطلہ پر تمام قبائل کو آگاہ اور قائم کر دیا ہے اور میرے ان بدارو آگاہ کرنے سے ان دیار و ابصار کے مسلمان ان کی مریدی اور جال کے شر سے مخلص ہو چکے ہیں۔ اہل دین و دیانت ان سے خبردار ہو چکے ہیں اور فساق فجار دنیا میں ہر جگہ ہوتے ہیں جو اپنے جیسے اباحتی راہبر اور دوست بغیر ایسے پیروں کے بھی ڈھونڈ لیا کرتے ہیں اور ایسے گمراہوں کو بھی ایک آدھ شکار زبوں مل ہی جاتا ہے۔ البتہ وہاں کے پیران بے دیانت اپنی گمراہی اور بدعقیدگی پر علانیہ قائل ہو چکے ہیں اور وہ مغالطہ رفع ہو چکا ہے کہ دین محمدی کا جبہ پہن کر مسلمان قبائل کو وہ شکار نہیں کر سکتے اور یوں جو کوئی دین محمد سے مرتد ہو کر عقائد کفریہ قبول کرے وہ اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔ تم بھی اگر اعلانیہ اپنے معتقدات تناسخ و تداخل و حلول وغیرہ کو اعلانیہ خلاف دین اسلام تسلیم کر کے جیسا کہ وہ مذہب ہندو ہے اظہار اس کا کر کے پیری مریدی کر و یا جو چاہے کرو۔ لَکُم دِینُکُم وَلِیَ دِین۔ ہمارا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ مگر جامہ اسلام میں اور عقیدہ توحید الٰہی میں فساد برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ تمہیں مار ڈالنے پر ہم قادر نہیں، مگر مسلمانوں میں تمہارے خلاف حقیقت اسلام و معتقدات کا اظہار اور تشہیر ہم اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔

جب اس شخص نے بہت کچھ اباحتی دلائل اور ملحدانہ عقلی مسائل سیکھے ہوئے تھے کبھی کبھار نرمی و لطافت سے اور گاہے تحدی اور دلائل سے بحث و ذکر جاری رکھا، مگر میں بندۂ عاجز درویزہ نگر ہاری نے بہ برکت انوار و اسرار شیخ معظم اس قدر اعتراضات اور سوالات و جوابات

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس پر بارش کردی کہ ایک جم غفیر قبائل واقوام کی مخلوقات کا وہاں جمع تھا وہ تمام خورد و بزرگ بھی اس پر قائل اور واضح آگاہ ہوگئے کہ اس کے دلائل باطل در باطل تھے اور وہ مردود بھی کوئی جواب اور دلیل نہ دے سکا۔ اور اپنے عجز اور مغلوبیت کا اس نے کل خلائق کے سامنے اعتراف واقبال کرلیا۔ اور سارے لوگ متحیر ہوگئے۔ مگر عقائد ذاتیہ سے تائب نہ ہوا۔ اس دفعہ اسی حد تک معاملہ پہنچ کر ہم لوگ واپس آگئے اور اس کے معتقدات کفریہ کا اظہار و بطلان ثابت وظاہر کر آئے۔

دوسری مرتبہ میں (درویزہ) خود اس کے پاس گیا سیادت مآب سید ہارون بھی موجود تھے اور بحث اس پر تھی کہ پیر موصوف اس وقت مسئلہ شفاعت سے منکر تھا۔ اس وقت بھی عقلی و نقلی دلائل سے وہ لاجواب اور شرمسار ہوگیا۔ مگر اپنے معتقدات کی کمزوری اور عجز تسلیم کر لینے کے بعد بھی رجوع اور توبہ نہ کرتا تھا۔ اور یہ وجہ نہایت خطرناک اس لیے تھی کہ اس کے معتقدات واضح اور ظاہر ہوکر جو مسلمان اس کی اتباع کرتے وہ صریحاً معتقدات کفریہ کی جہالت سے پیروی کرکے برباد ہوئے تھے۔ لہٰذا حضرت مخدومنا سلطان العارفین سید علی ترمذی اس مرتبہ پھر علماء و کبراء و جم غفیر یوسف زیون کو ہمراہ لے کر بونیر سے اشنغر کو اس پیر کے پاس گئے۔ اس غرض سے کہ اگر اس کے معتقدات اسلام کے مسائل ہیں تو ان کو قرآن وحدیث واقوال آئمہ سے ثابت کرے اور اگر اسلام کے نہیں تو ان عقائد باطلہ کو اسلام میں داخل و شامل لوگوں کو نہ جتلا دے یا ہمارے دلائل کی تردید عقلاً ونقلاً کردیوے۔

درویزہ صاحب لکھتے ہیں اس دفعہ اپنی خجالت کے خوف سے اس نے سامنے آنے سے ہی انکار کردیا۔ تب حضرت نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ پیر بایزید اپنے آپ کو معتقدات باطلہ کے بارے میں منصور حلاج کے مرتبہ اور مقام پر پہنچا ہوا جتلا کر اس مغالطہ میں خلق خدا کی گمراہی کا موجب بنتا ہے اور منصور حلاج کے اس شعر کا حل ہی کردیوے اور حضرت نے وہ شعر لکھ کر اس کو بھیجا جو حسب ذیل ہے:

ولدت امّی اباوھاذاك من عجباتی

انا طفل صغیر فی حجر مرضعاتی

جب یہ تحریر اس کی نظر سے گزری اور پیغام حضرت کا سنا تو اس پر اس قدر خوف وہیبت

مستولی ہوگئی کہ عبارت پڑھتے میں بھی لرزتا تھا اور مقصد کی نسبت ایک حرف بولنے سے عاجز تھا۔ تب ہمارے حضرت کو ایک جلالی حالت رونما ہوئی، کیونکہ آپ ہمیشہ اپنے کشف و کرامتہ کے اظہار میں حد سے زیادہ محتاط اور اخفا کے عادی تھے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! میرا اس شخص کے ساتھ دل بدی کا کوئی امکان اور واسطہ نہیں اگر یہ دین محمدی کے اندر عقائد کفریہ کو نہ داخل کرا دے اور جب ان عقائد باطلہ پر بھی معتقد ہے جو خالص کفرہ فجرہ کے ہیں اور اسلام کے اندر اولیاء کرام وعظام کے مدارج کا بھی مدعی ہے تو میرا اور اس کا فیصلہ نہایت آسان پڑ گیا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام بھی ایسے موقعوں پر معجزہ دکھلانے پر مجبور ہوجایا کرتے ہیں اور اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ولایت کی نعمت عطا ہو تو وہ ایسے مواقع پر کرامتہ دکھلانے پر مجبور ہوکر اس کا فرض ہوجاتا ہے کہ مخلوق خدا کے روبرو مانند معرکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساحران فرعون کے کرامت نمائی سے اپنا اپنا حق اور باطل ہونا ثابت کریں۔ لہٰذا پیر روشن اس مجمع میں آوے اور اس کو جس درجہ عالی کا ادعیٰ ہے بحث مباحثہ کو ترک کرکے میرے مقابل معجزانہ کرامت ظاہر کرے اگر وہ حق پر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی تائید ہوگی۔ اگر میں حق پر ہوا تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے میری تائید کریں گے۔ ہم ایک طرف مباحثہ کا ایک دوسرے سے نہ کہیں گے بلکہ میں دعا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ میرے سامنے پھیلا دے یعنی باہر رکھے اگر بغیر الات و اسباب قاطع اس کے ہاتھ کٹ کر زمین پر الگ ہو گرے تو وہ اپنے عقائد سے توبہ کرلے اور اگر ایسا واقعہ نہ ہوا اور میری دعا نہ مقبول ہوئی تو میں شرمندہ و خجل اور مخذول سمجھا جاؤں۔ اگر اس کو اپنی کرامت نمائی پر جرأت اور یقین ہو تو میرے ساتھ ایسا عمل کرے۔ ورنہ میں اس کا امتحان لینا نہیں چاہتا نہ اس سے اس کرامت کے ظہور کی مجھے توقع ہے، بلکہ وہ میرے سامنے آکر میرے وار کو دفع کردیکھے اگر میں مذکورہ صورت سے اس پر غالب نہ ہوسکا۔ اور اپنے ہاتھ وہ سلامت لے گیا تو اس کو تمام قبائل ہادی صادق تسلیم کرلیں اور مجھ کو خجل اور جھوٹا سمجھیں۔

یہ معاملہ جب پیر روشن پر لوگوں نے پیش کیا اور وہ اسی شہر میں گھر میں تھا، مگر روبرو نہ آتا تھا تو وہ بدبخت بہت زیرک تھا اور اولیاء اللہ کے تصرفات سے بھی آگاہ تھا۔ یہ آسان آزمائش یک طرفہ ہمارے مرشد و ہادی کی کرامت نمائی کی قبول کرنے سے خوف زدہ ہوگیا۔ افسوس کہ اس کا اظہار ہوتا کس قدر بہتر ہوتا مگر اس نے ہونے نہ دیا۔ اور اس کی نسبت اظہار

toobaa-elibrary.blogspot.com

عجز کر کے روبرو نہ آیا۔ تب اس مجلس میں میرے استاد حاجی ملا محمد معروف ملازنگی صاحب پاپینی نے ہمارے حضرت سے مخاطب ہو کر عرض کی کہ کیا ابھی اس کا نام پیر روشن ہی رہنے دیا جاوے۔ حالانکہ میں چاہتا ہوں کہ آج کے بعد مسلمین مومنین اس کو پیر تاریک کے نام سے یاد کیا کریں، تب حضرت علیہ رحمۃ نے بھی فرمایا بے شک پیر تاریک نام ان کا بالکل صحیح ہے۔ چاہیئے کہ آئندہ پیر روشن کا لقب مسلمان اس کو نہ دیویں۔

اس شخص کے حالات عجیب تھے۔ اپنے مریدوں کے حلقہ میں بسا اوقات نبی ہونے کا دعویٰ بھی کر دیتا تھا۔ اور کم پایہ و کم علم علماء کے درپے ہو کر ان سے مباحثات اس لیے کیا کرتا تھا کہ دین محمدی کے ایک ایک اصول دینی کا بطلان جہاں مسلمانوں کے دلوں سے کرالیوے اور اسلام کے بنیادی عقائد سے لوگ بدظن ہو کر اباحتی ہو جاویں۔ اور اس کی جدید نبوت و شریعت جاری ہو جاوے اس لیے کہ وہ مدعی نبوت تھا اور حلول خدائی کا قائل اور خود کو اوتار بھی اور نبی بھی کہتا تھا، مگر معتقدات توحید و رسالت میں الحاد و فساد و مخالفت کرتا تھا۔

پرشور (پشاور) سے ہشتنگر میں اس کے آنے کا سبب یہ ہوا تھا۔ (حالانکہ پہلے وہ کابل ننگرہار سے ہو کر فرقہ میں آ مقیم ہوا تھا جو پشاور کے متصل رہتے ہیں ارباب خلیلوں کے رئیس ہیں) کہ ملا دولت خان مہمند زئی جو اس وطن کے زہاد و عباد متقیوں میں سے تھا، اور شیخ خداداد جنی کی اولاد میں تھا۔ ایک دن اس پیر کی مجلس میں پیش ہو گیا اور اس ہوشیار کو اپنا شکار نظر آیا۔ کیونکہ ملا دولت خان بے علم زاہد تھا اور نیکوکار تھا۔ اس پیر نے مسائل معرفت بیچوں و ذات بیچگون کے گورکھ دھندہ کے بیان سے اس سادہ کو گرویدہ کر لیا اور دلائل باطلہ ملحدانہ سے فریفتہ بنا لیا اور عقیدۂ حلول و اتحاد خدا تعالیٰ کی نسبت اس نے قبول کر لیا اور چونکہ افاغنہ کی عادت میں ہے کہ ان کا رئیس یا امام محلہ جس طرز کو اختیار کر لیوے۔ باقی اہل محلہ و قبیلہ بھی وہی راستہ اختیار کر لیا کرتے ہیں۔ خواہ وہ طریقہ نیک ہو یا بد ہو، افغان کی سرشت ابتداء سے مقلد چلی آئی ہے نہ مدلل۔

اس لیے ملا دولت خان کی وجہ سے اکثر مہمند زئی قبیلہ کے لوگوں نے پیر مذکور کو پیر بنا لیا اور مرید بن کر اس کو نواحی پشاور سے پرگنہ ہشتنگر میں لے آئے۔ اور وہ ہشتنگر میں موضع کلرڈیر میں آ کر مقیم ہو گیا اور اپنی پیری پیشوائی کے اشتہارات تحریری اکناف عالم میں شائع و مشتہر

کر دیئے چنانچہ اس کی تحریرات کابل کو بھی پہنچ گئیں اور بوجہ مرکز حکومت ہونے کے وہاں علماء بھی موجود تھے جن کو اس کے عقائد فاسدہ کا علم تھا۔ وہاں سے حکم کے مطابق محسن خان والی نے تاخت ان پر کر دی۔ اکثر مرید اس کے قتل ہوئے اور پیر مذکور گرفتار ہو گیا اور ایک طرف کے سر کے بال اس کے کاٹ ڈالے اور دوسری جانب بال باقی رکھے اور اس کو قیدی بنا کر زنجیر کابل میں لے گئے۔ وہاں یہ قیدی تھا مگر پورا ہشیار تھا۔ اس جگہ پہنچ کر تمام معتقدات باطلہ سے بالکل انکاری ہو گیا کہ یہ اس پر اتہام اور بہتان ہے اور پابندی شریعت کامل طور پر اختیار کر لی اور زہد و ریاضت اور تقویٰ طہارت عملاً اختیار کر لی، اب تو تمام امراء کابل کو اس پر شفقت اور مرحمت پیدا ہو گئی۔ وزرائے حکومت میں سے ایک کو اس نے ہدیۃً و رشوۃً ایک کنیز اور دو صد مثقال طلا دیا اور اس نے اس کو زندان شاہی سے خلاصی کرا دی۔ اب وہاں سے رہا ہوا جب پرگنہ ننگرہار اور موضع راجپور میں پہنچا تو ایک جماعۃ اوباشوں، ڈاکوؤں کی اپنے ساتھ کوچ کر کے توی کے پہاڑ میں چلا گیا اور توی کے افغانوں کو مرید بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ اب دوبارہ ہشتنگر میں آ پہنچا، مگر اب اس کی چوروں اور راہزنوں کی جمعیت نے راہزنی اور مسافروں کو قتل کرنا اور لوٹنا شروع کر دیا اور فتویٰ دے دیا کہ اس حکومت کے لوگوں کے خون و اموال مباح و حلال ہیں۔ اور اس طور سے بہت بے گناہ مسافر لوٹے اور قتل کیے گئے۔ کچھ مدت بعد اس نے تیراہ کے پہاڑی علاقہ میں اپنی توجہ کی، وہ بالکل بے علم اور سادہ افغان تھے، انہوں نے سارے کے سارے قوم تیراہ وال آفریدی اس کے مرید ہو گئے پہلے سے بھی ان لوگوں میں علم و علماء کی عدم موجودگی سے رسم و اسم اسلام کا ہی تھا وہ بھی اس بدبخت نے ان سے بآسانی چھڑا دیا۔

(میں عبدالجبار اس جگہ تفصیل نہ پا کر حیران ہوں کہ آیا تیراہ کے سنّی فرقہ میں پیر تھا ایک مقیم تھا یا شیعہ فریق میں مگر بے علم چونکہ دونوں تھے اور ملک ان کا تنگ و بے زراعت تھا والا اکثر لوٹ مار سب کا تھا۔ لہٰذا ایک پیر طریقت ہی جب حلال و جائز کنندہ لوٹ مار کا مل گیا اور پیر کو ایک زبردست جنگی قبیلہ اپنے عمل کے اجراء کے لیے مل گیا تو بادشاہان ہند کے لیے بھی اور قبائل مسلم افاغنہ کے لیے بھی پیر کا وجود ایک مستقل خطرہ بن گیا۔)

اب اس جماعت کے ہاتھ آ جانے سے اس نے اپنے آپ کو نہایت قوی کر لیا اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

سلطنت مغلیہ کے قافلوں اور شاہی فوجوں کا گزر درّہ خیبر کے راستے کابل کا آنا جانا بند و مسدود ہوگیا۔ تب اس وقت تمام قبائل آزاد و سرحد کو ایک اور ہی محسوس ہوگیا کہ پیر کے حملوں اور بدامنی کی وجہ سے لازماً ایک دن سلاطین دہلی افواج قاہرہ اپنی کو ان کے قلع قمع کرنے کے لیے ضرور ان پر بھیجیں گے اور جب سلطانی افواج نے ایک قبیلہ تیراہ والوں کو مغلوب اور ماتحت کر لیا تو سلاطین ہند کے لیے قبائل کے آزاد علاقوں کی پائمالی اور رعیت سازی آسان ہو کر صدہا سال کی آزادی ان قبائل کی غلامی سے بدل جاوے گی۔ لہٰذا اس بارے میں تمام گرد و جوار کے آزاد قبائل نے یہ علاج سلاطین کی فوج کشی سے بچنے کے لیے پسند اور تجویز کیا کہ ہرگاہ بما تحتی پیر تاریک اور تیراہ والوں سے طرح جنگ ڈال کر ان کو سخت سزا دے کر مغلوب کر کے پیر کے فتنہ کا سد باب کر دیویں، تاکہ سلاطین ہند اس کی اطلاع کو پا کر دیگر قبائل کے ساتھ تعرض کا خیال کبھی دل میں نہ لاویں بلکہ متشکر ہوں۔ اس مشورہ میں درّہ خیبر کے موالی کے قبائل سب شریک تھے اور سب آمادہ ہوگئے کہ پیر مذکور کو اور اس کے مددگاروں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاوے، یہ خبر جب پیر کو پہنچی تو اس نے ایک پیغام خیبریوں کو بھیجا کہ یہ وعدہ میں خدا تعالیٰ سے لے چکا ہوں کہ تم پر کوئی بادشاہ یا قبیلہ کبھی غالب نہ ہو سکے گا اور ہمیشہ ایسا رہے گا۔ البتہ تم سے ایک گناہ عظیم اور بدگمانی بحق پیر خود اور بدبختی بخاطر رضا جوئی سلاطین ہند ایسی سرزد ہوئی ہے اگر اس کی تلافی اور توبہ نہ کرو تو دائمی عذاب الٰہی میں مبتلا رہو گے اور وہ یہ ہے کہ تمہارے تمام خورد و بزرگ اپنے ہاتھ باندھ کر توبہ گار ہو کر میری قدم بوسی کے لیے حاضر ہو کر معافی مانگو اور تجدید توبہ کرلو۔ اس پیغام کو ان جہال بے علم اور سادہ لوگوں نے قبول کرلیا۔ تین سو بیس شخص ہاتھ باندھ کر اس کے پاس حاضر ہوئے، مگر پیر نے سب کو گرفتار کرا کر سب کو تہ تیغ اور قتل کرا دیا۔ اور اپنی فوج سے ان کے مساکن پر حملہ آور ہو کر لوٹ اور قتل عام کا نہایت مکروہ نظارہ دکھلایا جس قدر یہ تیراہ وال قبیلہ مل سکا قتل کرا دیا گیا اور جو بھاگ کر زن و بچہ نکل سکے، وہ ننگرہار کے علاقہ میں پناہ گزین ہوئے۔ (افسوس ہے اخوند صاحب نے قبیلہ مقتولہ کا نام نہیں لکھا۔ عبدالجبار شاہ) ہمارے یوسف زئیوں میں سے بعض لوگ اس معرکہ میں پیر تاریک کو دیکھنے گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے واپس آ کر ہم سے یہ بیان چشم دید واقعات کا کیا ہے کہ جب تیراہ والوں کو قتل کرا چکا اور اموال غنیمت تقسیم کر چکا تو ایک سفید گھوڑے پر سوار ہوگیا اور اپنے

مریدوں کے باقی سواروں کو بھی اپنے ساتھ لے کر بیشمار تیراہ وال مردوں کے اوپر اس نے اپنے گھوڑوں کو بار بار دوڑایا اور مُردوں کو گھوڑوں سے پائمال و بدحال کرایا۔ ان کے ہڈیاں تڑوائیں اور پاؤں میں اس طرح کچلوایا جیسے فصل سے غلّہ جدا کرنے کے لیے جانوروں کے پاؤں میں غلّہ جدا اور فصل کا بھوسہ بنوایا۔

اس موقع پر اخوند درویزہ صاحب پہنچ کر از خود رفتہ ہو کر غصے میں لکھتا ہے، مکار بے دین، ابتدائی حالات میں سبز گھاس اپنے عقیدہ تناسخیہ کی بنا پر نہ کھایا کرتا تھا کہ اس میں کوئی انسانی روح ہوگی اور جہاں چیونٹیاں ہوتیں وہ راستہ چھوڑ دیا کرتا تھا اور سخت پرہیز کرتا تھا کہ کوئی چیونٹی پاؤں تلے نہ آجاوے مگر جب اس کو انسانوں اور مسلمانوں پر قدرت ہوئی تو خود گھوڑے پر بیٹھ کر معہ دیگر سواران انسانی مُردوں کو بھوسہ بنوایا۔ اور زہے سفاہت ایسے افغانوں کی جو اس کو پیر اور پیشوا بلکہ پیغمبر تک یقین کرتے تھے تب وہ اس کے بعد کل تیراہ کی مملکت پر مالک اور قابض ہو کر متمکن ہوگیا۔ تو چند ہزار کی جمعیت اس نے ساتھ لی اور سلطنت کابل کے اور علاقہ ننگرہار میں موضع بڑہ کو تاخت و تاراج و قتل و غارت کردیا، اور چاہتا تھا کہ دیگر آبادیات مملکت مذکور کو بھی تباہ و برباد کرے مگر محسن خان غازی کو جلال آباد میں اطلاع پہنچ گئی اور اس نے یلغار کر کے اس کو آلیا۔ خود محسن خان کے لشکر کے مقدمۃ الجیش ساٹھ سوار جب پہنچے اور ان پر چھا گئی اور معمولی جھڑپ میں ہی ان سواروں سے پیر تاریک عنان تاب ہو کر پیچھے کو لوٹ پڑا اور لشکر اس کا بھاگ نکلا۔ لشکر محسن خان کا ان کے تعاقب میں تھا اور اس کا لشکر بھاگا جا رہا تھا مگر اس کی جمعیت مقتول ہوتی جا رہی تھی۔ البتہ پیر تاریک نے یہ ہوشیاری کی کہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور عوام پیدلوں میں شامل ہو کر اپنی امتیازی حیثیت کو گنوا دیا۔ اس طور سے لشکریان محسن خان سے بچتا ہوا پہاڑ کی چوٹی تک جا پہنچا تھا کہ جگر پیاس سے جل رہا تھا اس کے اور موضع کالا پانی میں پہنچ کر مر گیا۔ اور ہشت نگر میں لا کر دفن کیا گیا۔

اس کے پانچ بیٹے تھے، شیخ عمر، نورالدین، کمال الدین، جلال الدین۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے منصب و مسند پیری پر شیخ عمر متمکن ہوا۔ حسب دستور عوام اور قبائل کو دعوت دیتا اور بلاتا رہا۔ مگر والد کی مانند راہزنی اور قافلہ لوٹنے اور مسافر آزاری کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ مگر کچھ مدت بعد اس نے مخالفتوں کے خطرات کی وجہ سے فی الحقیقت مگر بظاہر از راہ تبرک و تیمن

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنے باپ کی ہڈیاں قبر سے نکلوا کر صندوق میں بند کر کے اپنے ساتھ رکھ لیں جن کو سفر و حضر میں اپنے ساتھ پھرایا کرتا تھا کہ ان کی برکت سے مصائب و تکالیف سے بچا رہے گا۔

اس پیر نے جب تیراہ میں فتح حاصل کر لی تھی تو تب سے اپنے آپ کو پٹھانوں کا بادشاہ یقین کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی دعوت پر یوسف زئیوں کے بعض نادان قبائل اس کے دنیوی مطیع بھی ہوئے اور بعض دینی پیرو بھی ہو گئے تھے اور اپنا مالیہ شرعی یعنی پیداوار زمین سے عشر بھی اس کو دینا منظور کیا تھا۔ مگر حمزہ خان[۱] اکوزئی نے اس کی اطاعت کو دینی اور دنیوی دونوں جہاں کی ذلت و خسران و نقصان کا موجب خیال کر کے اس کی اطاعت قبول نہ کی، مگر اس بے عقل نے اپنا لشکر بھیجا، جو حمزہ خان کا مال مویشی تاراج کر کے لے گئے تب اس وقت تمام قبیلہ یوسف زئی نے غصہ کھایا اور تنگداری اور غربت سے باہم متحد و متفق ہو کر تمام قبائل و شعوب یوسف زئیوں کے لشکر فراہم ہوئے اور نوبت جنگ کی آ گئی۔ سب سے پہلی جنگ سور کاوی[۲] میں ہوئی۔ اس لشکر کا سرکردہ اس طرف سے خود حمزہ خان اور اخوند درویزہ صاحب تھے (اس لیے کہ اب سابقہ حالات کے بعد کافی عرصہ تھا اور حضرت سید علی علیہ الرحمۃ رحلت فرما چکے تھے اور اس مہم کا قائد علماء میں سے یہی اخوند درویزہ تھے اور قبائل میں اہل سوات اکوزئی تھے جن کا قائد

---

[۱] حمزہ خان اکوزئی خاخیلان تھا۔ یہ سوات کا مورث اعلیٰ اور تمام یوسف زئیوں کا مسلمہ قائد تھا۔ اخوند درویزہ کا مرید تھا۔ مدفن اخوند صاحب کی قبر کے ساتھ ہے۔ خاخیلان دخیائین موضع تھانہ سوات اس کی اولاد ہیں۔ حمزہ خان نے ۹۹۳ھ میں ہوئی اور حضرت کی عمر بھی تخمیناً اسی قدر تھی، جب اس کے بعد پیر تاریک کو زیادہ غلبہ حاصل ہوا۔
اور وہ تیراہ کا بادشاہ بن گیا اور ہشت نگر کا قبیلہ مہمند زئی چونکہ ضلع مردان کے یوسف زئی علاقہ سے ملا ہوا ہے لہٰذا یوسف زئی قبائل میدانی بھی اس کے ماتحت ہو گئے تھے۔ مگر سوات اور بونیر کوہ بند کے یوسف زئی اخوند درویزہ کی قیادت کے ماتحت پیر کے مخالف رہے۔ حمزہ خان تمام قوم اکوزئی کا قائد تھا جو ہر دو کنارہ سوات و دیر کے اقوام ہیں، سب اکوزئی ہیں ان ہی قوموں کے لشکر نے شیخ عمر پسر پیر مذکور کے وقت اخوند صاحب کی ہمراہی میں ہو کر اس فتنہ کو کچل دیا تھا اس وقت حضرت غوث بونیر مدت پہلے سے وفات پا چکے تھے۔ اخوند صاحب نے تسلسل واقعات میں آخری واقعہ کو یکجا لکھ دیا ہے۔ اس لیے مجھ کو وضاحت کرنی پڑی ہے۔ یعنی میدانی یوسف زئی اس پیر کے فتنہ میں مبتلا ہوئے مگر سوات بونیر اس سے بچا رہا۔ بلکہ انہوں نے ہی اس کا استیصال کر دیا اور ہمیشہ کے لیے معدوم کر دیا۔ (عبدالجبار)

[۲] موضع سور کاوی وہ مقام ہے جس پر ۱۸۶۳ء، ۱۲۸۰ھ میں برطانیہ کی عظیم الشان جنگ سادات ستھانہ مجاہدین ہندی، تمام قبائل سرحد، اخوند صاحب سوات کے ساتھ ہوئی تھی۔ جس کی تفصیل کتاب میں آگے درج ہے۔ اور اس وقت ضلع مردان کی آخری شمالی جانب سرحد تو نیر سے اس جگہ ملتی ہے۔

ہ خان تھا۔ اور اہل بونیر کا یوسف زئی تو ان کی طرف سے تھے۔ مگر پیر کے فرزندوں کی ...داری میں مہمند زئی بھی تھے اور میدانی علاقہ سمہ کے جواب ضلع مردان یوسف زئی ہے نصفا ...تھے اور محل و موقعہ جنگ اوّل کا مقام سور کاوی سے پتہ چلتا ہے کہ پیر مذکور تمام سمہ کے ...میدانی پر چھایا ہوا تھا۔ اسی لیے اس کے لشکر عین سرحد بونیر حملہ میں جا کر مقابل ہوئے ...تھے۔

اس جنگ میں بھی شیخ عمر پسر پیر مذکور کے لشکر کو کسی قدر فتح تو ہوئی مگر وہ اس مقام پر جو ...وال قبائل کے مرکز کے نزدیک اور ان کے حملہ کی زد میں مقام تھا یہاں ٹھہر نہ سکا اور اپنا ...کر یہاں سے مشرق جانب قبیلہ اوتمان زئی کے ٹوپی مینی گاؤں میں چلا گیا کہ وہاں اس ...فدار قبیلے تھے۔ مینی کے گاؤں میں جو لڑائی ہوئی، جنگ میں یہاں بھی پیر کا لشکر غالب ...کا ڈیرہ ٹوپی کے گاؤں میں تھا اور اخوند صاحب معہ حمزہ خان و لشکر سوات و بونیر موضع ...نڈہ میں مقیم تھے۔

اخوند صاحب کے لشکر نے جھنڈہ میں پانی کے لیے کنواں کھود کر پانی نکالا ہے۔ وہ ...واں اس ہمارے (عبدالجبار کے) عہد تک اخوند صاحب درویزہ کے نام سے موسوم ہے۔ ...نڈہ اور ٹوپی کے درمیان قصبہ مینی واقع ہے۔ اس جنگ میں سوات و بونیر کے لشکروں کا ...کافی نہ تھا۔ اس وجہ سے اس جنگ میں بھی غلبہ پیر کو حاصل رہا۔ مگر قوم یوسف زئی اور ان ...اس کے استیصال کا تہیہ کر چکے تھے۔ اب انہوں نے اپنے قبائل کے لشکروں کو کامل طور ...ہم کرا لیا تو پیر کو خوف نے گھیرا۔

اخوند درویزہ صاحب لکھتے ہیں کہ وہ ٹوپی میں اب لشکروں کی طاقت سے خوفزدہ ہو کر ...سکا اور تین چار میل اور مشرق کو دریائے سندھ کے کنارہ پر موضع باڑہ میں جو قبیلہ تنولی کا ...ہے جا کر مقیم ہو گیا۔ (یہ جگہ دو سو سال سے اب تک قبیلہ اوتمان زئی کے مقبوضات میں ...ل ہے۔ بلکہ اوتمان زئی میں شامل ہیں۔ لیکن اس جنگ کے وقت جو غالباً ۱۰۰۰ ہجری کے ...سالوں کے اندر ہوئی باڑہ تک ملک قوم تنولی کا مقبوضہ تھا۔ عبدالجبار)۔ یوسف زئیوں کا ...کامل جمعیت کے ساتھ اس تیسری جنگ میں جمع ہو چکا تھا اور اپنے مستقر سے روانہ ہو کر ...میں پہنچا اور گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اور حمزہ خان و اخوند صاحب کو اس جگہ ایسی کامل فتح

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاصل ہوئی کہ اس فتنہ کا افغانی ممالک سے بالکل استیصال ہو کر سد باب ہو گیا۔ شیخ عمر اور خیر الدین پیر تاریک کے دونوں بڑے بیٹے قبیلہ ولازاک کے لشکریوں کے ہاتھوں اور شمشیروں سے مقتول ہو گئے۔ نور الدین ان سے بھاگ نکلا مگر مہمند زئی فرقہ کے نوجوانوں نے اسے قتل کر دیا۔ (یہ وہی مہمند زئی ساکنان ہشت نگر ہیں جہاں پیر نے مضافات پشاور میں پہلے پاؤں جمائے اور یہ قبیلہ مرید ہوا تھا۔)

جلال الدین کا چوتھا بیٹا زخمی ہو کر دریائے سندھ میں ڈال دیا گیا تھا۔ جس کو مردہ اور دریا بردہ سمجھ لیا گیا۔ مگر قبیلہ مندن میں سے امازئی فرقہ نے اس زخمی کو پکڑ لیا چونکہ بچہ تھا اس کی خورد سالی پر رحم کر کے قتل نہ کیا۔ (یہی جلال الدین آگے چل کر وہ جلالہ بنا ہے جس کے ذکر سے اکبر اعظم شہنشاہ ہند کی تاریخ بھری ہوئی اور جس نے شہنشاہ اکبر کے لشکروں اور فوجوں کو تکالیف دی (عبد الجبار)

جس قدر جمعیت اور لشکر پیر تاریک کا تھا سب کا سب تہ تیغ کر دیا گیا اور ان کی عورتوں اور لڑکیوں پر فریق غالب کا ہو گیا۔ پیر تاریک کی عورت منکوحہ کو سرداروں نے اپنے لشکر کے ایک باجہ نواز اور شہنائی بجانے والے مطرب کو نکاح کے لیے دے دیا اور ان کے تمام مال متاع قبائل نے بانٹ لیے۔ اس کے زن فرزند لشکریوں نے بھی قید کر لیے اور صندوق پیر تاریک کا لشکریوں نے پالیا، اس کو توڑ کر ہڈیوں کو جلا دیا۔ پھر دریائے سندھ میں ڈال دیا۔

اخوند صاحب لکھتے ہیں کہ مسمی میرو افغان جو قبیلہ ولازاک سے تھا اس نے مجھ سے بیان کیا۔ (اور خود بھی اخوند صاحب لشکر میں تھے مگر اس جگہ موجود نہ ہوں گے) کہ جب پیر تاریک کی ہڈیاں جلا کر دریا میں ڈالی گئیں تو اس کے سر اور کلہ کی ہڈی جلنے سے باقی تھی مگر میں نے ایک بھاری پتھر مار کر اس کو چکنا چور کر دیا۔ پیر مذکور کے بیٹے عین معرکے سے تو بھاگ نکلے تھے اور دریائے سندھ کو کسی طرح عبور کر کے پار تربیلہ کو شیخ عمر و نور الدین جا پہنچے تھے۔ مگر ان کو ولازاک قبیلہ نے ہزارہ و تربیلہ کے آگے قتل کر دیا ان کی قبریں ہزارہ میں ہیں، اور نور الدین یہاں سے بھاگ کر ہشت نگر میں اپنے قدیم مرید مہمند زئی قبائل میں جا پہنچا، مگر اس کو مہمند زئی لوگوں نے ان کی گمراہی کے یقین کی وجہ سے قتل کر دیا۔ اس لشکر نے پیر کے لشکریوں کے ساتھ کوئی صلہ رحمی اور مروت روا نہ رکھی باوجودیکہ وہ بھی اکثر یوسف زئی و مہمند تھے، مگر سب کو قتل کر

گیا جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ سے لڑنے میں اور مقابلہ کرنے میں تامل نہ کیا تھا۔

اس جگہ اخوند صاحب لکھتے ہیں کہ یہ کام یوسف زئی قبائل نے بھی اس وقت ایسا ہی کیا اور الحمد للہ کہ یہ فتنہ مکمل ختم ہوا اور میں نے بچشم خود دیکھ لیا کہ ان کی املاک و عورتوں کو لوگوں نے آپس میں مال غنیمت کے طور پر بانٹ لیا۔ زہے سعادت اس قبیلہ کی جو ایک غوث زمان کے انفاس قدسی کی برکات سے برکت یاب تھے جن کا یہ فعل ایک ہزار سال ماقبل صحابہ کرامؓ کے عمل سے تطبیق کھاتا ہے جو کچھ اس قوم نے کیا ہمارے حضرت کے ارشاد اور تشہیر کے مطابق اس بد کردار کے اعمال فتنہ و فساد آگے چل کر الم نشرح ہو گئے۔ تب تمام فرق اسلامیہ نے مشاہدہ کر لیا کہ یہ فتنہ دینی عظیم تھا اور اس قوم کا ہادی راست باز تھا اور اللہ تعالیٰ نے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا کا واقعہ بھی سب قبائل کو دکھلایا۔

(یہاں تک کہ اخوند درویزہ صاحب بعد میں پشاور جا مقیم ہوئے اور اس سلسلہ کی تمام روایات اور خطوط یا ایک کتاب خیر البیان نام پر تحریر کی جس میں پشتو، فارسی مشترک جملے تھے، کو دریا سے سب کچھ نابود کر دیا گیا، بلکہ ہم کو افسوس ہے کہ کوئی ایک نسخہ ان خرافات کا ملتا تو ہوتا۔ عبد الجبار)

(حضرت غوث بونیر کی تعلیم کا یہ اثر معمولی اثر نہ تھا، بلکہ قبیلہ یوسف زئی کے خمیر و عادت میں جہاد مذہبی و دینی اور جان و مال کا خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینا شیوہ اور عادت ہو گئی کیونکہ اس اندرونی فتنہ سے فراغت کے بعد جلد تر حسب ارشاد حضرت ممدوح اور ان کے نبیرہ سید عبد الوہاب و فرزند سید مصطفیٰ اور ماذونان طریقت اخوند درویزہ صاحب اور دیگر سالکین و دیگر ماذونان افسریان وغیرہ نے افواج قبائل یوسف زئی کے ساتھ کوہستانات کے کفار قدیم کو دائرہ اسلام میں لانے کے لیے جہاد شروع کر دیئے اور اسی عہد کے لوگوں کی کوششوں سے لاکھوں کفار قدیم اہالیان کوہستانات سندھ وہ جدید سوات دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ عبد الجبار)

اخوند صاحب نے بھی لکھا ہے اور میں ان کی تحریرات کے ٹکڑے جدا جدا تصنیف سے لے کر یک جا کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں کوئی بھی ان زمانوں میں تقویت اسلام کے لیے جہاد

toobaa-elibrary.blogspot.com

بالسیف کے لیے قبائل میں سے ایسا جان نثار قبیلہ نہیں نکلا جیسا یوسف زئیوں نے عملاً جہاد مفسدین فی الاسلام میں اور جہاد کفار کوہستان میں عمل کر کے دکھایا ہے، چنانچہ اس بے نظیر جان بازی کے معرکوں میں ان کے چیدہ چیدہ سرداران قوم شہید ہوئے ہیں، جن میں خواجہ اب موسیٰ جیسے بزرگ لوگ کام آئے، خود اخوند کا بیٹا بھی سوات کے جہاد میں شہید ہوا، ہند اور کابل کے سلاطین سے اس سلسلہ میں مفسدین کا علاج کچھ نہ بن سکا۔ اگر چہ بے شمار فوجیں ان کی دوڑتی رہیں، مگر وہ سلطنت کے لیے عمل تھا اور یوسف زئیوں کا عمل خالصتاً للہ اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو علیا بنانے کا تھا جس کی تائید اور نصرت اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔

درویزہ صاحب لکھتے ہیں ہمارے حضرت صاحب اس دنیا سے سفر فرما چکے تھے۔ جب یہ واقعات بہت بعد رونما ہوئے۔ اور اس کے بعد اس پیر کے سلسلہ کا کوئی خلیفہ دہلی آگرہ میں شہنشاہ اکبر کے حضور فریادی ہو کر جا پہنچا اور دادخواہ ہوا کہ اس سلسلہ کے خلفاء اور چند لوگ قبیلہ یوسف زئی کی قید میں ہیں ان کو رہائی دلوا دیجئے۔

پھر درویزہ صاحب لکھتے ہیں کہ اکبر بادشاہ بھی حقیقی اسلام کا چنداں پابند نہ تھا، بلکہ مجھ کو تو منحرف ہی معلوم ہوا کہ اس نے اس بارے میں نہ اسلام کا پاس کیا اور نہ عدل و انصاف کا پاس کیا کہ آخر ان گمراہوں کے ہاتھوں سے راستے بند تھے اور کس قدر بے گناہ بندگان خدا قتل و غارت و تباہ ہوئے تھے اور یوسف زئیوں نے صرف حمایت دین سید المرسلین ﷺ کی خاطر سربکف ہو کر اور خلق خدا کو اس ڈاکو گروہ کے چور سے نجات دلانے کی خاطر یہ جہاد کیا تھا اور اس سرکش جماعت کا اسیر کر لیا تھا۔ اب بادشاہ نے حکم ارسال کیا اور یوسف زئیوں نے مجبور ہو کر جلال الدین پسر پیر تاریک وغیرہ کو بادشاہ کے احکام لانے والوں کے سپرد کر دیا۔ جتنے رشتہ دار پیر کے تھے ان کو آزاد کر کے قاصدان شاہ کو دے دیا گیا اور بادشاہ نے ان کو بڑی عزت کے مدارج اپنی بارگاہ میں دے دیئے وسط ہند ضلع فرخ آباد میں پیر روشن کی اولاد اب تک بڑی بڑی جاگیروں اور املاک کے مالک موجود ہیں اور اب تک ان کو پیری تقدس اور حکمران خاندان کی اولاد کہا جاتا ہے۔ (عبدالجبار شاہ) مگر شاید بادشاہ نے گلستان سعدی میں وزدان عرب کا قصہ ذہن میں نہ رکھا تھا کہ گرگ زادہ آخر گرگ ہی ہوتا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جلال الدین بادشاہ ہند سے بھاگ آیا اور تیراہ کے علاقہ میں جو اس کے

آپ کے راسخ الاعتقاد و مرید تھے ان میں جا پہنچا اور اب اس کو خوب تجربہ کار سفاکوں قاتلوں ڈاکوؤں کی کافی جمعیت میسر آ گئی۔ اب اس نے بلا استثناء و بلا صرفہ و امتیاز ہندو مسلم و رعایا بادشاہ فوج بادشاہ و مردان قبائل دیگر پر راہ زنی، ڈاکہ زنی شب خون اور حملوں کا سلسلہ اس قدر گرم کر دیا کہ بادشاہ کی رعایا کی چیخیں ہفتم آسمان تک جا پہنچیں۔ راستے راہ پر بند ہو گئے۔ شاہی قافلے مارے اور لوٹے گئے اور نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ شہنشاہ اکبر کے لیے جلال الدین سے بڑھ کر سخت اور صعب دشمن کوئی دوسرا نہ تھا اور حد سے زیادہ سعی کے باوجود اس جماعت کو نابود نہ کر سکا، بلکہ اس کے بعد سلطان سلیم (جہانگیر) نے بھی سعی میں کمی نہیں کی۔ مگر اس کا راستہ فقراء و مساکین مسافرین و خواجہ سلطانی وغیرہ سب پر مسدود کر دیا۔ ایک یلغار جلال الدین نے اپنے مستقر سے اٹھ کر خطۂ شریفہ غزنی پر کر کے وہاں کے مومنین متقین کو قتل کر دیا اور تمام وطن کو لوٹ غارت کر کے واپس لا رہا تھا کہ اولیاء اللہ غزنی کے جن کی تعداد نو دو نہ ہزار ہے ان کی ارواح کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی امداد میں یہ سبب کیا کہ مرد مان ہزارہ جات کے ذریعے اس جمعیت پر وہ لوگ اطراف و جوانب سے حملہ آور ہو کر گھیر لیا اور تمام جمعیت کو تہ تیغ کر کے جلال الدین کا سر کاٹ کر شہنشاہ ہند کے پاس بھیج دیا۔ اور نصف بدن اس کا درمیان سے کاٹ دروازۂ کابل میں لٹکایا اور نصف بدن دروازۂ غزنی میں لٹکائے تھا۔ کمال الدین اس واقعہ سے پہلے گرفتار ہو کر جیل خانہ اکبر بادشاہ میں مر چکا تھا۔

اس کے بعد پیر تاریک کا ایک پوتا شیخ عمر کا ایک بیٹا احداد نام نے پھر مملکت تیراہ میں باپ دادا کے مریدوں میں ظہور کر کے اس نے خروج کیا اور ایک بڑی جمعیت ساتھ لے کر اپنے آبا کا پیشہ رہزنی جاری رکھا ہے۔

پھر درویزہ صاحب ان کے حالات کو آخر اولاد تک پہنچانے کے بعد لکھتے ہیں کہ پیر تاریک از راہ عقیدۂ حلول کبھی اپنے آپ کو خدا اور کبھی پیغمبر اور کبھی مہدی کہا کرتا تھا اور ہر مرید کی استعداد و مبلغ فہم کے مطابق بیعت کے وقت ان سے یہ عہد لے کر یہ راز کسی سے نہ کہے گا کلمات کفر اس کی اپنی زبان میں تعلیم دیا کرتا تھا۔ یہ بیان تو اس کا اعلانیہ بھی تھا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ خدا ہے کل مخلوقات صوری عین ذات خدا ہے اور اپنے آپ کو خدائی میں ممتاز زیادہ اس وجہ سے بتلاتا تھا کہ اس کو تصرفات باقیوں سے زیادہ حاصل ہیں یعنی کہ اس کے بدن میں حلول

toobaa-elibrary.blogspot.com

واتحاد خدائی کا بہت زیادہ حصہ ہے۔ مگر قدرت نے اس خدائی کے زیادہ حصہ دار کا عجز دنیا کو دکھلایا کہ محسن خان کی فوج سے بھاگ کر پہاڑ پر چڑھائی کی وجہ سے حرکت قلبی میں زیادہ گرمی وارحدت پیدا ہونے کی وجہ سے مرگیا۔ پہاڑ پر چڑھائی میں دوڑ کر جانے سے جو ذہنی اختلاج قلب ہوتا ہے۔ اس کا اسی میں ہارٹ فیل ہوا اور وہ ہلاک ہوگیا۔ ان کے بدبخت مریدوں سے یہ باتیں بھولی ہوئی ہیں۔ جب دلائل سے ہم ان کو مغلوب کر لیتے تو دوسرا پہلو لے لیتے کہ ہم ذات خدا اگر نہ ہوں تو صفات مجسمۂ خدا تو ضرور ہیں۔

اخوند صاحب کہتے ہیں کہ اتفاقاً ایک مرتبہ جہاں ان سرکشوں کی جمعیت (شروع میں) کثیر تھی میں اکیلا پھنس گیا۔ اوّلاً تو میرے قتل کا ارادہ کیا مگر پھر گفتگو پر اتر آئے اور کہا تم ہم کو کافر کیوں کہتے ہو۔ میں نے مومنانہ بے خوفی سے کہا فتویٰ عقائد پر ہے اگر تم اپنے آپ کو دیگر مخلوقات کبیرہ سے کسی خاص امتیاز کے ساتھ خصوصاً صفات الٰہی کہتے ہو حالانکہ تم مخلوق ہو تو اس کا کیا ثبوت ہے۔ وہ چلائے کہ ہم تو اپنے آپ کو ذات خداوندی کہتے ہیں تم صفات بتاتے ہو۔ میں نے دلیل دی تو بدبختوں نے آیت غلط طور پر پڑھی ان اللہ مع کُلّ شی مُحیط۔ اور عقلی دلیل یہ دی کہ اللہ تعالیٰ مانند دریا کے ہے جس کے اندر تمام مخلوقات کی ہستی محصور اور محیط ہے۔ میں نے غلط آیت کا مطالبہ قرآن مجید سے بتلانے کا کیا کہ ایسی آیت تمیں پاروں میں تو نہیں۔ تب انہوں نے جواباً کہا بے شک ایسا کہا ہے مگر ہمارے پیر نے کہا ہے کہ محمد ﷺ سے یہ جملہ فراموش ہوگیا ہے۔ میں نے سفر کے فلاسفی پڑھ کر سنایا کہ قرآن مجید محفوظ ہے اور تمہارے پیر پر کب جبرئیل علیہ السلام آیا کہ صاحب قرآن کی غلطی اس کو بتلا گیا۔ ان باتوں کو سن کر جو بحث طویل لکھی ہے وہ جاہل خلفاء بھی کچھ متحیر جیسے تو ہو گئے مگر جواب یہ دیا کہ تم تو یہ گفتگو شریعت کی کہہ رہے ہو مگر ہم شریعت تم کو حوالے کر چکے ہیں۔ میں نے کہا کہ کوئی طریقت شریعت سے باہر نہیں اگر باہر ہے تو بدعت اور کفر و گمراہی ہے۔ آخر ایک یوسف زئیوں کا معزز درمیان آگیا اور مجھے ان ملعونوں سے خلاصی دلا دی۔ پھر لکھتا ہے کہ میری عمر علی الدوام اسی عمل جہاد فی سبیل اللہ میں گزری اور کسی جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے بحث و دلائل میں اور جنگ جدال میں مجھے مغلوب نہ کیا۔

پیر تاریک کی مہر میں یہ نقش کندہ تھا:

سبحانک الملک الباری جدا کرد عالم نوری از ناری بایزید انصاری

اور دوسری مہر میں یہ عبارت کندہ تھی:

بایزید مسکین ہادی المضلین

عجیب قسم کا ہادی تھا کہ روزہ نماز اور حج کو مباح اور غیر ضروری قرار دیتا تھا۔ مگر دعویٰ ...ت کا تھا۔ قتل ونہب اموال و زنا وغیرہ مکروہات کا نہ فقط جائز کرنے والا بلکہ اس پر عامل ...ب و شنام طرازی انبیاء علیہم السلام پر بے باک کرتے تھے اور علم و شریعت سے علانیہ ...ت کا اعلان کرتے تھے۔

اخوند صاحب کو ان حالات کے باوجود ان کے مرید بننے اور ان کی طرف رجوعات ...م پر بہت غصہ آتا ہے اور بہت کچھ لکھ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں ایک دن ان کے مرید متہ خان ...لی ان کے عقائد باطلہ پر ذکر آیا جو اس کے خلیفہ میں سے تھا۔ اس کو کہا کہ تم لوگ پیر کے ...ے ساتھ لفظ پاک لگاتے ہو جو مخصوص لفظ ذات باری کے لیے ہے اور لفظ سبحان کا ترجمہ ...اور تم نور کہتے ہو جو خاص محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام اللہ تعالیٰ نے سراجاً منیرا رکھا ہے آیا یہ نادانی ...مغالطہ میں تم نے مان لیا ہے یا واقعی سبحانی کی صفت سے اور پیغمبری کی صفت سے اس کو ...صف جانتے ہو تو اس نے کہا ان دونوں امور کو ہم اس کی نسبت واقعی یقین کرتے ہیں۔ یہ سن ...اخوند صاحب برافروختہ ہو گئے اور موقعہ ایسا تھا جہاں ایک دوسرے پر حملہ نہ کر سکتے تھے۔ مگر ...دونوں نے قسمیں کھالیں کہ تنہا جگہ پیش آویں تو ایک دوسرے پر ضرور حملہ کریں گے۔ یہ اتفاق ...ایسی جگہ باہم ملاقاتی ہوئے کہ اخوند صاحب بغیر اسلحہ اور تنہا تھے اور متہ خان بااسلحہ و با ...سامان تھا مگر از رہ مردی کی وجہ سے اخوند صاحب مقابلہ پر آمادہ ہو گئے مگر متہ خان نے سلام ...سبقت کی اور ان کی تکریم کرتے ہوئے صلح کر لی۔ اس موقعہ پر اخوند صاحب لکھتے ہیں کہ ...یوسف زئی کے اندر ہمارے حضرت کے اثرات نے اس قدر اثر کر لیا تھا کہ یہ لوگ علم و ...علماء کا احترام سچے دل سے کرتے تھے۔ اور آخر انجام کار سے اسی قبیلہ نے اس فتنہ کا استیصال ...طور سے ایسا کیا جو سلاطین عظام سے ناممکن تھا جیسا کہ مذکور ہوا۔

پھر اخوند صاحب لکھتے ہیں کہ پیر تاریک بعثت اہل قبور کا اور یوم الحساب کا بھی منکر تھا ...اپنے مریدوں کو در پردہ یہ تعلیم دے کر سخت دلیر اور بے باک کر دیتا تھا کہ جتنے انبیاء گزرے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں۔ سب خود غرض اور اپنی اپنی حیثیت قائم کرنے کو یہ گورکھ دھندہ اور خطرہ قیامت اور دوزخ اور عذاب کا سنا کر مرعوب کرتے رہے۔ درحقیقت یہی جسم ہے جس قدر ناز و نعم اور خوشحالی میں اس کو رکھ سکو غنیمت ہے۔ مرنے کے بعد دوسرا جنم لے لیتا ہے۔ نہ حساب ہے نہ عذاب ہے نہ کسی آخرت کا عالم ہے یہی دنیا ہے۔ دنیا بھی ہے اور آخرت بھی ہے خواہ بری حالت اور تکلیف میں رکھو تمہیں مرنا ضرور ہے اور جون بدلنا ضرور ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ عیش و آرام سے گزارو۔

پھر اخوند صاحب نے لکھا ہے اس پیر نے ایک عورت کو جس کا نام قاسی تھا۔ اپنی خلیفہ بنا کر اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے مقرر کیا ہوا تھا جو نوجوانوں اور فاسقوں کو دام میں پھنسانے کا ایک دام تھا۔ ایک دن وہ مجھ سے راستے میں ملاقاتی ہوئی تو میں نے اس سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو تم لوگ واحد لاشریک مانتے ہو یا نہیں اور انبیاء علیہم السلام کو سچے مانتے ہو یا نہیں اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا سچا کلام مانتے ہو یا نہیں جواباً اس نے کہا سب کو حق مانتی ہوں۔ تب میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام اور قرآن مجید ان سب کی تو تعلیم یہ ہے کہ تمام مردگانِ قبر ایک دن قیامت کے اٹھیں گے۔ ان اللہ یبعث من فی القبور اور حساب ہوگا نیک جنت میں اور بد دوزخ میں جاویں گے مگر تمہارا پیر اس واقعہ سے انکاری ہے۔ اب بتاؤ تم اللہ تعالیٰ اور اس کی کتابوں اور نبیوں کا کہا مانتی ہو یا اپنے پیر کا۔ وہ اس گفتگو سے حیران رہ گئی نہ یہ جواب دیا کہ ہمارا تو پیر تو یہ سب مانتا ہے اس لیے کہ اس کی تعلیم یہی تھی اور نہ میری دلیل کا جواب و تردید کر سکتی تھی اور بالکل لاجواب اور حیران کھڑی رہی۔

اس فرقہ کے استیصال کے بعد مریدان و خلفاان کے سب قائل و تائب ہوئے کہ واقعی ان کے ایسے ہی اباحتی تعلیم اور دہریانہ عقائد تھے۔ پھر لکھتے ہیں میرے مریدوں میں سے ایک شخص اس پیر کی مجلس میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ ایک بڑی جمعیت عورتوں اور مردوں کی یکجا اس کے گرد جمع تھی۔ میرے مرید نے ان سے کہا میں نے سنا ہے کہ تم اپنے ہر ایک مرید کو درجہ میں منصور حلاج کے مرتبہ اور مقام پر کہتے ہو اور یہ دعویٰ بھی ہے کہ تم نے اپنے مریدوں میں وہ علم بخش دیا ہے جن کو کائنات کی ریت کے ذرات اور درختوں کے پتوں کا شمار بھی معلوم ہو گیا ہے جواباً اس نے کہا بے شک ایسا ہی ہے تب اس نے کہا بھلا اتنا تو بتا دو میرا ازار بند کس چیز کا

ہے۔ چونکہ وہ پشم کا تھا سب مرید بھی اور پیر بھی کچھ نہ بتا سکے۔

پیر درویزہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس پیر نے ایک کتاب تصنیف کی تھی جن میں بعض جملے الفاظ بے بلا ادراک معانی و ترتیب جمع کیے تھے اور بعض کلمات فارسی کے اور بعض افغانی یعنی اور بعض ہندی زبان کے مرکب مندرج تھے۔ مگر ہر فقرہ اور جملہ ناموزوں و ناموافق کہ اہل علم و بصیرت کے لیے موجب نفرت طبعی دیکھنے کے ساتھ ہی ہو جاتے نام اس کا خیر البیان رکھا تھا۔ مگر اس کے اندر کفریات و افترا و فسادات کے بغیر کچھ بھی نہ تھا۔ لہٰذا میں نے اس کا نام شر البیان مشتہر کر دیا۔ اگر خر بیان کہیں تو بھی نامناسب نہ ہوگا۔ دعویٰ اس نے یہ کیا کہ میرے دعاوی کے مطابق یہ کتاب مجھ پر من جانب اللہ نازل ہوئی ہے اور اس کے مریدوں اور متبعین کا عقیدہ بھی یہ تھا کہ وہ خدا تعالیٰ نے اس پر نازل کی ہے۔ تعجب تو یہ تھا کہ ...دائے اسلام یہ باتیں وہ بھی کہتا تھا اور جاہل بھی مان لیتے تھے۔ میں نے سنا کہ یہ ...ت و فضولیات سے معمور کتاب بھی خود اس نے ساری تصنیف نہیں کی بلکہ ملا ارزانی شاعر اس کی امداد کر کے کسی قدر ترتیب اس کو دے دی ہے کیونکہ ارزانی بھی ملاحدہ میں سے تھا ...ہ کتاب میں اس کا بھی ہے اور کچھ حصہ ملا ارزانی شاعر کا ہے۔ ملا ارزانی شاعر کا دیوان اب تک موجود ہے جس میں اس نے پیر روشن کی شاعرانہ ستائش بہت کی ہے۔ ایک نسخہ اس کے دیوان کا پشاور عجائب گھر میں بھی موجود ہے میں نے خود دیکھا ہے۔ (عبدالجبار)

افغانان قبیلہ خویشگی میں تین بھائی تھے۔ ملا ارزانی، ملا عمر، ملا علی۔ یہ لوگ ہندوستان کی ...ے واپس آ کر اس پیر کی تابعدار ہو گئے تھے۔ ان میں سے ارزانی تیز فہم شاعر تھا۔ اس ...ہ ہندعات کو وہ پشتو کے شعروں میں نظم کرتا تھا۔ اور فارسی عربی ہندی میں بھی شعر کہا کرتا اس کتاب میں بھی اس نے معاونت کی ہے اور ایک کتاب اس نے خود بھی لکھی ہے جس کا اس نے چہار زبان رکھا ہے گمراہی کی باتوں سے بھری ہوئی ہے مگر جب پیر تاریک نے ...قبضہ کر لیا اور راہزنی اور مسلم کشی اختیار کر لی تب ارزانی اس سے جدا ہو گیا اور پوری ...اس نے اختیار کر کے ہندوستان کو چلا گیا۔ مگر اس کے مذکورہ دو بھائی اسی پیر کے ساتھ ...میں مقیم رہے۔ الغرض اس کتاب میں اس نے بعض آیات بھی اور کچھ احادیث بھی اور اقوال آئمہ متقدمین بھی اس طور سے لایا ہے جو موضوعات و مفتریات کا مجموعہ ہے اور اس ...بہت اقوال وضع کر کے بزرگوں اور احادیث کی طرف منسوب کئے ہیں۔ ایک ادنیٰ

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمونہ اس کے علم کا اسی سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے رسائل میں اہل علم اور علم کی خدمت میں ایک جگہ لکھا ہے۔ قولہ تعالیٰ علم الیقین، لترونّ الجحیم۔ اور ترجمہ اس کا اس طور سے کیا ہے۔ جو کوئی علم سیکھے ضرور دوزخ میں جاوے گا۔ علی ہذا القیاس آیات اور احادیث کے معنی اپنی مرضی پر کر کے مریدوں کو سنایا کرتا تھا۔ حالانکہ معہ مریدوں کے ازروئے عقیدہ آیات و احادیث کو مانتا ہی نہ تھا۔ مگر ایک دام فریب تھا جس میں ناواقف شکار پھنستے تھے۔ چنانچہ جب پشاور میں آیا تو سبزی نہ کھاتا تھا، بدن کے کپڑوں سے جوئیں نہ مارتا تھا اور چیونٹیوں پر پیر رکھنے سے احتراز کرتا تھا اور اپنے مریدوں کو بھی ایسا ہی حکم دیتا تھا اور زوال کے وقت سے نماز نوافل شروع کرتا تو عصر تک پڑھتا رہتا تھا۔ ظہر باجماعت کے بعد عصر تک رکوع و سجود میں وقت گزارتا بعد عصر شام تک نوافل میں مشغول رہتا اور بعد مغرب عشاء تک رکوع و سجود میں وقت گزارتا تھا۔ مگر آخر اس کے اعمال کا بھرم کھل گیا جس کو بیگناہوں کی خون آشامی سے سیری نہیں ہوتی تھی اور بعد کو نماز کی نسبت اس کا معہ متبعین کے وطیرہ ہو گیا کہ بلا طہارت بلا وضو نمازیں پڑھنا اپنا شعار بنالیا۔

پھر اخوند صاحب نے لکھا ہے کہ میں خود ایک دن ہشت نگر میں اس کے پاس گیا، جا کر اس کا مہمان بنا اور چونکہ میری بچپن سے شب بیداری کی عادت ہے یہاں بھی حسب عادت میں جاگ کر نوافل میں مشغول تھا۔ مگر میری اور پیر مذکور کی خواب گاہ کا درمیان نہایت باریک پردہ تھا اور گویا ہم ایک دوسرے کے بہت نزدیک تھے میں جانچتا رہا کہ زوجہ کے ساتھ رات بھر ہم بستر اور صبح نماز کے وقت اٹھا نہ غسل کیا نہ طہارت کی۔ بلا وضو مسجد میں آ بیٹھا اور جب اس کے متبع جمع ہو چکے تو امامت کر کے ان کو نماز پڑھادی۔ مگر میں نے الگ ہو کر اکیلے نماز ادا کی۔ ہم تو تناسخی عقیدہ کے اصول و فروعات سے بے خبر تھے۔ مگر اس نے جس طور سے مریدوں کو سکھلایا ان سے ہم نے سنا کہ وہ ان کو یہ بتلایا کرتا تھا کہ مرنے کے بعد یہ جسم عنصری نابود ہو کر اپنا اپنا عنصر اپنے اپنے عناصر سے مل کر اس میں محو ہو جاتا ہے۔ اور اس جسم نے پھر ہرگز ہرگز پیدا ہونا نہیں۔ لیکن روح جو اس کے زعم میں جزو خداوندی ہے وہ اپنے لیے دوسری صورت اور جسم اسی دنیا میں ڈھونڈ لیتی اور اختیار کر لیتی ہے۔ خواہ جسم حیوان ناطق ہو یا حیوان مطلق ہو کر حیوان وجود میں داخل ہو کر اس کو زندہ بنا کر اس میں آباد ہو جاتی ہے۔ یہ حالات اخوند صاحب نے زیادہ تر تذکرۃ الابرار والاشرار میں اور اختصار بعض بعض ارشاد الطالبین اور فوائد شریعت

وغیرہ کتابوں میں لکھے ہیں مگر یکجا اور مسلسل نہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان کے مفہوم کو ادا کروں خواہ عبارت کے رو سے مزید وضاحت کے لیے الفاظ زائد آتے ہیں یا مشرح آتے ہیں۔ جدا جدا جگہ سے حالات کے ٹکڑے جمع کر کے اور اس کو ذرا زیادہ واضح الفاظ میں لکھا گیا ہے۔

بایزید انصاری یا پیر روشن کی نسبت اس زمانہ میں سب سے پہلے سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت نے اس کی تعلیمات و عقائد کے خلاف واقعہ جو کہ اس کے مشن کو حقیقی اسلامی توحید و تعلیم کے خلاف ظاہر و مشتہر کیا ہے جس کا حال اخوند درویزہ صاحب نے مندرجہ بالا تفصیلات سے لکھا ہے۔

بایزید انصاری نے جس وقت کامل اقتدار پرگنہ تیراہ پر حاصل کر لیا اور اس کی جھڑپیں مغل سلطنت کے خلاف میدان میں آ گئیں۔ یہاں تک کہ حکومت کابل نے بذریعہ محسن خان حاکم جلال آباد اس کے خلاف فوجیں روانہ کیں اور سلطنت اکبری نے دہلی کی طرف سے زین خان کوکہ کو ہزارہا جنگی نفری کے ساتھ تیراہ کی مہم پر جلال الدین روشن کے خلاف بھیجا۔ وہ ہندوستانی افواج لے کر تیراہ کو گیا پھر مملکت باجوڑ کو ماتحت کیا۔ اسی زمانہ میں سید علی ترمذی کے اولاد کے فرزند سید مصطفیٰ کو مغل دربار سے پرگنہ وادی کونڑ عطیہ دیا گیا اور پھر پرگنہ باجوڑ یہ فوج چکدرہ پہنچ کر راجہ بیربل کے ملنے سے زین خان کے اختیار سے بدعنان ہو کر راجہ کے خود سرانہ راستہ پر خود بلا انتظام بونیر میں براستہ کوتل کڑاکڑ بونیر کی طرف سے داخل ہو کر مغل درہ میں معہ راجہ بیربل کے ہلاک ہو گئی اور بقیہ زین خان نے بچائی تو مذکورہ حوادث کے ورود سے پیر روشن اور اس کی اولاد اور سلسلہ پیری مریدی کا معاملہ ایک عالم آشکارا معاملہ میں بدل گیا تھا۔ سید علی کی اولاد کے لیے ایک بڑی ریاست وادی کونڑ کے عطیہ کے علاوہ مرکز تختہ بند بونیر کے صاحب سجادہ و دستار کے لیے سالانہ پچیس ہزار روپیہ کا دوامی عطیہ مقرر کیا جانا جس کی سند کی نسبت دہلی سے میں لکھ چکا ہوں کہ میرے والد و عم بزرگوار نے جنگ ۱۸۶۳ء بمطابق ۱۲۸۰ھ مقام امبیلہ کے خاتمہ کے بعد تک تختہ بند میں مذکور تبرکات کو دیکھا بلکہ بدن پر لگایا تھا۔ جس کو بونیر کے بے علم سادات ہاتھ لگانا بے ادبی جانتے تھے اور بعد میں جب عم معظم شہزادہ مبارک شاہ کا تجبر ۱۸۷۰ء بمطابق شعبان ۱۲۸۹ھ میں اپنے تفنگچے کے چل جانے سے جوانی میں وفات پا جانا اور میرے والد کا ۱۸۷۹ء میں فوت ہو جانا ہوا تو سادات بونیر کے دلوں میں تبرکات مذکورہ کی بے ادبی کا اثر تو ہم میں پختہ ہو کر معہ سند نقد مذکورہ و سند کونڑ کی ریاست کونڑ عطیہ سلطنت ہند و تمام تبرکات کو دریائے سندھ میں دریا برد کر دیا گیا افسوس ہے کہ ان تبرکات میں بزرگوں کی تصانیف کا ہونا بھی متوقع امر ہے اور نہ معلوم اور کیا کیا تبرکات ہوں گے۔ جو نادانی بے علمی سے تلف ہوئے۔

تو مدعا یہ ہے کہ خود میرے دل میں بھی اور بعض دیگر ہر زمانہ کے محققین کے دل میں بھی یہ شبہ ضرور گزرا ہوگا کہ ہمارے سامنے پیر روشن کے خلاف یک طرفہ مثل پیش ہوتی ہے اور فریق مخالف کی طرف سے تحریری شہادت کوئی نہیں ملتی ہے کہ پیر روشن ایسا ہی باخدا ولی اللہ ہو جس کو مولویانہ مخالفتوں نے مانند حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

جہانگیر شہنشاہ ہند کی تحقیقات کے مطابق قابل سزا سمجھا ہوا اور وہ پاک ہوا اور مظلوم ہو۔ اس امر کی تفصیل وتشریح کے لیے میری طلب وتلاش مسلسل پچاس سال سے جاری رہی کہ بایزید انصاری کی کوئی اپنی تصنیف مجھے مل سکے اور اس کی نامی کتاب خیر البیان مل جائے تو میری حقیقی تسلی عدل وانصاف کی رو سے اس کے مطالعہ سے ہو سکے گی۔ مگر باوجود انتہائی تلاش کے اب تک وہ مجھے نہ ملی تھی۔ لیکن اس سال ۱۹۴۸ء میں جب کہ پاکستان اسلامی سلطنت کا قیام عمل میں آیا ہے۔ ہمارے صوبہ کے مرکزی پشاور کے عجائب گھر کا ذمہ دار ایک افسران تھک محقق اور متجسس ومحقق متدین کارکن صالح نوجوان عبدالشکور خان مقرر ہوا ہے جس نے صدیوں کی نادر الوجود پشتو فارسی قلمی کتابوں کا بڑا ذخیرہ عجائب گھر میں جمع کرلیا ہے اور میرا یقین ہے کہ اگر حکومت اسلامیہ سرحد نے اس کی امداد پوری طرح کی تو وہ اس ملک اور وطن کے بے بہا جواہرات علمی کو ہر جگہ سے پیدا کر لینے میں ضرور کامیاب ہو جائے گا۔ بیسیوں کتابیں مختلف علوم کی اور استاد اور رسائل اور دواوین پشتو اور فارسی کے وہ اب تک فراہم کر چکا ہے جو سب قلمی اور گمنام کتابیں ٹھہر چکی تھیں۔ میں نے اس کے مذکورہ شوق کو دیکھ کر چند کتابوں کی تلاش کی تاکید کی تھی کہ ان میں سے ایک ارزانی شاعر پشتو کی کوئی تصنیف ہو، جو اس نے قلمی ایک نسخہ پالیا ہے۔ دوئم خیر البیان تصنیف پیر روشن سوئم ملک شیخ علی یوسف زئی کی کتاب دفتر شیخ علی پشتو جس کی رو سے قوانین افغانیت عملاً تقسیم املاک کے بارے میں یوسف زئیوں میں جاری ہے جو ابھی تک اس کو دستیاب نہیں ہو سکیں، لیکن ایک کتاب خود تصنیف کردہ پیر روشن بزبان فارسی موسومہ (صراط التوحید مصنفۂ بایزید انصاری) جس میں اس نے اپنی سوانح عمری اور اپنی دعوت سلاطین وامراء وخوانین کو اپنا مرید بنانے کی تحریک میں لکھ کر شائع اور ممالک میں پہنچی تھی، لکھی ہے تصنیف شدہ وہ کہنہ قلمی نسخہ مجھے مہیا کر دیا ہے جس سے بڑا حصہ معلومات کا اس حد تک مل چکا ہے کہ اگر ایک طرف اخوند درویزہ صاحب کا ۹۸۷ھ کا بیان اس کے خلاف ہے تو دوسری جانب اس کا خودنوشتہ بیان اس زمانہ کا جب کہ وہ ابھی فرمانروا یا حاکم تیراہ کا نہ بنا تھا اس کے معتقدات پر گہرا اثر ڈالتا ہے جس کا خلاصہ اقتباس میں اس جگہ شامل کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ ان خودنوشتہ بیانات کے اکثر حصے سے اخوند صاحب کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔

اوّل یہ کہ اخوند صاحب اس کے والد عبداللہ قاضی کو صالح متقی لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے اس بیٹے کو پیری مریدی بے علمانہ عمل سے منع کیا تھا، بلکہ اس کے کافرانہ عقائد پر اور ہمہ اوست کے عقیدہ پر چھریوں سے زخمی کر کے مردہ وار ڈال دیا تھا۔ اس کی تصدیق پیر روشن خود اس قدر اندرونی غصہ کے رنگ میں کرتا ہے کہ باوجود قاضی عبداللہ کو باپ مانتے ہوئے۔ بیگانہ وار قاضی عبداللہ ہی اس کو لکھتا ہے اور اپنا شدید مخالف بتلاتا ہے۔

دوئم یہ کہ اس کو پیر کامل کی تلاش از حد زیادہ ہے مگر اس کتاب کی تحریر تک جب کہ اس کے خود پیری اختیار کرنے پر غالباً ۲۵/۲۷ سال گزر چکے ہیں، ویسا ہی آرزومند ہے کہ پیر کامل اس کو نہیں مل سکا۔ کاش مل جاتا باایں ہمہ خود اعلان پیری کا سلاطین کو امراء کو کرتا ہے کہ وہ اس کو پیر طریقت مان کر سعادت دارین حاصل کریں ورنہ بغیر پیر کامل کی اتباع کے ان کے تمام حسنات واعمال صالحہ ہرگز بارآور نہ ہوں گے۔

سوئم بغیر کامل کے ملنے کے ہی زاویہ نشینی اختیار کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ خضر علیہ السلام کے ساتھ خواب میں ملاقاتی ہونے سے اس کا کام چل پڑتا ہے چند خوابوں کو اپنی روحانی ترقی کی ٹھہراتا ہے اور راز توحید کو خود بخود پالینے کا

[illegible] رہا ہے۔

[illegible] زیارتقند وخراسان وغیرہ کا ذکر بھی کرتا ہے۔ مگر کوئی پیر کامل نہ مل سکنے کی آرزو دل میں رکھتا ہے۔

[illegible] اسم اعظم حاصل ہو جانے کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ لیکن دعویٰ کے علاوہ کوئی حوالہ اور اشارہ اس کی صحت پر نہیں دیتا۔

[illegible] تعالیٰ کی توحید میں ہی یہ کتاب لکھی ہے۔ مگر مخلوق یا مریدین کو سمجھانے کے لیے کوئی تشریح وتفصیل مانند اہل علم [illegible] اہل علم عرفان کے اس پر دلیل نہیں بتلاتا، بلکہ نام کتاب کا صراط التوحید لکھ کر ہی توحید رب باری پر دلیل علمی وعقلی [illegible] کتاب میں نہیں لکھتا۔ البتہ بطور اشارات اس قدر پتہ لگتا ہے کہ وہ تمام کائنات کی ظاہرہ ومخفیہ قویٰ ومظاہر سب کو [illegible] رب باری مانتا ہے، لیکن باایں ہمہ الفاظ صریحہ میں اس کا اظہار واقرار کرنے سے گریز وسکوت کرتا ہے۔

[illegible] اپنی منزل سلوک میں صرف ایک دو بار القا یا ہاتف غیب کی آواز کا حوالہ بھی بر اپنے دینی ودنیوی روزگار کے متعلق [illegible] مسائل دینی وعلمی وحقائق ومعارف قرآنی کا شائبہ تک بیان کرنے سے عاجز ہے۔ اپنی نسبت صرف پیر [illegible] کامل ہونے کا عاشق وشیدا ہے جیسا کہ اخوند صاحب علیہ الرحمہ نے لکھا کہ اس کی انگوٹھی میں منقوش تھا۔ ہادی [illegible] بایزید مسکین۔ اور احادیث نبوی موضوعات یا مقولات کو حدیث کے رنگ میں بیان کرتا ہے۔ میں نے اپنا خیال [illegible] ہے۔ اخوند درویزہ صاحب کا بیان بھی موجود ہے اور پیر بایزید کا خودنوشتہ بیان رسالہ مذکورہ سے درج ذیل ہے۔ [illegible] خود اس پر محاکمہ کر سکتے ہیں۔ مگر سید علی ترمذی علیہ الرحمہ کا عمل کہ قرآن واسلام کی تعلیم کا عطر ظاہرہ شریعت پر [illegible] الٰہیات میں پڑنے سے اجتناب کی شدید تاکید کی اس وادی میں بے علم وبے ہدایت صوفی شیطان کا تختۂ مشق [illegible] ہے اور شیاطین ایسے لوگوں کو تمام قسم اقسام الہام خوابوں، ہاتفی آوازوں، عجائب نظاروں کے دکھلانے سے تمام [illegible] الٰہی طریقوں کو نقلی اور طبع سازی سے اصلی کر دکھایا کرتے ہیں: اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِہِمْ [illegible] لِیُجَادِلُوْکُمْ۔ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْہُمْ اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ۔ دوسری جگہ ارشاد قرآن ہے کہ شیاطین، [illegible] بَعْضُہُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔

الغرض تحریرات ہر دو کی سامنے ہیں البتہ اس کی وہ کتابیں جن میں عقیدہ تناسخ کا بیان یا کفریات وغیرہ کا علانیہ [illegible] میری نظر سے نہیں گزرا، لیکن ایسے عقائد کو مسلمان اپنے آپ کو بتلا کر لکھ سکتا ہی نہ تھا، بلکہ وہ تو مریدوں کو آزادی [illegible] خوف عاقبت سے بے خوف کرنے کے لیے کان میں راز خداوندی بتلانے کے رنگ میں بتلائی جاتی ہیں، جبکہ ہر [illegible] خدا ہے تو خود خدا اپنی جزو کے لیے جیسے دنیا میں لکھو کھا انعامات میوہ جات اور لذات دیتا ہے مرنے کے بعد اپنے [illegible] آگ میں جلاتا اور کسی ایک مسلک پر نہ چلنے سے ابدی عذاب میں ڈال سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس سے آگے میں اقتباس بایزید کی کتاب سے لکھتا ہوں:

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسالہ صراط التوحید مصنفہٗ بایزید انصاری

معروف بہ پیر روشن و پیر تاریک پر تبصرہ

اس رسالہ کی تصنیف کو خود بایزید معروف بہ پیر روشن نے سن ۹۷۸ھ میں لکھا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھتا ہے کہ جو کوئی اس کو پڑھ کر بہرہ مند ہوگا وہ اس پر عمل کرنے سے رازِ توحید سے بہرہ مند و مسعود ہوگا۔

اور اس رسالہ کے آخر میں پیر مذکور نے متعدد قسم کی روشنیوں کا ذکر کیا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اس کا نام پیر روشن خود اس نے موسوم و مشہور کرایا۔ کتاب فارسی میں لکھی ہے، جابجا عبارت عربی اور آیات قرآنی اور احادیث و اقوال بزرگان نقل کیے ہیں۔ وہ لکھتا ہے اگر چاہوں تو میں بتلاؤں کہ بندے کن کن تاریکیوں سے اس کے مطالعہ سے نکلیں گے:

۱۔ تاریکی کفر سے ایمان کی روشنی میں نکلیں گے۔

۲۔ شرک و نفاق کی تاریکی سے توحید و اخلاص کی روشنی میں نکلیں گے۔

۳۔ بدعت و معصیت کی تاریکی سے سنت و اطاعت کی روشنی سے خلاصی پاویں گے لکھتا ہے کہ جب تک کفار کفر کی تاریکی سے ایمان کی روشنی میں نہ آویں۔ اور مشرک شرک کے اندھیرے سے توحید کی روشنی میں نہ آئیں۔ اور

۴۔ متنازعین اہل اسلام اندرونی اختلافات کی تاریکی سے نکل کر حقیقی اسلامی وحدت کی روشنی میں نہ آویں۔ اور

۵۔ بدخوئی تنگ دلی کے عذاب سے نیک خوئی کی روشنی میں نہ آئیں گے تب تک نجات کے مستحق کماحقہ نہیں ہوسکتے۔

یہ حصہ ۵ تاریکیوں اور ۵ روشنیوں کا مذکورہ کے آخر حصہ میں خاتمہ کے قریب درج ہے۔

مصنف نے قرآنی آیات کو اپنے مقاصد کے مطابق کتاب خوبی سے مواقع پر چسپاں کیا ہے۔

ہمارے رسالے میں رازِ توحید کی تشریح کسی جگہ نہیں ملتی

...لیکن علم حدیث اس زمانہ میں کم یاب تھا اس لیے اکثر مقولوں کو احادیث سمجھ کر لکھا ہے۔ اپنا نام بایزید مسکین لکھتا ہے۔ ابتدائے کتاب میں اپنی سوانح عمری مختصر لکھ کر آگے مباحث علمی کے ... اپنے مشن کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب ۹۷۸ھ میں اس نے تصنیف کی ہے مگر وفات اس کی ۹۹۱ھ میں ہوئی یا اس کے قریب قریب جب کہ یہ شخص ایک فرمانروا کے بمنزلہ بن چکا تھا۔ ... حالات اس نے ذیل کی عبارت فارسی میں لکھے ہیں۔ (سید عبدالجبار شاہ)

میں نے عوام سے خورد سالی میں سنا تھا کہ جب تک مسلمان کسی پیر کامل کے ہاتھ پر ... کر کے گناہوں سے کفارہ ہو کر زہد و تقویٰ مسنونہ بجا نہ لاوے تب تک اس کے اعمال صالحہ مشکور نہیں ہوتے۔ پھر خود میں نے علماء زمانہ سے اس بارہ میں سوال کیا تو انہوں نے بھی ... فتوئی سنایا۔ لہٰذا میں کسی پیر کامل کی تلاش میں سرگرداں و مصروف ہوگیا۔ ناقصوں سے ... اطمینان نہ ہوتا تھا اور کامل پیر ملتا نہ تھا۔ اس وقت میری عمر حد بلوغت کو پہنچ چکی تھی۔ میں ... ایک پیر کی صفات سنیں جو ہمارے قبیلہ انصاری میں سے تھا۔ اور وہ عبداللہ قاضی کا برادر ... تھا (عبداللہ قاضی مصنف کا باپ ہے) اس وقت میں اپنے آپ کو بدترین گناہ گار خیال ... تھا۔ ایک دن میں نے عبداللہ سے کہا (باپ سے) کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں توبہ کر کے ... طریقت اختیار کروں، اور خواجہ اسماعیل کی طرف میرا عقیدہ متوجہ ہوگیا اس بیعت کرنا چاہتا ... عبداللہ نے (باپ) نے اپنی داڑھی ہاتھ میں پکڑ جواب دیا کہ میری یہ داڑھی تیری اس ... ہاتھ پر توبہ کر کے اس کا مرید ہونے سے مونڈی جاتی ہے اور میرا نام ذلیل ہوتا ہے، اگر تو ... مرید ہوگیا۔

پھر اس نے (عبداللہ) کہا کہ میرے باپ محمد کے ۱۲ بیٹے تھے ان میں سب سے علم و ... میں ہی برتر تھا۔ اب اگر تو اسماعیل (میرے برادر زادہ) کے ہاتھ پر توبہ کر کے اس کا ... ہوگیا تو دنیا خبردار ہو کر کہے گی کہ عبداللہ کا بیٹا خداداد کے بیٹے کے ہاتھ پر بیعت کر کے ... مرید ہوگیا ہے، ایسا ہرگز نہ کرنا۔ ورنہ تجھے میرے گھر سے نکل جانا پڑے گا۔ میں نے ... کہا کہ خورد سالی میں تو نے مجھ کو طالب علم بن کر مسافرت اختیار کرنے سے بھی روک رکھا، ... جانے کے ارادہ سے بھی خود جا کر مجھ کو واپس کرلایا۔ اب جو میں توبہ کر کے طریقت اختیار کرنا چاہتا ہوں، اس سے تو روکتا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر تجھ کو ایسا ہی شوق ہے تو حضرت شیخ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بہاء الدین ذکریا ملتانی کے سلسلہ کی بیعت میں داخل ہونے کے واسطے ملتان چلا جا کہ وہ قدیم و مستند پیر خانہ ہے، زادہ راہ کی امداد بھی میں تم کو دوں گا اور شکرانہ پیر کے لیے رقم بھی میں دوں گا۔ اور اس طرف جانے والے ارادت مندوں کے قافلہ کے ساتھ کر کے تجھ کو وہاں پہنچوا بھی دوں گا۔

میں نے جواباً کہا کہ وہاں جانے والوں کو صرف خرقہ و زنبیل اور شجرہ نسب پیران طریقت مل جاتا ہے جس سے میری سیری ہرگز نہیں ہوتی۔ مجھ کو تو استاد طریقت سے باقاعدہ تعلیم کی ضرورت ہے۔ تم مجھے اسی شخص سے بیعت کرنے دو۔ ہر چند میں نے بہت کوشش کی لیکن ہرگز اس نے اجازت نہ دی۔ پھر میں نے خود خواجہ اسماعیل کے پاس جا کر کہ بغیر بیعت کے تم مجھ کو طریقہ زہد و ریاضت کا ایسا بتلا دو جس پر میں کاربند ہو کر مراد کو پہنچ سکوں۔ اس نے بغیر از بیعت کوئی تجویز بتلانے سے انکار کر دیا۔ صرف یہ کہا کہ تم پاس انفاس کا شغل رکھا کرو۔ یہ بھی اسے پہلے سے معلوم تھا کہ میرا خود یہ شغل پاس انفاس کا پہلے سے عملاً جاری تھا۔ پھر میں نے اس بارہ میں قرآن مجید کی طرف رجوع کیا کہ قرآنی حکموں پر عمل کروں اور خواجہ اسماعیل اپنے مریدوں کو کم خوری، کم خوابی اور کم گوئی کی تلقین کیا کرتا تھا۔ میں نے بھی یہی وطیرہ از خود اختیار کر لیا۔ عبداللہ (باپ) اس پر بہت خفا ہو گیا کہ تو نے کم خوری کم خوابی کم گوئی کیوں اختیار کر لی ہے۔ میں نے کہا حج کو جانے سے بھی تو نے مجھے روکا اور طلب دین کے کام میں بھی مانع ہوا۔ اب ریاضت سے روکتا ہے۔ میں اب اور نہیں سنوں گا اور میں نے قرآنی حکم وَاِنْ جَاھَدٰكَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔ پر عمل کرنا پسند کر لیا۔ اور باپ مجھ سے سخت رنجیدہ ہو گیا۔ (اخوند صاحب نے اس موقع کی نسبت یا عقائد باطلہ کے اظہار پر چھریوں سے زخمی کرنے کا لکھا ہے)۔ تب میں انہی ایام میں ایک مبشر خواب دیکھا (جو بوجہ طوالت نقل نہ ہو سکا) اور اس خواب کے عالم میں خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اپنا دین و ایمان ان سے متحد کر لینے کا عہد کر لوں۔ چنانچہ میں نے اس کے ساتھ ایسا ہی عہد خواب میں کر لیا۔ ہر چند میں نے اپنے آپ کو نااہل کہا مگر اس نے عہد مجھ سے لے ہی لیا۔ پھر میں اسی خواب میں ان کو اپنے گھر لے گیا۔ اس رویا کے دیکھنے سے میرا دل خوش اور قوی ہو گیا اور میرا شوق محبت خدا میں بڑھ گیا۔ اس کے بعد میں بلد

...مات کی سیر کی۔ اور قبرستانوں میں جا جا کر عبادت اختیار کی۔ بچپن سے اسم الیقین تک اور ...وانی میں علم الیقین سے عین الیقین تک میں پہنچ گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ جملہ ذرات عالم ... تعالیٰ کی ہستی سے جدا شے نہیں۔ (ناظرین اس فقرہ پر بہت غور کر لیں۔ عبدالجبار) اور اسی ...ال کے مدنظر میں فقیروں اور عالموں کی صحبت کو بہت پسند کرتا تھا۔ چند سال اسی حالت پر ...رے۔ پیر کامل کی تلاش کی طلب مجھ کو ہمیشہ رہی۔ مگر کوئی نہ مل سکا۔ اس کے بعد، حق تعالیٰ نے خود مجھ پر تجلی کی۔ (کیفیت تجلی کی مجمل بھی نہ بتلائی) اور مجھ کو شرح صدر عطا کیا۔ میرا دل کھل دیا۔ اور انانیت کا پردہ اٹھا دیا۔ اور عین الیقین تک مجھے دکھا دیا۔ قہر و رحم کو اس کے ساتھ ... جا دیکھا۔ آنکھوں سے اور دل سے بے مثل دیکھتا تھا۔ کوئی شے اس کی ہستی سے جدا نہ پاتا تھا۔ اور ہر شے سے بجز حق کی تسبیح کے کچھ اور نہ سنتا تھا۔ اور میں نے جان لیا کہ مقام قرب تک ...گیا ہوں۔ اس وقت بھی مجھ کو پیر کامل کی طلب و تلاش بدستور رہی، مگر نہ پایا۔ لیکن عارفوں ... عالموں کی صحبت دل کو پسند تھی۔ تب علم سلوک کے مطالعہ اپنے آپ میں مشغول رکھا۔ مگر ...اللہ (باپ) مجھے علم فقہ پڑھنے پر مجبور کرتا تھا، تاکہ مجھے قاضی بنوا دے۔ اور مجھ کو علم فقہ سے ... اس وجہ سے تھی کہ اس میں مقدمات کے فیصلے کرنے اور ریاکاریوں رشوت ستانیوں کے ...ات ساتھ لگے ہوئے تھے۔ قاضی بننے کی بجائے فقیری میں زیادہ امن تھا۔ چند سال اس ... گزر گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی ایک سبب کی وجہ سے مجھ کو اسم اعظم تک پہنچا دیا۔ ...ہ سبب بیان کروں تو بات لمبی ہو جائے گی۔ (اس جگہ اخفائے اصلیت کسی خاص قسم استاد ...ل جانے کے راز سے خالی نہیں جس کا اظہار موجب بدعقیدگی سامعین کا ہو جانا ممکن و محتمل ...عبدالجبار شاہ) پھر مجھ کو کہا گیا کہ اسم اعظم پڑھا کرو۔ تو مقصود اصلی حاصل ہو جائے گا۔ مگر ... پڑھتا نہ تھا۔ اس لیے کہ اس کے پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اس کے بعد مجھ کو ہر چیز سے ...نائی دینے لگی اور آواز میں وہی اسم اعظم کی آواز ہوا کرتی تھی۔ پھر اس کے بعد ایک ... سبب حق تعالیٰ نے مجھ پر ذکر و حلاوت پہنچا دی۔ اس ذکر میں میری ہستی پگھل رہی ... اور ہر وجود کی ہستی کو خدا تعالیٰ کی ہستی کے ساتھ یک وجود کر کے دکھلا رہی تھی اور اس ... میں اس کی ہستی کو میں اس کے ساتھ یک وجود دیکھ رہا تھا۔ اور آواز اس کا اس سے سنتا ... اور علامت، بی یسمع و بی یبصر و بی یاخذ۔ و بی یاکل و یشرب و یمشی کو اپنے آپ میں میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے دیکھا۔ ہر وجود کو معہ اپنے وجود کے اس (اللہ) کے ساتھ متحد یک وجود دیکھ رہا تھا اور ایسا ہی سمجھ بھی رہا تھا۔ اپنی ہستی کو فانی کر کے اس کی ہستی کو باقی پاتا تھا۔ (اس جگہ اسناد آیۃ ذیل لکھی ہے) یاایھا الذین امنوا اتقوالله وابتغوا الیه الووسیلة وجاھدوا فی سبیله الخ۔ مگر باوجود ان حالات کے ورود کے مجھ کو اب بھی پیر کامل کے ملنے کی تلاش بدستور رہی۔ الغرض آیات واحادیث واقوال مشائخ و بزرگان کے شغل میں مشغول رہتا تھا۔ اور اپنا یہ سب احوال لوگوں سے چھپایا کرتا تھا۔ اس کے بعد پھر میں نے خضر علیہ السلام کو دوبارہ خواب میں دیکھا۔ اس وجہ سے پھر مجھ پر اثر ہوا کہ شریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت و قربت ووصلت کے مدارج سے خبردار ہو گیا۔ جہالت کی حالت میں بھی مجھ پر اشارات ہوئے تھے کہ اگر اسم اعظم آغاز کروں تو منزل مقصود تک پہنچنا آسان ہوگا۔ مگر میں وہ عمل کر نہ سکا تھا۔ اس کے بعد ایک اور شخص نے میری نسبت خواب دیکھی! جو بوجہ طوالت ترک کی گئی۔ اس نے سنایا کہ تجھ کو اس سال منفعت پہنچے گی۔ پھر اس کے بعد میں نے خود بھی ایک خواب دیکھی کہ ایک شخص رع ج نے مجھ کو ایک کتاب دے کر کہا یہ تیرے بزرگوں کی میراث ہے۔ اللہ نے اسے تجھ کو پہنچا دیا ہے۔ میں نے ہاتھ میں لی تو وہ بہت بھاری تھی جس کے آخر میں سرخی سے کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔ جس کے حروف سونے سے موٹے لکھے ہوئے تھے اسے میں نے بند کر کے رکھ لیا۔ اس کے بعد دیکھا کہ میری بغل میں قرآن ہے۔ تب اسے میں نے رکھ دیا۔ پھر اسی خواب میں ایک صحرا میں میں نے ایک آبادی دیکھی جس میں ایک قافلہ آ کر داخل ہوتا تھا دوسرا قافلہ وہاں سے رخصت ہوتا تھا پھر ایک کوا کتاب اڑا کر لے گیا۔ اور میں اس کی تلاش میں نیند سے جاگ گیا اور میں ڈرا کہ کہیں یہ علم واپس نہ چھین لیا جاوے۔ اس پر بہت دل تنگ تھا کہ کسی مصیبت میں نہ پڑ جاؤں۔ اسی غمگین حالت میں میں تھا کہ آواز سنائی دی۔ دیکھا تم نے خواب میں وہ کیا کچھ تھا پھر کہا گیا وہ قرآن پر حملہ کرنے والا کون ہے۔ میں نے جواباً انکار کیا۔ بسم اللہ وکلمہ توحید کا نام ہے خدا تعالیٰ کا جو قرآن کی مانند ہے۔ وہ دل ہے وہ صحرا زمین ہے اور قافلے دو جانے والے۔ وہ ایک دنیا میں پیدا ہونے والوں کا قافلہ ہے دوسرا دنیا سے جانے والوں کا۔ زاغ شیطان ہے۔ دل کی حفاظت سے بے فکر نہ ہونا۔ اس نصیحت کے سننے سے میری پریشانی کم ہوئی گئی اور دل میں فرحت آ گئی پھر محبت وشوق نے مجھ پر غلبہ کیا اور میں

[illegible] کر سکا۔ میں نے دوبارہ اس زور سے نعرہ لگایا جس سے بعض نزدیکی سوئے ہوئے جاگ [illegible] اس رویا کے بعد صبح اٹھ کر میں نے وضو وغسل کر کے صبح کی نماز پڑھی اور ظہر کے وقت [illegible] اس خواب کے فکر میں مستغرق رہا۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تجلی کی جو توحید کی [illegible] اور مخفی اذکار سے مجھ کو خبردار کر دیا۔ جو میرے دل میں پوشیدہ تھے، وہ خدا پاک نے مجھ [illegible] دیئے، مگر میں اپنے آپ کو اس نعمت کا اہل ہرگز یقین نہ کرتا تھا۔ اس وجہ سے ان کو [illegible] پاس نہ کرتا تھا۔ اسی وجہ سے کہ نہ میں زاہد و پرہیز گار ہوں نہ عابد فرمانبردار ہوں۔ نہ [illegible] دار ہوں، نہ غنی، نہ خواجہ، نہ مالک ملک بلکہ ایک بد بخت بندہ ہوں اور بد خو گناہگار [illegible] کاش یہ نعمت کسی عابد زاہد عالی غنی حسین وخوش حال کو ملتی۔ واللہ! یہ بات سچ ہے اخلاص [illegible] ہوں۔ سننے والو اعتبار کر لو۔ پھر خیال آیا کہ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے کی [illegible] ہر کسی سے زیادہ واقف وخبردار ہے وہ دانا بینا ہے۔ یہ نعمت اس نے میرے لیے پسند کی [illegible] پھر شکر وحمد ادا کی کہ یہ نعمت باطنی مجھ کو نصیب ہو گئی جس کا نام توحید ہے جسے میں جانتا ہی [illegible] اس پر مجھے آگاہ کیا گیا۔ پھر اس کے بعد متعدد خوابیں دیکھیں۔ جس کا بیان اکثر کسی سے [illegible] پھر تیسری بار اللہ کی طرف سے تجلی ہوئی یہ تجلی بھی توحید کی تھی (اس تجلی وحصول توحید و [illegible] کے حصول کے معمہ کو معمہ ہی رکھا کچھ نہ بتایا۔) اور ایک اور ہی نعمت سے باخبر کیا۔ پھر [illegible] خواب میں پاک شراب (شراب طہور) کا پیالہ مجھے دیا گیا کہ یہ رع ج خدا تعالیٰ کی [illegible] سے آیا ہے۔ میں نے اس وقت پاس بیٹھے ہوئے ایک دوسرے بزرگ کو اپنے سے بہتر [illegible] پیش کر دیا تا کہ وہ پی لیوے۔ اس نے مجھے پر واپس کر دیا۔ میں نے اسے کہا شاید یہ [illegible] کا حصہ ہو مجھے غلطی سے دے دیا گیا ہو۔ اس نے کہا خدا کی طرف سے لانے والے غلطی [illegible] کر سکتے، بلکہ یہ حق تمہارا ہی ہے۔ تب میں نے اسے پی لیا۔ تو اس سے دل کو راحت ملی۔ [illegible] اس تفکر میں ہو گیا۔ میں نے مذکورہ خوابوں کے بعد مزید واقعات کی امید رکھی۔ لیکن چند [illegible] بعد تک کچھ ظہور نہ ہوا۔ اس لیے میں نے پسند کیا کہ میں اب خود خلوت گزینی اختیار [illegible] اور پرہیز گاری کم خوابی کم خوری اختیار کروں۔ تب شہر سے باہر میں نے ایک خلوت [illegible] کیا۔ پنجشنبہ کے دن جمعہ کی رات اس جگہ جا کر اسی اسم اعظم کا ورد شروع کیا اور پڑھتا [illegible] بعض دوستوں نے وہاں سے اٹھ آنے پر مجبور کیا۔ تب اپنے گھر پر چلہ داری کا کام شروع

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر دیا۔

اس کے دو دن بعد مجھ پر اللہ نے تجلی فرمائی جو اسرار کی تھی۔ اور ہر قسم کے شرک سے اس نے مجھے پاک کر دیا۔ اور مخلوق کو میں نے شرک میں آلودہ اور پلید شدہ دیکھا۔ انما المشرکین نجس۔ اس کے بعد پھر اللہ کی طرف سے تجلی ذات وصفات کی ہوئی۔ چنانچہ اس کی صفت کو میں نے اپنی ذات پر حیات وباقی دیکھا۔ اس روز اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسے مقام تک پہنچا دیا جہاں ہر گونہ شرک سے باہر نکال دیا گیا۔ یہ حالات میں کسی پر ظاہر نہ کرتا تھا۔ مجھے میری بی بی نے کہا گزارہ تجارت پر تھا۔ اب تم جو تارک دنیا ہو گئے ہو تو گزران کس طرح چلے گی۔ اور جب اس نے بار بار یہی معاملہ پیش کیا تو میں گھر سے تجارت کے ارادہ سے قندھار کی طرف چلا گیا۔ وہاں بھی مجھے پیر کامل کی طلب وتلاش بدستور جاری رہی۔ مگر کوئی نہ ملا۔ (یہ تلاش پیر کی طلب اللہ تعالیٰ کی بار بار تجلیات کے ظہور کے بعد بھی پیاس کی مانند قائم رہ کر نہ رک سکنے پر مایوسی کا اظہار کچھ عجیب لا ادریت کا معاملہ ہے ع ج) انجام کار تجارت میں خسارہ ہوا۔ وہاں کے ظالم امیر نے ہم سے پانچواں حصہ مال ضبط کر لیا۔ تب مجھ پر آواز ہوا کہ تو اسم اعظم پڑھنے کے باوجود ظالم بندوں کی خوشامد کرتا ہے۔ اب واپس جا کر اپنے گھر پر پانچ سال کے لیے خلوت گزینی اختیار کرلے اور تم کو ذکر وفکر میں آئندہ عمر گزارنی ہوگی۔ پھر جب واپس آکر پہنچا تو گھر میں ہی زمین دوز خلوت گاہ بنالی۔ خوف ورجا کی حالت میں رہا کرتا تھا اور کسی کو اس کی خبر نہ ہونے دی۔ صرف ضروریات بشری اور وضو کے لیے نکلا کرتا تھا ادھر نفس نے مقابلہ جاری کر دیا کہ مال کہاں سے لاؤ گے۔ عیال اطفال نفقہ وپوشش مانگیں گے۔ تب میں نے عیال سے کنارہ گیری اختیار کرلی اور اسم اعظم کی ورد خوانی اختیار کرلی۔ تب یہ دنیا میرے سامنے ایک عروس کے مانند بن کر لائی گئی۔ دنیا بھر کی ہر ایک خوبی ایک ایک نقش اس کی گردن والے طوق میں نمایاں تھا۔ طمع نے واویلا مچایا کہ میرا پیٹ خالی ہے۔ سب قسم کی متعارض خواہشات نفسانی مجھ کو اس کام سے روک رہی تھیں۔ مگر میں نے تمام تخیلات کا مقابلہ ومخالفت کی۔ بعد ازیں مجھ کو خواب میں اور بیداری میں بھی کہا گیا کہ جو کوئی تجھ سے فائدہ لینے آوے اس کو توحید کی راہ بتلایا کر اور شرک خفی سے سب کو نکال (یہ شرک خفی وتوحید صحیح کچھ ایسا معمہ ہے جو قابل بیان نہ سمجھا گیا، بلکہ کان میں بتلانے کا راز ہی رہا۔ عبدالجبار شاہ)

اس کے بعد لوگوں کو میں نے معلوم کرایا کہ اس غرض سے آنے والوں کو میں نے مجاہدہ [illegible] پوری کرنے پر رہنمائی کا وعدہ دیا وہ اطاعت قرآن وحدیث کے تحت ان کو ہدایت دیا [illegible] گا۔ اور وہ شریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت وقربت ووصلت وعلم توحید سے خبردار [illegible] گے۔ (حالانکہ پیر کامل تو آپ کو ملا ہی نہیں اور نہ علم سلوک کی منازل کسی پیر نے طے کرا [illegible] تمام راستوں سے آگاہ کر دیا ہو جس کی تمنا اور پیاس خود آپ کو موجود ہے) اور شرک کی [illegible] سے تب وہ لوگ پاک ہوں گے اور پھر تب ان کے حسنات وعبادات مقبول ہوسکیں [illegible] اور راحت اور نور کی وجہ سے ظلمت کفر وغفلت وعمیت سے باہر نکلیں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ [illegible] کر جن لوگوں نے مجاہدات اختیار کر لیے وہ منزل مقصود تک پہنچ گئے اور بعض انکاری [illegible]۔ چند سال میں اندوختہ مال ختم ہو گیا۔ اہل خانہ نے سنایا کہ دو چار دن کا صرف رزق [illegible] میں نے ان کو تسلی دی کہ رازق خدا ہے۔ لو ستقاموا علی الطریقۃ لاسقیاهم [illegible] قالنفهم فیه ط پانچ دن ہمارے گھر کچھ نہ پکا تھا۔ تو پکا ہوا طعام اللہ نے ہمارے گھر [illegible] یا تھا۔ ایک دن بھی بغیر خوراک نہیں گزرنے دیا۔ اب (جبکہ) اکیسواں سال ہے مجھے یاد [illegible] پڑتا کہ کسی سے میں نے کوئی شے طلب کی ہو یا دنیوی کمائی کا کچھ کام میں نے کیا ہو۔ اور [illegible] رزق وضروریات زندگی میں کمی واقع ہوئی ہو۔ اس اثنا میں مجھ کو الہام ہوا کہ ایک رسالہ [illegible] کر سلاطین وامراء کو بھیج دو تا کہ علم توحید مطلق کا شہرہ سب لوگوں پر ظاہر ہو جائے اور تجھ سے [illegible] حاصل کریں۔ اسی لیے میں اس رسالہ (صراط التوحید) کے مخاطب سلاطین وامراء کو میں [illegible] ٹھہرایا ہے اور اس کی تصنیف ۹۷۸ھ میں کی گئی ہے۔[1]

[illegible] مسکین بایزید انصاری معروف بہ پیر روشن فقط

[1] [illegible] احوال عمری خود نوشتہ پیر مذکور مفصل نقل داخذ کر لینے کے بعد وہ قلمی رسالہ اس وقت عجائب گھر پشاور [illegible] ہے۔ میں نے سب کا مطالعہ کر لیا ہے مگر راز توحید مطلق اور شرک خفی وجلی سے نکلنے کی کوئی ترکیب کوئی نسخہ کوئی [illegible] بیان شدہ میں نے اس میں نہیں پایا اور حیرت ہوتی ہے کہ یہ بلند بانگ دعوے تعلیم توحید مطلق آخر کس عمل پر [illegible] سمجھا جاوے اور یہ قلع قمع شرک خفی وجلی اس شرک کو کیونکر شناخت ومعلوم کر کے کس طور وطریق وکس قسم عمل سے [illegible] اور کس قسم عقیدہ مشرکانہ کو شناخت کر کے اس سے بیزاری اور اس عقیدہ وطریقہ کے اختیار کر لینے سے توحید مطلق کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

چونکہ اخوند صاحبؒ نے سلسلہ کلام میں حضرت امام الاسلام سید علی ترمذی کے حالات ادھورے بیان کر کے ان کی وفات کا ذکر لکھنے سے پہلے ہی پیر تاریک کے حالات آخری انجام تک بیان کرتے لے گئے جو حضرت کی وفات سے بہت بعد کا زمانہ تھا۔ پھر اخوند صاحب نے حضرت کے بیان کی طرف رجوع کر کے حضرت کا نسب نامہ لکھ کر پھر لکھا ہے کہ ہرگاہ یہ دار دائمی استقرار کی جگہ نہیں اور ہر نفس نے موت کا پیالہ پی کر اس راستے سے گزرنا ہے۔ لہٰذا آپ نے ۹۹۳ھ میں اپنے انفاس قدسی سے اس دنیا کو خالی کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت کی وفات کے بعد شہنشاہ اکبر کی افواج قاہرہ نے ممالک قبائل یوسف زئی پر چڑھائی کر کے اس مملکت کو ویران اور کبرائے ملک کو گرفتار و بندی کیا تھا۔ ایک جگہ لکھا ہے واقعہ اسی پیر کی اتباع میں بعض میدانی علاقوں کے یوسف زئیوں کا اس کی اطاعت اختیار کر لینے کا جرم عظیم ثمرہ لایا کہ لوگوں پر عذاب نازل ہوا اور حضرت کی تعلیم نہ ماننے کی سزا ملی بعض خشک کے ساتھ تر لکڑی بھی جلی اور استقامت پر ڈٹے رہنے والوں کی برکت سے آخر مصیبت

حصول حاصل ہو سکتا ہے۔ اس رسالہ میں اس کی تفصیل و تشریح کسی جگہ نہیں پائی جاتی۔ البتہ کل عبارت پیر مذکور میں خط کشیدہ نشان کے نیچی عبارت سے خالق و مخلوق کی وحدت تامہ کاملہ کا عقیدہ ظاہر ہو رہا ہے اور مدار دعویٰ بے علانہ خوش عقیدگی سے خوابوں میں خضر علیہ السلام کے دیکھنے سے شروع کر کے اسم اعظم پا لینے کا اعادہ ہوتے ہوئے آخر دم تک پیر کامل انسان کی طلب و تلاش کی پیاس بدستور رفع شکوک کیلئے بحال ساتھ چلی جاتی ہے۔ اس بارہ میری تصنیف کتاب الاثبات فی وجود..... من الآیات البینات میں باب الشیطان میں نہایت نہایت وضاحت کے ساتھ عبارت النص قرآنی کی رو سے شیاطین کا عمل عباد و زہاد بے علم بے خبر کے ساتھ قسما قسم طریقوں سے انکو اپنا آلہ کار بنا لینے کی تفصیلات پر جو درج ہیں۔ ان سب کا مقصد ذات و صفات خداوندی کے بارہ میں عابدوں زاہدوں سے اصولی غلطیاں کرانے کیلئے اصلی وحی والہام کی نقل مطابق اصل پیش کر دکھانا اور ذات و صفات ربانی کے نسبت مغالطوں میں ڈال کر جب ہر ایک بندہ کو اپنی ذات میں اور کل ذرات میں وجودی طور پر خدا تعالیٰ کی شرکت و حلول و اتحاد کا عقیدہ محکم ہو جائے تو پھر جز خدا کے لئے کونسی چیز موجب خطرہ یا خوف یا موجب ممانعت ہو سکتی ہے۔ اباحت کا مذہب اسی جگہ سے چلتا ہے اس جگہ میں نتیجہ اخذ کرنا ہر ایک ناظر کے ذوق سلیم پر چھوڑتا ہوں۔ البتہ یہ سب حالات پیر مذکور کے حالت زاویہ نشینی کے ہیں مگر جب آگے چل کر اس کی لمبی تاریخ روشنی میں موجود ہے۔ اس پر غور و خوض کرنے سے خود عقیدہ وحدۃ الوجود کے ثبوت کے علاوہ ثمرۂ عقیدہ مذکورہ اباحت گناہ و مظالم و منکرات و تحلیل محرمات ہی فعلاً ثابت ہوتا ہے۔

(واللہ اعلم وعلمہ اتم سید عبدالجبار شاہ)

[illegible]لی اور پھر اپنی املاک پر آبادی نصیب ہوئی۔ پھر درویزہ صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت نے [illegible]دگی میں اس مملکت میں دائمی قیام کا ارادہ نہ کیا تھا۔ بلکہ ہر سال تہیہ کرتے تھے کہ عیال [illegible]ل لے کر وطن کو جائیں، لیکن یوسف زئی جمع ہو کر کچھ مدت تک بمنت روک لیتے۔ ہرگاہ [illegible]ی خاک پاک اس وطن سے تھی۔ لہٰذا وطن جانے کے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔

پھر لکھا ہے کہ تمام دنیا میں دین محمدی ضعیف حالت میں خواہ سلاطین اسلام کے ماتحت [illegible]ر فی الجملہ اس قطعہ ملک میں آپ کے انفاس قدسی کی برکت سے پابندی شریعت و چ[illegible] اسلام کا چرچا دیگر ممالک سے زیادہ بہتر حالت میں ہے۔

اخوند صاحب نے اپنی ایک پشتو کی ضخیم کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے، کیا ہی خوش نصیبی [illegible] زئی قبیلہ کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ولی اللہ نے ہندوستان سے ایک غوث کو [illegible] اصلاح کے لئے بے حد یا جس کی نظر سنگ پارس تھی اور یہاں جن لوگوں اور جس قوم پر [illegible]ی اسکو صاف سونا بنا دیا۔

پھر لکھتا ہے کہ اس تمام قوم کو حضرت نے حق و باطل میں تمیز کرنا سکھلا دیا ہے اور ان کی [illegible]ری کی اس نورانی تعلیم سے ملک ملک میں دینداری کی رونق کا موجب ہو گئی ہے اگرچہ [illegible] نفسانی سے گمراہی میں بڑھ چکے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے پھر انکو راہِ راست پر آجانے کی [illegible] آپ ہی کی برکت سے بخش دی۔

حضرت کی وفات کے بعد آپ کی اولاد شریف بھی اپنے آباؤ اجداد کے قدموں پر [illegible]ن اور قائم ہے اور اللہ تعالیٰ سے بندہ امید کرتا ہے کہ حضرت کی اولاد کو ہرگز مائل بدعت [illegible] ہونے دے گا اس لئے کہ آباؤ اجداد سے لے کر آج تک یہ خاندان ہمیشہ سے جادۂ [illegible]ت محمدی پر قائم چلے آئے ہیں۔ نیز حضرت مخدوم نے یہ امر محسوس کر لیا تھا کہ سادات کے [illegible] ہونے کے دو اسباب ہیں:

اول یہ کہ وہ شرف نفس و ذات کے غرور میں اپنے آپ کو پاک و برتر جان کر عمل صالح [illegible]ہی اور غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور اس طور سے غرور نفس کی وجہ سے اعمال صالحہ سے [illegible] بے دولت رہ جاتے ہیں۔

دوم سبب سادات کے بے راہی کا سلف بزرگوں کے تنازعات میں پڑ کر جن کا فیصلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنے وقت پر جیسا اللہ نے چاہا ہوا اور اب اس وقت کے جھگڑوں سے وہ واقعات یا کسی قسم ک
کامیابی ہاتھ آسکتی ہے بجز امت کی تفریق اور بے کار جھگڑوں کے جن سے دل سیاہ ہو جاتا
خشیت وخوف خدا کو غیض وغصہ دل سے ہٹا دیتا ہے اس کی جگہ دنیوی جھگڑے لے لیتے ہیں
اس بارہ میں ہمارے اسلافِ کرام اور اولیاء اللہ نے جو وطیرہ اختیار کیا تھا وہ ہمارے ساد
نسل کے لئے مشعلِ راہ ہے کہ دنیوی سلطنت پر تھوک دیا، مگر باطنی سلطنت اور روحانی برکا
تمام اُمت پر انہوں نے تقسیم کیں۔ اور اصل ثمرہ اسلام یعنی معرفت الٰہی کے خزانہ سے خود
معمور ہے اور تمام عالم کو بھی سیراب کیا۔ وہی طریقہ سادات کے لئے مشعلِ راہ ہے کہ صا
عمل سے ان برکات کا ورثہ حاصل کریں اور امت محمدیہ کو اس نعمت سے فائدہ پہنچادیں۔
نصیحت اور وصیت حضرت کی اپنی اولاد کو تھی جس پر وہ سب قائم و مستقیم ہیں اور انشاء اللہ ر
گے۔

فصل سوئم

جس میں اس عہد کے مختلف حالات مندرجہ تذکرہ اور پیران گمراہ کی فہرست

اخوند درویزہ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یوسف زئی اس اندرونی تقسیم کی رو سے دو قبیلوں پر
ل ہے ایک کو یوسف زئی دوئم کو مندان کہتے ہیں۔ دراصل یوسف اور عمر دو حقیقی بھائی تھے۔
صرف ایک بیٹا مندن تولد ہوا اور وہ خوردسال ہی تھا کہ عمر فوت ہو گیا۔ مندن چھوٹی عمر
یم رہ گیا۔ اس کی والدہ سیدہ اور بہت صالحہ تھی اور پرورش مندن کے چچا یوسف نے کی
ی کے چچا مند پر اپنی اولاد سے زیادہ شفقت کرتا تھا اور جب جوان ہوئے تو یوسف کے
پانچ بیٹے تھے۔
یوسف و عمر نصف نصف کے حقدار تھے۔ لہٰذا یوسف نے اپنی املاک اور جائیداد سے
ف حصہ اپنے پانچوں بیٹوں میں تقسیم کردی اور نصف اکیلے مندن کو دی۔ چچا بھی معناً باپ
ا ہے اور مندن کی پرورش بھی یوسف نے کی تھی اور بظاہر یوسف کے پانچ بیٹے اپنے ایک
زادہ مندن چھیواں۔ اسی کے بیٹے شمار ہوتے تھے۔ لہٰذا ان سب کو یوسف زئی کہا گیا اور
اندرونی املاک کی تقسیم میں پانچوں کے برابر ایک مندن کا حصہ تھا۔ لہٰذا گھر میں یوسف
ندن دو ناموں سے دو قبیلے شمار ہوتے ہیں۔
درویزہ صاحب اپنا تجربہ بتلاتے ہیں کہ تقویٰ اور صلاحیت اور سعادت مندی کی
یت میں قبیلہ یوسف زئی نہایت جوہر قابل کے مالک ہیں مگر فتنہ اور شورش اور گمراہی، جنگ
خانہ جنگی اور ابتلا میں زیادہ مبتلا ہونے والے یوسف زئی اکثر مندن قبیلہ میں ہوتے رہے
ں۔ یوسف زئی اگر غلط راہ بھی اختیار کرلیں تو اہلِ صلاحیت کے سمجھانے سے راہِ راست پر
جاتے ہیں۔ مگر مندزئی جس طرف بہک گئے کل قبیلہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے ان میں جہل

toobaa-elibrary.blogspot.com

وضدیت اور شوریدہ شری زیادہ ہے، چنانچہ اس زمانہ میں پیران گمراہ اور بے راہ لوگوں کا زیادہ تر مند قبیلہ میں پھیلا ہوا تھا اور پیر تاریک کی اطاعت میں بھی یہ قبیلہ پیش تھا۔ مگر انجام یوسف زئیوں نے اصلاح قبول کر کے تمام قبائل افغانیہ کو بھی اور مندنوں کو ہی اس بے عقیدگی سے خلاصی نصیب ہوئی۔

میں عبدالجبار شاہ بھی اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی رو سے کہتا ہوں کہ اخوند صاحب کا صحیح موازنہ ہے۔ ہمارے نزدیک زمانہ میں دو عظیم الشان فتنے مذہبی اس قبیلہ مند میں واقع ہو چکے جس کا ذکر خود آگے آئے گا اور وہ بہت زہرہ گداز واقعات ہیں جو قبیلہ مند میں واقع ہوئے جو اب ضلع مردان کا پرگنہ ہے۔ ان کے ہاتھ سے سید احمد غازی بریلوی مہاجر ہندی مجاہدین کے نیکوکار علماء صلحاء کو قریہ بقریہ اور شہر بشہر ۱۸۳۰ء میں اس مندن قبیلہ کے فرقوں سے ۱۴ صد نفر کو بے گناہ قتل و شہید کر دیا جو ہندوستان سے ہجرت کر کے سکھ سلطنت کے مقابلہ کے لئے قیام جہاد کو آئے تھے۔ یہ ایسا سیاہ داغ ظلم کا ہے جو قیامت تک مندن قبیلہ کے چہرے سے نہیں ڈھل سکتا اور جس قدر بھی اسلامی تاریخ روشنی میں آوے گی۔ اسی قدر یہ داغ تابانی حاصل کرے گا۔

دوئم حضرت سید امیر صاحب عالم و پیر صاحب کوٹھہ بھی مندن قبیلہ میں تھے۔ کہا جائے گا کہ اُن پر تو یوسف زئیوں کے پیر اخوند صاحب نے فتویٰ دے کر انکو وہابی قرار دیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ اخوند صاحب کو اسی سمہ اور مندن علاقہ کے علماء نے جا کر اکسایا جن کی سابقہ رنجش ملا صاحب کوٹھہ کے ساتھ تھی۔ اور دو ہزار علماء اسی علاقہ کا لشکر بن کر ملا صاحب کے خلاف سوات کے علماء کو لے کر موضع بام خیل باجہ میں جمع ہوئے تھے اور اس فتویٰ سے سینکڑوں علما اور قبیلے مصیبت میں آلودہ ہوئے۔ بیسیوں قتل ہوئے جن میں ایک جید عالم صاحب تصانیف کثیرہ صاحبزادہ عبدالرؤف بھی شہید کیا گیا۔ جو پیر صاحبزادہ عبدالقیوم کا والد ماجد تھا۔

یہ فتنے تو مذہبی تھے مگر سیاسی امور میں بھی یوسف قبیلہ اب تک مندن قبائل سے زیادہ متدین اور سنجیدہ اور پختہ کار ہے۔ مگر مندن قبائل زیادہ مشتعل مزاج اور شوریدہ سر ہیں اور گورنمنٹ سرحد کے باقی پانچ بڑے بڑے اضلاع میں جس قدر قتل و بدامنی کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ اس سب کے برابر اس چھوٹے ضلع مردان جو ایک سب ڈویژن تھا۔ قتل اور بدامنی کی

وارداتیں اس زمانہ تک بہت زیادہ ہوتی رہتی ہیں اور یہ قبائل بہت زیادہ مشتعل مزاج بدخو جنگجو واقع ہوئے ہیں۔ یہ حالت اب تک اس قبیلہ کی موجود ہے۔ عبدالجبار شاہ)

اخوند صاحب نے لکھا ہے کہ یوسف زئیوں میں کم و بیش علماء صوفیائے وطن خالی رہا۔ آپ ملا کاکن فرقہ الیاس زئی میں گزرا ہے اور ملا شاہ خان بھی اسی قبیلہ میں سے تھا جس کے ہمارے مخدوم سید علی ترمذی نے بھی اسی قبیلہ میں ابدی قیام اختیار کر لیا اور آپ کی اولاد بھی اسی وطن سے منتشر ہوئے جو اپنے آباؤ اجداد کے صراط مستقیم پر قائم و دائم ہیں۔ خود درویزہ صاحب بھی اسی قبیلہ الیاس زئی کے رہنے والے تھے۔

آپ کا مدفن پشاور شہر کے شمال مشرق گوشہ میں مشہور ہے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یوسف زئی و مہمند زئی یعنی ہشت نگر وغیرہ کے اطراف سے پیر تاریک کے اثرات کو زائل کرنے کی کوشش میں اس طرف کی سکونت اختیار کر لی تھی اور انکو اس بار میں اس قدر کامیابی ہوئی کہ پیر مذکور کا اب ایک پیرو یا طرفدار کسی جگہ نہیں ملتا اور اسکی تصنیف خیر البیان کا ایک نسخہ بھی نہیں دستیاب نہیں ہو سکتا۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص خراساں سے آیا تھا جس نے موضع چکدرہ میں مندن قبیلہ میں اقامت اختیار کی تھی۔ (اس وقت تقسیم مندن یوسف کی مشترک تھی۔ مندن سوات کو تبدیل ہو جایا کرتے تھے اور یوسف سوات و بونیر سے سمہ یعنی میدان ضلع مردان میں آ جایا کرتے تھے بعد میں ان کی تقسیم دائمی ہو گئی۔ مگر یوسف زئیوں کے اندر باہمی تقسیم اب تک جاری تھی۔) یہاں اس نے شادی کر لی اور وہ شیعہ عقائد کا تھا جس نے اکثر لوگوں کو علی پرست بنا دیا اور خلفائے ثلاثہ کے دشمن اور بدزبانی کرنے والا ساتھ ہی ساتھ ریش تراشی نماز روزہ سے ابای اور شراب نوشی جیسے حرام کاموں میں بھی ان کو لگا لیا تھا۔ نام اسکا پیر پہلوان تھا۔ پھر بعد کسی وقت قبائل مندن نے جمع ہو کر اس شاخ کو جن میں پیر پہلوان مقیم رہا تھا۔ اور وہ لوگ اس کے معتقد تھے۔ کافر خیل نام سے موسوم کر دیا۔ جو اب تک اسی نام سے پکارے جاتے ہیں۔ (یہ شاخ قوم ابازی علاقہ بجاؤ موضع چڑوائی میں اس وقت مقیم ہیں۔ ان کے دونوں نام اب تک مشہور ہیں۔ پیر خیل و کافر خیل دونوں اسی پیر کی طرف منسوب ہیں۔ اس وقت بھی اس قوم میں خانہ جنگی و برادر کشی بے حد زیادہ ہے۔ ہمارے آستانہ سے ان کا مسکن بیس میل فاصلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے زیادہ نہیں۔ عبدالجبار شاہ)

اس پیر پہلوان کا مدفن بھی چکدرہ میں ہے۔

اخوند صاحب نے ایک عجیب روایت چکدرہ کے رہنے والوں کی زبانی یہ لکھی ہے کہ جب پیر مذکور مر گیا اور قبر میں اتارا تو چشم دید گواہ کہتے تھے کہ قبر اس پر اس قدر تنگ ہو گئی کہ دفن کرنے والوں پر ہیبت اور خوف طاری ہو گیا اور کسی طرح مٹی ڈال کر چھپا دیا۔

دوسرا لال شہباز قلندر نام ایک شخص خالی شیعہ مندن لوگوں میں آ کر مقیم وسکونت دار ہو گیا۔ اور یہی راہ ورسم موضع لنگر کے باشندوں کو سکھا دیا۔ جب شہنشاہ اکبر کی فوجیں اس ملک میں آ گئیں تو لنگر کا نام لنگر کوٹ رکھ دیا اور پیر موصوف کا مزار جو لنگر میں تھا اس کا نام شاہ باز گڑھ رکھ دیا۔ حالانکہ یہ شخص بھنگ نوش ملنگ فقیر تھا، مگر جب اس جگہ اس نے قبیلہ والا دلازاک میں سے فرقہ پنجکڑی میں اقامت کر کے مرید کافی بنا لیے تو بادشاہی کا سودا دل میں پیدا ہو گیا اور اپنے مریدوں کا لشکر لے کر اس نے علاقہ ڈھوک پر حملہ کر دیا۔ جو قبیلہ تنولی کا ملک ہے اور کوتل داہند میں تنولیوں کے ہاتھوں سے مقتول ہوا جس کو لنگر میں لا کر دفن کیا اور اب تک اس کی مدفن کی پرستش قبیلہ مندن کرتے ہیں۔ (یہ ڈھوک جو اخوند درویزہ صاحب کے وقت تنولیوں کا ملک تھا، مواضعات چنگلی سوادی وکاڑہ وغیرہ کا علاقہ ہے جو ۱۰۲۱ھ میں تنولیوں کا ملک تھا، مگر اب وہ قبیلہ مندوخیل کا ملک ہے۔ یوسف زئیوں کے بادشاہ علی اصغر نے کوہ مہاجرین ومضافات کو فتح کر کے تنولی قوم سے لے کر یوسف زئی علاقہ میں شامل کر دیا تھا۔ جو اب تک قبائل مندن کے قبضہ میں ہے ۱۹۰۷ کے بعد سے ۱۹۲۳ تک نواب سرخاں زمان خان والی مملکت تنول وریاست امب کے عہد میں یہ قدیم تنول کے مملوکہ علاقے (میں) عبدالجبار شاہ نے فتح کر کے املاک تو اقوام سے لے لئے مگر محرہ سہ ریاست امب میں شامل کر لئے جن کا ۱۹۲۳ و ۱۹۲۴ میں والئی سوات میاں گل شہزادہ عبدالودود نے ریاست سوات سے الحاق کر لیا۔

اس نام نہاد قلندر کے مزید حالت اخوند صاحب نے یوں لکھے ہیں کہ اپنے مریدوں کو نمازوں سے حکماً منع کرتا تھا۔ اور حضرت ولی اللہ سید محمود علیہ الرحمہ کی ہڈیاں اس کی قبر سے نکلوا کر پھینک دیں ان کے مقبرہ کو مجلس خمر خواری کا میخانہ بنایا تھا اور مریدوں سے کہا کہ میرے مرنے کے بعد میری خواب گاہ اسی جگہ ہو گی اس کے بعض مرید جوگی تھے انکو فروخت کر کے

یا وہ ابلق گھوڑا خریدا کہ میں عنقریب بادشاہ بنایا جاؤں گا۔ تب مریدوں کو لے کر تنولیوں کے ملک پر حملہ کر دیا۔ جہاں وہ دربند کے کوتل میں مقتول ہو گیا۔

سوئم پیر طیب، جو خلجی افغانوں میں سے تھا، مگر عقیدۂ تناسخ کا قائل تھا اور تمام غیر شرعی کاموں کا جواز سکھاتا تھا۔ وہ بھی اسی مندن قبیلہ میں تھا۔ جب ہمارے حضرت یہاں آئے تو آپ کا نام سن کر ہزارہ کو بھاگ کر چلا گیا جس کا ذکر گزر چکا ہے۔ اس کا فرار ہمارے حضرت کے اس ملک میں قیام کا موجب ہو گیا۔ مگر یہ بھی اس کی خوش نصیبی تھی کہ جب ایک قطب زماں وغوث دوراں اس کی وجہ سے اس ملک میں مقیم ہو کر لاکھوں مسلمانوں کی ہدایت کا سبب بن گیا تو اللہ تعالے کی رحمت نے اس کو بھی محروم نہ ہونے دیا۔

درویزہ صاحب لکھتے ہیں میں نے بچشم خود دیکھا کہ وہ ہمارے حضرت کے انوار و کمالات سے آگاہی اور تیقن کے بعد خود حضرت کے حضور میں حاضر ہو کر تائب ہوا اور اپنی تمام گمراہی اور تمام شیطانیوں کا اعتراف واقرار کیا اور اپنے شریرانہ کرتوت سب لوگوں کے روبرو حضرت کے سامنے بیان کر کے توبہ کی اور حضرت کی بیعت توبہ کر کے نیک عملی اختیار کی، مگر اس کی قسمت تھا جلد ہی اس نیکی میں فوت ہو گیا۔

چہارم پیر ولی برچی افغانوں سے تھا یہ بدبخت بھی تناسخی تھا اور لوگوں کو مرید بنا کر دین نبی ﷺ سے نفرت دلاتا تھا۔ بعثت وقیامت کا منکر تھا۔ اپنے آپ کو کبھی پیغمبر کہتا اور کبھی خدا بھی کہتا۔ اس کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ ارواح ونفوس ہی خدا ہیں اور تمام حیوانات ناطق ومطلق میں مشترک ہیں۔ یہ بدبخت بھی مندن قبیلہ میں مقیم تھا اور اس کی ہزلیات کے قصے بے شمار ہیں جن سے ہم اعراض واختصار کرتے ہیں۔

پنجم کریمداد نام افغان غورغشتی میں سے بے حد گمراہ تھا اور وہ بھی قبیلہ مندن میں اقامت گزین تھا۔ یہ تمام گمراہ ایک عہد میں اس ملک میں تھے۔

ششم شیخ الیاس نامی اس قبیلہ ہی میں سے ایک عابد زاہد شخص تھا۔ مرتبہ کشف ذات تک ترقی کر چکا تھا مگر بے علم و بے راہ تھا۔ پیر کامل کے بغیر زہد وریاضت وطلب وتلاش نور الٰہی کی منزل سخت خطرناک ہے اس کا بھی کوئی شیخ محقق و راہبر کامل نہ تھا انجام کار جبر یہ مذہب اختیار کر لیا۔ چند روز پیر ولی مذکور کی صحبت میں رہنے سے گمراہی کے گڑھے میں گر گیا۔ تارک

toobaa-elibrary.blogspot.com

صوم وصلوٰۃ ومانع زکوٰۃ ومنکر بعثت ہوگیا اگلے میں زنار پہن لیا اور نہ معلوم کیا کیا کھیلیں کھیلنے لگا۔

ایک دن ملا عیسیٰ ملتانی نے اس کو متنبہ کیا کہ خلاف شریعت کن مفاسد میں پڑ گئے ہو تو کہنے لگا سنا گیا ہے کہ بعض اولیاء اللہ نے ایسے عمل کئے ہیں۔ اس نے سمجھایا کہ بڑی کشادہ راہ صراط مستقیم شریعت نبوی ہے۔ اس کے خلاف ہر طریقہ گمراہی ہے۔ اس الیاس کو گاہے گاہے اخوند درویزہ صاحب کے ساتھ رہنے کی عادت تھی۔ ان سے نصائح وعقائد صحیحہ اسلامیہ کی گفتگو بھی سنتا رہا۔ آخر توفیق الٰہی سے عقائد جبریہ وقدریہ سے تائب ہوگیا۔

ساتواں ملا میرو بھی قبیلہ مندن میں سے ہے جو اپنی حماقت کی وجہ سے مشہور ہے۔ نام قطبیت اور غوثیت کا سنا ہوا ہے۔ اس لئے ان بدبختوں میں سے ہر ایک غوث اور قطب کے درجہ سے کم کا دعویٰ نہیں کرتا۔ ہمارے حضرت کی اس وطن کو آنے سے پہلے یہ ملا میرو کچھ عبادت کیا کرتا تھا ممکن ہے غیب حق کے درجہ کے کچھ نظارے نظر آتے ہوں۔ اس پر اس نے علم غیب حاصل ہونے کا دعویٰ مشتہر کر دیا۔ اس کے خلفاء ہم پر پیش ہوئے۔ مانند میاں خان حذرزئی کے اور شیخ بار آور کے اور بھی کئی دیکھے سب کا عقیدہ یہ تھا کہ رب العزت ایک مکان واحد پر متمکن ہے اور اس کی صورت ہے جو اپنے گھر میں مانند انسانوں کے تخت پر جلوہ افروز ہے (شاید ملا میرو کو اس شکل میں شیطان نے متشکل ہو کر نظارہ دکھایا ہو)۔

وہ کہتا تھا کہ ملا میرو نے خدا کے دربار میں حاضر ہو کر ان سر کی آنکھوں سے اس کو دیکھ کر خود علم غیب حاصل کیا ہے۔ خرافات از خود ظاہر ہیں۔

آٹھواں شیخ ابراہیم یہ بھی مندن قبائل میں سے ہے اور ہمارے حضرت کی موجودگی کے زمانے سے وہ بھی ایسے ہی دعویٰ کا مدعی ہے اور ان سب بدبختوں کے سلسلے اور کثرت سے مریدین کے جال پھیلے ہوئے تھے۔

نواں شیخ میران شاہ سواتی بھی اسی مضمون میں علم غیب کا مدعی تھا اور کہتا تھا کہ اللہ تعالےٰ اپنی خدائی کے اختیارات اور تصرفات مجھ کو بتلاتا رہتا ہے۔

ملا میرو کے مریدوں نے قصیدے اور شعر اس مضمون کے مشتہر کئے تھے کہ عرش کے اوپر فرش ہے اور اس کے اوپر ایک سخت پتھر ہے اس پر تخت رکھا ہوا ہے اور تخت پر خیمہ بنا ہوا

جس کے ستر دروازے ہیں اس خیمہ کے اندر خدا تعالیٰ ہے جس کی خبر ان علماء کو بالکل نہیں ہے۔

دسواں خلیل روخانی تھا۔ اس کے دعویٰ بھی ایسی ہی قسم کی فضولیات پر مشتمل تھے۔

گیارھواں شیخ میاں خاں نام تھا۔ درویزہ صاحب لکھتے ہیں کہ یوسف زئیوں نے ایک ... ضلع ہزارہ پر کی تھی۔ اور اس لشکر کے ہمراہ میں خود بھی گیا تھا۔ ہندی لوگوں کے خلاف یہ ... یا تھا اتفاقاً بارش شدید آ کر نہایت سخت ژالہ باری ہوئی۔ اس حد تک کہ اہل لشکر کی جان پر ... گئی۔

شیخ میاں خان جو وہ بھی اس لشکر کے ہمراہ تھا اور اس کو مندن لوگ بمنزلہ پیر جانتے تھے ... کی جانب رجوع ہوئے۔ تب میں اس کا بیان سن کر حیرت زدہ ہوگیا۔ جب اس نے کہا کہ ... جنگ میں تمہارے لشکر نے ایک اتنے بڑے نیک شخص کو قتل کر دیا ہے کہ جو صالح اور ذاکر ... تھا۔ جس پر اللہ تعالےٰ سخت غضبناک ہوگیا ہے اور غضب میں اس قدر زیادتی ہوگئی کہ اللہ ... کے تخت میں کسر ہوگئی اگر میں جلدی میں پہنچ کر امداد نہ دیتا تو قریب تھا کہ اللہ تعالیٰ تخت ... پڑا ہوتا مگر میں نے تھام لیا اور اسی وجہ سے یہ ژالہ باری بھی ہوئی تھی (نعوذ باللہ) یہ تھا ... اس عہد کے پیروں کی خدا رسیدگی کا معیار۔

نادان معتقدوں کے ماننے کے احوال کا خود عقل مند اندازہ کریں کہ اس قسم کے قطب ... ث ان ایام میں اور ان قبائل میں بے شمار تھے۔

اخوند صاحب نے لکھا ہے:

دلو چغرزئی مجھ سے بیان کرتا ہے کہ ملا میرو کو ایک دن میں نے نماز میں دیکھا کہ ... ان کی مانند تمام جوارح ہاتھ پاؤں سکیڑے ہوئے بدن کے ساتھ سمیٹے ہوئے نماز پڑھتا تھا ... نے سبب پوچھا تو بتایا کہ اگر میں اپنے آپ کو سمیٹ اور لیٹ کر نماز نہ پڑھوں تو میرا سر مکہ ... سے آگے گزر جاتا ہے اس مجبوری سے سمٹ کر نماز پڑھتا ہوں۔

اس شیخ میرداد خلیل جنی جو ملا میر کا استاد تھا کہا کرتا تھا کہ مجھ کو خدا تعالیٰ نے سابقہ ستر زنا ... ئے ہیں اور چند بعد میں ہونے والے بھی معاف ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اصطلاح غیب جن کی تشریح

تفصیل لفظ غیب جن وجن وقوم وپری وبھوت پریت وشیطان ومسمریزم وغیرہ

اس جگہ پہنچ کر درویزہ صاحب نے غیب جن کا جو لفظ استعمال کیا ہے اس کی تشریح مختلف طور سے وہ کرتے ہیں جس کا مفہوم میرے الفاظ میں یہ ہے کہ زاویہ نشینی اور توجہ دلی سے کسی قسم کا ورد یا منتر پڑھنا اور جپنا جو کوئی شروع کردے۔ اس پر کچھ عرصہ کے بعد ایک غائب اشیاء وارواح کا انکشاف بتدریج ہوتا ہے جس کو عربی اصطلاح میں محی الدین اکبر ابن عربی نے صور معلقہ نام رکھا ہے اور عام طور پر اسلامی کتب نے اور قرآن شریف نے ایک مانند انسان وجودوں کا نام جن رکھا۔ جن کے لفظ کا لفظی معنی مخفی ہے یا نادیدنی ہے یعنی آنکھوں سے پناہ مگر اس کے ہونے میں شک نہ ہو۔ اس لفظ کی جو تشریح قرآن نے کرکے اس مخلوق کا صحیح عطا کیا ہے وہ سابقہ اور کسی کتاب سماوی میں نہیں جہاں فرمایا ہے کہ انسان کی تخلیق پانی ملی ہوئی مٹی کے جوہر سے ہوکر تکمیل کی گئی ہے اور جن قوم کی تخلیق مانند انسان کے عبادت خداوند کے لئے انسان سے بہت پہلے ہوئی۔ انسانی پیدائش سے بہت پہلے جب یہ زمین ناری شعلہ کی مانند تھی۔ ناری اور برقی اجزائے مادی وارضی سے کی گئی ہے جو مانندِ عالمِ برق موجود طاقتور مگر ظاہری انسانی آنکھوں سے نہ دیکھے جانے والی ہے اور بعض خاص خاص حالات اور خاص ترکیب اور علمی تجویز تدبیر سے دیکھنے میں بھی آنے کے قابل ہیں جس طرح عموماً برق اور عالم برق مادی ہے مگر بجز خاص حوادث وحالات کے انسان کی آنکھ ہر وقت برقی عالم اور طاقت کو دیکھنے سے عاجز ہے اور برقی عالم کی اس قدر عظیم الشان ہستی ہے اور طاقتور ہے جو روحانی نہیں ، بلکہ مادی اور جسمانی ہے مگر ناری اور برقی دنیا انسانی آنکھوں سے اوجھل ہے۔ روایات قدیمہ کل اقوام ومذاہب نے اس غائب ہستی کو مانا اور تسلیم کیا ہے اور اس کے مختلف نام رکھے ہیں۔ انجیل میں ان کو بدروحیں لکھا ہے جن کو انسانوں پر تصرف کرکے دیوانہ بنادینے والی بتلایا ہے۔ عہد عتیق کی کتب میں بھی اس کا ذکر اسی مفہوم سے آیا ہے زردشتی مذہب والوں نے

ا اہرمن کی ذریت یا جوج بتلایا ہے اور ہندوؤں نے انکو بھوت پریت چڑیل اور ایرانیوں ں جن پری وغیرہ نام رکھے ہیں یہ عالم ہے تو ضرور ہونے میں شک شبہ نہیں اور نہ یہ خالی یال ہے تمام دنیا کی تمام اقوام ومذاہب اس غائب وجود کو ابتدا سے مانتے چلے آئے فرقہ فلاسفہ کے اس لئے کہ وہ بغیر ثبوت روایتی کے اس کو توہم خیال کر بیٹھے ہیں، خواہ وہ فلاسفر تھے یا ان کے شاگرد اسلامی فلاسفر تھے اور معتزلہ اور سرسید جیسے لوگ اس بارے میں اس انکار کرتے ہیں حالانکہ تمام مذاہب کے روحانی مجاہدہ کرنے والے طبقوں کا کروڑوں سے بھی زائد کا مشاہدہ ہے کہ کوئی وجود ذی عقل غائبانہ طاقتور مانند قوئی واحساسات کے غائب عالم میں موجود کئی قومیں اکثر ان کو مردہ انسانوں کے اروح کہتے ہیں، بلکہ ں میں بھوت کا لفظ کسی خاص مردہ کی روح کیلئے بولا جاتا ہے کہ فلانے کا بھوت نظر آیا، یں فلاں کا بھوت باشندوں کو ستاتا ہے اور اس زمانہ میں اہل یورپ میں بھی مردوں کی سے زندوں کے ملاقات وگفتگو اور باہم دیگر تعارف وتقابل کا ایک علم ایجاد ہوکر مشتہر ہو ہے اور فری میسن یا ہپناٹزم یا مسمریزم اور سحر وجادو وغیرہ الفاظ اسی قسم کے علم کے بارے ستعمل ہیں۔ (یہ تفصیل محمد عبدالجبار شاہ کی ہے۔ [۱]

اخوند صاحب نے مجمل لفظ غیب جن پر اس قدر لکھا ہے کہ ہر مذہب وملت والے جب اور زہد وریاضت کریں تو انکو غیب جن کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور لکھا ہے کہ وہ زمینی ب ازنظر متصرف روحیں ہیں جن کو جن اور شیاطین کہتے ہیں وہ اس ریاضت کنندہ سے مانوس اس کو بعض غائب کی خبریں اور دور کے واقعات اور بعض امراض کے علاج وغیرہ باتے اور امداد کرتے ہیں، بعض کو کوئی دفینہ تھوڑا یا بہت سابقہ مرے ہوئے لوگوں کے بھی بتا کر ے تو انگر کر دیتے ہیں اور اس کو اخوند صاحب نے سفلی اور شیطانی گمراہ کن درجہ لکھا ہے۔ یب جن کا درجہ بتایا ہے۔

مگر اللہ تعالے نے اپنے فضل سے مجھ پر اس بارے میں زیادہ علم اور فہم کی راہیں کھول

مضمون محمد عبدالجبار کا ہے جو اخوند صاحب کے مفہوم سے مخلوط ہو گیا ہے۔ مگر ان کا مفہوم اصول قدیم ان کے تسلیم شدہ صورت میں ہے اور میرا مفہوم جدید دلائل وجدید علم کی اصلاحات کے ساتھ درج ہے جس کی مضمون کے جدید خیالات وقدیم خیالات کی تفریق سے ہو سکتی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر تفصیل سے اگر ایک طرف جنی قوم کے علماء اور صلحاء اور اتقیاء سے خود گفتگو کر کے ان کی زبان سے تفصیلات سن کر علم میں اضافہ کرا دیا ہے تو دوسری جانب ان کے علماء کے بتلانے سے قرآن کریم میں جس قدر اس عالم اور جنی قوم کے نسبت متعدد جگہ اور مختلف رنگوں اور مختلف ازمنہ و اوقات کے حالات سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کی نسبت سابق مفسرین نے جو تفسیریں کی ہیں ان سب پر موافق و مخالف اور صحیح اور غلط کی نسبت خود اس قوم کے بتلائے ہوئے علم سے جو لفظاً و معناً قرآنی الفاظ کے تحت اور صریح تائید کے ساتھ ہے مجھ کو علم حاصل ہوا ہے جس پر میری متعدد کتابیں شہادۃ الثقلین کے نام سے موسوم ہیں اور ایک رسالہ علیحدہ قرآنی حقائق کی بناء پر مختصر جیسا شہادۃ الثقلین جلد اول کے ساتھ شامل کیا ہے اور اس سے واضح طور پر اس قوم اور اس مخفی دنیا کا حال بطور تجزیہ ظاہر و معلوم ہو سکتا ہے۔[1]

اس جگہ صرف بطور خلاصہ اور بقدر حصول علم غیب الجن اس قدر لکھنا کافی ہے کہ جس قدر اختلاف جدا جدا مذاہب والوں کو ان کے بارے میں لگا ہے کہ کوئی انکو مردوں کی ارواح کہتے ہیں کوئی انکو اہرمن اور نیکی کے مقابل بدی کا خالق اور بدی کا بادشاہ یا اس کی ذریت کہتے ہیں کوئی اس کو جادو سحر کا پیر استاد یا متصرف غائبانہ طاقت کہتے ہیں۔ کوئی اپنی ہی ہمزاد اور اس کی تسخیر سے کار براری کے لئے اور حسب مراد مقصد حاصل ہوتا بتلاتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ تمام حالات اسی طبقہ عالم جنات اور غیب جن کے جدا جدا مدارج ہیں جس کو ہپناٹزم، مسمیریزم قوت برقی اور معمول کے ذریعے غائب حالات کا علم حاصل ہونا وغیرہ بتایا جاتا ہے یہ سب کرشمے غیب جن کے درجہ کے اندر ہیں اور کرامت ولایت کے مدارج سے بہت گرے ہوئے اور سفلی ہیں نہ علوی اور مادی ہیں نہ کہ روحانی۔ بلکہ جو یورپ کے لوگوں نے مردوں کی ارواح سے تعلق بنا کر ان کو مردوں کی ارواح اور ان سے ہم کلامی کا ذریعہ بنایا ہے اور سمجھا ہے یہ سب بھی غیب جن کے اور سفلی مدارج ہیں علوی اور روحانی ہرگز نہیں۔ اسلامی اولیا بسا اوقات ان مدارج سفلی سے مانوس ہوئے بغیر ہی آگے روحانیات میں بڑھ جاتے اور آگے گزر جایا کرتے

[1] اس تصنیف کے چھ سال بعد جب کہ یہ کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی میں نے ایک مفصل تصنیف علم جن و جنات پر تصنیف کر لی ہے۔ علم قرآنی سے اس بارہ میں ایک نور عطا ہوا۔ شبہوں سے حزین کتاب ہے جس کا نام ہے اثبات الوجود الجنات من الایات البینات والعلامات الباهرات۔

اگر ریاضت کنندوں پر غیب جن کے حالات جو پیش آتے ہیں ان کو وہ ابتلا اور امتحان کا ہیں کیونکہ یہی وہ درجہ ہے جہاں شیطان مجسم حالت میں ہو کر ہر زاہد زاویہ نشین کو حسب جدا مجسم کی آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے اور اصل منزل روحانی کے سفر سے روک کر انوار برکات اور ملائکۃ اللہ اور دیدار خداوندی کے نقلی نظاروں اور نقلی مغالطوں میں بے علم کو بھی اور باعلم صوفیا کو بھی اگر ان کو شیطان کا خطرہ فراموش ہو کر اپنے آپ کو جان کر شبہ اور شک ان مکاشفات نورا روہ میں ترک کر دیا ہو اور احتیاط کو دو بار مداخلت علوی نظر انداز کر دیا ہو تو خواہ کوئی بہت بڑا اور بڑے سے بڑا پاک طینت کیوں نہ ہو اور لگ جانا بعید نہیں چونکہ زیر بحث زمانہ میں بے علم غیر متشرعی پیروں پر یہ بلا نازل تھی حضرت علی ترمذیؒ نے اس سے بچنے کی حد سے زیادہ تاکید کی ہے اور اخوند صاحب نے بھی بحث کی ہے:

اور ہم قرآن میں نہایت جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ لڑتا جھگڑتا ہوا شیطان کو پاتے ہیں اور انجیل میں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو شیطان کا آزمانا موجود ہے، بلکہ مجید کی ایک آیت ہے کہ ہم نے کوئی ایسا نبی اور رسول نہیں بھیجا جس نے ہدایت دینے پوری کرنی چاہی ہو اور شیطان اس کی خواہش کے درمیان کود نہ پڑا ہو۔ الغرض ہر ملت کے پیشوا بھی اور پیرو بھی ہمیشہ صرف ظاہری شریعت یا قانونی عبادات پر اکتفا کر نہیں رہا کرتے بلکہ ہر مذہب اور ہر ملت کے عاشق و شیدا زاویہ نشین ہو کر روحانی کی طلب و تلاش میں مشقت اور ریاضت کیا کرتے ہیں اور ہر ریاضت کنندہ کو اگر کوئی نظارے اور تسکین کے پیغامات حاصل نہ ہوں اور عالم غیب سے کوئی اطلاعیں نہ ہوں تو مذاہب والے صرف ظاہری پابندی مذہب پر صابر نہیں رہ سکتے لہٰذا لازمی ہے کہ ہر ملت ریاضت کرنے والوں کو کچھ غائبانہ معلوم و مکاشفات ملتے ہیں جن پر وہ اس مذہب پر قومی راسخ العقیدہ ہو جاتے ہیں۔ یہی درجہ اور رتبہ بالعموم غیب جن کا درجہ ہوتا ہے اور یہی کی مداخلت کا معرکہ اور میدان ابتلا کا ہوتا ہے۔ البتہ دیگر مذاہب نے اسی کو مشکل سے لیا ہو، بلکہ جدائی وہ نہیں کر سکے، مگر قرآن مجید نے ایسی واضح تشریح کی ہے کہ اس میں اشتباہ باقی نہیں رہتا۔ اس بارے میں میرا رسالہ خاتمہ شہادۃ الثقلین جلد اول پر واضح ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

۔اور نہایت مختصر ذوق اس جگہ بتلاتا ہوں۔ (اور میری کتاب الاثبات لوجو الجنات میں الایا…
البلیات میں تفصیلات دی ہیں)

قرآن شریف میں ابلیس لفظ دس جگہ آیا ہے۔ اور لفظ شیطان قرآن مجید میں پینسٹھ جگہ یا زائد جگہ آیا ہے۔ اور لفظ جن قرآن مجید میں اکتیس جگہ آیا ہے۔ اور چونکہ قرآن پاک … شیطان کا جن قوم سے ہونا بتلایا ہے (کان من الجن) اس لئے جن وابلیس وشیطان کا ہم… ہونا تو دنیا کی اکثر قومیں مانتی ہیں، مگر ان کے اندر امتیاز قرآن شریف نے واضح کر کے … ہے اور کسی آسمانی کتاب میں اس وضاحت سے نہیں پایا جاتا۔ پھر قرآن نے جن قوم کی تخلیق اس دنیا پر اس وقت ہونی بتلائی ہے جب زمین ایک شعلہ مشعلہ نار تھی اور ان کا اسی برقی ما… میں ذی عقل لطیف مادہ برقی سے وجود قائم ہوتا بتلایا ہے۔ (وَالْجَانَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ) یعنی یقیناً پیدا کیا ہے ہم نے انسان کو مٹی بجتی ہوئی سیاہ کیچڑ متغیر شدہ سے اور جنوں … ان سے پہلے (بہت پہلے) جب دنیا آگ کا شعلہ اور مشتعل حالت میں تھی۔ تب جنوں کو اس آگ سے پیدا کیا تھا۔

پھر دوسری جگہ فرمایا کہ پہلے جنوں کو اور بعد میں انسانوں کو میں نے اپنی معرفت او… عبادت کی غرض سے پیدا کیا ہے نہ یہ کہ صرف رزق وطعام کھانے کے لئے ہی بنا دیا ہے۔ ان آیتوں سے خود چند اصول ظاہر ہو گئے کہ جن وابلیس وشیطان برقی عالم اور ناری عالم کی ذی عقل اور رزق روزی کی محتاج مخلوق ہے پہلی مخلوق لطیف ناری اور مادی ان اجزا سے … ہوئی جس کا وجود اب بھی موجود ہے، مگر انسانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی مگر اخلاق قوی عادات او… فرائض حیات میں ان میں یکسانیت پائی جاتی ہے اس لئے ان کے لئے جنت ودوزخ … وعدے وعید یکساں ہیں مگر قرآن نے تمام جن قوم کو ابلیس اور شیطان نہیں فرمایا، بلکہ ان میں سے ایک فرقہ شیطان ہے جس نے ابلیسی کی حالت واقع ہونے پر شیطانیت اختیار کر لی۔ باقی قوم جن اس فرقہ سے کوئی جداگانہ امتیاز رکھتی ہے جن کے اندر مومن کافر ملحد ولی اور نیک و… انسانوں کے مانند ہیں۔ اسی لئے عذاب وثواب پانے میں انسانوں کے ساتھ برابر۔ سورہ رحمن میں ان کو بتایا ہے یعنی قرآن شریف نے جنوں میں سے خاص فرقہ کو جن کے قوی لطافت میں ملائکہ کے قریب قریب ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی کے شرف تک اپنی فطرت میں…

…اور رکھتے تھے کہ ان کو جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کے بعد اطاعت آدم کا حکم دیا تو وہ بوجہ … لطافت وقرب خداوندی کے گھمنڈ کے مخالف ہو گئے۔ ابلیس کا لفظ ابلاس اور مایوسی کی … ناامیدی کے معنی میں ہے جو اس وقت جن قوم کے ایک خاص خدا رسیدہ طبقہ کی مایوسانہ … کی وجہ سے ابلیس نام دیا جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ اس کی طرف سے خاکی انسان کے … حسد کا ہونا لازمی ہے، مگر اس خاص صنف ابلیس کے علاوہ باقی قوم جن کا حال اس کے … ہیں، بلکہ انسان کی مانند نیک بھی اور بد بھی ہونا ثابت ہے لہٰذا جن مخلوق میں مختلف طبقوں … یوں کا وجود ہے۔ ابلیس نسل کا واحد مقصد حیات انسانوں کی نسل سے حسد کرنا اور انہیں … ان کے راستے پر لگا کر تباہ کرنا اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت سے بہکانا ہے خدا تعالیٰ … ذات وصفات کی معرفت ہی نہ ہونے دینا پھر اگر یہ ہو تو اعمال سرکشانہ سرزد کرنا ٹھہر گیا ہے … حالت کا نام شیطان ۶۵ جگہ قرآن نے بتلایا ہے اور دس جگہ ابلیس کا لفظ آدم کو خلافت دی … کے موقع از راہ حسد ومایوسی از حکومت دنیا اس خاص صنف پر بولا گیا ہے جن مسلم غیر … اور نیک وبد دونوں ہوتے ہیں۔ اور جن کو احکام اور وعدے وعید دیئے ہیں۔

مجھ کو خود جن قبیلہ سے ۱۸۹۷ء میں معرفت اور ہمکلامی اور معلومات حاصل ہوئیں۔ … اس وقت کم عمر بے علم تھا تاہم میں نے لکھ دیئے تھے۔ وہ ان حالات مذکورہ کی تائید کرتے … شیطان کا طبقہ جن قوم کے اندر لطافت میں اس قدر الطف وافضل ہے جو ان کا تعلق … کے ساتھ شامل ہے۔ اپنی جنس جنات کی نظروں سے بھی مانند ملائکہ ان کی نہ دکھائی … کی استعداد موجود ہے اور جس طرح انسانوں میں رنگی وفرنگی وچینی وسامی نسل انسانوں … میں تمیز ان کے رنگ اور چہروں کی بناوٹ سے موجود ہے اسی طرح جن قوم میں چار پانچ … قوموں کی از حد دیگر تفریق لطافت وکثافت اور قد وقامت کی وجہ سے ہے۔ ان میں سے … الطف ترین طبقہ شیاطین کا ہے جو باقی جن قوم کے ساتھ ان کا معاملہ اور گزران بالکل …، بلکہ ملائکہ کی مانند ایک جدا دین ور کام میں مصروف طبقہ ہے اور انسانوں کے معتقدات … میل اور جنوں میں بھی معتقدات کے علمبردار اور انسانوں کو مغالطات میں ڈالنے کے عمل پر … تمام طبق ہے۔ جن کی رسائی عالم بالا کی مادی حدود تک ہے۔

ان کے بعد دوئم طبقہ افضل واعلیٰ مکلف جن قوم کا پری زاد ہے جو قد وقامت شکل و

toobaa-elibrary.blogspot.com

صورت قوائے طبعی واخلاق میں مانند انسان کے گویا انسان کا مخفی جوڑا ہے۔

سوئم ان سے کم تر قد وقامت کے جن ایک گز سوا گز قد قامت کے بدصورت انسانوں میں رہنے والے اور جنگلوں میں رہتے ہیں۔ اور ایک طبقہ ان میں نہایت حقیر وذلیل شعور مانند حشرات الارض کیڑے مکوڑے کے بھی ہوتا ہے۔

ایک طبقہ دیوؤں کا ہے جو شریف ترین اعلیٰ طبقہ کے لئے بمنزلہ جانور اہلی پالتو اونٹ بیل وغیرہ کا کام دیتے اور بھدے اور بڑے قد والے اور طاقتور ہوتے ہیں۔ سچ بات یہ ہے کہ ان سب کا کوئی تصرف اور دست رسی انسانوں پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ ان کے درمیان بمنزلہ دیوار کے ہیں۔ جو مادی نقصان نہیں دے سکتے مگر روحانی مداخلت شیطانی ابلیس اختیار حاصل ہے۔ وہ صرف وسوسہ اندازی ہی میں ہوتی ہے۔ جب کوئی انسان زاویہ نشین ہو کر روحانیت کے حصول کا متمنی ہوتا ہے اس وقت ضرور اس کے ساتھ عزازیلی طبقہ اور شیطانی صنف کا واسطہ مشاہدہ کے طور پر پڑ جاتا ہے۔ اگر صاحب علم واستعداد غالب روحانی ہوا تو نکلتا ہے ورنہ اس کے دم میں آ گیا تو جزوی فائدے ان سے لیتا ہے مگر نقصانات فوائد سے زیادہ ہوتے ہیں۔

چونکہ مجھ کو مسلمان اولیاء الجن اور علماء مومنین جن سے بڑا واسطہ رہا ہے جن کی کرامات، مکاشفات کو بھی میں نے مطابق آیات کلام اللہ تجربہ سے سچا مشاہدہ پایا۔ لہٰذا اس بارے میں قرآنی علم کی تطبیق ان کے بتائے ہوئے علم نے مجھ پر واضح کر دی ہے جو جداگانہ کتابوں میں ہے اور ان سے حاصل شدہ علم اور حضرت سید علی ترمذی علیہ الرحمہ کا اور اخوند درویزہ صاحب کا بتایا ہوا علم بھی ہے۔ عابد انسانوں میں شیاطین کی مداخلت اور بہکاوے کا میں نے ازروئے تجربہ ومشاہدہ یکساں پایا ہے اسلئے بے موقع میں نے یہ بیان لکھ دیا ہے کہ ہر صاحب کشف، حال بزرگ کو اپنے مکاشفات اور الہامات کے بارے میں حد سے زیادہ محتاط اور خوف زدہ رہنا چاہیے اور ہر کشف یا الہام کو رحمانی نہ سمجھنا چاہیے جب تک قرآنی تائید اس کے موافق نہ ہو اور ہر روحانی نظارہ کو رحمانی القا نہ سمجھ لینا چاہیے جب تک وہ ذرہ ذرہ کتاب وسنت کے مطابق نہ ہو جس قدر اصل الہام یا انوار یا رویت انوار ومکاشفات اصلی ہیں۔ ان کی نقلی صورت اصلی سے بھی بڑھ کر یہ طبقہ شیطانی عابدی، زاہدی ہر ملت وہر مذہب کو دکھلا کر حق کے مقابلہ ومخالفت پر

...تے ہیں۔ قرآنی عبارت ایسی ہے اور ۶۵ جگہ قرآن میں جہاں لفظ شیطان آیا ہے اس ...اس کی کارستانیاں اور حملوں کے مواقع اور طریقے بھی بیان کئے گئے ہیں۔ جہاں ...ل کا لفظ بھی زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا کے لفظوں میں فرمایا گیا ہے۔

...ہواں ملا عمر شلیمانی: اس بیان غیب الجن کے بعد درویزہ صاحب نے لکھا ہے کہ ...گردوں اور مریدوں میں سے مسمی ملا عمر شلیمانی بھی مرتبہ غیب جن میں پہنچ کر اس پر ...مغرور ہو چکا تھا۔ چونکہ ہماری صحبت سے بہت دور ہو گیا تھا۔ (آپ پشاور میں تھے اور ...سندھ کے کنارے پونتیان نام گاؤں میں قریب ٹوچی وکوٹھ کے مقیم تھا)۔ اس لئے ...ل ومقام میں کامل مغرور ہو گیا تھا۔ امید ہے کہ اللہ اس کو تلاطم ضلالت سے ساحل ...لے آویگا۔ (اخوند صاحب نے حالتِ مراقبہ میں اسکی غلطی پر آگاہ ہو کر متنبہ کر کے ...دیا تھا۔)

...دواں ملا رکن الدین تھا جو مذہب الحاد اور معرفت بے کیف باری تعالیٰ کے بارے ...ل میں پڑ گیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مثل قرار دیتا تھا اور اس کے پانچ بیٹے تھے۔ عبداللہ۔ ...اللہ۔ نعمت اللہ۔ فیض اللہ۔ بایزیدہ۔ یہ سب اپنے باپ کے پیرو تھے اور اپنے مذہب کا ...ذریعہ اشتہار ورسائل پشتو میں بایزیدہ وعبداللہ نے مشتہر کیا تھا۔ اور اسی نعمت اللہ نے ...اساتذہ میں سے ایک کو جس کا نام لطف اللہ بن امام الدین تھا معرفت باری کے مسئلہ ...دی تھی جب کہ اس نے ایک رسالہ مشائخ متقدمین کے طریقے کے خلاف تصنیف کیا ...اس کا والد امام دین واقف ہو گیا تھا اور اس مقام سے اس کو نکال لیا۔

پندرہواں۔ ملا عبدالرحمن نام ایک شخص زرگراں ہند میں سے اس وطن میں آیا تھا جو ...آپ کو سید کہتا تھا۔ بعثت ثانی اور احوال وقیامت کا منکر تھا۔ اور اسکا مذہب بالکل جبر ...کا تھا۔ خود میرے ساتھ اس کے مباحثے مذاکرے بارہا ہوئے۔ اور ہر بار وہ خجل اور ...ہوتا۔ مگر اپنے عقیدہ سے باز نہ آتا تھا اور مکر وفریب سے افغانوں کی کافی جمعیت اپنے ...ل حال کر چکا تھا۔ دراصل اس کے دل میں حصول حکومت کا فریب جاگزین تھا۔ اور خود ...تھا۔ اس لئے اس نے سکہ بھی ڈھالا تھا جو سکہ میاں شاہی کے نام سے موسوم تھا۔ ...تو اس کو نہ ملی مگر ضلع ہزار میں موضع مانکرا میں قیام اختیار کر لیا تھا۔ سالہا وہاں مقیم رہا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

غلط مذہب میں رسائل لکھے جن میں سے ایک رسالہ حسینہ نام ہے۔

سولہواں مسمی تانی مہمند زئی تھا جس نے لمبا عرصہ ہندو جوگیوں کے ساتھ گزارا
عقیدۂ تناسخیہ قبول کر کے اور اس کا اظہار و اعلان کر کے اپنے آپ کو پیرو پیشوا و مقتدا
تھا۔ اور اس کا جانشین بیٹا جس کا نام عبید تھا، وہ بھی اپنے باپ کے مسلک پر تھا، لیکن اس
شیخ فرید گاہے گاہے علماء کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا تھا۔

سترہواں شیخ یوسف مہمند زئی اسی عہد میں اباحت کے مذہب پر معہ اپنے پیروؤں
سختی سے قائم تھا۔

اٹھارہواں سید احمد بن میرو بن حکو جو شیخ حسن کا غلام تھا یعنی شیخ حسن نے ہندو
سے ایک حکو نام غلام خریدا تھا۔ اور شیخ حسن قسم خٹک کے خواہر زادوں میں سے تھا۔ اس
اس نے بعض اپنے ضروری کاموں کے واسطے اس کو بھی قبیلہ خٹک میں مقیم چھوڑا ہوا تھا۔
حسن کی وفات کے بعد حکو نے دعویٰ کیا کہ وہ غلام نہیں بلکہ اصیل ہے اور اس کے بیٹے نے
آسان پیشہ شیخی اختیار کر لیا۔ جب اس کا بیٹا تولد ہوا تو اس کا نام ہی سید احمد رکھ کر پیدائش
پر اس کو پیری پیشوائی کے دعویٰ پر محکم قائم کر دیا گیا۔ ایک دن نہایت غریبانہ لباس میں
مغالطہ دہ حالت میں ہمارے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سید علی ترمذی کے حضور حاضر
حضرت نے بجز نام سننے کے اسکو دیکھا کبھی نہ تھا مگر مومنانہ فراست سے صریح پہچان کر فر
کیوں کر آنا اس طرف ہو گیا۔ عرض کی کہ لوگ اس علاقہ کے متوجہ بہت ہیں۔ لیکن فتویٰ
ہوں کہ آیا میری پیری جائز ہو گی یا نہ۔ حضور نے فرمایا یہ کام تو خود روی اور خودسری کا ہرگز
اور بغیر اذن شیخ کامل کے اور بغیر ادائے خدمات و ریاضاتِ واجبانہ و رعایت طول صحبت مر
کامل مکمل، ایسا پیشہ اختیار کرنا اضلال و تضلیل ہو گا۔ اس نے کہا اذن کس سے حاصل کروں
ہمارے حضرت نے فرمایا اکنافِ عالم میں لمبے لمبے سفر کرو اور اہل اللہ کو ڈھونڈو اور جس کو
پاؤ کہ ظاہر شریعت کا سخت پابند ہے اور باطنی نور سے معمور ہے اس کی خدمت کو اختیار کرو۔

یہ سن کر یہاں سے وہ چلا گیا۔ مگر کسی ولی صاحب حال کی نہ تلاش کی اور نہ کسی
اذن حاصل کیا، مگر خود ہی مشہور کر دیا کہ میں ماذون و مجاز ہوں حضرت بہاؤ الدین ذکریا علیہ
الرحمہ کی اولاد کی طرف سے اور حسب منشاء خود رسالے تالیف کیے اور پیر بنا رہا۔ اس کا ایک

نام جانشین ہوا۔ جو ہمیشہ ہر قسم باجے بجایا کرتا اور رقص و سرور میں منہمک رہتا اور اس کو
حلال کہا کرتا تھا۔

انیسواں ایسے پیرانِ بے بنیاد میں سے تھا جس کا قصہ یوں ہے کہ خواجہ خضر افغان نے
ان سے تھا اپنی ایک کنیز ایک حجام کو نکاح کر دی تھی۔ اس کی بدبختی سے ہندو جوگیوں
جمعیت بجواڑہ کے گاؤں میں آوارد ہوئی۔ اور یہ فرید چند مدت ان میں شامل رہ کر علم
ان کے ساتھ ہی سیر و سیاحت میں لمبے عرصہ تک جہان گردی میں مصروف رہا۔ اور جو
علوم ادویہ اور منتر وغیرہ میں کامل الفن سنیاسی بن گیا۔ مگر عقیدہ اس کا تناسخی و اباحتی عین
تاریک کے تھا۔

پھر یہی فرید عہد حکومت سلیم شاہ فرزند شیر شاہ افغان میں اس بادشاہ کا بندوقچی ملازم بھی
جب اس بادشاہ کی حکومت میں خلل واقع ہو گیا تو یہ فرید وہاں سے یوسف زئیوں کے
آ گیا۔ اور یہاں پہنچ کر اس نے اپنے آپ کو حاجی محمد کے نام سے مشہور کر دیا۔ اور پیری
کے پیشہ کا اعلان کر دیا۔ اپنے مریدوں کو بدعت و گمراہی کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ مگر جاہل
بہت نرالا مشہور کیا کہ میں ماذون و مجاز ہوں حضرت میر فیض اللہ ولی کی طرف سے اور
تھا حضرت سید نا مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا اور یہ بھی ادعا کیا کہ میری عمر تین صد سال کی
اور کہ میں نے سات بار حج بیت اللہ کیا ہے۔

درویزہ صاحب فرماتے ہیں ہم نے ایک ہوشیار شخص کو بھیجا کہ وہ جا کر بیت اللہ شریف
مدینہ طیبہ کے شہروں کے حالات من و عن اس سے پوچھ آوے۔ مگر اس عقلمند سوال کنندہ کے
سے وہ پریشان ہو کر ایک دوسرے جھوٹ پر اُتر آیا جس سے اس کے سات حجوں کا پردہ
ہو گیا۔ اس نے سائل سے تنگ آ کر جواب دیا کہ مکہ مدینہ کو نہایت خورد سالی کی عمر میں
تھا اس لئے ان شہروں کا نقشہ ذہن سے محو ہو گیا ہے جس سے اس کی صداقت کی قلعی کھل
مگر ان فریب کاروں میں سے ہر ایک کو جہلا مریدوں کا کافی جتھہ حاصل ہو جاتا تھا جو
کے لئے ذریعہ معاش بلکہ ذریعہ حکمرانی ہوا کرتا تھا۔

آخر کار ہم کو خود اس کے پاس طریقت کی تحقیق کیلئے جانا پڑا، مگر وہ ڈر کر یوسف زئی
سے افغان غوری خیل میں جا پہنچا۔ اور وہاں اس کو حقائل گئے، کیونکہ یوسف زئیوں میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہماری طرف سے اس کے اباحتی عقائد اور اسلامی بنیادی عقائد سے برگشتہ ہونے کی تشہ[یر] اس کو ان ممالک سے بیدخل کر دیا تھا۔

اس کی اولاد بھی پشاور کے نواحی علاقوں میں مختلف گناہوں بشمول لواطت رائج ک[رنے] موجب بنی تھی۔ اور امرد لڑکوں کو جو حسین و خوب صورت ہوتے، عمداً ان کو محبوب و معشوق ... اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے اور کہتے تھے کہ ان کی خوب صورتی دیکھ کر ہم کو خدا کی قدرت ... نگاہ جاتی ہے اور یہ مقولہ بیان کرتے: النظر الی حُسان الوجوہ عبادۃ"

اسکا مذہب یعنی حاجی محمد کا جبر یہ تھا۔ تمام منہیات کے...... وہ مجبوری اور امرِ خداو[ندی] سے ہونا بتلاتا تھا۔ اپنے متبعین کو بھی مجبور محض ہونے کا فضول فلسفہ پیش کر کے گناہوں پر د[لیر] کیا کرتا تھا۔ حماقت اور جہالت کا اس کے یہ عالم تھا کہ مریدوں کو شجرۂ پیران طریقت کو جو لک[ھ کر] دیا کرتا تھا۔ وہ اس طور سے ہوتا تھا۔ حاجی محمد مرید حضرت میر فیض اللہ بن مرتضی علی کرم اللہ وجہہ مگر اس کے بعض مولوی مریدوں نے ایک دوسرا شجرہ لکھ دیا ہے۔ جس کو حضرت ... بغدادیؒ سے جا کر ملایا گیا ہے۔ اس کی اولاد کو دعویٰ سیادت کا بھی ہے۔ حالانکہ فرمان خداوند[ی] یوں ہے:

اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ۔

بیسواں ان میں سے حاجی عمر غوری خیل تھا۔ جس کے تمام حالات کا لکھنا موجب تطویل ہے بدعت پیشہ تھا۔ اور اس کے پاس اخوند صاحب نے جا کر تائب اور غلطی پر قائل ... لیا تھا۔ مگر بعد واپسی کے بعض پر قائم رہا اور بعض عقائد بدعیہ کو ترک کر دیا۔

اکیسواں ایک خواجہ افغانان ذودنی (جدونی) میں سے جبریہ مذہب کا پابند فاسق تارک صوم وصلوٰۃ و برائیوں کا مرتکب نام نہاد پیر طریقت تھا جس کے کافی مرید تھے۔

بائیسواں تا پچیسواں شاہ اسماعیلا اور میر لی وابوبکر وعمر۔ چار شخص منکہ دام قندھار کے ایک چور کی اولاد سے تھے۔ اس ڈاکو نے دعویٰ کیا تھا کہ میری اولاد سے اولیاء اللہ پیدا ہوں گے۔ ... اشخاص کسی قدر زہد و عبادت مرتبہ جن کے غیب تک بھی پہنچے ہوئے تھے۔ خٹک قبیلہ کے افغان ان پر اس قدر گرویدہ تھے کہ خدا اور رسول کو بھی نہ جانتے تھے، مگر ان کی پیروی ان کو مقدم تھی۔ ان کی روش سرود سننا اور رقص کرنا اور حالت جذبہ اپنے او پر وارد کرنا اور اس کو حلال و جائز بتلاتا...

لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ عمل ہم پر اللہ تعالیٰ نے زائد مذہب و دین محمدی سے فاضل ... لئے مقرر کیا ہے۔ ان کے معمول بے ہوش ہو کر غیب کے حالات بیان کیا کرتے تھے۔ ... مسمریزم زمانہ حال کا نقشہ معلوم ہوتا ہے۔ عبدالجبار شاہ) اور بطور دعویٰ اس عالم مدہوشی ... کہا کرتے تھے کہ فلاں کو سرفراز ہم نے کر دیا اور فلاں کو معزول کر دیا۔ فلاں کو زخم لگا دیا ...

چھبیسواں شیخ قاسم غوری خیل تھا جس نے پشاور میں ایک درخت کے نیچے سکونت اختیار کر رکھی تھی جب لوگ عموماً اس کی طرف متوجہ ہو گئے تو بدعت اور ہوا کا طریقہ ظاہر کیا۔ اس ملک کا حاکم شادمان خان جو میرزا حکیم شہزادہ کی طرف سے اس ملک کا حاکم اعلیٰ تھا۔ میرزا ... شہنشاہ ہمایوں کا فرزند تھا، اس نے اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ یہ وہاں سے بھاگ کر قندھار چلا گیا اور وہاں سے حاجیوں کی جماعت میں شامل ہو کر مکہ مکرمہ پہنچا۔ اور جب واپس اپنے وطن میں پہنچا تو یہاں اعلان کیا کہ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کی اولاد سے اذن و اجازت لے کر آیا ہوں، مگر دراصل عقائد و اعمال میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی تھی، یہ تمام صعوبت سفر و ... صرف پیری مریدی کا سلسلہ جائز و جاری کرنے کی خاطر تھی۔

پیر روشن یا پیر تاریک کے پانچ بیٹوں کو ملا کر شمار کردہ پیران بے راہ کی فہرست اکتیس ... شمار کر چکا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک مریدوں کی کافی کھیتوں کے مالک تھے، اور جن کے ... پوتے سجادہ نشین ملا کر ساٹھ سے زیادہ تعداد ہو جاتی ہے۔ اور درویزہ صاحب کے تذکرہ ... ابھی انکی نفری اور بھی باقی ہے، مگر میں نے چونکہ بہت سارے حالات اور بھی لکھنے ہیں۔ ... پیروں کی فہرست میں اسی قدر مشتے نمونہ از خروارے پر اکتفا کرتا ہوں اور اس سے ناظرین کتاب دسویں صدی ہجری ایک ہزار پوری ہونے تک اس وطن کو مذکورہ مفاسد سے صاف کیا ... تھا۔ مذہب حنفی کے پابند اور ظاہر شریعت اسلامی پر کار بند ان ممالک کو کرا دیا گیا تھا۔ اسی ... اخوند صاحب نے لکھا ہے کہ جب کسی قوم کا سویا ہوا بخت جاگنے لگتا ہے تو اس کی اصلاح ... لئے کوئی اللہ والا پیدا ہو کر اندھیرے سے اُجالا کر دیتا ہے۔ یوسف زئی وغیرہ پر بھی ... تعالیٰ نے خوش بختی لائی اور اپنے اولیاء میں سے ایک غوث کو ان کے پاس بھیج کر ان کی ... دھو ڈالیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت کی وفات کے بعد جو ۹۹۱ یا ۹۹۳ ہجری میں ہوئی۔ اخوند صاحب موصوف ۱۰۲۱ ہجری تک تو تذکرہ کی تصنیف تک زندہ نظر آتے ہیں جن کی عمر اس وقت اسی سال کی ہو گی تھی۔ اور اس ماذون نے اور آپ کے فرزند سید مصطفیٰ اور ان کے بڑے فرزند سید عبدالوہاب نے حسب الارشاد حضرت مرحوم اندرونی اسلامی مفاسد سے ممالک افغانیہ کو صاف کر لینے کے بعد یوسف زئی قبائل کے ممالک کے متصل شمالی سرحدات پر کوہستانی علاقوں میں کفار قدیم کی اصلاح پر کمر باندھی۔ یہ اسی ارشاد کی بناء پر کیا گیا جو حضرت کو ان کے مرشد شیخ سالار [illegible] صاحب نے فرمایا تھا کہ تم کوہستانوں میں جا کر خلق خدا کی اصلاح کرو۔

بیرون ممالک یا ہندوستان کی اصلاح میں تو کوہ ہند یوسف زئی کو بھی کوہستانی علاق[illegible] جا سکتا ہے جس کی اصلاح اندرونی بوجہ احسن ہو چکی۔ مگر حضرت نے اس وطن میں پہنچ کر [illegible] ملک کی اصطلاح میں کوہستان نام ایک خاص ملک اور وطن کو پایا۔ جس میں گورے رنگ [illegible] آریائی نسل کے شکل وصورت کے قدیم کفار غیر مسلم رہتے تھے جن کے مذہب وعقیدہ کا کوئی پتہ نہ لگتا تھا۔ مگر ان میں گانا بجانا ناچنا اور اپنی بہن بیٹی سے شادی کو نہایت احسن خیال کرنا جس سے نسل بہت خالص رہتی ہے۔ رائج تھا۔ سیام کے شاہی خاندان میں اب تک یہ رسم رائج ہے۔ اور فراعنۂ مصر میں بھی اس کا رواج پایا جاتا ہے۔ اس قوم کو دائرہ اسلام میں لے آنا ذمہ دارانہ فرض خیال کر کے اس جہاد کو شروع کر دیا جو کوہستانات دریائے سندھ وسوات کوہستانات دریائے پنجکوڑہ کے غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کیلئے تھا۔

اخوند درویزہ صاحب آخری عمر میں پشاور میں مقیم رہے اور وہاں ہی وفات پائی۔ [illegible] نے حضرت سید علی ترمذی علیہ الرحمہ کے حالات اور الفاظ اور تعلیم وطریق عمل سے اس قدر [illegible] نتیجہ نکالا ہے کہ ان کا علم وفضل واخلاق نہایت بلند معیار ولایت پر تھا۔ اور آخوند صاحب کا علم وفضل ان سے بہت کم تھا، کیونکہ ان کی سرشت بونیر وال افغانیت کی سادہ اور جامد فقہی کی پائی جاتی ہے۔ مگر حضرت کے کلمات میں الفاظ کتاب وسنت اور پیروی خیر البشر صلعم کی تاکید پر عمل وبرکت میں کرنے کی تاکید ملتی ہے۔ لہٰذا کہوں گا کہ اخوند صاحب کی بعض جگہ کی تیز مزاجی اور ملایانہ غصہ کو ان کے علم وفضل سے کوئی نسبت نہیں۔ مگر آپ کے مشن اور مسلک کی تکمیل میں اخوند درویزہ واخون پنجو واخوند سالاک کو بڑا دخل تھا۔ حضرت کا ایک مرید جان خان نام [illegible]

[illegible]ون میں میں سے عمر خیل تھا۔ جو اب صوابی مانیری میں رہتے ہیں، اس کا لقب دیوانہ بابا [illegible] ہے اور مزار بونیر میں ہے، بہت باکمال مجذوب سالک تھا ایک مرید عبداللہ صاحب [illegible] تھا جس نے انواع نام کتاب پنجابی زبان میں تالیف کی ہے۔

غرض کہ مذکورہ بالا مقاصد اندرونی اسلام کے ساتھ حضرت کو اصلاح کا واسطہ پڑا۔ جن [illegible] آپ نے اور آپ کی اولاد نے اور مریدان باصفا نے اس ملک سے نیست ونابود کر کے اس [illegible] جائے صحیح مسلمانی اور عقائد اہل سنت کو مکمل طور پر رائج کر لیا اور علم وعلما کا چرچا اس ملک [illegible] بہت زیادہ ہو گیا۔ اخوند درویزہ صاحب تو جہاد کوہستان کی تکمیل سے پہلے فوت ہو چکے [illegible] ان کے ایک بیٹے کا مزار موضع کانجو ملک صوات پرگنہ نکئی خیل میں شہید بابا کے مزار کے [illegible] سے مشہور ہے۔ شہید بابا کا قاتل کفار قدیم میں سے بیزو نام کا شخص تھا۔ مگر کوہستان کا جہاد [illegible] ہو چکا تھا۔ مرکزی قائد سید عبدالوہاب سجادہ نشین وجانشین پوتا حضرت کا بونیر کے مرکز [illegible] کتہ بند میں مقیم تھا، مگر جہاد کا سپہ سالار اخوند سالاک صاحب تھا جس کی اولاد اخوند خیل کہلاتی ہے۔

ایک بلند چوٹی دار پہاڑ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر کوسیاہ کے بالمقابل ڈوما نام [illegible]ور ہے جس کا حاکم ڈوما نام کوہستانیوں کا سردار تھا۔ بڑی مدت تک بونیر کے پرگنہ کے متصل [illegible]ل مشرق میں اس ڈوما کے ساتھ جنگ جاری رہی۔ اس قوم یوسف زئی کی ہر دو قوم میں یوسف [illegible]دن اس فوج مجاہد کے سپاہی تھے۔ ان کے قبائل کے سردار خود جہاد میں شریک تھے ان ایام [illegible] مندن میں خدو خیل فرقہ سے باگو خان نام سردار بڑا عقلمند بہمہ صفات موصوف تھا۔ ڈوما کا [illegible] نہایت مشکل سے مدت بعد فتح ہوا۔ قبیلہ عیسیٰ زئی میں سے حسن زئی قوم کی شاخ میں سے ایک شخص کے تیر سے ڈوما مقتول ہوا۔ اور دروازہ فتوحات کوہستان کا ان پر دریائے سندھ میں کھل گیا۔ کہتے ہیں مال غنیمت میں ڈوما کی حسینہ جمیلہ بی بی اخوند سالاک صاحب نے باگو خان کو بخش دی تھی جس کی اولاد خوانین پنجتار خانان جملہ ومخزنی وڈیری کا بہت خوب صورت خاندان ہے۔

جہاد کوہستانات کے جاری ہونے کے سلسلہ کا ذکر زیادہ تفصیل کا محتاج ہے۔ اس لئے [illegible] موجب ہدایت وحکم حضرت غوث بونیر اس کی اولاد نے ایک طرف اندرون ملک کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسلمانوں سے بے دینیوں اور فاسقوں کے مفاسد کا قلع قمع مسلمان افغانوں کے فوجوں ا[illegible] لشکروں کے ذریعے کیا ہے تو کل سرحدی مسلمانوں میں جہاد فی سبیل اللہ کی عادت فطر[illegible] عادت کی مانند ڈال دی ہے۔ جیسا کہ بایزید انصاری پیر روشن کے فتنہ کا استیصال کسی ق[illegible] زبردست قربانیوں سے کر دیا ہے۔ حضرت غوث کے مریدوں ماذون میں اخوند درویزہ صاحب معہ اولاد مجاز اخوند سالاک اخوند سباک صاحب وغیرہ اولیا اللہ نے حکم مرشد سے ملک کو مفاس[د] سے پاک کر لینے کے بعد حدود کشمیر تا منتہائے حدود چترال کل اقوام کفارِ قدیم کوہستانیوں [کو] داخلِ اسلام کرنے کا جہاد کا فریضہ سپرد کر دیا تھا۔ جس کو آپ کے اکلوتے فرزند سید مصطفی ـ اپنے بڑے فرزند سید عبد الوہاب کو کوہستانات دریائے سندھ کے ممالک تین چار صد میل طوال[ت] دوئم صد میل عرضا سپرد کر دیئے تھے جس کی طرف سے اخوند سالاک اخوند سباک نے چند سال میں اس عظیم ترین خطہ کوہستانات کو اپنی زندگی میں مسلمان کر لیا جس کے اندر پرگنہ جات ذیل شامل ہیں:

۱۔کوہ ڈوما سے سلسلہ جہاد شروع ہوا ہے جو اس زمانہ میں یہ گنہ قوم چغرزئی بسی خیل نصرت خیل کا مقبوضہ ہے۔ اور

۲۔ لاہور باشام کے پرگنہ سے آگے پرگنہ جات

۳۔بن کہزو	۴۔رن اا	۵۔دبیر	۶۔پٹن
۷۔جچال	۸۔کہندیا	۹۔پالس	۱۰۔جالکوٹ
۱۱۔چیلاس	۱۲۔درہ کاغان	۱۳۔داریل	۱۴۔تانگیر
۱۵۔سزین	۱۶۔گلگت	۱۷۔یٹین	۱۸۔مستوج وغیرہ

پرگنہ جات کے کل کفار قدیر کو داخلِ اسلام کر کے ان میں مبلغین معلمین مقرر کر دیئے۔ اس عہد تک اہلِ کوہستان پاک صاف مسلمان ہیں۔ یہ سلسلہ جہاد رگنہ بونیر سے عبد الوہاب صاحب سجادہ ودستار کے زیرِ اہتمام مگر افغان لشکروں کے ذریعے چند سال میں اختتام کو پہنچ گیا۔

دوسرا سلسلہ جہاد جو سوات کی وادی سے شروع ہوا، اس کا قائد سید قاسم بن سید مصطفی بن سید علی تھا۔ اس کی فوج کا جنرل یا پیشوائے علم اخوند عبد الرحیم فرزند اخوند درویزہ صاحب

[illegible] سلسلہ بالا سوات کے برانیال کے گاؤں سے کفار قدیم کا مقابلہ شروع ہو کر دریائے [illegible] کے چار پانصد میل طویل وای قدر عریض پرگنہ جات کوہستانات کل سوات تا بہ ہوشو [illegible] کارائی کو ہستانات دریائے پنجکوڑہ جو دیر کا کوہستان کہلاتا ہے۔ پندرہ بیس پرگنہ جات [illegible] اسلاع کل اقوام کوہستان شدید جنگوں کے بعد داخل اسلام ہو گئے جو اب تک اسلام پر [illegible] ہیں۔ اخوند شہید مرحوم ایک کوہستانی بیزو نامی کافر کے ہاتھ سے شہید ہو کر سوات کے غربی [illegible] موضع کانجو میں مدفون ہے اور حضرت سید قاسم کا مزار بالا سوات موضع پیر کلی میں ہے [illegible] کی اولاد بہت کثرت سے بالا سوات میں متعدد قصبوں املاک و گاؤں کے مالک موجود [illegible] بڑے فرزند سید عبد الوہاب کے لشکروں نے حدود کشمیر سے گلگت سے مستوج ویٹین و [illegible] تک مسلمان کرا دیا۔ اور سید قاسم نے حدود سوات کے شمال و مغرب تک موجود الحال کل کو [illegible] دریائے سوات پنجکوڑہ کو مسلمان کر لیا۔

اندرونی مفاسد کی صفائی بھی کچھ خدمت اسلام نہ تھی، مگر یہ کارنامے تو اولو العزم سلاطین [illegible] سے بھی بجز سلطان محمود غزنوی کے اور کسی سے نہیں ہو سکے۔ ان حالات میں سید علی [illegible] کی اولاد کو سرحدی قبائل افغانوں نے جو املاک جائیدادیں وغیرہ کو دی ہیں وہ کل ملک [illegible] قبائل کے رقبہ کے خمس سے ہرگز کم نہیں۔ اور یہ نسل اب تک ہر جگہ تین صد سال سے دینی [illegible] کاموں میں اقوام و قبائل کے قائد رہے ہیں۔

ضلع مظفر آباد کشمیر سے لے کر تا حد چترال ورتام کل کفار کوہستانات کے صرف سید عبد [الوہ]اب و سید قاسم کی زندگی میں داخل اسلام ہو چکے تو مذکورہ دو مہمات کے علاوہ ایک تیسری مہم [عب]د الوہاب کے فرزند سید جمال الدین اول نے وادی کونڑ کے دو مراکز یعنی پشت اور اسلام [illegible] متصل کو ہستانات کے کفار کے ساتھ ہی سلسلہ جہاد شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں مراکز [illegible] قیام گاہ سادات کے متصل وادیوں اور دروں کے کفار بہ آسانی داخل اسلام ہو گئے۔ مگر [illegible] کفار قدیم کے ممالک چترال سے ترکستان تک لال کافروں کی جمعیت اس قدر کثیر تھی [illegible] کے سبب اس عہد میں داخلِ اسلام نہ ہو سکے۔ بلکہ صرف درہ نور کے نورستانی اور بعض [illegible] کے کفار اسلام میں آ گئے۔ بقیہ لال کفار کو امیر عبد الرحمن نے جرنیل غلام حیدر خان [illegible] سے فتح کر کے مسلمان کر لیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہوتا تھا کہ لندن کے وزیر اعظم مسٹر

toobaa-elibrary.blogspot.com

گلیڈسٹون کی زبان سے ایوان میں یہ الفاظ نکلے کہ ہمارے یونانی قدیم یورپین لوگ افغانستا
میں بھی لال کفار کے نام سے موجود ہیں جن کو اُٹھانا اور علم و تہذیب سے آشنا کرنا ہمارا فرض
ہے۔ اس خبر کو سن کر امیر عبدالرحمن نے شدید برف باری کے موسم میں زبردست فوج بھیج کر کل
قوم کو مغلوب کر کے نومسلم بنالیا تھا۔

حضرت سید علی ترمذی کے مرشد حضرت شیخ سالار عطاء اللہ رومی اجمیری کی زبان
عجب لفظ سید علی کے لئے ارشاد ہوئے تھے کہ تم کوہستانات میں اسلام پہنچاؤ اور سرحدوں کو
شریعت پر مستقیم کرادو۔

لاکھوں کفار کا داخل اسلام بالجہاد کر لینا اور اندرونی لادینی مفاسد پاک صاف کر
پھر ان قبائل کو دواماً غازی بنوا دینا بے شک محمدی معجزہ اور سید علی رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت
بھی تھی۔ اسی مضمون کو میری کسی جگہ نظم میں سید علی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت لکھا گیا ہے:

حکم مرشد شد کہ کوہستان برو ۔۔۔ کفر و فسق ان ممالک را
رفت و در یوسف زیان کردہ قیام ۔۔۔ کف کو ہستا نیا نرا شکست تا
نیلہ فسق جملہ افغانیان ۔۔۔ شت و محرم ساخت بار بانیان
الغرض از دست و جاری جہاد ۔۔۔ درس کوہستان را اسلام دا
لاکھا کفار آن عہد ، قدیم ۔۔۔ از حد کشمیر و چترال و
داخلِ اسلام گردید ند شان ۔۔۔ گشت افغان عادی غز و جنا

فصل چہارم

حالات بعد وفات حضرت صاحب و نتائج مساعی حسنہ

حضرت سید علی علیہ الرحمۃ کے حالات یہاں تک مطالعہ کر لینے کے بعد میری خامہ
اں کی ضرورت نہیں رہتی کہ اپنی طرف سے کوئی موثر مضمون کا اضافہ کروں، مگر ملکی حالات
سے اس قدر لکھ سکتا ہوں کہ آپ کا عمل اجرائے شریعت و صحت عقائد و پابندی صوم و
کامل تمام اضلاع سرحد و یاغستانات سرحد بلکہ شمالی پنجاب اور کل افغانستان میں اس
پختگی سے رائج ہو گیا اور مفاسد کا قلع قمع ہو گیا کہ پر مفاسد زمانہ تک ان ممالک میں
اسلام دنیا کے دیگر حصوں سے زیادہ پختگی سے رائج ہے۔ سود خوری سخت ترین گناہ کبیرہ
جاتا ہے لحم خنزیر سے بھی زیادہ نفرت شراب سے ہے۔ روزہ خوری میری اپنی یاد تک لحم
سے زیادہ ممنوع تھی، انگریزی آزادی سے یہ برکات اگرچہ اندرونِ اضلاع کہیں کہیں
پا گئی ہیں، مگر پھر بھی تمام دنیائے اسلام سے بڑھ کر حفاظت اس وطن میں ابھی باقی ہے
کا پاس بہت زیادہ ہے۔ غیرت، حیا اور عہد کی پابندی کا خیال، ایثار مروت، مہمان
وغیرہ محاسن بہت حد تک موجود ہیں۔

ایک دوسری کتاب میں اخوند درویزہ صاحب کا یہ مقولہ مجھے یاد پڑتا ہے جو لکھا ہے کہ
حضرت جب سوات کے اطراف میں تشریف لے گئے تو اس قدر شراب بننے کی بھٹیاں
جگہ جگہ بنتا دیکھا کہ آپ نے بہت تعجب فرمایا اس وطن میں حضرت سید جلال گنج العلم
نے اس ملک میں کیونکر قیام فرمایا تھا، مگر آپ کے عہد کے بعد سے اس ملک سے شراب
خاتمہ ہو گیا، اور اصل سبب یہ تھا کہ یوسف زئیوں کے ملک کی سرحدیں قدیم کفار
نیوں سے ملی ہوئی تھیں جہاں شراب بکثرت بنتی تھی۔ اس لئے افغانی ملک میں بھی اس کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

رواج ہو گیا تھا۔ آپ نے ملحدین اندرونی کے خاتمے کے بعد اپنی اولاد مریدین کا فرض قرار
تھا کہ وہ کوہستانی کفار کو داخلِ اسلام کریں۔ وہ نہایت وحشی لوگ تھے اور علم و نصیحت کی اہل
ہی نہ رکھتے تھے بجز سفاکی اور قتالی و راہزنی کے۔ ان کی زبانیں ہر ایک درہ کی جدا جدا ہیں
بنیاد اور زمین زبانوں کی آریائی ہے۔ سنسکرت سے ملتی ہے، چنانچہ جس طرح یوسف زئی قبا
کے لوگوں نے حضرت کی تعلیم کو اخذ کر کے اپنا شعار بنا کر اندرونی مفاسد اسلام کے خلاف جہا
کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہوا تھا۔ ایسا ہی ان کفار کوہستانات کے خلاف جہاد کا سلس
شروع ہو کر کئی سالوں تک قائم رہا۔ اور حضرت کے پوتے سید عبدالوہاب و سید قاسم کے ع
میں تمام کوہستانیوں اور دریائے سندھ و سوات والوں کے اسلام لانے پر جا کر ختم ہو گیا، اس
طرح قبیلہ یوسف زئی میں جہاد ایک جاری سنت بن گیا۔ سکھوں کی حکومت کے عہد میں بھی
اور برطانوی حکومت کے ساتھ بھی مسلسل جنگی مقابلہ ہے اقوام سرحدی میں سب سے پہلے
جہاد کرنے والے یوسف زئی قبائل ہی تھے جن کا ذکر آگے آئے گا۔

زمانہ کہنہ ساز ہے ہر گزری ہوئی بات فراموش ہو جاتی ہے، مگر حضرت کا یہ کارنا
اندرونی بیرونی اصلاح کا اس قدر پختہ عمل اب تک قائم نہ ہوتا تو ہم آپ کے مناقبات اور پی
مریدی کے سلسلوں کی فہرستوں سے صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب نہ ہوتے۔ مگر عمل وا
شے ہے جو پائیدار نیکی یا پائیدار رواج کو صدیوں تک قائم رکھ کر بانی کی یادگار کو موجب
ہے۔ جدید الاسلامی کوہستانات اور سرحدی افغانوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا بیج کاشت کر دینا
ایسا عمل ہے جو زمانہ صحابہ کی یاد تازہ کرتا ہے۔ اور اس ملک کے پیرانِ طریقت اور بزرگانِ د
کا ایک نمایاں شعار اور فریضہ ٹھہر چکا ہے جس کی بنیاد حضرت نے ڈالی اور آپ کی اولاد، صلحاء
ماذون اولیاء نے اس کو جاری رکھا یہاں تک کہ ہمارے زمانہ کے قریب تیرہویں صدی ہجری
میں ہونے والے جہاد اور اخوند صاحب سوات کے جاری کردہ جہاد اور ان کے مریدوں
ماذونوں مانند ملا صاحب ہڈہ و صوفی صاحب و حاجی صاحب ترنگزئی وغیرہ کے اعمال حسنہ جہا
کا حصہ لازماً بطور نمایاں شعار کے داخل رہا۔ یہ سب آپ ہی کا بنا تھا وہ اور جاری کردہ عمل اب
تک حفاظت اسلام و مدافعت از ملک کا فرض ادا کرتا رہا ہے۔ حضرت صاحب کا اثر اور حکومت
روحانی کل افغانستان اور کل سرحدات آزاد و اضلاع سرحد کوہستانات پر ہے۔ آزاد کشمیر

اس تمام رقبہ کو معہ شمالی پنجابی اضلاع کے حسب کریں۔ جہاں چار صدیوں سے کم و
واحد مذہب و سنت و پابندی دینداری اب تک موجود ہے تو بلاشک حضرت کی سعی
میاب نظر آتی ہے اور تمام افغانستان اور قبائل سرحد وغیرہ ممالک کے لوگوں نے جس
ت کی اولاد کا احترام و اکرام کیا ہے اس کی نظیر بھی کسی اور خاندان میں دکھائی نہیں

حضرت کے فرزند سید مصطفیٰ صاحب کو جو اکلوتا ہی تھا اور وہ زمانہ افغانستان پر مغلیہ
کا تھا، اور مغل حکومت کے اصول کے ماتحت زمینی املاک بادشاہ کی ملکیت ہوا کرتی تھی۔
طفیٰ صاحب کو پرگنہ کنڑ بطور ہبہ جو کو افغانی سیری کہتے ہیں، دیا گیا تھا۔ جو قیاس بھی ہوتا
لطان کے بغیر اور کون اس قدر خطہ ملک بخش کر دے سکتا تھا۔ کنڑ ایک بڑی وادی ہے۔
تک اس شاخ کے سادات دربار کابل کے اراکین اعلیٰ میں شامل رہے ہیں۔ اور
سید مصطفیٰ کا مدفن کنڑ کی وادی حد چترال جاری دریا کے ساتھ شروع ہو کر جلال آباد پر
لی ہے سید مصطفیٰ بن سید علی کا مدفن اسلام پور میں ہے جو جلال آباد کے قریب سادات کا
ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا قیام اکثر اس بڑی جاگیر میں رہتا تھا اور وہ حصہ ملکیت آپ
بیٹے سید عبدالوہاب کے حصہ میں دیا ہوا تھا۔ جن کا قیام بونیر کے مرکز تخت بندر میں
ں بھی بونیر ہے۔ اس کے علاوہ چترال سے کشمیر تک اور ہزارہ و اٹک کے اضلاع سے
تمام اقوام و قبائل نے اپنے املاک میں بڑے بڑے قطعات اور بیش بہا املاک
ی اولاد کو بطور ہبہ دی ہیں اور میں جو اس نسل کے سادات کے پاس موجودہ املاک کا
لگاتا ہوں، تو وہ کسی طرح رقبہ کے حساب سے مجھے کل املاک و ارضیات ملک کے
حصے سے کم نہیں معلوم ہوتے۔ میرا خیال ہے کہ یہ املاک یوسف زئی قبائل نے جو فتح
حاصل کئے ہوئے تھے اور ممکن ہے ان کے بزرگوں کو حضرت کی اولاد کو سادات
ب جان کر املاک زمینی سے خمس کے طور پر دینا اپنا فرض سمجھا ہو۔ مجھے اس کا تحریری
نہیں ملا، مگر عمل دیرپا سامنے موجود ہے۔ ہر قبیلہ نے اپنا فرض خیال کیا تھا کہ اپنے حصہ
سے چیدہ اور عمدہ حصہ حضرت کی اولاد کو ہبہ اور سیری دے دیتے تھے۔
اس امر کے علاوہ کہ حضرت کی اولاد کی قدردانی قبائل اور اقوام نے حد سے زیادہ کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک اور بات بھی قابلِ لحاظ ہے۔ پونے چارصد سال سے یہ بات نظر آتی ہے کہ حضر[ت کی]
اولاد بہت زیادہ کثرت سے پھیلی ہے۔ ساڑھے تین سو سال میں اگر تمام مردم شماری ان
اولاد کی جاوے تو تیس تا چالیس ہزار نفری سے کم میرے قیاس میں نہ ہوگی۔ ہر جگہ یہ سادا[ت]
ممتاز اور املاک زمینی کی کافی جائیداد کے مالک ہیں۔ حضرت کی اولاد کے صلحاء بے شمار ا[ولیاء]
اللہ اور صاحب کرامت بھی گزرے ہیں اور حکمران بھی گزرے ہیں۔ آپ کی اولاد میں
مرکزی خاندان جو سید عبدالوہاب کی اولاد سے چلا ہے۔ ہر زمانہ اور ہر ایک عہد میں کل قب[ائل]
یوسف زئی و سرحدیوں کا نیک کاموں اور جہادی امور اور اجرائے شریعت اور حکومتی معاملا[ت]
میں قائد اور پیشوا اور زعیم وطن یہی خاندان رہا ہے۔

معاً حضرت کی وفات کے بعد سے اور استیصال ملحدین کے بعد سے جہاد کو ہستان
شروع ہوگیا جو بیس پچیس سال میں کامیابی پر اور لاکھوں نفوس کے داخلِ اسلام ہونے پر
ہوا۔ یہ نہایت موثر ہر دو عمل تھے۔ اور جس عمل سے دو طور پر اس قوم یوسف زئی بلکہ تمام سرح[دی]
قبائل میں خالص دین اسلام کی خاطر جان مال اور آرام کی قربانی کی عادت قائم اور ثبت ہو[گئی]
اس زمانہ سے پہلے کی تاریخ افغانان سرحد و قبائل کی آپس میں ایک دوسرے کی املاک ا[ور]
زمینیں چھین چھین کر سابقہ باشندوں کو بیدخل کر دینے کے حالات سے بھرا پڑا ہے۔ اور ا[للہ]
تعالیٰ اور اس کے دین کے لئے جان مال وطن اور آرام قربان کر دینے کے حالات سے با[لکل]
خالی ہے۔ بجز حضرت سلطان محمود علیہ الرحمۃ کی فوج میں بھرتی ہو کر جہاد ہند کے واقعات
افغانی قبائل کی طرف سے مذہبی اور دینی جہاد کو کوئی واقعہ تاریخ میں نہیں ملتا۔ ہاں یہ پتہ چل[تا]
ہے کہ کند قبیلہ کو اس کے بھائی ژمند قبیلہ نے وطن سے نکال دیا ہے اور اس کی املاک پر
قابض ہوگیا ہے اور جمند قبیلہ میں سے غوری خیل قبیلہ نے اپنے بھائی تُجی خیل قبیلہ کو وطن
بے وطن کر دیا ہے۔ اور اس کی املاک پر افغانستان و قندہار کے اطراف میں خود قابض ہو کر ا[ن]
کو آوارہ وطن کر دیا گیا ہے اور کہیں یہ پتہ چلتا ہے کہ بعض اپنے بھائی قبائل کو مانند خلیل و مہ[مند]
زئی کے باقی غوری خیلوں نے اپنے وطن سے نکال دیا اور وہ ملک بدر ہو کر تُجی خیل قبیلہ
آملے اور اپنے لئے اور وطن و زمین اوروں سے خالی کرالی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ شلمانی قبیلہ
نواح پشاور میں آتا ہے تو اس وطن کے سابقہ بشندے افغان قبیلہ کو نکال دیتا ہے، خود اس

[قبضہ] کر لیتا ہے تو ولازاک قبیلہ کو اس کی برادری افغانستان سے املاک چھین کر اس کو نکال دیتی
... اگر شلمانی سے جدید حاصل کردہ ملک چھین کر ان کو ہزارہ سمہ اور سوات کی طرف ہانک
... پھر ترین آجاتے ہیں۔ وہ ولازاک کے سر پر ان سوار ہوتے ہیں پھر یوسف زئی مہمند
... دونوں تُجی خیل نہیں، بلکہ مہند زئی جمند ہیں، مگر ملک دونوں سے قندہار کے نواحی میں باقی
[ق]بیلوں سے چھین لیا تو یکجا وطن ہو کر نواحی پشاور میں آگئے۔ اور یہ ملک انہوں نے ولازاک
[شلم]انی و ترین کے بقایا قبیلوں سے چھین کر اس پر قابض ہوگئے۔

یہ حالات حضرت کے زمانہ کے پچاس ساٹھ سال پہلے تک رہے، مگر حضرت کی تعلیم
[نے] ان قوموں کے حملوں اور جنگوں کا رخ جہاد اسلام و کوہستانوں کی طرف بدل دیا۔ اور وہ بھی
... لئے اور اس طور سے کہ ملک اور قوم کو فتح کر کے اس پر قبضہ بھی نہ کیا اور نہ مفتوح قوم
[کو] لونڈی غلام بنایا۔ بلکہ مسلمان بنا کر ان میں علما جا بجا مقرر کر کے اپنے مانند مساوات
... میں رکھا۔ کوہستان میں اس وقت تک اختیارات اور ملک کی حکومت علما کے ہاتھ میں
... الغرض قبائل کے خیالات اور جنگ و صلح کے طریقوں میں تبدیلی ہوگئی جس پر اس وطن کی
... گواہ ہے۔ البتہ ایک دو پشت کے بعد پھر قبائل افغانیہ نے پرانا وطیرہ اختیار کیا ہے۔ اور
... علاقوں میں ایسے واقعات رونما ہوئے جن کا تعلق اسلامی روایات سے نہیں۔

چونکہ حضرت سید علی ترمذی کی اولاد مرکز بونیر سے چاروں طرف دور ممالک تک پھیلی
... اور ہر جگہ اس خاندان کے بزرگ منصب قیادت پر فائز ہوئے ہیں اور شمال و مغرب میں
... کافرستان و چترال تک اور افغانستان میں کنٹر پشین قندہار تک بلکہ آگے ایران اسد آباد
... پہنچے اور وہاں بھی عظیم المراتب رہے۔ مشرق و مغرب میں پنجاب کے سرحدی اضلاع
... کشمیر کی حدود تک ان کی اولاد جا بجا بہترین خطہ ہائے ملک پر قابض نظر آتی ہے اور ہر
... ان کا واسطہ افغانی قبائل کے ساتھ پیشوایانہ اور قائدانہ رہا ہے۔ لہٰذا ضروری خیال کرتا ہوں
[کہ] اس جگہ افغانی قبائل کی تفصیل اور تشریح مقدم لکھ کر بعد ازاں حضرت کی اولاد کے حالات
... جاویں۔

اس سے آگے جس قدر میرے علم میں ہے افاغنہ کی نسبت تفصیلات درج کرتا ہوں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

باب ۳

فصل اول

دربیان تاریخ انساب وتفصیل شعوب وقبائل وشاخہائے قوم افغان

لفظ افغان یا اوخان یا افغنہ اور افاغنہ ایک خاص سامی نسل قوم کا نام ہے جو اس قوم کے دستور اور اصول جاریہ کے مطابق اپنے مورث اعلیٰ اور جد اکبر داول افغان قوم سے موسوم اس کی ذریت کی طرف منسوب اس قوم کا نام قبل از اسلام وقبل از مسیح زمانہ سے چلا آیا ہے۔ بہت بڑا اختلاف جو اس قوم کی ابتدائی نسل کے بارے میں ہے وہ اس کے آریائی اور سامی نسل سے ہونے کے بارے میں ہے۔

تیسری شاخ یعنی منگول نسل ہے اس کے ہونے کا احتمال ہی نہیں۔ کیونکہ اس نسل کی جسمی اور چہروں کی ساخت ہی قدرت نے جداگانہ ممیز رکھی ہے۔ مورخین اسلام و مورخین فرنگستانی کا اس بارے میں اختلاف ہے کوئی ان کو سامی نسل سے بتلاتے ہیں اور آخر الز مورخین یورپ اکثر ان کو آریائی اور یرانی نسل سے بتلاتے ہیں، مگر بعض نامور علمائے اسلام، محققان عہد حال نے بھی اس قوم کو آریائی نسل سے لکھا ہے جن میں سے ممتاز ہستی سید جمال الدین افغانی علیہ الرحمہ کی ہے جنہوں نے اپنی مشہور تاریخ افغانستان میں اس قوم کی اصلیت کے نسبت بروقت تحقیقات مختلف اور متعدد دلائل ان کے نام افغان اور نسل سامی ہونے کے لکھ کر اور تمام روایات مختلفہ کو یکجا جمع کر کے آخر میں اپنی رائے ایرانی نسل سے اور قدیم ایرانی ہونے کی دی ہے۔

اور عہد امان اللہ خان بادشاہ افغانستان سے علماء و محققین افغانستان نے بھی بے حد زور [ ]اس سے قوم افغان کو آریائی نسل سے ہونا ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی ہے۔ اور جس [ ]بھی ممکن ہوسکا ہے افغانوں کی قدیم روایات کو (بنی اسرائیل سے ان کا ہونا) رد اور غلط [ ]نے پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ اگر موافق و مخالف تمام دلائل کو یکجا کر کے اس پر تبصرہ [ ]تو وہ موضوع کتاب ہذا کے علاوہ ایک اور ہی موضوع پر ایک مجلد تالیف ہوسکتی ہے۔ اور [ ]ل مقصد جو اس کتاب سے وابستہ ہے فوت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا میں اس بارے میں نہایت [ ]سے اپنا علم اور تجربہ بیان کروں گا۔ اور افغانوں کے آریائی نسل سے ہونے یا سکندر [ ]لشکر کا بقیہ یونانی النسل آریائی ہونا یا ایرانی قدیم وغیرہ ہونے کی تردید اور بنی اسرائیل [ ]اور سامی النسل ہونے کے جید اور ٹھوس مختصر دلائل پر اکتفا کروں گا۔ (اس موضوع پر [ ]اسرائیل وملت افاغنہ کے نام سے ایک رسالہ تالیف کر چکا ہوں)

زمانہ حال میں جو سلطنت افغانستان کے اندر سے رسالوں اور سالناموں میں بے حد [ ]یک سے افغانوں کے اسرائیلی اور سامی ہونے کا انکار اور آریائی نسل سے ہونے کا [ ]ہار کیا جاتا ہے، اس کا سبب اکثر مورخین یورپ کی تقلید ہے۔ اس کے علاوہ زمانہ حال [ ]شاہی کی سامی نسل سے اہل یورپ کی عمومی نفرت بھی ہوگئی ہے کہ بنی اسرائیل [ ]وں کو) یورپ کی مقدس اور پاک زمین سے ہانک کر کالائے بدیہ ریش خاوند کے [ ]اپنے قدیم مسکن ارض شام و فلسطین و قدس میں بھیجا جا رہا ہے۔ اور اس عہد تہذیب [ ]اس بدنصیب قوم کو چار ہزار سال قبل کی مصیبت کے مانند جلا وطنی کی مصیبت ہٹلر [ ]ہاتھ سے مانند ظلم بخت نصر آج تمام دنیا مشاہدہ کر رہی ہے موجودہ افغانستان اپنے [ ]اس قوم سے شمار کروانا نہیں چاہتا۔ آریائی اور اہل یورپ کا ہم نسل و ہم پلہ ہونا اس عہد [ ]ب افتخار ہے۔ بخت نصر شہنشاہ بابل کی طرف سے قوم اسرائیل پر جو شدید عذاب و [ ]اور مساکن و اموال و املاک سے محروم کرنے کے نازل ہوئے تھے اور ان کو بعید ترین [ ]ممالک میں دھکیل دینے کے واقعات کتاب عہد عتیق میں نہایت دردناک صورت میں [ ]ہیں۔

ان کو قرآن شریف نے بھی سورۂ بنی اسرائیل میں اپنے بلیغ اور معجزانہ رنگ میں دہرایا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔ اور اس کو میں قرآنی معجزہ یقین کرتا ہوں کہ خداوندی وعدہ قرآنی کے ماتحت اس زمانہ [illegible]
تہذیب میں بھی جب کہ یہود اپنی قومیت اور اجتماع کھو کر اہل یورپ میں جذب ہو چکے [illegible]
جب ان میں ثروت اور اکثریت اور طاقت سلطنت ہائے یورپ کو آپس میں حسب منشا خود لڑا [illegible]
کی پیدا ہو گئی۔ اور کل یورپ کی جنگوں کا انحصار یہود مہاجروں اور سرمایہ داروں کی امداد پر [illegible]
ہو گیا تو متحاربین میں سے ایک فریق نے ان کو ہی مفسد اور غیر آریائی نسل جان کر بعید تر [illegible]
ممالک میں جلاوطن کر کے بخت نصر شاہ بابل کے ظلم کے نقشہ کو منظر عام پر حالیہ نقشہ بنا کر [illegible]
کر دیا ہے جس سے ایک ذی فراست اور ذہین دل و دماغ بخوبی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ اس
بدنصیب قوم کی قسمت کا حصہ ازیں قسم ملک بدری اور جلاوطنی ہی سے ان کی تقدیر میں لکھا جا [illegible]
ہے۔

بنی اسرائیل کی تقدیر سب سے پہلے ملک کنعان سے حضرت سیدنا یوسف صدیق علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے عہد حکومت میں مصر کو لے گئی تھی۔ اور فرعونی مظالم سے رہائی کے لئے بھی
ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک نبیوں ہارون و موسیٰ علیہما السلام کے وسیلہ سے جلاوطنی کی
صورت میں ہی مصر سے مخلصی نکال لانے میں کرائی تھی اور جب انکو سلطنت اور عظمت و شوکت
حاصل ہو گئی تو سہ بارہ اس ساری کی ساری قوم کو بہ استثناء ایک یا دو شاخ کے شام و ارض مقدس
سے سمیٹ کر گرفتار ہو کر بابل میں لائی گئی اور پھر ان کو وہاں سے دور تر میدان فارس سے شمال
مشرق کے پہاڑوں میں ہانک دیا گیا۔ ان کو پھر واپس اپنے مساکن کی طرف لوٹنے کا امکان
ہی نہ رہا۔

تورات میں لکھا ہے کہ جب بنی اسرائیل مصر سے نکلے تھے تو اس وقت ان کی تعداد چھ
لاکھ تھی حالانکہ حضرت اسرائیل نبی یعقوب علیہ السلام کا زمانہ عہد موسوی سے صرف چار یا پانچ
سو سال قبل کا بائبل سے ثابت ہوتا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بخت نصر والے
فتنہ و ابتلا کے عہد تک ہزار سال سے کچھ زیادہ یا کم ہی عرصہ گزرا اور سو دو سو سال ہزار سے کم بھی
ہو تو بھی بنی اسرائیل کو ارض مصر کے چار صد سالہ قیام کی خوش حالی سے سلطنت اور مملکت شام
وغیرہ ممالک پر قبضہ تسلط کے ایام کی خوشحالی اور فارغ البالی زیادہ تر موجب ازدیاد نسل تھی تو ان
قبائل بنی اسرائیل کی تعداد اگر سابقہ تعداد سے جو عہد موسوی میں تھی اگر دگنی ہی مان لی جائے تو

[illegible] جلاوطنی بجانب خراساں و قندہار کے وقت بارہ لاکھ نفوس بنی اسرائیل کا ہونا بحساب مذکورہ
[illegible] اندازہ ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ہم فرض کر لیں کہ غرقابی فرعون کے وقت کی تعداد چھ لاکھ
[illegible] یہود نے مبالغہ کر کے لکھی ہے اور صرف دو لاکھ نفوس ہی ان کو قیاس کر لیں تو بھی بخت نصر
[illegible] بابل کے وقت کی جلاوطنی تک کم تر حساب سے اس تعداد کا دس لاکھ کا ہو جانا بعید از قیاس
[illegible]۔ پھر اس قدر عظیم تعداد ایک قوم کی اپنی قومیت اور نسل کی روایت کو ہرگز ہرگز ضائع و
[illegible] نہیں کر سکتی خصوصاً ایسی قوم جس کے اندر ایسا اصول قوی صحیح بلا اشتباہ قوم شناسی اور نسل
[illegible] کا جاری موجود ہو جو کہ اپنے قبائل کا نام ہی اجداد کے نام پر رکھ کر دو تین ہزار سال قبل
[illegible] اجداد و قبائل کے نام اور شعوب اور شاخیں جہاں جہاں سے جدا ہوئی ہیں ایک ایک کر
[illegible] بچہ کو معلوم ہوں وہ امر ہرگز مغالطہ میں اور نامعلوم یا مبہم نہیں رہتا۔ لہٰذا قوم افغان کی
[illegible] شناسی اور بے خطا تحقیق نسب کے بارے میں تمام دعاوی اور دلائل سے بڑھ کر یہ بڑا
[illegible] ثبوت ہے اور قوم کے اپنے مختلف قبائل کا اپنا دعویٰ اور اپنا اقرار مقدم اور صحیح قابل تسلیم
[illegible] خصوصاً جب کہ وہ قوم ہی ایسی ہے کہ باوجود کم علمی اور بے علمی ان کے قبائل کے منابع و
[illegible] اور شاخوں کو اپنے اصل تنے سے ایک ایک کو ہزاروں سالوں تک کے اور قبل از اسلام
[illegible] معلوم ہیں تو ان کے بیان اور دعویٰ کی تکذیب کا حق کسی بیرونی صاحب علم قوم اور محققین
[illegible] دیگر ممالک کو حق بجانب نہیں ثابت کر سکتا۔ کیونکہ ہر بے علم اور جاہل بھی اپنے باپ دادا
[illegible] کو بیرونی اور غیروں سے زیادہ بہتر طور پر پہچانتا ہے۔ مجموعاً کل قوم افغان کا دعویٰ اور
[illegible] ابتدائے اسلام و عہد قبول اسلام سے یہ چلا آیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل ہیں۔ اور اس وقت
[illegible] ان کے انساب کی تشریح بلا تدوین کتاب و کتابت ہر فہمیدہ افغان کو معلوم ہے اور اچھی
[illegible] واضح ہے۔

رہی یہ بات کہ آخر اس قوم کی نسبت غیر اسرائیلی ہونے کا تصور کیوں کر پیدا ہوا۔ وہ
ایک ظاہری بات ہے کہ جب سے یہ قوم شہنشاہت بابل نے مملکت فارس کے مشرق شمالی
پہاڑوں سے ذلیل اور حقیر بنا کر نکال دی تب سے یہ لوگ ایران کے محکوم رہے۔ نسباً اس قوم کا
[illegible] شرافت کا تھا۔ مگر حاکم اقوام نکالے ہوئے قبائل کو کب اشرف یا افضل مان سکتی ہیں۔ یہ قوم
[illegible] علم تھی مگر اپنے اندر ایک قدیم آئین اور شریعت موسوی کا رواج نہایت محکم و قوی رکھتی تھی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لہٰذا اس قوم کے اندرونی حالات وشرافت واخلاق فاضلہ تو ان میں قائم رہے اور تمام
رواجات غمی شادی گزران نکاح طلاق لین دین وغیرہ کے بھی موسوی شریعت پر قائم رہے
بیرونی ممالک کی تہذیب وتمدن کی مدعی حاکم قومیں مانند حکام بابل وحکام وسلاطین فارس
ان کو مجہول النسب اور غریب الوطن اور غیر جنس تاریخوں میں لکھتے رہے۔

اور جب اسکندر یونانی نے اس ملک کا دورہ کیا تو اس کے یورپین مورخوں نے اس
کے جو حالات لکھے وہ علم وتمدن اہلِ فارس سے اخذ کر کے لکھے جن کا صحیح بے خطا ہونا قابل
اعتبار نہیں مگر موجودہ اہل یورپ نے زیادہ اعتماد ان تحریرات پر کیا ہے جو یورپین یونانی مو
لکھ گئے ہیں۔ پھر کچھ یونانی فوجوں کے سردار جابجا ان ممالک افغانیہ میں بھی رہ گئے۔ اس
لئے یورپ کے مورخ افغانوں پر دعویٰ مخلوط یونانیت کا بھی کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ یہ ایک خا
تاریخی امر ہے کہ کابل سے پشاور تک کا مشرقی افغانستان تیسری صدی ہجری تک ہندو راجاؤں
کے قبضہ میں رہا۔ اور سلطان محمود غازی ان علاقوں کو ہنود سے خالی اور صاف کر کے مغربی
افغانستان وخراساں سے افغانوں کو ان ممالک سے لاکر قابض بنایا۔ مگر افغان قوم کا مرکز
مستقر سمت مغربی اور سمت جنوبی افغانستان کا رہا ہے۔

اسلام آنے کے بعد بھی افاغنہ پر ترکمان یا اوزبک حکومتیں کابل پر حاکم رہی ہیں جن
میں بجز فوجی خدمت میں شرکت کے افغانوں کو غیریت کی نظر سے دیکھا ہے۔ ان حالات میں
جو تاریخیں متمدن ومہذب حکومتوں نے لکھیں وہ چونکہ دور کی گواہی اور باہر کی سنی سنائی پر لکھی
ہیں۔ از راہِ انصاف ایک محقق کے لئے اس قوم کے اندرونی نظام سے کامل واقف ہونے کے
بعد ایسے بعید قیاسات یا بیرونی تحریرات پر اعتبار کرنے کے بجائے خود اس قوم کے اندر زندہ
تاریخ جو ان کی اپنی زبانوں پر موجود ہے ہر وقت جاری ہے، صحیح بے خطا ہر وقت مل سکتی ہے۔
جس کا ذکر ذیل میں درج ہے۔

اور ان کی نسلی تحقیق کے بارے میں خود افغانوں کا اپنا بیان اور اسلامی دور کی پہلی تین
صدیوں کے مسلمانوں کا اسکو صحیح تسلیم کر لینا، ان کے بنی اسرائیل ہونے کا بہت بڑا ثبوت
ہے۔ اس کے بعد دوسرا ثبوت اس قوم کی شکل اور جسمانی بناوٹ اور خط وخال اور جامہ اور طرز
معیشت وگزران اور رواجات قومی کا ایک کامل مکمل یہودی اور اسرائیلی قدیم کا عینی نقشہ اور

ہے۔ عادات واطوار کے آریائی نسلوں سے بالکل جدا، مگر اسرائیل عادات واطوار کی
مثال ہیں۔ باوجود صدر عہد اسلام میں مسلمان ہو جانے کے بھی قوانین شریعت موسوی
اب تک ان میں رائج ہیں۔ نسب شناسی اور نسل ہانسل تک بے خطا عصبیت اور قومیت
اور ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے عہد کے بانیان نسل کے نام اور بعد کے بھی انبیاء
اسرائیل کے نام صاف طور پر ایک شہادت اسرائیلت کی ہے۔

صحابہ کرامؓ کی فتح ایران کے زمانہ میں یہ قوم موجودہ افغانستان پر مسلط نہ تھی، بلکہ اس
کی سمت مغربی وجنوبی افغانستان وسرحد مشرقی ایران میں جس کو خراساں کہا جاتا تھا، مقیم
افغانوں کی خاندانی روایت تو یہ ہے کہ ان کا جرگہ (وفد) حضرت رسالت مآب صلعم کی
میں ہی مکہ مدینہ جا کر قبولِ اسلام کر آیا تھا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، اس لئے کہ مدینہ
اس کے نواح میں سب یہودی اور اسرائیلی رہتے تھے۔ اور یہ قوم اب تک قبیلہ شناسی میں
قوموں میں اپنی مثال آپ ہی ہے اور اسی لئے یہ قوم اپنی قومیت کی تحریری کتاب وتاریخ
مستغنی ہے، بلکہ عرب بھی ایسے ہی تھے، کیونکہ بنی اسرائیل وبنی اسماعیل باہم یک جدی
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہیں۔ لہٰذا افغان اسرائیلیوں کا تعلق عرب کے اسرائیلیوں
اس عہدِ قدیم سے قائم باقی ہونا کوئی بعید نہیں۔ اس وجہ سے حضرت کے مدینہ میں استحکام
نے پر ان اسرائیلیوں کا خبر ہو کر خراساں سے مدینہ کو جا کر اسلام قبول کرنا قریب الفہم امر
انساب افغانی کی جو کتابیں عہد اسلام میں لکھی گئی ہیں وہ اس پر متفق ہیں کہ افغان بنی
اسرائیل ہیں، مگر ایرانی، تورانی، یونانی اور یورپ کی تاریخیں ان کو غیر اسرائیلی کہتی ہیں۔ مذکورہ
بطور گواہ رسالت مآب ﷺ کی حدیث بطور پیش گوئی آخری زمانہ کی نسبت ایک گواہ
ہے کہ حضور نے قوم اور ملک کا نام لے کر ان کو اسرائیلی بتلایا ہے۔ حدیث مذکورہ میں
ہے کہ اخیر زمانہ میں اسلام کی نصرت کے لئے کالے نشان لئے ہوئے پچاس ہزار جنگی
جو اولادِ اسحاق علیہ السلام سے ہیں (بنی اسرائیل) خراساں کے پہاڑوں سے اُٹھ کر
شام کی طرف آویں گے، وہ مہدی آخر الزماں کی فوج ہو کر اسلام کے استحکام کی تکمیل
کریں گے۔ (یہ مفہوم حدیث ہے الفاظ نہیں) (حدیث مذکورہ کی تائید میں مختار خراسانی کی
نے یزیدی سلطنت کو خراسانیوں کے لشکروں سے جن کے کالے نشان تھے، درہم برہم کر

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیا تھا۔ حدیث مذکورہ سچی ہو گئی۔

حضرت سید جمال الدین افغانی پیدائش کے اعتبار سے ایرانی تھا یا افغانی، مگر عملاً تما
علوم جدیدہ پر حاوی تھا۔ اس لئے اس نے باوجود افغانستان کے امراطبقہ اور وزارت میں سا
سال رہنے کے بھی مورخین یورپ کی رائے کو رد کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔

مگر ایک انسان کتاب بائبل و صحف انبیاء کو بھی پڑھے اور قرآن مجید کے اندر قوم
اسرائیل کے عادات و اطوار کا علم بھی پورا ذہن نشین کر کے افغانی قبائل کے اندر رہ کر اندا
کرے تو اس کو صحیح بے خطا تصویر اسرائیلیوں کی افغان قوم میں ملے گی۔ اس قدر حالا
عادات، اخلاق، رواجات، صورت و اشکال و جذبات وغیرہ کا توافق بلکہ اصل حقیقت مو
ہے جس انکار ناممکن ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد غیر افغان اقوام کے اندرونی حالات کا اندا
اسی ملک کے قریب ممالک میں کرنے سے ایک واضح اور بین فرق اور جدائی اسرائیلی قبائل
ذہنیت اور اوضاع اطوار لباس شکل شمائل میں صاف معائنہ ہوتی ہے۔ یہ میری ذاتی گہری او
عمیق توجہ سے تجربات کثیرہ کا نتیجہ ہے۔ مگر اس قدر علانیہ حالت ہے جس کو ہر متنفس بآسا
معلوم کر سکتا ہے۔

پشتو زبان کا عبرانی نہ ہونا، بلکہ آریائی ہونا سچ ہے مگر یہ نہایت خام دلیل ہے خواہ فرد
یا قوم ہو جس ملک کو جاویں گے اپنی زبان صرف پہلی نسل یاد رکھے گی۔ دوسری نسل اسی ملک
زبان قبول کر لیتے ہیں۔ یہ ہر ایک کا تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ مغالطہ نہیں۔

فصل دوئم

ذکر انساب افغان،

بالخصوص اولاد سربنی بن قیس عبدالرشید

کتب انساب افغانان ان کے قدیم الاسلام اور سابق الایمان ہونے کی وجہ سے صحابہ
ام و تابعینؒ کے عہد ممالک سے ان کا نسب زیر بحث و تحقیق آچکا ہے اور جس طرح
انان عہد اول نے تمام علوم دنیوی کو اپنے علوم میں جذب کر لیا تھا، اسی طرح اکثر علوم
یادہ علم تاریخ کے بارے میں تحقیق و تدقین کے طور پر صحت احادیث کے لئے اسماء
الرجال کا علم ایجاد کیا گیا اور تواریخ امم و انساب کو بھی کمال تحقیق سے مرتب کیا بلکہ عہد جاہلیت
بھی عربوں میں قدیم سے جو زبانوں پر یاد و محفوظ چلا آتا تھا، کتابوں میں محفوظ و منضبط کر
اور اقوام اپنی اسرائیل کی کتب مقدسہ میں بھی تحقیق انساب بنی اسرائیل کے لئے بیحد سعی
رہی ہے۔ اور بوجہ قبولیت اسلام و عہد اول افغانوں میں دونوں مذکور طریقوں سے علم
نسب ان میں دیگر اقوام کی نسبت بہت صحیح رائج تھا، جو اس ہمارے زمانہ تک تقریباً ہر فرد
علم میں دو ڈھائی ہزار سال تک کا تعلق شاخ در شاخ اقوام کا تسلسل زبانوں پر یاد موجود

پھر ہم کس طرح باور کر سکتے ہیں کہ یہ قوم مجہول النسب ہے یا اس نے اپنا اصل نسب
بانی فراموش کر کے غلط دعویٰ اسرائیلیت کا ابتدا و صدر اسلام کے مسلمانوں کے آگے پیش کر
اور انہوں نے بھی ان کو بغیر تحقیق اسرائیلی مان لیا۔ اس زمانہ کی نہایت صحیح سے صحیح تاریخ بھی
ابتدائے اسلام کے مورخوں کی تحقیق کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی جنہوں نے ایک ایک

toobaa-elibrary.blogspot.com

حدیث کے راویوں کی تاریخ مرتب کرنے میں وہ کمال کر دیا ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں۔

ان حالات میں افغان قوم کے مجموعی بیان اور دعویٰ اسرائیلیت کو جو اس وقت کے ... نظر کا محتاج نہیں۔ بلکہ صحت کاملہ تک یہی زبانی روایت سیزدہ صد سال سب سے بڑا ثبوت اسرائیلیت کا ہے۔ افغانی اصطلاح کے مطابق لفظ افغان کا معنی ہے بنی افغان یعنی اولاد افغان۔ افغان لوگ لفظ بنی یا ابناء کو زئی بمعنی زادہ۔ اور لفظ آل کے مترادف لفظ خیل بمعنی قوم ... کو ہر ایک بچہ بوڑھا افغان بغیر تدوین کتب جانتا ہے۔ اور تمام اقوام دنیا میں صرف یہی ... قومیں ایسی ہیں جو باوجود امی ہونے کے اور اعرابی اور ناخواندہ ہونے کے اپنے انساب ... قبائل کی شاخوں اور آباؤ اجداد کے ناموں اور تفصیلات سے بحیثیت مجموعی قوم کی قوم واقف ... آگاہ ہے یعنی عرب اور افغان۔

افغان اسرائیلی بارہ قبائل میں سے بعد میں ایک اُمی اور جنگی قبیلہ کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن[1] میں بھی اسرائیلیوں کی نسبت آیا ہے کہ ان میں سے قبیلے بھی ہیں۔ جو کتاب اللہ توریت کا علم تو نہیں رکھتے، مگر اپنے خیالات کے مطابق ایک قاعدہ کے پابند ہیں اور گمان کرتے ہی کہ یہ صحیح شریعت پر ہیں۔ ممکن و اغلب ہے یہ مجموعی افغان قبیلہ کیطرف اشارہ ہو، مگر میری رائے اور اجتہاد یہ ہرگز نہیں کہ تمام قوم افغان صرف ایک شخص افغنہ بن ملک طالوت کی اولاد ہی ہے یا یہ کہ صرف قیس عبد الرشید کی اولاد ہے۔ البتہ یہ ہر دو بزرگ اپنے اپنے وقت قائد اور پیشوائے کل قوم ہوئے ہیں۔ اور اس وجہ سے قوم کو ان کیطرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ اگر ایک اسرائیل کی اولاد تین کروڑ دنیا بھر کے افغان ہیں۔ تو باقی گیارہ قبیلے بنی اسرائیل کہاں گئے یا یہ کہ کُل دنیا ہی بنی اسرائیل ہے۔

افغانوں کے نسب کے بارے میں اس قوم کے اندر ایک صحیح قومی صحت نسب کا نظام موجود ہونے کے باوجود ان کی روایات کو متروک قرار دے کر کسی اور قرینہ اور قیاس کے ذریعہ سے ان کے نسب کی تحقیق کرنا بجائے حقیقت رسی کے حقیقت پوشی ہو جاوے گی۔ انساب کے

---

[1] وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ .... الخ
اور بنی اسرائیل میں سے بعض بے علم اور جنگی قبیلے بھی ہیں جو کتاب توریت کے علوم سے بے خبر ہیں بلکہ کتاب کی نسبت زبانی روایات اور صرف ظنی طور پر ان کے علم کا انحصار ہے۔

... میں ایک مورخ قوم اور یاد رکھنے والی قوم کے بارے میں یہ اصول کس قدر سادہ آسان ... تا ہے کہ اپنے والدین کو اپنی اولاد ہی بہتر جانتی ہے، پھر ایسی قوم جس کی شاخوں کے ... آباؤ اجداد کے ناموں سے موسوم ہیں۔ اوپر نیچے سے لے کر اوپر تک آباء کے نام ہی ... ... کا معیار اور معلوم و مفہوم ہیں۔ ایسی قوم کی اپنی جاری تحقیق سے بہتر تحقیق یونانی ... یا یورپی مورخ یا ایرانی پارسی مورخ بھلا کیا کر سکیں گے۔

لہٰذا افغانوں کی کتب قدیمہ سے ان کی روایات سے لے کر سلسلہ انسب افغانان درج ... ہیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے بعد تاریخ میں نسل انسانی ... اس کے تین بیٹوں سے جاری ہونا بتلا کر صرف تین نسل میں اقوامِ عالم کو محدود کرنے ... پہلے مورخین نے دکھلائی ہے۔ حالانکہ مسلم ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ہمراہ ... بھی تھے اور ان کی اولاد بھی بہت پھیلی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ان کو مخاطب کر ... کیا ہے کہ قرآن کا مخاطبہ اولاد امت حضرت نوح کے ساتھ بھی ہے جو نزول قرآن ... موجود تھے۔ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ اے اولاد ان لوگوں کی جن کو نوح کے ساتھ بچایا ...

... مگر تحقیقات جدیدہ سے سامی اور منگول اور آریائی۔ تین نسلوں کے علاوہ بھی قدیم ... میں تحقیق کی گئی ہیں۔ اور قرآن شریف میں بھی ان قوموں کے آباء کے نام و تعارف ... طلب کیا گیا ہے۔ اس طرح افغان قوم ان اشخاص معین کی اولاد سب کے سب نہیں بلکہ ... ئیل تو سب ہیں اور اولاد مخصوص اشخاص کی بھی ان میں شامل ہے۔

میری تحقیق کتب ذیل سے ماخوذ ہے۔

۱۔ نظام الانساب ۲۔ تحقیق الانساب ۳۔ مظہر الحق وغیرہ وغیرہ

شجرہ انساب نسب

اب رہا پشتو زبان کا سوال کہ وہ دری و قدیم و سنسکرت ہے۔ یہ صحیح ہے لیکن جلا وطن افراد ... ہر جگہ معلوم امر ہے کہ اپنی زبان ترک کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ بلکہ باپ کی زبان بیٹا

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسرے ملک کا پیدا شدہ نہیں سمجھتا، جدید ملک کا اہل زبان ہو جاتا ہے۔ البتہ آباء اجداد ک
ناموں پر نام رکھنا بہت بڑا ثبوت اسرائیلیت کا ہے۔

....

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جد اعظم بنی اسرائیل و بنی اسماعیل و
عیس و نیز آباء اقوام کرد و ارمن و پارسی وغیرہ ہیں۔ جو حضرت کی ہر دو ازواج بی بی سارہ و بی بی
حاجرہ کے بعد اور نکاح کرنے کے بعد آپ کی اولاد کا ذکر توریت میں موجود ہے۔

حضرت کے فرزند کلاں حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کی اولاد
ہے۔ اور فرزند دوئم حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد بنی اسرائیل و بنی عیس ہے۔
عنیش بنی اسرائیل میں جذب ہو گئے تھے۔

حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام
جن کا لقب نبوت اسرائیل تھا۔ (ہر فرد بنی اسرائیل پر نام اسرائیل کا اطلاق یہ بھی افغان ق
شعار ہے کہ باپ کے نام سے قبیلہ کا نام کا ہو جاتا ہے) حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے دوسرے بھائی کا نام عیسو یا عیصا تھا۔

حضرت اسرائیل کے بارہ بیٹے صاحب اولاد کثیر ہوئے۔

۱۔یہودہ ۲۔روبیل ۳۔شمعون ۴۔آشر ۵۔زبلون
۶۔یوسف صدیق ۷۔بنی یامین ۸۔دان ۹۔جاد ۱۰۔یشجر
۱۱۔انفتالی ۱۲۔لاوی

بموجب تحقیق توریت کتاب اسموئیل باب ۹۔ مطری نام شخص جو سبط و اولاد بنی یامین سے تھ
اس کی اولاد نیچے کی طرف اس کے بیٹے افیق ۶ سے اس طرح درج ہے۔ بلورت ۷، سرور ۸
ابی ایل ۹، یا یبواٹیل ۱۰، تیر ۱۱، قیس ۱۲، ملک طالوت ۱۳ جس کے دو فرزند تھے۔ برخیا ۱۴، ار
آصف برخیا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وزیر اعظم تھا۔ اور ارمیا کا فرزند افغنہ سالا
افوج تھا جس کی اولاد کا سلسلہ حسب ذیل ہے۔ ایک شاخ اس طور پر ہے۔ سلم ۱۶، مبذ
۱۷، ارزند ۱۸، طارخ ۱۹، عامیل ۲۰، بوئی ۲۱، زلل ۲۲، صیب ۲۳، ابی ۲۴، قمر دو ۲۵، ہارون ۲۶

ل ۲۷، علم ۲۸، قیس ۲۹، منہال ۳۰، حذیفہ ۳۱، خلیفہ ۳۲، اعمال ۳۳، کرم ۳۴، قبول ۳۵،
م ۳۶، قارود ۳۷، صلاح ۳۸، سلم ۳۹، مہلول ۴۰، علیین ۴۱، رمان ۴۲، سکندر ۴۳، مز ۴۴،
۴۵، عقبہ ۴۶، سلول ۴۷، عیص ۴۸، قیس ۴۹۔

قیس ولقب عبد الرشید رضی اللہ عنہ صحابی ختم المرسلین جس کی عمر ۸۷ سال لکھی ہے اور
ل، وفات ۴۰ ہجری جس کی زوجہ سارہ بنت خالد بن ولید یا بنت سلیمان بن خالد بن ولید تھی۔
ضروری نہیں ہر باپ کے نام کے بعد بیٹے کا نام ہی آیا ہو، بلکہ ممکن ہے پوتے یا پڑپوتے کا

اب قیس عبد الرشید سے بعد نیچے کی طرف نمبر شمار اول سے شروع کریں گے۔

قیس عبد الرشید کے تین فرزند لکھے ہیں۔

سڑبن یا سربنی ۱، بٹنی ۲، غور غشت ۳۔ ان میں سے سڑبن یا سربنی کے دو بیٹے
ن اور خرشبون تھے۔ ان میں سے شرخبون کے پانچ بیٹے تھے۔
شیرانی۔ ترین۔ ام دین۔ ترنچ۔ میانہ۔ ان میں سے میانہ کے بارہ بیٹے صاحب اولاد
اورتی، ملہی۔ صلاح۔ اسکون۔ رہوالی۔ توغ باتوغہ۔ جعفر۔ سومت۔ توالی۔ حوت۔ لت۔
ی۔

مذکورہ بالا میں سے اسکون کی اولاد وزیرستان کے وزیری قبیلہ ہے۔ اور توغ کے چھ
سے اولاد ہے۔ سور۔ کیکی۔ رودا۔ ویس۔ امرغی۔ سمر اور ترین ولد شرخبون ولد سربنی ولد
کے تین فرزند تھے۔ تو۔ سپین اور دل۔ ان میں سے اودل کے تین بیٹے تھے۔ بارک۔ بوئل
اور سپین ولد ترین کے چار بیٹے تھے۔ علموتی۔ سیلی۔ بابو۔ کندری۔ (جہاں جہاں جن کے
کا نام آتا ہے ان کی اولادوں کے نام سے فلانی خیل یا فلانی زئی یا صرف فلانی کے طور پر
ل افغانیہ میں موجود سمجھنا چاہیے۔ ان میں سے کندری ولد تور کے پانچ بیٹے تھے۔
بیکٹیاری، منازئی، ترازی، ہنگلزئی۔ اور سیلی۔ ولد تور کے دو فرزند تھے۔ کوک
پادینی۔ اور علموتی ولد تور ولد ترین کے دو بیٹے تھے۔ ہارون۔ علی۔

ہارون نے اپنی بیٹی ایک سید کو بیاہ دی تھی جس کی اولاد اسی ہارون قبیلہ کے ساتھ شامل
زئی اور کربلائی کے نام سے شامل مشہور ہیں۔ جو دراصل سید جمال اور سید کربلائی کی اولاد

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں: اور

ہارون کے اپنے سات بیٹے تھے۔ تورزے۔ ملک یار۔ اسماعیل زے۔ ابوبکر زے۔ بادوزئے۔ حیدرزے۔ یعقوب زے

ان میں سے ابوبکر ولد ہارون کے چار بیٹے تھے۔ احمد۔ ہیکل۔ خان۔ ہندیا۔ جن کی اولادیں اور شاخیں بہت وسیع اور افغانوں میں مشہور معلوم ہیں۔

ذکر اولاد شیرانی ولد شرخیون ولد سربنی ولد قیس۔ چونکہ شیرانی کے نانا کا نام کاکڑ تھا اور یہ کاکڑ کا نواسہ تھا۔ اس لئے اس کی اولاد نام ولقب کاکڑ مشہور ہو گیا۔ شیرانی کے اب اکلوتے بیٹے کا نام جار تھا۔ ہرمال۔ ودم۔ جلوانی۔ ان میں سے ودم کے چار بیٹے تھے۔ میا۔ سیدانے۔ بابر۔ عمر۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان میں سے عمر مجہول النسب اس فرقہ میں مل گیا تھا دوسری روایت ہے کہ عمر کے بیٹے کو اس کے چچا جلوانے نے اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا۔ اس لئے اس کی اولاد جلوانی مشہور ہو گئی۔ اس عمر کے چھ بیٹے تھے۔ یعقوب خیل۔ کدیا خیل۔ موسیٰ خیل۔ ا خیل۔ کند عمر۔ بوبا خیل۔ اور بابر ولد ودم کے دو بیٹے تھے۔ رنجر۔ سنجر۔ ان میں سے سنجر کے پانچ بیٹے تھے۔ مسوع خیل۔ غوریا خیل۔ اسماعیل خیل۔ یعقوب خیل۔ ابراہیم خیل۔ اجداد کے نام مسعود غوریا۔ اسماعیل یعقوب ابراہیم تھے۔ اولاد ان کی نام کے خیل سے منسوب ہے۔ کہیں کہیں ایسا بھی رائج ہے کہ خالی بزرگوں کا نام ہی بغیر لفظ خیل وزئی کے تمام قبیلہ پر بول دیتے ہیں۔ اور جلوانی ولد جار ولد شیرانی ولد شرخیون ولد سربنی ولد قیس عبدالرشید کے چھ بیٹے تھے اور یکے سلا خیل۔ مروت خیل۔ راسپند زئی۔ مہیار۔ کونک زئی۔

ذکر اولاد ترینج ولد شرخیون ولد سربنی ولد قیس حسب ذیل ہے:

ترینج کے دو فرزند تھے۔ حسین۔ اودیع۔ حسین کے پانچ فرزند ہیں۔ داؤد زئی۔ مندوزئی۔ بارک زئی۔ بسا زئی۔ اکوزئی۔ بارک زئی کا امیر دوست محمد خان یا اولاد پائندہ خان حسین ولد ترینج کی اولاد میں سے ہیں۔ سلسلہ شاخ در شاخ تقسیم ہوتا۔ محمد زئی میں آ کر نواب پائندہ خان ولد وزیر فتح خان و امیر دوست محمد خان تک پہنچتا ہے۔ اسی شاخ میں بارک زئی سلاطین کابل درج ہیں۔ اور اودیع ولد ترینج کے چھ فرزند تھے جن کی اولاد حسب ذیل ناموں

...وم ہیں:

...ی زئی۔ بدل زئی۔ شکرزئی۔ کوک زئی۔ خوبا زئی۔ شیخ ثابت۔

شیخ ثابت نے فقر اختیار کر لیا تھا۔

سلاطین کابل محمد زئی۔ بارک زئی یہ سب اولاد ہیں حسین ولد ترینج و سربنی ولد قیس ...الرشید کی۔

ذکر اولاد امردین ولد شرخیون ولد سربنی ولد قیس عبدالرشید حسب ذیل ہے۔

امردین کا بیٹا اور مڑ نام تھا جس کی اولاد میں سے کرانی تھا۔ از راہ عناد جو افغانوں میں ...اس کی نسبت یہ روایت بھی ہے کہ قبیلہ اور مڑ کے کوئی دو شخص راستے پر جا رہے تھے ...ایک بچہ راستے میں پڑا ہوا مل گیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے ساتھی کو اپنے پاس ...ی دیکر اس کا باقی خرید کر بچہ خود لے لیا اس لئے اس کا نام ہی کرانی مشہور ہو گیا اور ...ان میں کرانی قبیلہ ہے۔

کرانی کے دو بیٹے تھے۔ ککے، کودی۔ ککے پانچ بیٹوں یا شاہوں کا باپ ہے، دور خیل ...، سورانی، کیسوی، امر۔ اور کودی کی اولاد حسب ذیل سات بیٹوں سے سات شاخ ہے۔ ...، دتوزی، منگلی، موسیٰ زئی، وردگ زئی، اورک زئی۔ ان میں دلازاک کے دو بیٹے ...جن کی اولاد دو قبیلے ہے، توری، یعقوب، ان میں سے یعقوب ولد دلازاک کے سات ...تھے۔ مندوزئی، امرزئی، ستی زئی، خدازئی، یاسین خیل، تانی زئی، اور کودی برادر ...فرزندان کرانی کا بیٹا مسی اورک زئی کی اولاد حسب ذیل ہے۔

دولت زئی ان میں سے محمد خیل۔ ان میں سے مانی خیل۔ ان میں سے مرزائی خیل۔ ...ں صالح محمد اور کی اولاد میں سے خان محمد خان اور اس کا بیٹا جان محمد خان اور اس کا بیٹا نور ...خان اور اس کے چھ بیٹے تھے۔ نواب دوست محمد خان جد اعلائے فرمانروائے بھوپال دوئم ...ل خان۔ سوئم شیر محمد خان۔ چہارم الف محمد خان۔ پنجم محمد شاہ خان۔ ششم میر احمد خان۔ یہ ...محمد خان برہانپور کی جنگ میں بہمراہی دلاور علی خان۔ سپہ سالار امیر الامرا سید علی حسین خان ...۱۱۱ ہجری میں مقتول ہوا تھا۔

جس کی زوجہ کا نام فاطمہ تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور نواب دوست محمد خان کے چھ بیٹے تھے۔ نواب یار محمد خان۔ جو نواب نظام الـ
آصف جاہ ہمراہ حیدر آباد میں تھا اور اپنے والد کی خبر پا کر بھوپال آیا۔ اور ۱۸ سال حکمرانی
بعد بعمر ۳۳ سال ۱۱۶۷ھ میں فوت ہوا۔ دوئم فرزند نواب دوست محمد خان کا سلطان محمد خا
اور صدر محمد خان۔ اور خان بہادر خان اور فاضل محمد خان تھے۔ نواب یار محمد خان کے پانچ
تھے۔ نواب فیض محمد خان جس نے ۲۵ سال حکومت کی تھی۔ یاسین خان۔ سید محمد خان۔ نـ
حیات خان۔ جن کے دو بیٹے تھے، نواب غوث محمد خان و تاج محمد خان۔ غوث محمد کے آٹھ
تھے۔ اوج محمد عادل محمد۔ حاتم محمد۔ فوجدار محمد۔ اکبر محمد۔ امراؤ محمد۔ بہادر محمد خان۔ نواب
خان تھے۔ جن کا بیٹا یٰسین محمد خان تھا۔ اور نواب غوث محمد خان کی بیٹی۔ نواب قدسیہ بیگم
بھوپال تھی۔ فاضل محمد خان ولد نواب دوست محمد خان کے چھ بیٹے تھے۔ شریف محمد۔ کامل
مختار محمد مشرف محمد۔ حافظ محمد۔ عاشق محمد۔ جن میں سے شریف محمد کے تین بیٹے تھے۔ شریف
دل محمد۔ نواب وزیر محمد خان۔ اور نواب وزیر محمد خان۔ ۔ اور نواب وزیر محمد خان کے دو فر
تھے۔ امیر محمد اور نواب فقیر اللہ ولد نظر محمد خان جن کی زوجہ قدسیہ بیگم بنت غوث محمد خان تھی
اپنے شوہر کی وفات کے بعد تخت بھوپال پر متمکن ہوئی اور ۱۲۵۳ میں معزول ہو کر گوشہ
ہوئیں اور نواب نظر محمد کی دختر نواب سکندر بیگم ۱۲۶۱ ہجری میں والیہ بھوپال ہوئی۔ اور ۱۲۸۵
میں فوت ہوئی۔ اور امیر محمد خان ولد وزیر محمد خان کے پانچ بیٹے تھے۔ نواب جہانگیر محمد خان
کی زوجہ نواب سکندر بیگم والی بھوپال تھی۔ جو نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال کی والد
تھی۔ دوسرے بھائی جہانگیر محمد نواب کے شمشیر محمد۔ اکبر محمد شیر محمد۔ نواب منیر خان تھے۔ نوا
جہانگیر محمد کی بیٹی نواب شاہ جہاں والی بھوپال تھی جس کی بیٹی نواب سلطان جہاں بیگم وال
بھوپال ہوئی۔ اور ان کا فرزند نواب حمید اللہ خان اس وقت فرمانروائے بھوپال موجود ہے۔

اتفاق سے ایک تاریخ میں سے سلسلہ خاندان بھوپال میری یادداشتوں میں درج تھا
جس کو بجائے جدا کر دینے درج کر دینا بھی معیوب نہ سمجھ کر درج کر دیا گیا۔

ذکر اولاد خرشبون جس کو مورخوں نے شیریون بھی لکھا ہے۔ ولد سربنی ولد قیس عبد
الرشید حسب ذیل ہے۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ کاسی۔ جمند (بارمند) کند۔ کاسی کے گیارہ
بیٹے ہیں۔ جن سے حسب ذیل قبائل منسوب ہیں۔ محمد زئی۔ ابوزئی۔ امرانی۔ سورزی۔ کیتھر

...الی سیام زئی۔ متوسع۔ سلب۔ بیرون اور جمند ولد شیریون یا خرشبون ولد سربنی ولد قیس
...کے بیٹوں کی اولاد قبائل ذیل پر مشتمل ہے۔ مہمند زئی۔ کتانی۔ نوخی۔ خویشگی۔ تکی زئی۔
...سے نوخی کے پانچ بیٹے ہیں۔ بنی زئی۔ امجد زئی۔ باجوزئی۔ منصور زئی۔ جمیل زئی۔

ذکر اولاد کند بن خرشبون بن سربنی بن قیسؒ

کند کے دو بیٹے تھے۔ غورے یا غورا۔ اور شیخ یا شیخا۔ اور کجے اور کجا بھی بولتے ہیں۔
...کی اولاد کو غوری خیل کہا جاتا ہے جس کے پانچ بیٹوں سے مندرجہ ذیل قبائل وجود
...چلن۔ زیرانی۔ دولت یار۔ متوزئی۔ خلیل۔ دولت یار کے دو بیٹوں کی اولاد دو قبائل
...مہمند۔ داؤد زئی۔ مہمند کے تین بیٹے تھے جن کی والدہ کا نام جالون تھا۔ موسیٰ۔ کوکی۔
اور میں سے میار کے چار بیٹے تھے۔ ابوزئی۔ رچھڑ۔ دولت یار ولد غورے کے چار بیٹے
ابوزئی۔ رچھڑ۔ دولت شہ۔ یوسف۔ اور داؤد زئی۔ ولد دولت یار ولد غورے کے چار
...۔ ایمن۔ یوسف۔ مندکی۔ ماموں۔ ان میں سے یوسف کے دو بیٹے ہیں۔ صفا۔ وفا۔
...سالی اولاد صفا ہے)۔ اور مندکی ولد داؤد زئی ولد دولت یار کے تین بیٹے ہیں۔ حسین۔ بابو۔
...وہ ہندوستان چلا گیا تھا۔ اور ماموں و داؤد زئی ولد دولت یار کے آٹھ بیٹے تھے۔ علی زئی۔
...زئی۔ باکل زئی۔ سیدی خیل۔ بازید خیل۔ یونس خیل۔ تاجو خیل۔

اور مستی خلیل ولد غورے کے آٹھ بیٹے تھے۔ ساک۔ بارو۔ تکر۔ مستے زئی۔ تور زئی۔
...۔ اکازئی۔ سلازئی۔ ۔ جن کی مزید تفصیل مورخ نہیں لکھ سکا۔ اور جو نام مورثوں کے اوپر
...ہوئے۔ ان میں سے بھی بہت قبائل کی تشریح جن کی تعداد لکھو کھا نفوس سے زائد ہے۔
...تذکرہ میں نہ آسکی۔ یہ صرف قدیم بنیادی شاخوں کا اندراج ہے۔ اور آگے شاخیں اس
...اب بے حساب ہو چکی ہیں۔ لیکن ہر قبیلہ والوں کو اپنی شاخ کا پیوند بالائی شاخوں سے
معلوم ہے اور یہ معلومات قبائل کے اندر رہ کر اندرونی گزران اور معلومات سے واضح ہوتا ہے
...ہزار سال قبل کے بزرگوں تک کا سلسلہ سب کو یاد ہے۔ اور میرا خیال اور اجتہاد اس
...میں یہ ہے کہ بے شمار اسرائیلی قبائل کے نام شمار ہی نہیں ہو سکے۔ اور جو ہو چکے ہیں وہ
...قیس عبد الرشید کی صلبی اولاد تک محدود و منحصر ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی جمعیت نے قبول

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسلام کی وجہ سے صحت نسب کا خیال بہت زیادہ رکھا۔ یہ خیال دو چند ہو کر ان کے ہم راہی
ان کی اولاد کی طرف منسوب ہو گئے اور اکثر دور دراز اسرائیلی قبائل جو پہاڑوں میں
پھیلتے چترال و گلگت کی راہوں سے کشمیر تک چلے گئے تھے۔ ان کا ذکر جدید الاسلام افغان
نے اپنے نسب ناموں میں نہیں کیا، مگر ان کی شکل وصورت اور ساخت جسمانی اور جا...
دستور ورواج فیشن طریق معیشت سب اسرائیلی ہے۔ کشمیر تو خیر دور ہے قدیم سوات کے قبائل
اور قومیں جو یقیناً اسرائیلی نہیں۔ کیا صرف قیس عبد الرشید کے ماتحت خراسان میں رہنے والے
قبائل کی تفصیلات مشرح معلوم ہیں مگر نہایت عجیب امر یہ ہے کہ قدیم سواتی جن کو یوسف
زیوں نے سوات بنیر وغیرہ ممالک سے نکال دیا اور ان کو حضرت سید علی ترمذی کے پڑپوتے
سید جلال الدین ابن سید عبد الوہاب نے ضلع ہزارہ کے شمالی حصص میں نہایت زرخیز رقبہ جات
پر قابض کر دیا۔ قطع نظر زبان اور رواج معیشت شکل صورت میں کامل بنی اسرائیل ہونے...
ان میں شاخوں اور قبائل کے شعوب کے نام خیل اور زئی بھی ہیں۔ مگر کم ہیں۔ بلکہ لفظ آل
سے مذکور ومروج ہیں۔ مثلاً دو دال۔ ملک وال یا ملکال۔ سرخیلی پنج میرال۔ وغیرہ وغیرہ ہیں
اور قبیلہ تنولی کی شاخوں کے نام پلال ہندال لا بیال۔ ابدال وغیرہ وغیرہ آل کے لفظ ا...
جملہ کے ساتھ ہیں جو عبرانی لفظ اور عرب آل ابراہیم آل اسحاق۔ آل اسماعیل کے مانند اس
کے متوافق ہے اور یقیناً یہ قبائل بنی اسرائیل سے خارج شدہ قبائل ہیں جو اپنے مرکز خراسان
سے دور دور وقتاً وقتاً قبیلہ قبیلہ ملکوں میں سب سے پہلے گئے اور اپنی مرکزی قومیت سے کٹ کر
صدیوں جدا رہے، مگر دستور ورواج کچھ ان میں آبائی باقی رہے اور کچھ قرب وجوار کے قبائل ا...
یہود سے اخذ کر لئے۔ مگر رفتہ رفتہ اسلام کے اندر سب لوگ گئے۔ سوات میں جو اسرائیلی تھے
جب سکندر رومی کی فوج کا بقیہ اس وطن میں بطور حاکم کے رہ گیا۔ تو وہ ان لوگوں پر حکمران تھا
اور جب سلطان محمود غازی نے اسلام اس ملک میں پہنچایا تو وہ سب مسلمان ہو گئے۔ مگر جو قدیم
اسرائیلی تھے ان کے فرقے آل کے نام سے موسوم ہیں اور فرمانروایان سوات تمام بادشاہ
سوات شجرہ نسب میں نے دیکھے ہیں وہ یونانی بادشاہوں سے ملتے ہیں۔ روپے اور سکے اس ملک
میں ابھی بھی یونانی بہت زیادہ ملتے ہیں۔ الغرض ہرات وقندھار وپشین اطراف کوئٹہ وغیرہ سے
کشمیر تک یہ سب بنی اسرائیل پھیل چکے تھے۔ اور اسلامی حملہ جو ہند پر ہوا تھا۔ ملتان کی راہ سے

افغان قبائل سکونت داران خراسان کے راہوں اور توسل سے ہوا۔ بلکہ کابل، جلال آباد
اور موجودہ افغانستان ہندوؤں کے قبضہ میں رہا تھا۔ سوات میں یہود کا مرکز حکومت
ان ممالک کو سلطان محمود نے چوتھی صدی ہجری میں صاف کر کے ۔۔۔ اور ہندو قومیت
مذہب اقوام کو اس ملک سے پاک صاف ملک بدرو بے دخل کر دیا ۔۔۔ لا کر جذب کر لیا
اور اپنے فوجی افغانوں کو اُن پر مسلط کر دیا ہے۔
ابتدائے اسلام میں خراسان کے بنی اسرائیل جو شاید غالب عنصر اولاد بنی یامین و اولاد
افغان سے تھے۔ وہ مقدم ایمان لائے اور پھر بتدریج اسلام سرحدات ہند میں اور بنی
...ل قبائل میں پھیلتا گیا۔ ان تمام قبائل کی اندرونی زندگی اور تمدن رواجات اور شکل و
صورت صاف صاف ہندو اقوام یا آریا اقوام سے بالکل جدا واضح سب کی ایک ہی طریق و
معاشرت پر ہے جو بالکل اسرائیلی ہے نہ آریائی۔ کابل ترکستان بلخ تا سمت مشرقی وہ
...تی پشاور کا میدان اور باجوڑ سوات وغیرہ آریانہ کہلاتا تھا جن کی تہذیب و مذہب بُت
... گر بت تراش دھوتی پوش نیم برہنہ تھے۔ جن کے پتھر کے بُت اس جگہ ملنے سے
...ہے کہ بتوں کے جاننے سے افغانوں کے جامے اور فیشن کا الگ الگ ہونا صاف ظاہر

اب میں درمیان ضروری امور لکھنے کے بعد نسب نامہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ جہاں
...ا تھا۔

...ٹے یا کچھو لد کند ولد شیریون ولد سربنی ولد قیسؓ کی نسل کی تفصیل حسب ذیل ہے:
...ٹے کے چار بیٹے تھے۔ ترکلانی۔ گگیانی۔ یوسف۔ عمر۔ جس کا خورد سال بیٹا مندن
...ا یوسف نے پرورش کر کے اپنی املاک سے اس کو نصف کا حصہ دار اپنے پانچ بیٹوں کا
...ہ کا مالک بنایا اور اس کی اولاد اندرونی تقسیم میں تو یوسف اور مند جدا شمار ہوتی ہے۔ مگر
...ل اور مجموعی شمار میں مندن کی اولاد بھی یوسف زئی کہلاتی ہے جس کا زیادہ حصہ ضلع مردان
...ب یہ سارا اسی قوم مندن کا ہے اور کچھ حصہ ضلع ہزارہ میں ہے۔ گگیانی کے دو بیٹے تھے۔
...ید اور یوسف کے پانچ بیٹے تھے۔ اکو۔ الیاس۔ ملے۔ عیسیٰ۔ بادی۔ اکوزئی۔ قبیلہ کام
...ف زیوں میں بہت بڑی قوم ہے جس میں ہر دو کنارہ ملک سوات معہ بعض حصہ سمہ و

toobaa-elibrary.blogspot.com

کوہسار تالب دریائے سندھ شمال کی طرف سے جو مشرقی حصہ ہے اور اکو کے ایک ... زئی کی تقسیم ہے جس میں آٹھ قبائل بائی زئی ہے اور مغربی کنارہ دریا سوات از کوہستان شمال ... چترال و باجوڑ اکوزئی کی دوئیم شاخ خوجوزئی کی آٹھ قوموں کا ملک ہے۔ ہر دو قبیلہ اکوز... مردم شماری چھ سات لاکھ سے کم نہ ہوگی۔ (یعنی اس وقت جب کہ یہ کتاب لکھی جاتی ہے۔)

اکوزئی قبائل حسب ذیل کنارہ مشرقی سوات پر ہیں جنگی خیل۔ عزی خیل۔ اگر... خیل اولاد عزی خیل ہے۔ مگر اب قبیلہ جدا ہے متوڑ زئی۔ بابوزئی۔ ابا خیل۔ موسے خیل۔ ... خیل۔ رانی زئی۔ یہ سب بائی زئی ہیں۔ اور دریائے سوات سے مشرق جانب ان کی تقسیم ... اور مغربی کنارہ پر معرکہ ریاست دیر کے قبائل کے سب کو خواجوزئی کہتے ہیں۔ جن کا شمار حسب ذیل ہے۔ شامی زئی۔ سیبوجنی یا سیب جونی خیل۔ نکی خیل۔ شموزئی۔ اوزی۔ خاوک زئی۔ ابازئی۔ یہ تو سوات میں ہیں۔ اور سلطان خیل۔ پائندہ خیل نصر دین خیل وغیرہ زئی نام ... خواجوزی قبائل دیر کی ریاست وغیرہ ممالک پر قابض اور ترکلانی کی حدود باجوڑ کے ساتھ متصل ہیں۔

اور الیاس۔ پسر یوسف کی اولاد چار قبائل ہی۔ گدائے زی۔ سلار زئی۔ نسوزئی۔ جا... زئی۔ جن کی ایک شاخ تخوزی بھی ہے۔ یہ سب بالا تر ہے اور ملے ولد یوسف کی اولاد تین قبائل ہیں۔ دوست زئی۔ نورے زئی۔ چغرزئی جس کے متعدد فرقوں میں سے لبی خیل ونصر... خیل دریائے سندھ سے مشرق میں سکونت دار ہیں۔ عیسٰی ولد یوسف کے تین فرزندوں کی اولا... عیسٰی زئی تین فرقے ہیں۔ حسن زئی۔ مداخیل۔ اکازئی۔ حسن زئی تو قبیلے ہیں اور مداخیل ... خیل ہیں حسن و یعقوب دو بھائی تھے۔ یعقوب کے بھائی تھے۔ یعقوب کے دو بیٹے مداخیل، اکازئی ہیں۔

مندن ولد عمر ولد تخے ولد کند ولد خرشبون یا شربون کے چار بیٹے تھے۔ رزڑ یار جز ما... منور۔ خدر۔ منور کے تین بیٹے کمال زئی۔ اعزئی۔ اوتمان زئی۔ اوتمان کے چار بیٹے تھے۔ سدو۔ اکا۔ کنا۔ علی۔ سدو سب سے بڑا اور پہلی زوجہ سے تھا اور بموجب رواج افاغنہ جدا والدہ کی حصہ داری مساوات کی وجہ سے تین بھائیوں کے برابر نصف ترکہ پدر کا حقدار ٹھہرا۔ اور دوسرے نصف میں تین بھائی حصہ دار ہوئے۔ اس وجہ سے اولادِ سدو کو سدوزئی کہتے اور دیگر

... کی اولاد کو اوتمان زئی کہتے ہیں۔ دراصل سدوزئی بھی اوتمان زئی ہیں۔ سدو کے ... سے چھ بیٹے تھے۔ ایک بی بی کا نام دردو تھا۔ اس کی اولاد دریزئی کہلائی ہے۔ ...یم بی بی کا نام زلو تھا۔ اس کی اولاد کو زلوزئی کہتے ہیں۔ اور قبائل خدو خیل و عمر خیل و ابا ...خیل۔ سدوزئی ہیں جن کے آبا یعنی سدو کے بیٹوں کے نام حسب ذیل تھے۔

...ظفر۔ ابومحمد۔ عمر۔ میر احمد۔ میر احمد۔ بہزاد۔

بہزاد کا بیٹا علی تھا۔ اس کا بیٹا فراوا۔ اس کا بیٹا خان کجو تھا۔ جس کو تمام یوسف و مندن ... نے اپنا بادشاہ تسلیم کیا تھا۔ جس کو شیر شاہ سوری شہنشاہ دہلی کے ساتھ ہمسری اور برابری ... تھا۔ اولادِ سربنی ولد قیس کا ذکر ختم ہوا۔ مند و یوسف قبیلوں کی مزید تفصیل بعد میں آئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

فصل سوئم

ذکراولادبٹنی ولدقیس عبدالرشید

بٹنی بن قیس کے تین بیٹے تھے۔ اشبون۔ کچین۔ مسماۃ مستو بی بی جو دختر تھی۔ ...
کے تین اولادیں ہیں۔ کیلیو۔ بسلکی۔ داؤ زئی۔ کیلیو کا ایک غلام مسمی ننا نام تھا۔ اور بسلکی ...
بھی ایک غلام راہدا نام تھا۔ اور داؤد زئی کا غلام کنا نام تھا۔ ان تینوں غلاموں کی بھی کثیر ...
اپنے اپنے آقاؤں کی نسلوں میں شامل اور مخلوط ہوگئی ہے اور مسمی اشبون ولد بٹنی کے چھ ...
تھے۔ شیخ۔ کربونی۔ ابراہی۔ وزغا۔ مزیانی۔ غرون۔ ان میں سے ابراہیم بن اشبون کے ...
بیٹے ہیں۔ کوتی۔ روتانی۔ روتانی کے دو بیٹے تھے اور کزئی، بہمن۔ اور کزئی کے تین بیٹے ...
سہر، بہمند اور بہمند ولد روتانی کے پانچ بیٹے ہیں۔ یوسف۔ لشکر۔ ابوالفراج۔ شکرلاغی۔ بالی۔

اور مزیانی ولد اشبون ولد بٹنی کے دو بیٹے تھے۔ چاکی۔۔ دمر۔ ان میں سے چاکی ...
چھ اولادیں ہیں۔ نیازی۔ ہری۔ نشکور۔ سوانی۔ جاکی۔ ہمدانی۔ اور دمر ولد مزیانی کی سا...
اولادیں ہیں۔ شاہ ملک۔ تاجو۔ بق۔ ملاتیل۔ بانی خیل۔ سیکری۔ رندیو۔ اور غرون ولد اشبو...
کی اولاد چھ بیٹوں سے ہے۔ مستی۔ درکی۔ زرکی۔ نائب خیل۔ غوری خیل۔ اورک زئی۔

متو بی بی دختر بٹنی کی اولاد کا ذکر و تفصیل حسب ذیل ہے کہ اس کے تین بیٹے تھے۔
غلزئی۔ ابراہیم لودھی۔ شیروانی۔

افغانوں میں از راہِ تعصب و بعض بعض قبائل پر اتہام سازی کی روایت قدیم زمانہ ...
مشہور چلی آئی ہیں۔ چنانچہ کتاب مظہرالحق میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ شاہ حسین بن ...
الدین غوری نے مسماۃ متو بنت شیخ بٹنی کے ساتھ نکاح ایسی حالت میں کیا جب کہ وہ حاملہ تھی۔
جس حمل سے غلزئی پیدا ہوا، پشتو میں غل چور کو کہتے ہیں اور زئی بمعنی زادہ کے آتا ہے ...
چوری کرنے سے پیدا شدہ، اغلب کہا جاتا ہے کہ حمل اسی نا کج شہزادہ ہی سے تھا۔ پھر دوسر...

... سے لودھی پیدا ہوا جو پشتو میں ہند ہمت کو کہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد شاہ حسین نے بھی
... کے ساتھ نکاح کیا اور اس سے شیروانی پیدا ہوا۔ اور چونکہ شیروانی نے بھی متو بی بی کی
... گھر اور قبیلہ میں پرورش پائی لہٰذا اسکی اولاد بھی متو بی بی کی اولاد میں شمار اور محبوب ہوگئی۔
... بھی افغان اور اسرائیلی ہی تھے) مگر اس خاندان سے غوریوں کو قوم عمالقہ اور ایرانی
... کی اور دیکھا ہے یہ اقوام آریہ میں ہے یہ بھی ممکن ہے کہ افغانوں میں مذکورہ صورت میں
... ایرانیوں کی کسی شاخ کا آ بھی گیا ہو جس کی وجہ سے سب کو آریائی نسل یا ایرانی نسل
... مورخین ایران و یونان و یورپ نے لکھ مارا ہے۔ ایسے فروعی واقعات سے کروڑ ہا نفوس
... افغانیہ کا نسب مجہول اور نا معلوم نہیں ٹھہر سکتا۔

غلزئی کی اولاد تین بیٹوں سے چلی ہے بولر، لوتر۔ ابراہیم۔ ان میں سے لوتر کے تین
... تھے۔ ترکی۔ بختو۔ اندرر۔ اور ابراہیم ولد غلزئی کے دو بیٹے تھے۔ جیب۔ سہاگ۔ سہاگ
... کے دو بیٹے ہیں۔ یحیٰی خیل۔ اسماعیل خیل۔ اور جیب کے تیرہ بیٹے ہیں۔ سلمان خیل۔ علی
... مرخیل۔ کاری خیل۔ حمر خیل۔ وترکی خیل۔ ہروکخیل۔ دینار خیل۔ بابو خیل۔ نیازی
... باری خیل۔ جی

متو بی بی کی اولاد میں سے دو بھائی ایک کا اسم نا معلوم دوئم امیر ویس نام تھا، جس کا نام
... اس کی اولاد سے اشرف خان تھا۔ اور امیر ویس کی اولاد سے محمود خان تھا۔ امیر ویس
... سلطنت شاہ حسین صفوی بادشاہ ایران و قندہار کے ایرانی گورنر کو قتل کرکے ملک پر تسلط
... چاہا، مگر قبضہ نہ ٹھہر سکا۔ پھر اشرف خان مذکور نے ۱۱۳۵ ہجری میں شاہ حسین کو قید کرکے
... ایران پر خود قابض ہوگیا۔ اور اشرف خان نے شاہ حسین کو قید ہی میں قتل کرا دیا۔ ۱۱۴۳
... میں شاہ طہماسپ صفوی نے بہ امداد نادر قلی اشرفخان پر غلبہ پا کر اس کو قید اور ملک ایران
... تسلط کرلیا۔

شیروانی والدہ متو بی بی کے تین بیٹے تھے۔ سوتی۔ سریال۔ بلی، سوتی کے دو بیٹے ہیں۔
... بندیا۔ جو وصلی اس کے تھے اور اپنے تین بیٹے۔ ایک۔ یوسک۔ ابوالفرح تھے۔ ابو
... کی تین شاخ اولاد ہیں۔ سرمیر۔ شہباز۔ یونس۔ شہباز کا ایک بیٹا حصر ہے جس کے دو
... وصلی اور چار بیٹے اپنے اصلی تھے۔ وصلی رستم۔ بامرزئی تھے اور اپنے اسوت۔ سنجر۔ چپائی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

زکوزئی۔ اور یونس کے دو بیٹے تھے۔ یوسف۔ متا۔ یوسف کے دو بیٹے۔ اسماعیل۔ آجا۔ اسماعیل کے پانچ بیٹے تھے۔ ابوزئی۔ مجازئی۔ ہندوزئی، شام۔ ستوزئی۔ ان میں سے شام کے تین بیٹے تھے۔ بہدین۔ مما۔ ہوتی۔ بہدین کے چار بیٹے تھے۔ احمارک۔ الیک۔ کدا۔ الک۔

سریال بن شیروانی بن موتی بی بی کے تین بیٹے تھے۔ جغدی۔ سوزی۔ احمد۔ سوزی کے تین بیٹے تھے۔ شہباز۔ ہمست۔ کک پور۔ ان میں سے کک پور کے چھ فرزند تھے۔ سیا۔ ابراہیم۔ بوتی۔ انوث۔ سنکت۔ مولانا۔ ان میں سے ابراہیم کے تین بیٹے تھے۔ کردی۔ ہارون۔ محمود۔ محمود کا ایک بیٹا تھا۔ موسےٰ۔ اور موسیٰ کے تین بیٹے تھے۔ ذکو۔ اجو۔ احمد جوانمرد۔ ان میں سے احمد جوانمرد کے تین بیٹے تھے۔ ہندو۔ شیخ سلیمان۔ حمو۔ شیخ سلیمان کے تین بیٹے اور ایک دختر تھی جس کا نام دو مابی بی تھا اور بیٹے شیخ محمود حاجی۔ شیخ حسن سرمست اور شیخ ملہی قتال۔ شیخ ملہی کے دو بیٹے۔ شیخ علی۔ شیخ بازید تھے۔

شہباز اولد سوری کا ایک بیٹا تھا۔ زندہ پیر جس کے چار بیٹے تھے۔ صدر جہاں۔ شاہ سکندر۔ شیخ خواجہ۔ الیری۔

ابراہیم لودھی ولد متوبی بی بنت بٹی بن قیس عبدالرشید کے تین بیٹے صلبی تھے اور اسی کی اولاد میں ایک شخص دولت خان لودھی امرائے سلطان ابراہیم لودھی میں سے تھا۔ اور تین بیٹے سیانی۔ نیازی۔ دونانی تھے جن میں سے سیانی کے دو فرزند تھے۔ اسماعیل۔ برنگی۔ اسماعیل کے تین فرزند تھے۔ مہیال۔ سوز۔ لوخانی۔ مہیال کی زوجہ بی بی نام ہے جس کے نام پر اس کی اولاد بی بی زئی مشہور ہوگئی۔ اور لوحانی کے چھ بیٹے تھے۔ تخ۔ ہود۔ مروت۔ میان۔ مور۔ مما۔ مروت کی اولاد مروت خیل ہیں اور میال کی اولاد میں خیل ہیں، جن میں سے خواجہ عثمان حاکم بنگالہ تھا۔ تور کے دو بیٹے تھے۔ موسیٰ خیل۔ اوب خیل۔ موسیٰ خیل کی اولاد میں سے دریا خان لوجانی ایک امیر امراء سلطان سکندر لودھی میں سے تھا جس کا بیٹا بہادر خان بنگال میں بادشاہ ہوا تھا۔ اور مما ولد لوجانی کے تین بیٹے تھے۔ یعقوب خیل۔ یاسین خیل۔ حیدر خیل۔ یاسین خیل دو شاخ ہیں۔ دولت خیل۔ حسین خیل۔ اور حیدر خیل چار شاخ ہیں۔ دوکو خیل۔ تواخیل۔ ابراہیم خیل۔ کروزئی۔

سوز ولد اسماعیل ولد سیانی ولد ابراہیم لودھی کی اولد چار بیٹوں سے ہیں۔ للا۔ سادو۔

... یونس۔ یونس کی ایک دختر مسماۃ ترکی اور دو فرزند ہیں۔ یاسین۔ محمود زئی۔ محمود زئی چار ... ہیں۔ شادی خیل۔ شیرا خیل۔ دولت خیل۔ داؤد خیل۔ اور داؤد خیل بھی چار شاخ ہیں۔ ... بہرام۔ مرلی۔ نور خیل اور شیرا خیل کا بیٹا ایمان نام تھا جس کا ایک بیٹا محمد خان تھا جس ... ن بیٹے بہاؤ الدین۔ صدر الدین۔ رکن الدین تھے اور بہاؤ الدین کا ایک بیٹا حسن خان ... ن خان سوز کے نام سے مشہور تھا۔ جس کے آٹھ بیٹے تھے۔ سلیمان خان۔ احمد خان۔ ... خان۔ شادی خان۔ یوسف خان۔ علی خان۔ نظام خان۔ اور فرید خان یعنی شیر شاہ سوری ... اہ ہندوستان۔

نظام خان کی ایک دختر بی بی بانی اور بیٹا مبارز خان۔ محمد شاہ عدلی تھا۔ اور شیر شاہ سوری ... دختر بی بی سلیم خاتون اور دس بیٹے تھے۔ عادل خان۔ جلال خان۔ قاسم خان۔ گمان ... قطب خان۔ نور خان۔ نصرت خان۔ رکن خان۔ کمال خان۔ جلال خان۔ سلیم شاہ جس ... بیٹا فیروز خان تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فصل چہارم

ذکر اولاد غور غشت بن قیس عبدالرشید

غور غشت کے تین بیٹے تھے۔ بابی۔ وابی۔ مندو جن میں سے مندو کی اولاد مندو زئی مشہور ہے۔ بابی کی اولاد چار شاخ ہے۔ جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل۔ اور وابی بن غور غشت بھی چار شاخ ہے۔ داوی۔ ناغر۔ کاکڑ۔ پنی۔ پنی کے اٹھارہ بیٹوں سے اولاد ہے۔ ان ہی میں سے ایک شخص جعفر خان تھا۔ جس کے دو بیٹے خان بہادر نواب ابراہیم خان ولد نواب داؤد خان تھا۔ جس کے دو بیٹے رفیع ملک۔ اور امیر الامراء تھے۔ رفیع الملک کے دو بیٹے سلیمان خان و شجاع ملک تھے۔

اولاد داوی ولد وابی۔ کی تین شاخ ہیں۔ دکر۔ خواندی۔ حمر۔ خواندی کے چار بیٹے موسیٰ۔ علی۔ سکندر۔ خلیل ہیں۔ اور ناغر ولد وابی کے دو بیٹے تھے۔ یونس۔ دمس یونس کے چھ بیٹے تھے۔ ملکت۔ فاسور۔ مترو۔ جذر۔ سلتی۔ رندک اور دمس کے چار بیٹے تھے۔ بہرن۔ ترک۔ سلاچ۔ عبدالرحمن۔ کاکڑ ولد وابی کے اٹھارہ بیٹے صلبی اور چھ وصلی تھے۔ سیراو۔ رلفوزی۔ جدران۔ مرسین۔ طغرق۔ موسیٰ زئی۔ مالی۔ لب یز۔ مکرانی خیل۔ جلال خیل ازلی خیل سام خیل ،یونس خیل۔ نزغزی۔ غنی۔ سرکری۔ حسین۔ ربح۔ ان میں سیراو ولد کاکڑ کے آٹھ بیٹے تھے شادی خیل۔ تاجو خیل۔ ایوب خیل۔ باجو خیل۔ ستک۔ می زئی۔ مما خیل۔ مندی زئی۔ جدران ولد کاکڑ کے دو بیٹے صاحب اولاد ہیں۔ حسینی۔ ابوبکر۔ حسینی کے چار بیٹے تھے۔ آدم۔ سنام۔ جی مر۔ اور ابوبکر ولد جدران کے دو بیٹے تھے۔ الیاس۔ سیتہ۔ سیتہ کے تین بیٹے تھے۔ یوسف۔ نبی۔ عیسیٰ اور طغرق ولد کاکڑ ولد وب کی اولاد چار شاخ ہے۔ یونس خیل۔ سوندن۔ سحر سیران۔ سالار خیل۔ ان میں سے سحر سیران کی اولاد سات شاخ ہے۔ حرم زئی۔ اوتماز ئی۔ اوول زئی۔ ازلی خیل۔ کیوی خیل۔ علی خیل۔ ان میں سے کیوی کے چار بیٹے تھے۔ حسن شمس الدین۔

... یاسین۔ اور ازلی خیل ولد سحر سیران کی اولاد تین شاخ ہے۔ الوزئی۔ محمد زئی۔ رجازئی۔ ...لی ٹیل کی چار شاخیں ہیں۔ عوزئی خیل۔ حیدر زئی۔ سدوزئی۔ منیر زئی۔

اولاد سدوزئی۔ ولد سور ولد سرک ولد عمر ولد برنگی ولد سیانی ولد ابراہیم لودھی ولد متو بی بی ...نی ولد قیس عبدالرشید کی تفصیل یہ ہے کہ اس سدو کی اولاد سدوزئی میں سے ایک شخص ...خان تھا۔ جس کی اولاد محمد خان میں سے دو بیٹوں کا باپ تھا۔ ذوالفقار خان۔ احمد شاہ ابدالی مشہور بہ درانی۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ تیمور شاہ۔ سکندر شاہ۔ سلیمان شاہ۔ پرویز۔ ...نسل میں سے عبداللہ خان اور اس کے دو بیٹے اللہ یار خان و سعد اللہ خان تھے جنہوں ...زمان خان کو قتل کیا تھا اور تیمور شاہ کے سات بیٹے تھے۔ ہمایوں۔ شاہ محمود۔ شاہ زمان۔ ...شجاع الملک۔ شاہ پور۔ عباس۔ فیروز الدین اور شاہ محمود کا ایک بیٹا کامران تھا۔ اور شاہ ...الملک کا بیٹا صدر جنگ تھا۔

اس جگہ جو انساب افاغنہ کا ذکر آیا اس میں اصولاً تو تمام نسل افغان کی ابتدائی اور ...کی تفصیل آ گئی ہے۔ مگر مندرجہ بالا ابتدائی ناموں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ...کسی ایک آدھ شاخ کی صرف تین چار نسلوں تک ہو سکی ہے۔ ورنہ صرف مورث کے نام ...لیا گیا ہے۔ جس کے آگے بیٹوں پوتوں کے ناموں سے بڑی بڑی قومیں ہیں، ان کا ذکر ...آیا۔ مثلاً خٹک قوم ایک بہت بڑی قوم ہے اس کا نام تک نہیں آیا۔ جدون یا گدون یا ...ایک بڑی قوم کی شاخ ہے اس کا ذکر نہیں آیا ایسے ہی آفریدی ایک بہت بڑی قوم ہے ...شاخ کے بزرگ کا نام نہیں آیا وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح شاخ در شاخ اس قدر بے شمار ...گئے ہیں جن کی تعداد کا شمار ایک ضخیم مجلد جدید تصنیف کرنے کے لائق ہے اور یہ فرض ...ہر ایک افغان اور افغانستان کے بادشاہ کا فرض اولین ہے جس سے آج تک افسوس ...بے اعتنائی کی گئی ہے۔

میں نے کچھ کتابوں سے اور کچھ اپنی معلومات سے جو اندراج اس جگہ کیا ہے۔ یہ ہرگز ...نہیں میرے خیال میں اس علمی زمانہ میں افغانستان کے بادشاہ کا بہت اہم اور بڑا فرض ...دو امور قطعی فیصلہ کر کے ایک مستند کتاب مرتب کرے یعنی اول یہ کہ وہ قومیت وملت ...بنیادی تحقیقات کا انحصار فیشن اور طرز گزران بلانے کے مطابق نسب کے بارے میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

تبدیلی وتجدید کا خواستگار نہ ہے۔ بلکہ امراء و کبراء وطن کو تمام سرحدات سے بھی بلا کر اس امر
ہر قسم بحث و ذکر اور چھان بین کر لینے کے بعد متفقہ طور پر نسل افغان کی اسرائیلیت ا
آریائیت کے بارے میں تحقیق کرے۔

دوئیم انساب وشعوب وقبائل اور قبائل در قبائل اور شاخ در شاخ تمام اقوام افغان
خواہ وہ قلمروئے افغانستان میں ہیں خواہ آزاد سرحدات میں خواہ پنجاب و ہند اضلاع سر
بنگال و دکن میں ہیں بہ وضاحت تحقیقات کر کے موجود الحال افغان شعوب وقبائل کی مکمل ا
کتاب مرتب کروائے۔

اگر اس بارے میں تحقیق کرنی ہو تو جو جو تواریخ اسلامی اور افغانی نسب نامے لکھے ہو
ہیں وہ ہرگز نظر انداز نہ کریں۔ اس لئے کہ ابتدائے اسلام کی تاریخ زیادہ اس بارے میں
ہیں اور ان کی تحریر افغانوں کے اپنے بیانات سے اخذ کی گئی ہے۔

مجھ کو بہت افسوس وتعجب اور تفکر عہد سلطنت امان اللہ خان کے دور کی اس بات پر
ہے کہ دارالسلطنت کابل میں سابقہ نظریہ قدیمہ نسبت ابتدائے نسبت افغانان میں تبدیلی وا
ہو کر سابقہ روایات قدیمہ اور تحقیق انساب کے مسلمہ اصولوں کو نظر انداز کر کے افغانوں کا
بنی اسرائیل میں ہونے سے انکار اور آریائی نسل سے ہونے کا نظریہ تیار کیا گیا ہے جو صرف
اقوام کا نظریہ ہے یعنی ممکن ہے متاخرین اہل فارس نے یہ لکھا ہو کہ یہ قوم قدیم سے اسی ایرا
کے شمال مشرق خراسان کے پہاڑوں کے قدیم باشندے ہیں یا یہ کہ سکندر اعظم اور اس
یونانی مورخین نے افغانوں کو ایرانیوں کی ایک جز لکھا ہو جس کی نقل کرنا اہل یورپ او
انگریزی وغیرہ کا فرض تھا۔ اور اہل یورپ نے اپنی جدید تحقیقات کی بنا پر افغانوں کو آریائی
سے لکھ دیا یا یہ کہ یونانی اور آریائی نسل کا مخلوط نسب لکھ دیا۔ اور اس زمانہ میں اہل یورپ
تحقیقات کو وحی آسمانی سے بھی زیادہ فوقیت دی جاتی ہے۔ لہٰذا خود افغانستان کی سلطنت نے
یہ نظریہ تسلیم کر لیا ہے اور سرکاری سالناموں میں بڑے زور شور سے اس نظریہ کی اشاعت
رہی ہے۔

حالانکہ یہ معاملہ معمولی اور سرسری ہرگز نہ تھا۔ بلکہ ایک مسلم قوم کے لئے از رو
قرآن وحدیث فرض عاید ہوتا ہے کہ خصوصاً اس ملک کے بادشاہ پر فرض واجب ہے کہ وہ

رکریم کے اس قرآنی حکم کے ماتحت اپنی اور قوم کے نسب کے بارے میں صحیح اور بے لوث
کروائے اور بے خطا نظریہ قائم کرے جیسا اشارہ مندرجہ ذیل آیت ہے۔

"اور تمہیں مختلف گروہ اور قبائل بنایا تا کہ تم ایک دوسرے تعارف حاصل کر سکو"۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا کرنا بہت زیادہ عادلانہ منصفانہ فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی
انوں کو شعوب وقبائل میں تقویم ہونے کی ذہنیت اور فہم عطا فرمایا ہے اور اس کی علت غائی
معرفت باہمی اور تشریح علم تقسیم انساب وتحقیق اصلیت انساب ہے دوئیم حدیث میں
بدل نسب فقد بدل دینہ، یہ ایک وعید ہے۔ تبدیلی نسب کرنے والوں کے لئے اور آیت
اشارہ کا مفہوم بھی تبدیلی نسب سے پرہیز کرنے کا نکلتا ہے۔

یہ بات معمولی اور فیشن تبدیل کرنے کی مانند سطحی اور سرسری ہرگز نہیں، بلکہ ملت کی
لی فی الحقیقت دین کی تبدیلی ہوتی ہے جس طرح مختلف اقوام ہندوترکستان وچین وغیرہ
اسلام میں آکر سابقہ رشتے قطع کر چکی ہیں۔ میں نے لکھا ہے کہ افغانوں کا قدیم ایرانی شاخوں
ہونا۔ یہ نظریہ اور فتویٰ دور رہنے والی ناواقف مگر اہل علم اہل یورپ کا اقوام ہے۔ مگر نظریہ
لی کرنے والوں نے غور نہیں کیا کہ محتسب را درون خانہ چہ کار۔ جاہل سے جاہل قوم اور
ال نشین بھی اپنی قومیت اور باپ دادا کی شناخت کے بارے میں زیادہ واقفیت کا ہزارواں
ہی نہیں حاصل کر سکتی خصوصاً جب کہ افغانوں جیسی نسابہ قوم ہو جس کا بچہ بچہ اپنی تقسیم املاک
نسل ونسب کی رو سے کرتا ہے اور دو ہزار سال تک کی اپنی شاخوں سے واقف اور آگاہ ہوتا
ہر قبیلہ اور اس کی شاخیں مرد وعورتیں سب کے سب تمام دنیا کے رواج کے خلاف افغانوں
نسب شناسی میں بغیر تحریر وکتب کے عالم اور خبردار ہیں۔ ایسی قوم کیوں کر مجہول النسب ٹھہر
ہے۔ جس کو کوئی یورپین مورخ اپنے علم سے کسی اور نسب سے ملانے کا احسان افغانوں پر
ے۔

میرا دعویٰ ہے کہ عرب وافغان کے علاوہ تمام دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس کے بچہ بچہ
اپنی اقوام وقبائل کی بنیادوں سے لے کر شاخوں تک کا علم زبانی یاد ہو۔ پھر ایسی قوم کو مجہول
نسب قرار دینا اور کبھی اسرائیل اور سامی ہونا اور پھر سامی نسل سے تبدیل کر کے آریا بنا دیا۔
اب تہدید اور وعید حدیث ایک مسلمان قوم کے لئے اس سے بڑھ کر خسران کیا ہو سکتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے کہ جس قوم کو عہد عتیق کی تمام انبیاء علیہم اسلام کی کتابوں میں معہ توریت انجیل زبور اور
انبیا و قرآن مجید کے فضیلت دادہ و فضیلت یافتہ اور اللہ تعالےٰ کے افضال کی مورد قوم
ہو، اسی میں سے ہونے کے باوجود اس نسل سے تو انکار کیا جاوے۔ اور آرین اور یورپین
کے ساتھ نسل ملانے پر افتخار کیا جاوے۔ صرف اس لئے کہ ان کو دنیوی برتری اس وقت حاصل
ہے۔ اس قدر اشرف نسل کو اس سے اسفل نسب میں تبدیلی کی سعی کی جاوے۔ اور یہ عمل
افغانی سلطنت خود کر کے تمام قوم کی روایات قدیمہ معتبرہ کو دفن کر رہی ہے۔ میرے پاس
بارے علم معقول و منقول دونوں سے کافی مواد بفضلہٖ موجود ہے۔ اور میری دلی خواہش ہے
اگر زندگی نے وفا کی تو میں حکومت افغانستان کو متنبہ کروں گا کہ وہ ایک عظیم الشان غلطی
ارتکاب کرنے میں عجلت نہ کرے۔ بلکہ یہ نہایت اہم مسئلہ ہے اس پر وہ تمام اقوام
نمائندے بلائے۔ علما کو دعوت دے۔ اور اگر میں زندہ رہا ہو مجھ کو موقعہ دے اور اگر مجھے زندگی
اور فرصت ملی تو اس پر انشاء اللہ ایک کتاب لکھوں گا یہ کتاب میں نے موسم خریف ۱۹۳۲
مطابق ۱۳۲۱ھ میں لکھی ہے اور طبع ہو گئی۔ اور اگر میں زندہ نہ رہوں تو میری تالیف سے
دلائل و شاہد دیکھ کر زیر محک لا کر کل قوم کے اتفاق سے ایک قطعی فیصلہ قومیت کے بارے
کرے اس جگہ میدان بیان تنگ ہے۔ پھر بھی میرے دو تین دلائل اس بارے میں سرسری
خیال کرنے والے کو بھی مسئلہ کی اہمیت پر متوجہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔ جو حسب ذیل ہے:

۱۔ افغان قوم اپنے اندرونی نظام قومیت سے باوجود غیر تعلیم یافتہ اُمی ہونے کے
ہی باخبر ہے۔ جیسا کہ عرب میں، بلکہ افغان عورتوں اور مردوں میں نسب کی معلومات عربوں
سے بھی بڑھ کر ہیں۔ یہ توافق خیال بنی اسرائیل و بنی اسماعیل کا ایک قومی شہادت ہم نسبی کی
ہے جو دنیا بھر کی اور قوموں میں نہیں۔

۲۔ جب عرب صدر اسلام میں اسلام لے کر افغانوں تک پہنچے تو اس قوم نے مجموعی
طور پر اسلام قبول کر لیا اور یہ واقعہ اہل مدینہ کے مجموعی طور اسلام قبول کرنے کے موافق و مطابق
اس لئے تھا کہ مدینہ میں بھی اہل کتاب اور یہود تھے جن کو آخری نبی کے آنے کا انتظار تھا۔ ایسے
ہی افغان بھی اسرائیلی تھے جنہوں نے آخری نبی کو جلد شناخت کر کے مجموعاً مان لیا۔ اس وجہ
کہ جب ان تک اسلام پہنچا۔ ضعف سے نکل کر اس شوکت کے درجہ پر جا چکا تھا۔

۳۔ اسرائیلی لوگ اپنے آپ کو تمام دنیا کی اقوام سے افضل یقین کرتے تھے غیر
اقوام کو جنٹائل کہتے تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے انساب کو نہایت واضح طور پر محفوظ
رکھا۔ جو اب تک حفاظت کا سلسلہ موجود جاری ہے۔ اس لئے قبول اسلام کے وقت
اور صدر اسلام کے جمہور پر واضح کر دیا گیا کہ افغان بنی اسرائیل ہیں۔

۴۔ صدر اسلام کے محققین جنہوں نے ایک ایک حدیث بلکہ ہر حدیث کے ایک ایک
روایت کے لئے جو مشقت اور تحقیق کی ہے۔ اس کی نظیر دنیا میں کسی قوم کی مزعومہ آسمانی
کتاب کی نسبت بھی ہرگز نہیں ملتی۔ مگر اس طبقہ صحابہ و تابعین نے افغانوں کے دعویٰ
نسب کی تصدیق کی ہے اور افغانوں کا مجموعی طور پر بنی اسرائیل سے ہونے کا دعویٰ
صدر اسلام سے اب تک ساڑھے تیرہ صدیوں سے قائم رہا ہے۔ اور صدر اسلام سے یہ
بات ضمیر خمیر ہر افغان و عرب میں رچی ہے کہ افغان نسل اسرائیل سے ہیں۔ اور ان کی نسبی
بات اور صدر اسلام کے محققین کا اس کو تسلیم کرنا عظیم الشان اجماع امت ہے جس کے
مقابلہ میں بعید ملکوں کے محققین کی تحقیق محض قیاسات کا درجہ رکھتی ہے۔

۵۔ افغانوں نے اسلام اور پیغمبر بنائے، اسلام کو تو قبول کر لیا ہے، مگر رواجات عجمی شادی
بیاہ اور تقسیم وراثت وغیرہ وغیرہ کا قانون اب تک تمام کا تمام یہودی شریعت کے مطابق
ہے یہاں تک کہ جامہ مردانہ زنانہ اور طریق گزاروں فیشن اور عادات و اطوار کل یہودیانہ
اسرائیلی ہیں۔ اور یہ روایت صدر اسلام سے ان میں زبان زد چلی آئی ہے کہ کیا اسرائیل
نے بعض حصہ کتاب اللہ (توریت) کو مانا اور بعض حصہ پر عمل سے انکار نہ کیا تھا۔ اسی لئے
افغانوں کی تقسیم میراث و نکاح کے بعوض منگنی اور لڑکیوں کے عوض میں شادی کنندہ سے خدمت
لینا جس کو دختر فروشی کہتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے شادی کے
وقت خسر کی بکریاں آٹھ دس سال چرانے کا رواج اب تک افغانوں میں زندہ موجود ہے
اور جس قدر سرکشانہ عادات و اطوار کتب عہد عتیق میں یا قرآن شریف میں مذکور ہیں کہ اہل
اسرائیل میں وعادات تھیں۔ وہ تمام عادات جس کا جی چاہے افغانوں میں اور قبائل آزاد میں
جا کر تمام خود دیکھ لے حتیٰ کہ اپنے عزیزوں کو مغلوب کر کے گاؤں سے نکال دینا جس کا قرآن
نے ذکر کیا ہے۔ وھو محرم علیکم اخراجھم اور باقی دنیا کی قوموں میں عموماً ان خصوصیات کا نہ ہونا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۶۔ ساخت جسم اور چہرہ شکل شمائل وضع اہلِ عرب و اہلِ افغانستان کا باہم توافق
فرق یہود اور افغانوں کی شکلوں میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔

۷۔ بخت نصر شہنشاہ بابل کا اسرائیل کے بارہ قبائل میں سے صرف ایک قبیلہ
شام وغیرہ ممالک میں رہنے دینا اور دس یا گیارہ اسباط اسرائیل کا خراساں کے پہاڑوں
جلاوطن کر دینا ایک مسلّم تاریخی واقعہ ہے جو گویا طالب حقیقت کا ہاتھ پکڑ کر افغان
اسرائیل بنا دیتا ہے جن کا اپنا قدیم دعویٰ باہم مل کر شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی
لاکھوں شمار نفوس کہاں غائب ہو گئے اور اگر تھے تو یہ مقام و محل ان کا وہی ہے جہاں سے
بطور منبع کے دنیا میں پھیلے ہیں۔ البتہ کابل جلال آباد کے اطراف ان کا معدن ہرگز نہ تھا
سے کابل تک اور جلال آباد سے گندھارا تک جو پشاور بسمہ سوات باجوڑ وغیرہ پر دوہم سوم
ہجری تک آریہ ہندو اقوام کا قبضہ رہا ہے، بلکہ سمت مغربی و سمت جنوبی موجودہ افغانستان کی
کا مستقر رہا ہے۔ کابل کے اطراف میں جو صحابہ کے زمانہ سے بہت بعد تک شدید جنگیں
ہیں جن کو مورخین سرسری افغانوں سے جنگ خیال کرتے ہیں، وہ ہندوؤں سے ہوئیں
سلطان سبکتگینؒ و سلطان محمودؒ کے زمانہ تک کابل جلال آباد ہندوؤں کا تھا۔ سوات بونیر
وغیرہ ممالک گندھارا کے نام سے ہنود کے مرکز تھے جن کو سلطان غازیؒ نے فتح کر
افغانوں اور اسرائیلی قبائل کو آباد کیا ہے۔ اس کے بے شمار دلائل و شواہد ہیں۔ جو مجوزہ کتاب
میں لکھوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کابل میں چوتھی صدی ہجری تک ہندو راجپوت قوم کے ساتھ
مسلمانوں کی جنگوں کے ذکر میں تاریخ ابن خلدون میں بھی کابل کے محل کی وجہ سے افغان
راجپوت ہندو لکھا ہے جس کو عہد سبکتگینؒ و سلطان محمودؒ میں جھاڑو دے کر ملک بدر کر کے اس
قبائل کو ملک دیا گیا یہ ہندو تہذیب وار یہ ملت ہی افغانوں کو اس وقت مغالطہ لگنے کا موجب
رہی ہے۔

البتہ میرا ذاتی اور منفرد طور پر ایک نظریہ ہے جو علم درایت کی رو سے مجھے صحیح معلوم
ہے اور کتب انساب افغانیہ کے اندر میں اس امر کو ایک ایسی غلطی خیال کرتا ہوں جس نے تمام
کتب انساب کو چاہے عقلمند مورخین یونانی ہوں، خواہ انگریزی، جرمنی، فرانسیسی ہوں۔ ان
دعویٰ اسرائیلیت کو خام در غیر صحیح تسلیم کرایا ہے وہ یہ ہے کہ تمام افغان کو صرف قیس عبد الرشید

اولاد قرار دینا۔ اور صرف ایک شخص کی نسل سے تیرہ صدیوں میں تین چار کروڑ تک
پیدا ہو کر دنیا کو بھر دینا۔ یہ امر خلاف عقل و قیاس ہے اور جب افغانی نسب ناموں میں
دیکھا گیا تو ان کے اصلی و حقیقی صحیح دعویٰ کو بھی غلط سمجھا گیا۔ اصلیت اس قدر معلوم ہوتی
ہے کہ قیس عبد الرشید ہی وہ شخص ہے جو اس وقت کے موجود افغانوں کے سرکردہ لوگوں کو ہمراہ
لے کر مدینہ طیبہ کو خواہ حیات نبویؐ میں آ گئے خواہ خلافت ثلاثہ میں گئے اور تمام قوم افغان کو
اسلام میں لانے کا موجب ٹھہرا۔

قرین عقل ہے کہ ان کا نکاح سارہ بنت سلیمان بن خالد بن ولید سے ہوا ہو۔ اور ان
کو خالد بن ولید کی اولاد سے شمولیت حاصل ہو، مگر نہ تو افغان خالد بن ولید مخزومی سپہ
سالار اسلام کی اولاد ہیں اور نہ سب کے سب قیس عبد الرشیدؒ کی اولاد ہیں۔ اور یہ روایت بعینہ
نوح کے تینوں بیٹوں سے کل انسانوں کا آباد ہونا جو مشہور ہے اس کے مطابق ہے
نہ وہ سچ ہے نہ یہ سچ ہے۔ آیت ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ سے ثابت ہے کہ ہمراہیان نوح
کی اولاد سے دنیا میں بڑے بڑے قبائل موجود ہیں جنہیں قرآن مخاطب کرتا ہے۔ ایسا ہی بنی
اسرائیل کے بڑے گروہوں میں بٹنی۔ سربنی اور غور غشت تین افغنہ کی نسل سے قیس کے عہد
میں اپنی جمعیتوں کے ساتھ موجود ہوں گے جن کو ساتھ لے کر قیس نے داخل اسلام کیا۔ جو
ان کی ماتحتی کی وجہ سے اس طرف منسوب ہو گئے۔ ورنہ افغانوں میں جو قبائل در قبائل بنتے
موجود ہیں اور اس میں کی ہر ایک شاخ جو دو سو نفری کا مجموعہ ہے۔ وہ دو صدی سے کم
نہیں اور ایسی شاخیں اوپر سے نیچے تک اگر غلط اندازے سے ہی شمار کریں تو بھی
پچاس صدی سے کم بٹنی اور غور غشت سے اب تک نہیں ہوں گی بلکہ اس سے زائد ہوں
گی۔ کیوں کر علم درایت اور عقل فتویٰ دے سکتی ہے کہ یہ سب ساڑھے تیرہ صدیوں کی پیداوار
ہے۔ لہٰذا میرے خیال میں ہے کہ افغان چونکہ بیحد پیشوا پرست اور پیر نواز قوم ہے۔ لہٰذا قیس
عبد الرشیدؒ جو یقیناً اصحاب رسول صلعم میں سے تھے ان کے اس قدر مشکور بوجہ اسلام ہو گئے کہ
تمام افغان کا باپ ہی اس کو مان لیا۔ اور یہ رواج افغانوں میں ہمیشہ سے ہے۔ احمد شاہ ابدالی کو
تمام افغان احمد شاہ بابا حقیقی باپ کی طرح مانتے تھے۔ دور کیوں جاویں۔ مصطفےٰ کمال کو تمام قوم
ترک کا باپ تسلیم کر کے لقب اتاترک کر دیا ہے۔ کیا وہ تمام قوم کا نسباً بھی باپ ہے یا یہ کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس نے قوم کو ایک نیا جنم دیا ہے۔ ایسا ہی حق تھا کہ قیس کو افغان دیں، اسلام سکھائے [illegible]
سے نیا جنم دینے والا اور باپ سب کا مانا ہوا سمجھیں۔ اور افغنہ کی اس وقت تینوں [illegible]
بٹنی۔ سربنی۔ غورغشی نے متفقہ اس کو والدِ قوم کہا ہو جس کے اندر اس وقت متعدد [illegible]
بصورتِ مندرجہ بالا پہلے سے موجود ہوں۔

اس نظریہ کو میں اس جگہ ایک مثال دے کر واضح ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ [illegible]
مثلاً اس وقت یوسف زئی قوم میں جو نواب دیر تمام یوسف زئی قوم کا سر کردہ موجود ہے [illegible]
ریاست کی بنیاد جس بزرگ سے شروع ہوئی ہے اسکا نام خواہ کچھ ہی ہو، مگر اس کو اخون [illegible]
اخون صاحب کہتے تھے۔ جو حضرت آدم بنور صاحب کے مرید رشید تھے۔ اور حضرت آد[illegible]
صاحب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے ماذون مرید تھے۔ امام ربانی شیخ احمد سرہندی [illegible]
مجددیت کا دعویٰ ۱۰۰۰ ہجری کے خاتمہ کے بعد قریب تر زمانہ میں کیا۔ جس کو شہنشاہ جہانگیر [illegible]
قلعہ گوالیار میں اسی دعویٰ پر قید کر دیا تھا۔ پھر ان کے مرید اخون بابا کو اگر تم حضرت [illegible]
صاحب کا پوتا بھی مان لو (حالانکہ مرید قریب العمر ہوا کرتے ہیں) تو بھی معاملہ ۱۰۰۰ [illegible]
بعد سے ۱۱۰۰ ہجری کے اندر ہی ختم ہو جاتا ہے۔ جس کے بعد اب تک اڑھائی سو یا پونے [illegible]
سو سال گزر چکے ہیں۔ اور اخون بابا کو قوم کی امارت مل گئی تو امرا لوگ اکثر کثیر الاولاد [illegible]
الازدواج ہو کرتے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اخون خیل اس وقت تک ہزار ہا نفوس ہوتے [illegible]
تو برائے نام چند افراد اخون خیل ایک سو سے زائد ہوں گے۔ جو سو کی تعداد سے کم نہ ہوں [illegible]
زائد نہیں، مگر وہ منجملہ بے شمار قبائل ملیزئی کی شاخوں کے صرف ایک شاخ ہیں۔ زرہ خیل [illegible]
خیلوں کو کہا ہی اس لئے جاتا ہے کہ وہ ہزار خیل اپنے آپ کو کہتے ہیں۔

پشتو میں ہزار کو زر کہتے ہیں۔ صرف قوم پائندہ خیل کے بننے پر بھی ہزار نہیں تو [illegible]
صدیاں صرف ہونا ضروری ہیں۔ اب وہ معہ سلطان خیل کے خواجوزئی قبیلہ کی آٹھ دس شاخوں
میں ایک شاخ ہیں جو ایک لاکھ ہوں گے۔ خواجوزیوں کے اس قدر قبیلے جن کی نفری فی [illegible]
دو اڑھائی سو ہی بن سکے وہ بھی چار صدیوں سے کم عرصہ میں نہ بنے ہوں گے۔ اب خواجو[illegible]
اکوزئی کے دو قبیلوں سے ایک قبیلہ ہے جو دو لاکھ سے کم نہیں اور اکوزئی یوسف کی متعدد اولاد
سے ایک ہے۔ ہر ایک قبیلہ اور خیل اور زئی کا ایک دوسرے قبیلہ کی شکل میں بن کر تیغ قبیلہ [illegible]

[illegible] کے لئے بعض اقل مدت دو صدیاں اور اگر چار پانچ صدیاں صرف ہوتی ہیں، اب
[illegible] سے نیچے سے اوپر کو شمار کیا جائے کہ کتنی صدیاں صرف سربنی تک ہو سکتی ہیں۔ ساتھ
[illegible] رہے کہ ہر باپ کے بیٹے کا نام افغانی خیلوں میں نہیں لیا جاتا، بلکہ کئی نسل بعد ایک،
[illegible] اور دور تر بنیرہ کے نام سے خیل جدا ہوتی ہے۔ لہٰذا اخون خیل۔ جو ہزار خیل پائندہ
[illegible] ایک ہے۔ پائندہ خیل کل قوم بننے کی پانچ صدیاں کم تر حساب سے لیویں تو
[illegible] بننے کی بھی پانچ صدیاں ہو جاتی ہیں۔ یہ صرف ہزار سال کا حساب ہوا۔ مگر اکوزئی
[illegible] شاخ خواجوزئی ہے اس کی قومیت کی تعمیر کسی طرح مذکورہ حساب ادنیٰ سے بھی ہزار سال
[illegible] میں نہیں ہوئی ہوگی۔

دو ہزار سال تو صرف ایک اکوزئی قوم بننے کی ادنیٰ عمر ہے۔ پھر یہ کیوں کر قیس کی اولاد
[illegible] ہے۔ پھر اکوزئی کل قوم یوسف زئی کی ایک شاخ ہے جس کی تعمیر مختلف قبائل کی شکل میں
[illegible] حساب سے ہزار سال سے ہی لے لیویں تو معاملہ تین ہزار سال چلا جاتا ہے۔ یوسف
[illegible] ہے مُجّی خیل برادر غوری خیل قبیلہ کی (اس وقت کل یوسف زئی موسندن کے بیس سے
[illegible] لاکھ نفوس کم نہیں) اور اگر ہم مُجّی خیل قبیلہ بننے کی مدت پانچ صدیاں ہی لیویں اور ان
[illegible] درخت یعنی کند قبیلہ کی تیاری پر پانچ صدیاں صرف ہوں تو چار ہزار آج سے قبل سال
[illegible] ہیں۔ جو کند قبیلہ شیریوں یا خرشبوں سے جدا ہوا ہے۔ اور وہ سربنی سے جدا ہوا ہے مگر
[illegible] جا سکتا ہے کہ پہلے انساب کثرت نہ ہونے کی وجہ سے کم سالوں میں بنے ہوں گے، تو
[illegible] ان پانچ ہزار سالوں کو ہم فرضی طور پر تخفیف کر کے نصف سے بھی گھٹا کر صرف دو ہزار
[illegible] بنے دیں تو بھی قیس عبدالرشید کی اولاد ہرگز کل افغان نہیں بن سکتے۔ اور میرے خیال
[illegible] میں وہ بنیادی غلطی ہے جو افغانوں کی نسبت نسب نامہ میں غیر قوموں کو اور ان کے علماء کو
[illegible] ان کی قومیت کی خیال آرائی پر آمادہ کرنے کو موجب ہوئی ہے۔

مذکورہ بالا شاہر سے ایک اور فائدہ افغانوں کے صحتِ علم نسب کا یوں لیا جاتا ہے کہ
[illegible] دیر کے بیٹے سے کوئی سوال کرے، تم کون ہو، وہ کہے گا میں اخون خیل ہوں۔ اسی سے
[illegible] کرو اخون خیل کون ہیں جواب ہوگا پائندہ خیل کی بے شمار شاخوں سے ایک شاخ۔ پھر سوال
[illegible] پائندہ خیل کون ہیں۔ جواب دے گا۔ ملیزئی۔ پھر کہا جاوے گا۔ ملیزئی کس شاخ سے ہیں تو

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہ بچہ ہی جواب دے گا خواجوزئی سے ہیں۔ پھر اس سے سوال ہو گا خواجوزئی کون ہیں؟
کہے گا آگے مجھے معلوم نہیں۔ میرا والد بتا دے گا۔ تو نواب صاحب بتائیں گے کہ مجملہ
قبائل اکوزئی کے خواجوزئی ایک قبیلہ ہے یعنی اکوزئی ہیں۔ پھر اکوزئی کون ہیں؟ وہ یوسف
ہیں۔

پھر یوسف زئی کون ہیں، جواب ہو گا وہ مند تخیل میں ہے۔ پھر مندی خیل کون ہیں
جواب ہو گا وہ نجی خیل برادران غوری خیل ہیں۔ اور نجی خیل فرقہ کون تھا۔ وہ فرقہ کند
جند سے تھا۔ جو شیریوں یا خرشبون تھا۔ قبیلہ سربنی کی شاخ تھی اور سربنی جس کو قیس عبد
فرزند بشکل مذکورہ بالا بتلایا ہے وہ بیسیوں پشت قبیل افغنہ یا افغان ولد ارمیا ابن ملک
سے تھا۔ غرض نیچے سے اوپر تک کا یہ شمار جو دو تین ہزار سال تک قوم قوم قبیلہ قبیلہ کو پہنچا
دنیا کی اور کسی قوم میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔ بجز بنی اسرائیل و افغان کے یا عرب کے جو کہ
قومیں یک جدی بنی اسرائیل و بنی اسماعیل ایک درخت کی دو شاخ ہیں۔ اور جب ابتدا
افغانوں کا دعویٰ اسرائیلیت کا ہے، تو وہ صحیح ہے یہ بحث باوجود اختصار طلبی کے بہت طویل
اور جس قوم میں ہمارے جد اعلیٰ نے قیام فرمایا تھا اس کی تاریخ لکھنا رہ گیا۔ لہٰذا قبیلہ یو
زئی کا احوال ذیل میں درج کیا جاتا ہے کہ وہ اس ملک میں کب اور کیوں کر آباد ہوئے۔

فصل پنجم

احوال قبیلہ یوسف زئی

یوسف زئی قبیلہ ساتویں یا آٹھویں صدی ہجری میں بتدریج آتے آتے ان ملکوں میں
ئے۔ جہاں ان کا اب تک قیام پایا جاتا ہے۔ ان کے آنے کی روایات اس عہد کے لوگوں
لکھی ہیں۔ میں ایک کتاب الانساب سے جو نویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے، یوسف زئی
احوال لکھ رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ قرب زمانہ کی وجہ سے یہ حالات زیادہ صحیح ہوں
لکھا ہے کہ افغان قوم ہر گاہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سپہ سالار کی اولاد تھی اس لئے
افغنہ بھی اور سلیمانی بھی کہا گیا ہے ممکن ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے منسوب
کی وجہ سے انہیں سلیمانی کہا گیا ہو۔ افغانوں کو سلیمانی لقب دینے والے زیادہ تر عرب
ین ہیں۔ جب عربی فتوحات افغانوں تک پہنچیں تو عرب حکام نے اسرائیلی نسل انکو تحقیق
کے سلیمانی لقب دیا۔ اور پہاڑوں میں آ کر وہ بسے ان ملکوں اور مقامات کے نام بھی شام
ملکوں کے ناموں پر انہوں نے رکھے (وزیرستان میں دو پر گنے اس نام سے موسوم ہیں: بالا
و پائیں شام)۔

ممکن ہے اس وقت کے ان کے سردار کا نام بھی سلیمان ہو۔ جس وقت کہ ان کو بخت
بادشاہ بابل نے شام سے جلاوطن کر کے خراسان کے مشرقی پہاڑوں میں دھکیل دیا گیا تھا۔
عہد اسلام آیا تو افغانوں کی روایت ہے کہ ان میں سے معہ وفد قیس عبدالرشید خود مدینہ کو
وفد لے کر گئے اسلام قبول کیا۔ جہاد میں شریک ہوئے اور واپس آ کر قوم کو اسلام کا پیغام
ایا۔

قرآن شریف میں جن قوم کے دو وفود کا جو مذہبا یہودی دوئم نصرانی تھے آنحضرت کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

پاس آکر اسلام لانے اور اپنی قوم کو تبلیغ اسلام کرنے کا ذکر بھی موجود ہے۔ ممکن ہے تاری
کے علاوہ اس وفد کا تذکرہ بھی ان آیتوں میں ہو بہر حال یہ جزوی حال تھا، مگر حضرت
ثالثؓ کے عہد میں کل افغان قوم بالاتفاق اسلام کے اندر آگئی کیوں کہ ان کی کتب
نبی آخر الزمان کی جو جو پیش گوئی تھی، وہ ان کے ملک تک اسلام کی عظمت و شوکت
میں پہنچی جس میں ان کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی اور اسی وجہ سے کل قوم نے قیس
کے پیغام کو حیاتِ ملت سمجھا اور اسکو آبِ ملت تصور کر لیا۔ لیکن لکھ چکا ہوں کہ کابل
شمالی و مضافات کے تیسری چوتھی صدی ہجری تک ہندو راجاؤں کا قبضہ رہا۔ جس کو سبکتگین
فتح کرنا شروع کیا اور سلطان محمود غازی نے اختتام کو پہنچایا۔ سوات باجوڑ بونیر وغیرہ علاقوں
فتح پا کر افغانوں یعنی اسرائیلیوں کو اس پر بسایا جو قومیں مسلمان ہو گئیں، وہ رہ گئیں۔ جو
ہوئیں وہ فنا یا ملک بدر ہو گئیں۔

اکثر انبیاء بنی اسرائیل کے نام افغانوں کے اباء اجداد ان کے قبائل کے مورثِ اعلیٰ
ظاہر ثبوت ہیں کہ افغان نسل اسرائیل سے ہیں۔ ورنہ آریا اقوام کا انبیاء اسرائیل کے نام
سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

جدولِ قبائل یوسف زمیان

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام
اقوام عرب کل بنی اسماعیل ہیں اور
خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اولاد
اسماعیل ہیں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام
حضرت یعقوب اسرائیل اللہ علیہ السلام

یہودہ۔ شمعون۔ نفتالی۔ لاوی۔ یوسف۔ بنیامین۔ رابن۔ روبیل۔ دان۔ جاد۔ یشجر۔ اشـ

ملک طالوت — برخیا — آصف وزیر سلیمانؑ

افغنہ یا افغان افسر فوجی حضرت سلیمانؑ

افغان کی کثیر اولاد شرخبون وخرشبون
دو بھائی تھے

رخند یا جمند — کند یا گند

شیخے یا شخے — غوری — غوری خیل قبائل

ترین، تریچ، میانہ وغیرہ
تفصیل سے گزر چکا ہے۔ مہمند زئی
قبائل سے ہیں۔

ترکلانی ۔ ککیانی ۔ یوسف ۔ عمر ۔ مندان ۔ مندے

ماموں ۔ خدر ۔ رجبڑ ۔ مزد

اکو ۔ موسیٰ ۔ عیسیٰ ۔ ملی ۔ اور یا بادی

بادی خیل گمنام

حسن زئی اکازئی

الیاس زئی

اس نقشہ سے جو دوسری کتاب میں پایا گیا ہے سابقہ اندراج پر اس طور سے روشنی پڑتی
بعض اجداد یا کئی پشتوں کے درمیان نام مذکور ایک جگہ ہیں۔ دوسری جگہ نہیں اور پایا جاتا
صرف ممتاز اباء کے نام درج ہیں۔ کئی پشتوں کی تشریح درمیان میں چھوٹ جانا ایک
امر ہے۔ اس نقشہ کی تفصیل عبارت ذیل ہے:

کند کی اولاد کو شیخ خیل و غوری خیل دو شاخوں میں شمار کیا جاتا ہے اور جمند کی اولاد
افغانستان میں اسی تعداد سے کثیر ہے جس قدر کند قبائل پشاور کے قریب پائے جاتے ہیں۔
غوری خیلوں میں سے فرقہ چکنی کسی وجہ سے اپنی برادری سے ناراض ہو کر کوہ سفید میں جا کر مقیم
تھے جو وحشیانہ گزران کرتے ہیں۔ اور زیرانی بھی اپنے بھائیوں غوری خیلوں سے کٹ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر جدا ہو گئے اور ننگر ہار میں جا کر تاجک قوم کے ساتھ جا سکونت اختیار کر لی تھی۔ بے خبر ل
ان کو تاجک خیال کرتے ہیں۔ (تاجکوں کو اب درانیوں نے ہانک دیا ہے خود ننگر ہار پر
ہیں)

گجی خیلوں میں مندی اور ملکہ دونوں بھائیوں کی والدہ کا نام مرجا تھا اور ترک کی ما
نام بسو تھا۔ جو مرجان کی بہن تھی اور شیخ کی زوجیت میں دوسری بہن بھی بعد میں آئی۔

جس وقت گجی خیل کابل سے جلا وطن ہو کر ننگر ہار کو آئے تو اس قبیلہ کے زعیم ملک
نے اپنے آنے سے پہلے اپنے بھیائی قبیلہ کا کیانی کو جن کے ہمراہ مہمند زئی بھی تھے جو درا
نسباً جمند ہیں، مگر گجی خیلوں کے ساتھ شامل ہو کر ان کی جنبہ داری و برداری میں جلا وطن
آگئے تھے ان دونوں قبائل یعنی مہمند زئی و کاکیانی کو اپنے آنے سے پہلے ملک احمد نے دلازا
کی مہم پر اول روانہ کیا۔ شمالی پشاور کے پرگنہ ہشت نگر پر دلازاک قبیلہ قابض تھا۔

قوم ترکلانی نے جو پہلے علاقہ لغمان پر قبضہ کر چکی تھی۔ اپنے برادر ملک احمد کے سا
متفق ہو کر اس مہم میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ اب لغمانی لوگ ترکلانیوں کی حکومت
بہت تنگ ہو گئے۔ اور مغل بادشاہ کابل کے پاس گئے جس نے اپنی فوج بھیج کر ترکلانیوں
تاخت و تاراج کر کے ملک بدر کر دیا۔ انہوں نے یوسف زئیوں کیساتھ بیوفائی کرنے کی
سے ملک باجوڑ کر رخ کر لیا۔ یوسف زئیوں نے بھی ان کو اپنے مفتوحہ ممالک سے حصہ نہ دیا
وہاں سے انہوں نے چکان سرائے کا رخ کیا، مگر وہاں بھی ترکلانیوں کو شکست ہوئی۔
انہوں نے گگیانیوں کے مقبوضات پر حملہ کر دیا اور دو مرتبہ ایک ایک ہزار جوان گگیانیوں
ترکلانیوں نے قتل کر کے باجوڑ کے خطہ پر قبضہ جما لیا۔

اس اس کتاب کی تحریر تک بدستور قابض ہیں۔ البتہ نصف صدی سے بھی کم عرصہ
نواب دیر یوسف زئی نے علاقہ جندول ترکلانیوں سے چھین کر یوسف زئیوں کے قبضہ میں
دے دیا ہے، مگر اس کا موجب اول عمرا خان سردار ترکلانیوں کا ہوا۔ جس نے یوسف زئی سردا
خان دیر محمد شریف خان سے ملک چھین کر اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ جس کے ساتھ برطانوی حکوم
کی مخالفت چترال میں مداخلت پر ہو گئی اور ۱۸۹۵ء میں برطانوی فوجوں نے عمرا خان ترکلا
کی حکومت ہٹا کر اس کے مقبوضات جندول پر بھی نواب محمد شریف خان والئی دیر کو قبضہ دلایا۔

... میان جملہ زندہ اس زمانہ کا آ گیا تھا ورنہ ذکر تو ۷۰۰ھ سے ۸۰۰ ہجری کا ہے۔)

عمر برادر یوسف جو مرد صالح تھا کسی دور ملک میں اس نے ایک سید بی بی سے نکاح کا
... دو سال مندن عمر کا بیٹا یتیم رہ گیا۔ پرورش اس کی چچا یوسف نے کی اور املاک سے حصہ
... اس کو اپنے ساتھ نصف دیا۔ بادی یا اوریا جو یوسف کا بیٹا تھا۔ اپنی ماں کی بددعا کی وجہ سے
... نے بے ادب اور گستاخ لفظ ماں کو کہا تھا۔ قلیل اولاد ہے اور وہ گمنام دیگر برادریوں میں
... اور جذب ہو کر معدوم ہو گئے ہیں۔ عیسیٰ زئیوں کے مورث، اعلیٰ عیسیٰ کے گیارہ بیٹے تھے۔
... بھیڑوں کا گلہ مغل بھگا لے گئے۔ تب انہوں نے تعاقب کیا۔ مگر مخالف کی تعداد بہت
... تھی۔ عیسیٰ کے ۹ بیٹے ان کے مقابلہ میں شہید ہو گئے صرف دو بیٹے حسن اور یعقوب زندہ
... حسن کے نو بیٹے ہوئے جن کی اولاد نو خیل تن زئی ہیں، جو اب کوہ سیاہ میں رہتے ہیں اور
... ب کا ایک بیٹا مدا جوان تھا، یعقوب مر گیا۔ مگر زوجہ اسکی حاملہ تھی۔ بعد اس کا بیٹا اکا پیدا ہوا۔
... ل و اکازئی دونوں یعقوب زئی کہلاتے اور کوہ سیاہ میں اس وقت یہ عیسیٰ زئی قبائل سکونت
... ہیں۔ اکازئیوں کو اب بھی مداخیل پس مرگی برادر کہتے ہیں۔

جس وقت یوسف زئی ان ممالک پر فتح یاب ہو کر قابض ہو گئے۔ تو ملک احمد یوسف
... وں میں تھا اور ملک شیخ ملی جو مندن اور قبیلہ اوتمان زئی شاخ اکازئی فریق چارسدہ میں سے
... اس قبیلہ یوسف زئی کا مقنن تھا۔ جس نے نہایت عجیب و غریب قوانین ایسے مرتب کئے
... جو کتابت اور تدوین کے محتاج نہیں، مگر ملکیت ہر فرقہ اور ہر خیل بلکہ ہر فرد کی مخفی ہو کر مغالطہ
... میں گم ہو سکتی۔ تب اس کو ضرورت مردم شماری کی ہوئی۔ افغان عورتوں کو حصہ موسوی
... یت کی رو سے نہیں دیتے۔ اس وقت اکوزئی قبیلہ کے مرد جن کی عیسیٰ زئی کے بغیر بچوں
... وں عورتوں کے چھ ہزار مرد قابل جنگ شمار کئے گئے۔ اور قبائل الیاس زئی و ملیزئی۔ و
... ئی چھ ہزار مرد جنگی شمار ہوئے اور مندن قبیلہ کے بھی جن کے مرد بارہ ہزار
... وے جن میں لغمانی کابلی ننگر ہاری وغیرہ جو خاندان ہمراہ آ گئے تھے، وہ بھی شمار کئے تھے۔
... نابوڑھے بچے عورتیں سب ملا کر ایک لاکھ (اس وقت تخمیناً کل یوسف زئی کی تعداد بیس
... پچیس لاکھ تک ہے) نفری یوسف مندن کی اس وقت تھی۔

ملک مفتوحہ میں چند سال رہنے کے بعد از سر نو تقسیم املاک کا دستور ملک شیخ ملی کی ایجاد

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے جس کی وجہ سے متعدد فائدے اس وقت مدنظر تھے:

اول یہ کہ افغان تیز مزاج لوگ ہیں۔ اور جہاں انسان رہتے ہیں وارداتیں بھی ہو[تی]

ہیں اس کا نتیجہ خانہ جنگیاں ہو کر اقوام کی کمزوری پر ختم ہوتا ہے۔ اس کا واحد علاج یہ ہے [کہ]

متخالف و متخاصم فریقوں کی سکونت اور املاک یکجا نہ رہنے دی جاویں اور ایسا نزاع پیدا ہو [تو]

ہی فوراً ایک دوسرے کو دور و دور تر مقامات میں تبدیل کر دیا جاتا تھا۔

دوئم اراضیات و خطہ جات میں عمدہ و معمولی اور بہتر و کم تر قطعات کا ہونا بھی لازم [ہے]

دائمی حقداری کی صورت میں صرف ایک فریق بہتر جگہ پانے والا فائدہ مند اور کم تر جگہ [پانے]

والا نقصان اٹھاتا مگر ہر پانچ سال یا دس یا سات بعد تبدیلی ہونے سے سب قوم کو موقعہ [عمدہ و]

کمتر قطعات پر رہنے کا یکساں فائدہ ملتا رہتا ہے۔

سوئم فائدہ یہ تھا کہ کل قطعہ ملک مفتوحہ کل قوم کی مشترک جائیداد تھا۔ اگر تقسیم دائمی [ہو]

تو جو قبیلہ کنارہ پر کسی دشمن قوم سے ملحق رہتا اور دشمن ان پر حملہ کرتا تو کل قوم کو ایسا مشترک [درد]

نہ ہوتا، بلکہ ایک فریق کا زیادہ نقصان ہوتا۔ ہر فرد قوم کا حصہ دشمن کے قبضے میں آجانے کا [خطرہ]

تھا۔ اس لئے ادنیٰ گوشہ سرحد پر بھی کل قوم کا جان بازانہ مدافعت کا حق رہنے دیا گیا تاکہ [پوری]

قوم کو مشترک درد پہنچے۔ اگر کوئی بیرونی دشمن نقصان رسانی یا املاک ربائی کرے تو قوم یک [دل]

ہو کر اپنی زمین چھوڑنے پر راضی نہ ہو سکے وغیرہ وغیرہ بہت فوائد اس وقت تھے جو اب [تک]

بعض جگہ رائج رہا ہے اور ہے اور بعض جگہ رواج اٹھ چکا ہے۔ ایک اور جدول لکھتا ہوں۔

تفصیل اقوام یوسف زئی جو اولاد مندی ہے کل یوسف مندن یوسف زئی ہے۔

- [illegible] | عیسیٰ | ملی اولاد ملزئی | موسیٰ | [blank] | اور یا یعنی بادی
  - اور یا یعنی بادی: اسکی اولاد قلیل و گمنام جس کا موجب والدہ کی دعا ہوئی۔
  - موسیٰ ← الیاس — اولاد الیاس زئی
    - کمی — [illegible]
    - سالار — [illegible]
    - تاجے ← گدائی — [illegible]
    - قتو ← نسو — [illegible]
  - ملی اولاد ملزئی:
    - چغرز — اقوام چغرزئی بنی خیل ... نصرت خیل وغیرہ
    - آیا — الیسوزئی؛ پیچا سے لوبے زئی
    - دولت — دولت زئی
  - عیسیٰ:
    - [illegible] زئی — [illegible]
    - ملا خیل — [illegible]
    - آکازئی
- خواجے | بازید زئی | آیا | تسارکا خالک | جیلم
  - خواجے، بازید زئی: ان چاروں کی والدہ کا نام گوہر تھا — [illegible]
  - آیا — اقوام بابازئی [illegible]
  - تسارکا خالک — [illegible] خالک زئی
  - جیلم — [illegible]

دریائے سوات سے مشرق جانب اقوام بازی زئی کا شمار ذیل ہے:

جنگی خیل ۔ عزی خیل ۔ بشری خیل ۔ متوڑزئی ۔ بالوزئی ۔ ابا خیل ۔ موسے خیل ۔ خاں

toobaa-elibrary.blogspot.com

خیل۔ رانی زئی۔ حتان خیل۔ یہ سب بائی زئی ہیں۔

دریائے سوات سے مغرب جانب قبائل خواجوزئی ہیں۔ دیر کی اقوام پائندہ خیل۔ نصر دین خیل۔ سلطان خیل اوساخیل۔ دلیٰ خیل یلزئی کہلاتے ہیں۔ باقی شاہزئی اوساخیل۔ سب جوق خیل۔ نکی خیل۔ شموزئی اوزئی و مرد مان تالاش اوساخیل وغیرہ خواجوزئی ہیں۔

عمر ابن مسندی

مندن بن عمر

مامور — خدر — رجر یا رزرہ — مزد یا ممزد

کمال زئی — امازئی — اوتمان زئی

علی زئی — اکازئی — کنازئی — سدوزئی

ابو محمد ابا خیل — عمر عمر خیل — مراحمد — مراحمد میر احمد خیل — بہزاد بہزاد خیل

خان کجو بادشاہ یوسفزئیاں	قراد ولد علی	علی ولد بہزاد

خدو خیل ابا خیل۔ عمر خیل مراحمد خیل۔ بہزاد خیل سب سدوزئی اور اوتمان زئی ہیں۔

اولاد مندن جو میدانی علاقہ سمہ میں اس وقت ہے اس کو بھی یوسف زئی کہا جاتا ہے۔
ضلع مردان میں یہی ایک قوم ہے۔ اس قوم نے قطعہ چملہ کا علاقہ جو بونیر کے مشرق میں ہے۔ تمام مندن کے قبائل مندرجہ بالا کا ایک ایک گاؤں اس میں ہے۔ اس لئے ...انی علاقوں پر بادشاہوں کی یورشیں ہونے کی صورت میں سمہ کے لوگ میدانی اپنا بال ...ال و متاع اس آزاد اور یاغستانی علاقہ میں محفوظ کرلیا کرتے تھے۔ مگری۔ چروڑی جو امازئی ...ملک ہے اس سے آگے کوہ مہابن کی طرف اور خدو خیل کا موجودہ علاقہ یوسف زئیوں ...شاہ علی اصغر نے فتح کرکے قوم تنولی سے لے کر مندن علاقہ میں شامل کرلیا ہے۔ مندن ...ب ذیل ہے۔

امازئی جس کا مرکز صدوم ہے۔

کمال زئی جو ہوتی، مردان، تورو مایار میں ہیں۔

رزڑ جو شیورہ شیخ جانا ڈاگی، یار وسیس وغیرہ میں ہیں۔

ابا خیل جو زیدہ کنڈہ پنج پیر وغیرہ میں ہیں جو صوابی، ماتیر وغیرہ میں ہیں۔

میر احمد خیل کڈے مرغز، ٹنڈ کوئی وغیرہ میں ہیں اور

بہزاد خیل کھلابٹ میں ہیں۔

اوتمان زئی ٹوپی مینی کوٹہ وغیرہ۔ پنج، ہزارہ، تربیلہ، کیا۔ کبل میں ہیں۔ اس قوم میں قوم ...دان بھی شامل ہے جو اصلاً کاکڑ ہیں مگر یوسف زئیوں کے ہمراہ آئے۔ بونیرہ میں وہ خاکی ... سارزہ خیل نام سے موسوم ہیں۔ اور ایبٹ آباد کے حوالی میں بھی یہ قوم آباد ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ذکر واحوال جلاوطنی قبائل تُجی خیل

از مرکز واصل وطن خود مضافات قندہار

یہ روایت ۹۰۰ ہجری کی ضبط تحریر میں آئی ہوئی نقل کر رہا ہوں کہ اطراف ونواحی قندہار میں افغانی قبائل نے جب مملکت واراضیات کو آپس میں تقسیم کی، تو وہ ولایات اس خراساں کے نام سے موسوم تھی، تو قوم ترین کا حصہ اور قرعہ درمیان قبائل کند و جمند کے آ (افغان ایسے امور میں قرعہ اندازی کے رواج پر اب تک قائم ہیں جو خصوصاً بنی اسرائیل مسلمہ رواج تھا۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں حضرت مریم کی کفالت کی نسبت قرعہ اندازی بارے میں بھی مذکور ہے۔ عبدالجبار) اور کند اور جمند قبیلوں کی اپنی برادری اور قرابت داری سے دور رہ گئی۔

ان میں سے بالخصوص قبائل کند میں سے تُجی خیل، قبیلہ ترین قوم کے ساتھ متصل ملک پر از ہوئے قرعہ قابض ہوا۔ ان کے حصہ میں جورے ارغستان آیا تھا۔ بوجہ قربت واتصال تر قبائل اور تُجی خیلوں کے درمیان بتدریج سخت عداوت پیدا ہوگئی اور نوبت جنگ کی آگئی۔ خیلوں کی برادری غوری خیل یا قبیلہ جمند سے کوئی امداد نہ دے سکا۔ اس لئے کہ وہ دور اور ترین قبائل کی تعداد کثیر تھی۔ اس وجہ سے ترین غالب ہوگئے۔ تُجی خیل کے مرد جنگی اکثر ہوگئے۔ جو بچ سکے وہ عورتوں کو ہمراہ لے کر ملک بدر ہوگئے۔

درہ ارغستان کو ترینوں نے آپس میں قبائل پر تقسیم کرلیا۔ اور جس وقت ارغستان سے (جس کو غوزہ مرغی بھی کہتے تھے اور اسی غوزہ مرغی یا ارغستان کا قدیم ترین نام غور ہے)۔ خیل جلاوطن ہوگئے۔ تو اپنی برادری غوری خیلوں کے پاس گئے اور ان سے بطور التجا قطعہ ملک مانگا جس میں ان کے یتیم اور بیوائیں اور بچے کھچے مرد گزارہ کرسکیں۔ اس وادی کا نام کاروتجی ہے۔ انہوں نے ایک جدا قطعہ ملک کا ان کو دے دیا۔ جس کا نام کاروتجی تھا۔

اکثر دنبے اور بھیڑیں گلے گلے پالتے تھے۔ جو بنی اسرائیل قوم کی ابتدا سے عادت قطعہ جوان کو دیا گیا وسعت میں کافی تھا۔ مگر کاشت وزراعت کے لئے ناکارہ، بنجر اور تھا، مگر تُجی خیل مجبور تھے، اسی پر قانع ہو رہے تھے۔ اس وطن کا قاعدہ ہے کہ جب موسم بارشیں ہوتی ہیں، تو تمام مرغزار اور علف زار سرسبز وشاداب ہو جاتے ہیں اور بنی قوم کے قدیم اصول کے مطابق افغانی اقوام بھیڑیں اور دنبے اور اس میں پالتے اور ہیں اور اکثر گزارہ ان قبائل کا مال مویشی پر ہوتا ہے۔

جب موسم گرما کی دھوپ گرم ہو کر تمام گھاس خشک کر دیتی ہے۔ تب قبائل کے مویشی گھاس کو کھا کر گزارہ کرتے ہیں۔ اور آئندہ بہار تک وہی خشک شدہ گھاس ان کے کام ہے۔ بشرطیکہ برسات کی بارشیں شدت سے نہ برسیں، کم تر بارش ہو تب تو بہار سے بھی بہتر ملک سرسبز ہو جاتا ہے، مگر گاہے گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ برسات کی جھڑیاں اس قدر برستی ہے کہ تمام خشک گھاس کو بہا کر لے جاتی ہے اور تازہ گھاس ملک سرد ہونے اور جلد آجنے کی وجہ سے نہیں اگنے پاتی۔ وہ سال مویشیوں کے لئے بربادی اور تباہی کا ہوتا غرض ایک سال ایسا ہی قبائل غور خیل پر آگیا۔ کہ سخت بارشوں نے ان کے قطعہ ملک سے گھاس کو سیلاب برد کر دیا۔ اور شدید قحط سالی ان پر آگئی۔ مگر بدقسمتی سے جو قطعہ ملک تُجی کو غوری خیلوں نے دیا تھا، وہ سرسبز وشاداب اور پُر علف تھا۔ اس لئے غوری خیلوں سے برداشت نہ ہو سکی۔ انہوں نے اپنے دیئے ہوئے علاقہ کو تُجی خیلوں سے واپس مانگا۔ ملک خالی کرنے سے انکاری ہوئے کہ تم نے خواہ رعایت کی مگر ہم کو یہ قطعہ ملک بخش جو ہمارے ملک کا ہو چکا ہے۔ تب ان دونوں قبائل کے درمیان بھی جنگ واقعہ ہوئی۔ خیل پہلے سے کم تعداد میں رہ گئے تھے اور جب ان کے بچے جوان ہوئے تو یہ دوسری آئی اور ان کو مغلوب ہو کر یہ وطن بھی ترک کرنا پڑا اور ملک بدر ہوگئے۔ وہاں سے نکل آئے اور مضافات کابل میں آکر یہ قوم مقیم ہوگئی۔ (اب تک بھی افغانستان میں علاقے بنجر پڑے ہیں، اس وقت تو اکثر وطن خالی تھے)

کاروتجی کی وادی مذکورہ بالا سے نکل کر کابل تک آنے والے سفر میں ان تُجی خیل قبائل ہمراہ راستہ میں قبیلہ ختان خیل بھی شامل ہو کر یہ سب کابل کے مضافات میں آن بسے

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھے۔ اور قبیلہ مہمند زئی جو قبیلہ گند سے نہیں بلکہ جمند سے ہیں اور کسی ایسے ہی حادثہ کی وجہ
اپنے بڑے قبیلہ ژمند سے منقطع ہو کر قوم خی خیل کے ساتھ آ کر شامل ہو گئے اور طلب املاک
میں متفقہ طور پر یہ جمعیت روانہ ہو آئی۔ آگے چل کر مہمند زئیوں کو یہ اتحاد نہایت سود مند
کیونکہ نیا فتح شدہ بہترین ملک ہشت نگر یوسف زئیوں سے مہمند زئیوں کو پہلے دے دیا اور ا
لئے بہترین املاک اس کے بعد مدت دراز تک فتح کرتے کرتے حاصل کر لئے مگر مہمند ز
یوسف زئی کی دوستی اور برادری اس زمانہ تک بدستور قائم ہے۔

الغرض جب مذکورہ بالا متحدہ قومیں کابل کے مضافات میں چند مدت مقیم رہیں ا
با فراغت اموال و مویشی چراگاہوں اور مرغزاروں میں بڑھتی رہیں۔ اور پھلتے پھلتے وہ کافی
بھی ہو گئیں اور نئی نسلیں بھی پیدا ہو کر اور جوان ہو کر مردم شماری بھی ان کی زیادہ ہو گئی۔ او
اولادیں اور کار آمد جوان ان کے پھر بڑھ کر پورے ہو گئے۔ خصوصاً تمام شخی خیلوں میں
یوسف زئی زیادہ کثرت و قوت و تعداد میں طاقت ور ہو گیا۔ اس مجموعہ قبائل متحدہ میں جو خی
قبائل شامل تھے، وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ یوسف زئی معہ مندن کے۔

۲۔ ترکلانی جو اس وقت مملکت باجوڑ پر قابض و متصرف ہیں۔

۳۔ گگیانی قوم جو اس وقت دوآبہ ہشت نگر میں قابض ہیں۔ یہ تو شخی خیل تھے۔ ا
جمند یا ژمند قوم سے ایک شاخ۔

۴۔ مہمند زئی بھی ان کے ہمراہ شامل ہو کر آئے۔

۵۔ عثمان خیل بھی شامل ہو گئے جو اس وقت باجوڑ کے ایک قطعہ پر قابض ہیں۔

یوسف زئیوں میں سے مند اس وقت تمام ضلع مردان اور تربیلہ و ثلث ہزارہ و کیا ک
ستانہ تک ملک پر قابض ہیں۔ جملہ کا خطہ معہ خدو خیل، گدون، اما زئی کے مندن کے پاس ہے
اور یوسف زئی اس وقت حد چترال سے جنوب دیر کی ریاست کے قبائل ور ہر دو کنارہ سوات
تا حد کوہستان پر اور بونیر پر اور نموزئی، پورن، چکیسر، کانا غوربند تا کوہستان سندھ دریا تک
متصرف و قابض ہیں۔ یہ نقشہ اس وقت ان سرگشتہ قبائل کا ہے جن کو مملکت افغانستان میں جگہ
نہ ملی اور ملک بدر کر کے نکال دیئے گئے تھے۔ الغرض جب یہ متحدہ قومیں قوی و کثیر ہو گئیں

کے مضافات میں انہوں نے فتنہ و فساد شروع کیا اور رعایائے کابل کو ستانے لگے۔ ساتھ
ان قبائل کی بھی پرواہ نہ کیا کرتے تھے۔ سب کو یکساں تکالیف پہنچانے لگے تھے اور
نا شائستہ حرکات اور وارداتوں کے مرتکب ہوتے تھے۔ مغل شہزادہ میرزا قلی بیگ جو کابل کا
حاکم تھا۔ اس سے بالکل بے خوف ہو کر رعب سلطانی کو سخت صدمہ پہنچایا۔ آخر الامر میرزا قلی
حاکم کابل ان سے بے حد تنگ ہو گیا اور بذریعہ فوج ان پر حملہ کیا اکثر ان میں مقتول اور
تاراج ہوئے نواح کابل سے ان کو بدر کر دیا گیا۔

وہاں سے یہ لوگ ہٹ کر دور ایک درہ میں جس کے اندر انکی رہائش ممکن تھی مقیم ہو
ان لوگوں کے درمیان کبھی کبھی غیب جن کے درجہ تک پہنچے ہوئے فقیر بھی ہوا کرتے
اس وقت یوسف زئی قبیلہ میں دو حقیقی بھائی فقراء تھے۔ جن میں سے ایک نام مدا تھا۔ دوئم
دو تھا اور وہ قبیلہ عیسیٰ زئی میں سے تھے۔ تیسرا ایک فقیر شیخ عثمان نام بھی قبیلہ ملیزئی میں
یہ قومیں بالاتفاق مشائخ مذکورہ کے پاس گئیں اور اپنی ہست و بود کی نسبت ان سے
کہ آئندہ ہمارا حال کیا ہوگا۔ اور ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ اور گذشتہ حادثہ کے متعلق بھی تم نے
پہلے متنبہ اور آگاہ نہ کر دیا تھا۔ جواباً مدا اور مدو نے کہا کہ تم نے شیخ عثمان سے کیوں نہ یہ
ار کیا۔ اس کو بھی ماخوذ کرو کہ پہلے حادثہ کی اطلاع اس نے تم کو کیوں نہ دی تھی۔ شیخ عثمان
جواب دیا کہ گو مجھے پہلے حالات کا بھی علم تھا۔ مگر مقدرات الٰہی کو کون بدل سکتا ہے۔ اب
دہ کی خبر میں دے دیتا ہوں۔ کہ تمہارے اور شہزادہ قلی بیگ کے درمیان پھر ایک سخت جنگ
فتح تمہارے نام ہوگی۔ مگر تمہاری پیدل فوج کا ایک سردار مارا جائے گا۔

تعجب ہے کہ مدا اور مدو نے جداگانہ اپنی ایسی ہی پیش گوئی کی تھی جو عثمان شیخ نے کی
اور جلد ہی مرزا کی فوج نے دوبارہ اس قوم پر حملہ کر دیا اور شدید جنگ کے بعد شاہی فوج کو
ت ہوئی۔ اس کے بعد قبائل خی خیلوں نے رعیت سلطانی اور مردمان مضافات کابل کو اس
قتل و غارت اور تاخت و تاراج کیا اور شبخونوں سے اس قدر تنگ کیا کہ یہ قبیلے تو دوبارہ امیر
۔ اور قلی بیگ کو بجز تلطف و احسان و مروت ان سے کرنے کے اور کوئی چارہ ہی نہ رہا۔
بعد انعامات اکرامات اور عطیات سے ان کو مسخر کر لیا۔ میرزا نے ان کے تمام بزرگوں کو بلا
دیا کہ تم کو جس قدر مال و دولت غلہ اور پارچات جس کو ضرورت ہو وہ مجھ سے طلب

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرو۔ میں بخوشی تمہارے مطالبات پورے کرونگا۔ مگر غریب عوام کو ہرگز نہ ستاؤ۔ اور
ساتھ رابطہ رکھو۔ اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھو۔ چنانچہ اس کے بعد سے مدت تک
آمد ورفت جاری رہا۔ عموماً کل بنی اسرائیل خصوصاً افغانوں میں حرص وحسد یہ دو
خصوصیات حد سے زیادہ ہیں۔ اور جس جگہ ان کو نقصان پہنچتا ہے، صرف حرص وحسد
کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ طریق پر گزران جاری رہی۔ ایک دن ان قبائل کے
تقریباً نوسو بطور جرگہ دربار شاہ میں حاضر ہوئے۔ مگر سب کے سب بغیر اسلحہ تھے۔ صرف
شخص محمود ولد محمد جعفر زئی کے پاس ایک پیش قبض تھا جو شلوار کے نیفے میں میں چھپا رکھا
لالل کی وجہ سے بادشاہ پر اعتبار کر بیٹھے تھے۔ جنکا نامی ایک شخص نے جو قبیلہ گگیانی سے
ازراہ شرارت وحسد قوم خود مرزا قلی بیگ کو یہ مشورہ دیا کہ ان قوموں کے شر سے عنایت
کے ساتھ خلاصی محال ہے۔ اور اس سے بہتر موقع کبھی نہیں ملے گا۔ کیونکہ قبائل کے تمام
لوگ جو بغیر اسلحہ کے ہیں، ہاتھ آگئے ہیں۔ چنانچہ مرزا نے سب کو قید کر لیا اور ان کے قتل
دے دیا۔ ان کے ملکوں میں سے سب سے معزز ترین شخص ملک سلطان شاہ تھا۔ جو
زئیوں کا سرکردہ تھا۔ اس نے مرزا کے حضور عرض کی کہ میری دو معروضات ہیں اگر آپ
کریں تو عرض کروں۔ میرزا نے قبول کیا۔ اس نے کہا کہ ایک میرا بھتیجا احمد نام ان قید
میں ہے، اسے رہا کر دیں۔

دوسرا یہ کہ ہماری قوم کے زن ومرد کو گھروں میں قید وقتل نہ کیا جائے، بلکہ احمد کے
کر کے اپنی مملکت سے بدر کر دیں تاکہ یہ شخص تمام قوم کی بیواؤں، یتیموں اور قوم کو ساتھ
بحفاظت کسی وطن میں لے جائے اور انہیں بود وباش کے قابل بنا سکے۔

میرزا نے کہا کہ میرا گمان تھا کہ تم دو تین سو جوان اور اپنی جان بخشوانا چاہتے ہو، ملک
موصوف نے کہا میں دو تین سو ملکوں سے جو دور اندیش نہ تھے، ایک احمد کو بہتر خیال کرتا
ہوں۔ اور میں اپنی جان کو اپنے مرنے والے عزیزوں سے زیادہ عزیز نہیں خیال کرتا۔ میرا
سب کے ساتھ مرنا ہی بہتر ہے۔

ملک سلطان شاہ کی فراست نے فی الواقعہ ملک احمد میں وہ صفات صحیح ثابت کر دیں
جب وہ سن بلوغ کو پہنچا تو اس نے ان تمام متحدہ اقوام کو عموماً اور یوسف زئی کو خصوصاً دیا

علاقہ ہائے سوات وبنیر وہمواری سمہ (ضلع مردان) کے ممالک کا ابدی مالک بنا دیا۔
الغرض نو سو سرداروں کے قتل کے بعد مرزا نے باقی قوم کے مرد وزن کو آزادی دے کر
کر دیا جو کابل سے چل کر ننگرہار کے ضلع میں آگئے اور قوم ترکلانی اس وقت علاقہ لغمان
ہوگئی۔ کچھ مدت کے بعد یوسف زئیوں اور مہمند زئیوں کے درمیان نااتفاقی کی وجہ سے
حصارک کے مقام پر ہوئی۔ جس میں مہمند زئیوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ اور
زئیوں کو مکمل فتح ہوئی۔ مگر افغانی قدیم دستور کے مطابق اگر دو بھائیوں یا دوستوں کے
جنگ ہو جائے اور ایک فریق کے زیادہ افراد قتل ہو جائیں اور وہ مغلوب ہو جائیں۔ تو
فریق اپنی املاک اور متنازعہ فیہ دعویٰ بھی مغلوب کے لئے چھوڑ دیتا ہے لہذا یوسف زئیوں
بار کا علاقہ مہمند زئیوں کے لئے چھوڑ دیا۔ گگیانی قبیلہ جو یوسف زئیوں کا بھائی تھا۔ اس
علاقہ باسول میں سکونت اختیار کر لی۔ اور ترکلانی پہلے ہی لغمان میں سکونت پذیر ہو چکے
یوسف زئیوں نے مملکت باجوڑ کی طرف رخ کیا۔ مگر سرحد پر پہنچ کر ان کو وہ وطن پسند
یا پھر اس پر فتحیابی کی طاقت نہ رکھتے ہوئے واپس پشاور کے میدانوں کا رخ کیا۔
ہشت نگر کے علاقہ پر افغانی قوم دلازک قابض تھی۔ مقام وموضع سفید سنگ پر
ان دلازک کا جرگہ یوسف زئیوں نے طلب کیا اور اپنے رہنے کے لئے ملک کا کوئی قطعہ
اثنائے گفتگو میں سخت کلامی کے باعث جنگ کی نوبت آگئی۔ اس میدان میں یوسف
زئیوں کے قتل زیادہ ہوئے اور کامیابی بھی نہ ہو سکی۔ اور قیام کے لئے جگہ نہ ملنے کے باعث وہ
واپس ہو کر تختہ کے پہاڑوں اور شلمان کے کوہساروں میں چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر
ان کے ساتھ صلح جوئی کا طریقہ اختیار کیا۔ اور پھر پشاور کے میدان میں اتر آئے۔ بعض
خیبر کے راستے میدان پشاور میں آگئے۔ یوسف زئیوں نے چاہا تھا کہ رود بربر کی وادی کو
کریں۔ مگر قبیلہ شمالی نے ان کو اس ارادہ سے روک دیا۔ اس لئے کہ دلازاک اور شلمانی
کی آپس میں دوستی تھی۔ یہی دو قبیلے تمام قبیلوں سے پہلے اس وطن پر آکر قابض ہوئے تھے
آپس میں متفق ومتحد تھے سابق ساکنان مضافات پشاور کو اکثر قتل ومغلوب کر کے قابض
تھے۔
آخر دلازاکوں نے یوسف زئیوں سے ہمدردی کرتے ہوئے ان کو دوآبہ دے دیا۔ مگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

جب دلازاک دوبارہ ناراض ہوئے تو یوسف زئی دوآبہ سے علیحدہ ہو گئے۔ اس وقت
شلمانی پرگنہ ہشت نگر پر متصرف تھا۔ یوسف زئیوں سے بدعہدی کی وجہ سے جنگ کی نوبت
ہوگئی اور یوسف زئی فتح یاب ہو گئے۔ شلمانیوں کا کلانترین ملک مسمی جلو جنگ میں مارا گیا۔
شلمانی قوم کو وطن سے خارج ہونا پڑا۔

شلمانیوں نے یہاں سے ملک بدر ہو کر قدیم سواتی قبائل اور سوات کے سلطان کے
سایہ پناہ لی۔ (جس کتاب سے میں یہ مضمون اخذ کیا وہ نویں صد ہجری میں لکھی گئی۔ اغلب
کہ آٹھویں صدی کے آخری ثلث کے زمانہ کے یہ واقعات ہوں۔ کیونکہ میرے مضمون کا
لکھنے والا مورخ لکھتا ہے کہ مجھ سے خود مسمی توپخر زئی نے بیان کیا تھا۔ جب کہ دلو پیر سال
اور اس موقعہ پر جلو خورد سال تھا جب کہ اس نے ملک شلمانی کا مفصل حال دیکھا تھا۔ جب
کے سر کو تن سے جدا کیا تو جلو نے بہت بھنگ پی ہوئی تھی۔ اس کی گردن کٹی ہوئی جگہ سے
ساری بھنگ باہر نکلی ہوئی تھی۔ (اس عہد میں قبائل کی مذہبی حالت ایسی یہ تھی) جس کو
یوسف زئیوں کو اس کے قتل پر افسوس نہ ہوا۔

جب یوسف زئی ملک ہشتنگر میں کچھ مدت قیام پذیر رہے تو اس اثنا میں دلازاکوں
ساتھ دوبارہ ناچاقی پیدا ہوگئی۔ تب یوسف زئیوں نے مصمم ارادہ کیا کہ دلازاکوں کی ہمسائیگی
سے خلاصی حاصل کریں۔ اور اگرچہ قوم غوری خیل کے ہاتھ سے تنگی حیلوں پر اس قدر
آئی تھی، مگر ملک احمد کی عقل مندی نے گوارا کر لیا کہ آخر ہم جد و ہم نسب ہیں اور یہ علاقے
نہایت عمدہ و زرخیز قطعات ہیں۔ ان پر اپنی ہمسائیگی میں غوری خیل قبائل کو بطور امداد طلب
کے لایا جائے، جا کر آباد کیا جائے تب اس نے غوری خیل قبائل یعنی مہمند داؤد زئی اور
وزیران و چمکنی سے بھی امداد طلب کی اور ننگرہار میں رہتے ہوئے پرانے دوست مہمند زئیوں
بھی دعوت دی اور اپنی برادری گگیانیوں کو بھی باسول کے علاقہ سے امداد میں طلب کیا۔
گگیانیوں نے پہلے یہ شرط مقرر کر لی کہ فتح کے بعد دوآبہ کا علاقہ ان کو دیا جاوے جو کہ ملک احمد
نے وعدہ ان کو دے دیا، لیکن یوسف زئیوں اور ترکلانیوں کے لغمان چھوڑ کر ان کے ہمراہ آنے
سے انکاری ہو گئے۔ وہ غصہ اس زمانہ تک یوسف زئیوں اور ترکلانیوں کے درمیان ہے۔ آخر
ملک بذات خود قبائل مذکور کے پاس گیا اور مذکورہ سرشتہ اور مواعید کر کے ان کو معہ لشکروں کے

لایا۔ اور یہ تمام لشکر عیال اطفال ہمراہ لے کر رود کدر پر آ کر سب نے ڈیرے ڈال دیئے۔
دوسرے دن قوم دلازاک کا لشکر موضع لنگر کوٹ سے دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو
کے بڑھا اور سخت جنگ ان لشکروں میں واقعہ ہوئی۔ اس جنگ میں یوسف زئیوں کے لشکر
سے قبیلہ خمان خیل کے جوانوں نے حد سے زیادہ جان بازی کی۔ اس وقت کی جنگوں میں
حملہ آور فریق استعمال کیا کرتے تھے۔ یعنی بیلوں کے چمڑے آپس میں ملا کر سی کر جن
میں اس وقت کردہ کہا کرتے تھے، ان کو اپنے سامنے بطور ڈھال کے چند نفر پکڑ کر اس
پناہ میں ایک جمیعت بہادروں کی تیروں سے بچاؤ کرتی ہوئی دشمن کی صف تک جا پہنچتی
اور پھر شمشیر کے جوہر کام کرتے تھے۔ تیروں اور پتھروں سے تو کردہ بچاؤ کر لیتے تھے۔
ان کے لئے یوسف زئیوں کے لشکروں نے پچاس کردہ تیار کر لئے تھے۔ اس طور سے
ان کے تیر اور سنگ باری بیکار ہوگئی۔ اور نوبت شمشیر و خنجر پر جا پہنچی۔ تب اس وقت سب
پہلا شخص جس نے کدر کے نالہ کو جست مار کر عبور کر کے زنگی خان دلازاک کے بیٹے کو جو
تھا قتل کیا۔ وہ مسمی شیریں ولد علی اسماعیل زئی از قبیلہ دولت زئی و فریق یلزئی (بونیر وال
یوسف زئی تھا۔ اس کے بعد کل جوانان یوسف زئی نے اطراف و جوانب سے حملہ آور ہو
دلازاکوں کو شکست فاش دے دی اور مواضعات جلبی و جلسی تک ان کا تعاقب جاری رکھا۔
دہانہ درہ خیبر سے اٹک تک تمام میدان ضلع پشاور کو دلازاکوں سے پاک صاف کر دیا۔
شلمانیوں کو تو پہلے سے ہی یوسف زئی اس وطن سے نکال چکے تھے۔ تب دلازاک
سندھ کو عبور کر کے ہزارہ میں جا بسے جو کہ اب کمتر رہ گئے تھے، مگر پھر بھی پہلے اس جگہ
والی قوم پر جو غیر افغان تھی۔ غالب ہو گئے اور اپنے لئے ایک خطہ ملک حاصل کر لیا۔

ملک احمد یوسف زئی نے تمام قبائل غوری خیل اور گجی خیل کے ساتھ وعدہ پورا کیا۔ اور
پشاور کے نواح کے بہترین املاک اس بدست خود تقسیم کر کے قبائل غوری خیل کو دے دیئے
آج ہم پشاور کے نواح میں اقوام مہمد و خلیل و داؤد زئی و مہمند زئی پھر معہ گگیانیوں کے جو دو
ہیں اس جگہ قابض دیکھ رہے ہیں۔ مہمند زئیوں کو بہترین قطعہ ہشت نگر دے دیا۔ اور
لئے مشرق و شمال میں سمہ کا خشک علاقہ جس پر اس وقت مندن قبیلہ قابض ہے خود
لے لیا۔ حالانکہ اس کا زیادہ حق تھا کہ عمدہ سے عمدہ خطہ اپنی قوم کے لئے لیتا، مگر اپنی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہمت پر اس کو باور تھا کہ وہ مانند کشمیر خطہ سوات و بونیر و کو ہسار تا حد چترال تک ممالک
زندگی میں ہی اپنی قوم کو قابض و مالک بنا کر رہے گا۔ اس نے اپنے مشورہ کے لئے اپنی
مندن قبیلہ سے ملک شیخ ملی کو اپنی رازدار صلاح کار رکھا جو ایک عظیم الشان قانون ساز
گزرا ہے جس کے قوانین وقواعد بلا اندراج کتاب تمام ملتِ افغانیہ میں رائج ہیں۔

الغرض ملک احمد نے موجودہ مندن علاقہ سمہ پر تصرف کر کے سوات کے متصل
میں اپنے ڈیرے ڈالے جہاں سے سوات کی طرف راستے پہاڑ کو عبور کر کے جاتے ہیں۔
جگہ اس وقت ضلع مردان کا تھانہ کاٹلنگ ہے وہاں کوتل شاہ کوٹ کے نیچے اپنی قوم کے لشکر
جمع کیا اور سلطان سوات کو پیغام بھیجا کہ اس نے کیوں ان کے مجرم شلمانی قبیلہ کو پناہ دی
ان کو ان کے حوالہ کر دے اور یا آمادہ مقابلہ ہو۔

نتیجہ یہ ہوا کہ مقابلہ کی ٹھن گئی۔ سواتی فوجیں اور لشکر شاہ کوٹ کی گلی میں جمع
رہے ایک دن مصلحتاً یوسف زئیوں کے لشکر نے سواتیوں کو دوسرے دن کے لئے فیصلہ کن
کا پیغام دے دیا۔ تمام دن بطور نمودِ تیاری جنگ میں ڈھول سرنا بجاتے رہے اور رات کو
آگ جلا کر روشنی اور گانے بجانے اور آمادگی کرتے رہے۔ سواتیوں کی جس قدر جمعیت
تھی۔ اسی جگہ جمع ہو گئی، مگر شام کے بعد اندھیرا ہوتے ہی یوسف زئیوں کا کارآمد لشکر چند میل
چکر مغرب جانب کاٹ کر کوتل ملاکنڈ پر جا پہنچا اور اس کوتل کو جو مزاحمت عبور کر کے سوات
نچلے اور جنوبی حصہ میں جا داخل اور قابض ہو گیا۔ سواتی لشکر یوسف زئیوں کے کیمپ کے شور
اور عورتوں کی رجز خوانی، اگلے روز اس جگہ جنگ کے انتظار و خواب خرگوش میں رہے
یوسف زئی ربع حصہ سوات پر داخل و قابض ہو چکے تھے۔

اس کے بعد جنوب کی طرف سے ہر روز یوسف زئیوں کی پیش قدمی جاری رہی۔
بڑھتے بڑھتے ایک دو سال کے عرصہ میں تمام سوات و علاقہ جات دیر پر مکمل قبضہ یوسف زئیوں
کا ہو گیا۔ اور ان سب علاقوں سے قدیم سواتی قبائل کو جو قدیم بنی اسرائیل تھے ہانک کر
باہر کیا۔ بالا سوات کے مشرق جانب درہ ہائے غوربند و کانا کے راستوں سے قدیم باشندوں
نکال دیا۔ اور بونیر چملہ و پورن چکیسر کانا غوربند پر قبضہ کر کے ایک عظیم الشان زرخیز اور
ترین خطہ ملک اپنی قوم کو احمد ملک نے اپنی زندگی میں ہی دلا دیا۔

یہ ملک بدر شدہ سواتی قدیم قبائل قریباً ڈیڑھ یا دو سو سال تک اطراف کے ممالک میں
اہت و فلاکت و بدحالی سے بسر اوقات کرتے اور مزدوریاں کر کے پیٹ پالتے رہے۔
دسویں صدی ہجری کے خاتمہ کے قریب ایام میں اس آوارۂ وطن اولیس کو حضرت سید علی
کے سید عبد الوہاب علیہ الرحمتہ کے فرزند سید جلال نے اپنا لشکر بنا کر ہمراہ لے کر ضلع
کے شمالی حصہ قطعہ جات ملک یعنی تھاکوٹ۔ الائی۔ نکری۔ نندہاڑ۔ دیشی۔ کونش۔ بھکڑ
کاکان۔ پکھلی۔ اگرور وغیرہ پر لا کر پہلے آباد قوم قدیم ترک کو ہانک کر نکال دیا اور اس
قابض بنا دیا۔ جو کہ سواتیوں سے چھنی ہوئی املاک سے یہ ملک وسعت میں بھی اور
میں بھی اگر زیادہ نہ ہو تو کم ہرگز نہیں ہے۔ ان ترکوں کا تھوڑا بقیہ بعض بعض گاؤں میں
میں باقی ہے۔ باقی گمنام ہو گئے۔ یہ واقعات آگے مفصل اپنے موقعہ آویں گے۔

اس قدیم سواتی قوم کی قومیت اسرائیلی نسل ہے۔ مگر ان کے فرمانروا قدیم یونانی تھے جو
سلطان محمود کے عہد سے مسلمان ہو کر اس ملک پر حکمران رہ گئے تھے۔ اب ان کی اولاد
اوں کے لقب سے یاد ہوتی ہے۔

جب یوسف زئیوں کا لشکر سوات فتح کرتا ہوا پرگنہ تالاش میں کوتل کا نگلہ میں جنگ کر
رہا تو ایک مندن سردار مسمی مرید نے اپنا گھوڑا دشمنوں کے تعاقب میں ڈالا اور بارہ گز
گھوڑے سے کرا کر دشمنوں کو پہنچا اور نیزہ سے مقابل کو قتل کیا۔ اس پہلی جنگ میں مقام
یوسف زئیوں کی حد بندی ہوئی تھی۔ ملک احمد کی بلند حوصلگی نے اس کی قوم کو سوات
وغیرہ بعض ایسے بے نظیر خطے دیئے جو مانندِ کشمیر ہیں۔ وہ عجب دور اندیش شخص تھا۔ ان
پر قابض ہو جانے کے بعد بھی از راہ دور بینی سلاطین کابل کو ملنے جایا کرتا تھا۔ تا کہ عظیم
کو ان قبائل کی فتوحات کا خطرہ پیدا ہو کر دل میں بدخواہی نہ پیدا ہو، بلکہ اس کا کابل جانا
افغانستان کے ساتھ عملی تعلق قائم رکھنے کے علاوہ بادشاہِ وقت کی شکر گزاری، قوم اپنی کی
ری کی ادا کر کے سلطنت کو مطمئن کرتا تھا اور یہ دکھلاتا تھا کہ وہ اب شورہ پشت و جاہل نہیں

ملک شیخ ملی کی تقسیم تمام فوائد دور اندیشانہ پر حاوی ہے۔ یوسف زئیوں کا مقبوضہ قطعہ
کی طرح بیس یا پچیس ہزار مربع میل سے کم نہیں جو سب آباد، نہایت زرخیز اور اکثر

toobaa-elibrary.blogspot.com

قطعات آبی ہیں نہ بیحد سرد نہ زیادہ گرم نہایت عمدہ زمین ہے۔ اس تقسیم کی تدبیر میں اس ...
ملک کی حفاظت کا خیال رکھا گیا ہے۔ اس وقت قوم اس قدر کثیر التعداد نہ تھی جس کی جنگی ...
پچیس تیس ہزار ہو۔ کل مردم شماری لاکھ سے زائد نہ ہوگی۔ اس لئے شیخ ملک ملی نے ...
مقبوضات کو قومیت کی مشترک جائیداد مقرر کر دیا۔ جو یوسف مندن کے ہر فرد کا حصہ ہر ...
ہر قریہ میں اصولاً تسلیم کیا تھا اور دائمی جائے گیری و دائمی قیام کا کوئی فرقہ کسی خطہ ملک پر ...
رہنے کا حقدار تصور نہیں کیا گیا، بلکہ ہر پانچ یا سات یا دس سال بعد از سرِ نو ٹولیاں بن کر حصص
شمار کر کے قرعہ اندازی کی جاتی ہے۔ مقامات سکونتی و املاک اراضیات سب تبدیل کر دی ...
ہیں۔ جو بہت دور دراز علاقوں میں تبدیلی ابتداء میں ہو جایا کرتی تھی۔ فائدہ اس کا یہ تھا کہ ...
فرد کا ذاتی حق ہر ایک انچ مفتوحہ زمین سے وابستہ تھا۔ جو بیرونی اقوام یا حکومتوں کے حملہ کی
صورت میں اتحاد قوم کی ایک تدبیری دائمی ضمانت تھی۔ اگر تقسیم دائمی ہو تو دشمن جس گوشہ ...
حملہ کرے دو سو میل دور سے کب امداد اس قدر دل بندی سے پہنچائی جا سکتی تھی یہ بھی ممکن ...
ہوں کہ ایک فائدہ اندرونی تنازعات کم کرنے کا بھی اس میں یہ تھا کہ دو دل رنج اشخاص ...
سکونت ایک دوسرے سے تبدیل کر کے دور ہو جاتے، خود تنازع کا خاتمہ ہو جاتا۔

اس کے علاوہ ملک شیخ ملی نے تمام تعزیرات و جرائم کی سزائیں مقرر و معین کی ہیں ...
میں قدیم اسرائیلی شریعت کی جھلک بھی موجود ہے اور شریعت اسلام کے ساتھ بھی توافق ...
کوشش کی گئی ہے مگر جب افغانی دماغوں سے اسرائیلی قوانین آٹھ صدیوں میں اسلام لا کر ...
نہ نکلے تھے، تو ان کی رعایت مقنن کو کرنی پڑی مگر سعی یہ کی گئی ہے کہ ان کو شریعت اسلامی ...
قریب تر لایا جائے یا شریعت سے توافق کر دیا جاوے۔ البتہ نام قانون کا لار رکھا ہے۔ لار ...
میں راستے کو کہتے ہیں۔ شرع کا لفظ عربی اور لار لفظ پشتو ہم معنی ہیں۔ افغانوں میں قانون ...
ہی کہتے ہیں۔ بمعنی راستہ۔ قاعدہ یا رویہ کے مگر یہ قانون زبانوں پر ہر ایک کو یاد و معلوم ہے۔ ...
کتاب میں درج و مدون نہیں۔ ملک شیخ ملی نے پشتو میں ایک تاریخ اپنی قوم کے زوال ...
کی بھی لکھی ہے۔ میرے مضمون مندرجہ ہذا کتاب کا ماخذ بھی اکثر تاریخ شیخ ملی ہے۔ مگر افسوس
وہ کتاب اب دنیا سے معدوم و کمیاب ہے۔ سنا ہے کہ صرف ایک نسخہ لندن کے کتب خانہ ...
موجود ہے۔

اس جگہ ان قواعد کی تفصیل کا موقعہ نہیں، مگر ایسے عمدہ قوانین ضرور ہیں کہ برطانوی مقنن
...ن کر انگشت بدندان رہ جاتے ہیں۔ بعد کو جب قومیں بڑھ گئیں تو تقسیم محدود ہو گئی۔ مگر
...وسف زئی کی الگ اور مندن کی الگ ہو گئی۔ ایسی ہی یوسف میں سے قوی قبیلہ اکوزئی نے
...لہ سوات وغیرہ کو دائمی اپنا لیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب صرف بطور نمونہ بعض قبائل میں یہ رواج تقسیم باقی ہے۔ اور اب تک یوسف مندن
...یں اور ان کا ہر فرد اپنے ذاتی حصہ، ملکیت آبائی و حصہ رسدی کو اپنی شیخ ملی کہتا ہے۔ یعنی یہ
...سہ تقسیم شیخ ملی کی رو سے ذاتی ہے اور یہ میری شیخ ملی ہے اور اس بے علم قوم کو ہرگز تقسیم
...خالاذ نہیں لگتا۔ اس کو وہ دختر شیخ ملی کہتے ہیں جس وقت اس قوم یوسف زئی کی سرداری
...ن کو سپرد ہوئی جو فرقہ بہزاد خیل سدوزئی او تمان زئی مندن میں سے تھا تو اقوام غوری خیل
... ساتھ یوسف زئیوں کی ایک عظیم جنگ پھر واقع ہوئی اور غوری خیلوں نے علاوہ پیدل فوج
...بارہ ہزار سوار فوج سے ان پر حملہ کیا۔ مگر یوسف زئیوں نے پامردی سے مدافعت کی اور
...آخر فتح یوسف زئیوں کو ہوئی۔

اسکے بعد یوسف زئیوں کی املاک پختہ اور دائمی اعتباری سمجھی جانے لگی۔ اور یوسف و
...ن قبائل نے از با ہم دیگر تقسیم کو منع اور دو قوموں کو جدا کر دیا اور مندن ہموار میدانی علاقہ
...د تلعہ حملہ کے دیا گیا جس کا سبب مذکور ہو چکا ہے۔ ہمواری کو پشتو میں سمہ کہتے ہیں اور وہ
...مندن کا قرار پایا اور کوہساری یعنی سوات معہ مضافات تادیر و بونیر وغیرہ ممالک یوسف زئی
...کے نام پر مستقل قرار پائے۔ اس قوم کی از ہمدیگر جدائی تقسیم کے باوجود غمی شادی ہمیشہ
...مسلسل شریک رہی۔ شہنشاہ اکبر کے ساتھ سالوں تک مخالفت رہی۔ جس کا خمیازہ اکثر مندن
...انی لوگ اُٹھاتے رہے اور شاہی فوج معہ بیربل وزیر کے بونیر میں یوسف زئیوں نے قتل کر
...دی تھی۔ آخر بادشاہ کی قید سے رہائی پا کر پھر املاک پر قابض ہو گئے۔ جب چند دن یہ لوگ قید
...ے تھے تو سواتی قدیم و لغمانی پر جا بجا قابض ہو گئے تھے، مگر جب ان کی رہائی ہوئی تو ان
...ان کو بالکل اپنے وطن سے نکال دیا، ورنہ پہلے جا بجا بطور مزارعین مقیم رہتے تھے۔ تب
...وسف زئیوں نے علی اصغر کو اپنا بادشاہ بنایا۔ یہ ۱۰۰۰ ہجری کے بعد پہلی چوتھائی حصہ کے ایام کا
...ہے۔ تب اس اصغر علی نے لغمانی و قدیم سواتی کا تخم چن کر ملک سے نکال دیا اور قدیم

toobaa-elibrary.blogspot.com

باجوڑی اقوام کو بھی ان ممالک سے دور نکال دیا۔ اور احمد ملک اور خان کجو نے بھی کوہ تنول (...
مہابن) پر قبضہ نہ کیا تھا۔ مگر علی اصغر نے کوہ تنول کو زیر قبضہ کر لیا۔ (یعنی اس وقت کا ...
خدو خیل وگدون و امازئی بغیر گگری چہوڑی و مدو خیل یہ سب تنولی قوم کے قبضہ میں اور ان کا ...
ملک تھا جس کو علی اصغر نے فتح کر کے الحاق کر لیا۔) اس مہم پہاڑی میں علی اصغر نے اپنے ...
تمام قبائل یوسف زئی کے زعیم اور صلاح کار ملکانان کا جرگہ ساتھ رکھا تھا۔ جن میں سے ملک
بندال اکوزئی و ملک ماماعلی زئی و ملک متہ خان و ملا ابراہیم الیاس زئی و ملک ترکی مندن وغیرہ
ہمراہ شامل رکھ کر حالیہ علاقہ جات جملہ خدو خیل وگدون و امازئی و مبارک خیل و مدا خیل ...
زئی کو تنولیوں نے فتح کر لیا تھا۔ علی اصغر نے ہی مزید علاقہ جات چملہ وغیرہ کا الحاق ...
یوسف زئی کے ساتھ کیا جن پر اس وقت تک یوسف مندن قابض ہیں۔

(ولو شاء اللہ لجعل الناس امۃ واحدۃ ولکن لا یزالون مختلفین الا ما رحم ربک ولذالک خلقھم
وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین۔)

افغان قبائل کے متعلق بڑا حصہ میری کتاب میں آ گیا ہے۔ لیکن چونکہ بزرگ اور اس
کی اولاد کی تاریخ میں لکھ رہا ہوں، ان کا واسطہ ہی قدرت نے ان ممالک اور ان اقوام و قبائل
سے ازل آور د مقدر بنا دیا تھا۔ لہٰذا اس قدر افغانوں کی تفصیل بیان کرنا میرے لئے ضروری
امر کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ مذکورہ تمام افغانی قبائل خواہ وہ یحیٰی خیل ہیں، خواہ نوری
خیل اور خواہ وہ کند ہیں خواہ ژمند ہیں خواہ سرینی ہیں یا بٹنی یا غرغشتی ہیں سب کو حضرت سید
ترمذیؒ کی تعلیم و تربیت سے یکساں طور پر فیض پہنچا ہے۔ اس وقت تک تمام قبائل مندرجہ حضرت
ممدوح کی عظمت اور اس کی اولاد کی حرمت ہر جگہ سادات دیگر سے ممتاز طور پر کرتے ہیں، بلکہ
سیادت کو ازراہ کم علمی صرف اولاد سید علی ترمذیؒ قدس سرہٗ کے ساتھ مختص خیال کرتے ہیں۔
مغل سلاطین نے حضرت کی وفات کے مابعد حضرت کے اکلوتے فرزند خطہ کنڑ بطور ہبہ دوامی
دے دیا تھا۔ جہاں اسلام پور میں حضرت سید علیؒ کے اکلوتے فرزند کو سید مصطفےٰ مدفون ہیں۔ اس
لئے باوجود حضرت کے اپنے بونیر میں مرکزی اولاد ہونے کے کل افغانستان محروسہ والکیہ بھی
اس خاندان کے بزرگ کی بزرگداشت و احترام میں ملک یوسف زئی کے مانند وابستہ ہے۔
باوجود یہ کہ پچھلی نسلیں دنیا دار ہو گئیں۔ مگر امیر حبیب اللہ خاں تک نے اپنی دو بیٹیاں ...

... صاحب جان کے دو بیٹوں کو دی تھیں۔ تمام سلاطین کابل مانند امیر دوست محمد خان کے
... کا پنی لڑکیاں سادات کنڑ اولاد حضرت غوث بونیر کو دیتے رہے۔
... دوست محمد خان کی ہمشیرہ یا لڑکی سیّد محمود بادشاہ سے بیاہی گئی تھی۔ سیّد جمال الدین افغانی
... امیر دوست محمد خان نے وزارت کے عہدہ پر رکھا اور امیر محمد افضل و امیر محمد اعظم والی
... کا وزیر اعظم رہا وہ اسی کنڑ کے سادات میں سے تھا۔ خواہ اس کی ولادت کو اسد آباد کا
... لیا جاوے یا شیر گڑھ کا یا کنڑ پشت کا محلہ سید آباد، مگر افغان سلاطین میں اس کی عظمت اور
... شرف اور اسی نسب و خاندان سے ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اور یقیناً وہ سادات کنڑ کا
... تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

باب ۴

فصل اوّل

در بیان مسلسل حالات اولاد حضرت سیّد علی ترمذیؒ

قبل ازیں کہ میں حضرت سیّد علی ترمذیؒ کی اولاد کے حالات لکھوں حضرت کے آ[باؤ اجداد] کرام کا شجرۂ نسب تحریر کرنا ضروری ہے۔ اس بارے میں بھی میری کم مائیگی و علمی کم استعداد کی وجہ سے مجھ کو بے حد پریشانی اٹھانی پڑی۔ اور حضرت کے حالات کی طلب و تلاش میں [illegible] میں لکھ آیا ہوں کہ حضرت کی اپنی تصنیف مجھ کو باوجود تلاش بسیار ان ممالک میں کسی جگہ دستیاب نہ ہو سکی تھی اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ حضرت کے والدین کے وطن قندھار بدخشان و ترکستان میں جا کر وہاں کچھ مفید مواد حاصل کر سکوں اور ۱۹۰۵ء میں اسی خیال سے حاکم جلال آباد کے پاس بمقام ماما خیل قریب گندک پہنچا اور اس نے میرا معاملہ وزیرِ دولت اعتماد الدولہ سردار عبدالقدوس خان کو لکھا۔ لیکن میر حبیب اللہ خان صاحب چھ ماہ کے لئے دورۂ غزنی پر روانہ ہو چکے تھے اور ان کی اجازت اور حکم خاص بغیر ایک پشاور سے گئے ہوئے شخص کو روسی سرحد تک جانے کی اجازت دینے کا مجاز کوئی نہ تھا۔

یہ ضرورت جس وجہ سے قندوز جانے کی لاحق ہوئی تھی وہ سبب یہ تھا کہ حضرت کی ا[پنی] لکھی ہوئی کوئی کتاب مجھے نہ ملی اور اخوند درویزہ صاحب نے آپ کے حالات جو آپ [illegible] زبانی سن کر آپ کی روایت سے لکھے ہیں وہ باقی امور میں تو قابلِ اعتماد ہو سکتے ہیں مگر حضرت کا شجرہ نسب جو اُس نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے۔ وہ ایک خاص وجہ سے یا سہو کاتب سے میرے ذہن میں مجھ کو ساقط الاعتبار نظر آیا۔ اور مجھ کو بہت تعجب اس پر آیا کہ پونے چار سو سال میں حضرت کی اولاد میں بڑے علماء اولیاء اور اُمراء گزرے ہیں حتیٰ کہ میرے والد کے [illegible] عہد بلکہ ہم پشت سید جمال الدین افغانی صاحب اسی نسب میں ایک محقق جید جامع معقول [illegible]

[illegible] تصوف شخص گزرے ہیں۔ جن کا انتقال ۱۸۹۷ء میں قسطنطنیہ میں ہوا، صاحب تصانیف [illegible]۔ تعجب ہے اس غلطی پر ان کی نظر بھی نہ پڑی جس کی تصحیح وہ ضرور کرتے کہ حضرت [illegible] کا نسب نامہ اپنی کسی تحریر سے ثابت نہیں، بلکہ تذکرہ اخوند درویزہ صاحب سے نقل ہر [illegible] از ملکوں تک آپ کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ اس کے علاوہ کسی جگہ بھی نقل باوجود [illegible] ملی، اور ان میں ایک ایسی فاش غلطی بنیادی طور پر موجود ہے جس کی صحت کئے بغیر [illegible] نامہ بالکل مشکوک ناقابلِ اعتبار بلکہ مصنوع ثابت ہو جاتا ہے۔ اور وہ غلطی بنیادی یہ ہے [illegible] ان صاحب نے آپ کے نسب نامہ کو نیچے سے اوپر لے جاتے ہوئے ایک نام سیّد محمود [illegible] پہنچا کر سیّد محمود مکی کو فرزند حضرت مُحمّد مہدی امام دوازدہم آئمہ اہلِ بیت سے لکھا ہے [illegible] ذات بابرکات حضرت محمد مہدی بن امام حسن عسکری امام دوازدہم مذہب اہلِ سُنّت و [illegible] ہر دو گروہ مسلمانوں کی روایت سے خوردسالی میں یا غائب یا فوت ہو چکے ہیں۔ جن کی [illegible] پیدا ہونا دونوں اسلامی فرقے تسلیم نہیں کرتے۔

فرقہ امامیہ آپ کو امام غائب اور عند قرب القیامہ ظہور کرنے والے موعود مہدی مانتے [illegible] اور اہلِ سنت آپ کو خوردسالی میں لاولد فوت شدہ مانتے ہیں۔ بعقیدہ ہر دو گروہ آپ سے [illegible] نسب میں رہنے سے دونوں انکاری ہیں۔ جب حالت یہ ہے تو جو نسب نامہ جا کر آپ [illegible] اور پیوند کیا جاویگا وہ یقیناً غلط ہو گا۔ اور اس غلطی کی صحت کے تردد میں مجھے صرف یہ [illegible] کہ میں حضرت کے مسکنِ اصلی میں جاؤں، وہاں بھی سادات اس نسب کے ضرور ہوں [illegible] ان کے پاس شجرہ نسب ہو گا جس کے ذریعے تصحیح کر لاؤں گا۔ مگر مجھ کو آگے جانے کے [illegible] اہل سے واگزاری نہ ملی، تو میں کنڑ میں ۱۹۰۵ء میں گیا۔ وہاں کے حاکم مرزا محمد اکبر [illegible] نے تمام سادات کو بلوا کر ان سے کتابیں منگوائیں اور بہت تحقیقات کی لیکن وہ غلطی [illegible] بدستور پائی گئی۔ میری مایوسی کی کوئی حد نہ رہی اور مجھے نسب کی غلطی میں اس قدر شبہ پڑ [illegible] میں نے بہت دعائیں اور استخارے اس بارے میں کئے۔ حتیٰ کہ حضرت رسولِ مقبول [illegible] کو خواب میں دیکھا اور آپؐ نے فرمایا کہ یہ بچہ ہمارا اپنا ہے اس کو ہمارے اصطبل سے [illegible] لوٹا دو اور اس تردد میں بہت غلطاں و پیچاں تھا۔ اتفاقاً شجرہ نسب میں ایک دن غور کر [illegible] تھا تو میری نظر حضرت سیّد جلال الدین گنج العلم بخاری کے نام پر جا لگی اور خیال آیا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت سید جلال تو اس قدر مشہور بزرگ ولی اللہ ہیں جن کی اولاد ترکستان ماوراء النہر میں اکثر کے دو فرزندوں سیّد علی و سید جعفر کے عقب سے رہ گئی ہے اور سرحد و ہندوستان میں بھی ان کی بہت ہے اور شجرہ نسب ان کا طبع شدہ کتابوں میں اور شجرہ انساب سادات میں مل جا... ۔اور جو غلطی اس شجرہ میں ہے وہ سیّد جلال بخاری سے اوپر ہے جس کی صحت ان کے شجرہ ... سے ہو سکتی ہے۔

چنانچہ مجھ کو سادات بخاری کے شجرۂ نسب سے بھی سیّد جلال بخاری کے نسب نامہ کا ... گیا۔ اور تاریخ فرشتہ میں بھی سید جلال بخاری کا صحیح نسب نامہ مل گیا جو دو چار پشت اوپر سید جعفر خلیل اللہ برادرِ امام حسن عسکری و فرزند حضرت امام علی نقی امام دہم سے جا کر ملتا ہے۔ غرض یہ کہ بنیادی غلطی کا ازالہ مکمل طور سے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے خود ہی کرا دیا۔ مگر شکی طبیعت میں ایک اور شک یہ پیدا ہوا کہ سادات بخاری کے نسب ناموں اور دیگر تار... میں اس سیّد جلال بخاری کا لقب مخدوم اعظم سید جلال سرخ بخاری لکھا ہوا ہے۔ اور د... صاحب کے منقول نسب نامہ میں سید جلال گنج العلم بخاری لکھا ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ سید جلال سرخ مخدوم اول مخدوم جہانیان جہاں گشت کا دادا سید احمد کبیر کا والد دوسرا سید جلال ہو اور جلال گنج العلم بخاری اور ہو مگر یہ دیکھ کر دونوں نسب ناموں میں کہ اخون درویزہ صاحب بھی سید جلال گنج العلم کی ولدیت معہ کنیت والد بن ابو المؤید امیر علی لکھی ہے۔ اور سید جلال اعظم کے نسب نامہ اور تاریخ فرشتہ والے نسب نامہ میں بھی سیّد جلال سرخ مخدوم اعظم ... ولدیت معہ کنیت والد کے بن ابو المؤید حضرت امیر علی لکھی ہوئی ہے۔ اس توافق مل جانے ... دوگونہ تسلی ہو گئی۔ مگر اب یہ خیال آیا کہ درویزہ صاحب نے ابو المؤید امیر علی کے والد کا نام عبدالرحیم بن سید محمود مکی بن امام محمد مہدی امام دوازدہم لکھا ہے۔ اور شجرہ نسب سادات بخاری ملتانی میں بھی اور تاریخ فرشتہ بھی جو نسب نامہ مخدوم اعظم سید جلال سرخ بخاری یکساں لکھا ... ۔ اس میں سید ابو المؤید امیر علی کے والد کا نام سید عبدالرحیم نہیں لکھا ہوا اور نہ سید عبدالرحیم کی بجائے محمود مکی لکھا ہوا ہے۔ بلکہ سید امیر علی کے والد کا نام سید جعفر لکھا ہے اور اس کے دادا کا ... سید محمود لکھا ہوا ہے۔ خالص محمود لفظ ہے ساتھ مکی لفظ نہیں۔ جو نبیرہ سید علی اشقر بن سید خلیل اللہ امام دہم علی نقی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

...ہر دو حالات یعنی اگر یہی محمود مکی ہے تو بھی نسب نامہ صحیح اور بے خطا ثابت ہو گیا کہ ...ل گنج العلم بخاری اور سیّد جلال مخدوم اعظم سرخ بخاری دونوں ایک شخص ثابت ہو گئے ...م دو سید جلال باوجود ولدیت واحد ہونے کے بھی جدا جدا اشخاص ہیں، تب بھی نسب ...وہ جدا جدا مگر صحیح بے خطا اس لئے ثابت ہو گیا کہ تمام سادات کے نسب ناموں میں ...ں ایک نمایاں حیثیت کا مشہور معلوم بزرگ ہے اس تک نسب کا پہنچنا صحت کی سند ہے ...عظیم الشان غلطی خواہ سہو کاتب سے خواہ اخوند صاحب کے نسیان یا بے فکری کی وجہ سے ...نامہ میں درج ہو چکی ہوئی تھی اس کی صحت کر دی گئی ہے۔ اب ایک امر تصحیح طلب باقی ...کے لئے میں کتاب میں خالی جگہ چھوڑتا ہوں۔ یعنی یہ کہ سید جلال گنج العلم بخاری کی ... کے موضع ابوہ میں ہے جن کی نعش کو چار صد سال قبل یوسف زئیوں کے قبضہ سوات ...ش اس جگہ سے نکالا گیا تھا اور نعش مبارک مانند مردہ یکساں امانت سلامت تھی جس ...گواہ کا نام اخوند درویزہ صاحب نے تذکرہ میں لکھا ہے۔ اور سید جلال سرخ واعظم ...ضع اُچ شریف ملتان میں ہے اور پرگنہ تالاش قبضہ شمشی خان میں اس کو دفن کیا گیا ...اس کے علاوہ متعدد مقامات میں بھی آپ کی مزار یا نشست گاہ بشکل مزار موجود ہے ایسا ...ے فرزند شاہ ناصر خسرو مشہور بہ حیات المیر صاحب کی نشست گاہیں بیشمار ہیں اور ...ہ اصلی مزار تبت میں ہے۔ اس کی تحقیقات انشاء اللہ بشرط زندگی انجام تک پہنچا کر ...ال جگہ درج کروں گا یا بطور حاشیہ آگے ایک ورق لگا دوں گا۔ وباللہ التوفیق۔

(سر اقبال مرحوم نے ناصر خسرو علوی کسی بزرگ کو لکھا ہے)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بصُورت مذکورہ بالا حضرت کا شجرۂ نسب تصحیح شدہ حسب ذیل ہے،

۱سید علی ترمذی غوث بونیر رحمتہ اللہ علیہ بن امیر نظر بہادر ۲ مرزا سیّد قمر علی

۳سیّد احمدؒ نور علیہ الرحمتہ بن ۴سیّد یُوسف نُور علیہ الرحمتہ بن ۵سید مُحمد نور بخش

قدس سرہٗ بن ۶سید احمد بنعیم بن ۷سیّد احمد بداق بن ۸سیّد احمد مشتاق بن

شاہ ابوتراب بن ۱۰سید حامد بن ۱۱سید محمود بن ۱۲سید اسحاق بن ۱۳سید عثمان

۱۴سید جعفر بن ۱۵سید عمر بن ۱۶سید محمد بن ۱۷سیّد حسام بن ۱۸سیّد شاہ نا...

بن سیّد حیات المیر ۱۹سیّد جلال گنج العلم بخاری قدس سرہ العزیز بن ۲۰ سیّد امیر علی

سی ۲۱دمحمود کہ بیرہ ۲۲امام علی نقی بود بن ۲۳امام محمد تقی بن ۲۴امام رضا بن ۲۵

موسیٰ کاظم بن ۲۶امام جعفر صادق بن ۲۷امام محمد باقر بن ۲۸امام زین العابدین

بن سیّد الشہدا ۲۹امام ابوعبداللہ الحسین علیہ الصلوٰۃ السلام بن امیر المومنین سیّد الا...

۳۰علی المرتضےٰ وسیّدۃ النساء فاطمہ الزہرے بنت سید الانبیا احمد مجتبےٰ محمد مُصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سید علی ترمذی کا فرزند جس سے آپ کی اولاد دُنیا میں پھیلی صرف ایک ...

مصطفیٰ صاحب تھا مگر آپ کی قبر کے ساتھ جوڑہ دوسری قبر آپ کے لاولد فرزند عبداللہ کی

جاتی ہے اور اکثر لوگوں کو ہر دو قبور کی شناخت میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ مغرب والی

والد کی ہے اور مشرق والی بیٹے کی ہے اور کوئی اس کے برعکس کہتا ہے۔ اس بارے میں خود ...

ایک واقعہ عالمِ رویا میں گزرا ہے جس کا لکھ دینا بے جا نہ ہوگا۔

جب ماہ ذیعقد ۱۳۳۶ء ہجری مطابق یکم اکتوبر ۱۹۱۷ء میں حکومت سوات سے ...

... کر کو ہساری علاقہ جات غور بند و پورن کے راستوں سے ہو کر مجھے اپنے گھر ...

... تو اس سفر میں بحالت خواب دیکھا کہ میں گویا جد بزرگوار حضرت سیّد علی ترمذیؒ کے مزار

... ہوں اور دل میں بہت غمگین ہوں اس طور سے مشرق جانب والی قبر کے ساتھ جا کر لیٹ

... جس طرح ایک بچہ بحالت غمگینی اپنے والدین کے ساتھ لیٹ جاتا ہے۔ مجھ پر اس

ایک ہاتفی آواز ہوئی جس کے الفاظ صحیح یاد نہیں مفہوم یہ تھا کہ نہ بھولنا۔ یا یہ کہ یاد رکھنا

... کی قبر مغرب جانب والی ہے۔ تب میں مشرق والی قبر سے اُٹھا اور مغرب والی قبر کے

... والی سے آ کر بیٹھا اور پھر اس نے اس قبر کے ساتھ معانقہ کیا۔ اسی حالت میں قبر کے

... میری کیفیت مذکورہ کا اندازہ کرتے ہوئے، مجھے ایک اور آواز آئی۔ اس کے بھی صحیح

... مجھے یاد نہیں مگر مفہوم انکا ایک والد کی طرف سے اولاد کی مصیبت پر ہمدردانہ پیار اور تسلی

... جملوں میں تھا جس کے اندر تسکین بخش ہمدردی بھی شامل تھی، جب یہ آواز قبر کے اندر

... نے سنی تو میں نے اپنے اردگرد نظر ڈالی کہ آیا کوئی اور بھی یہاں موجود ہے یا نہیں اور

... دوسرے نے بھی اس آواز کو سُنا ہے یا نہیں۔ میں نے دیکھا کہ چاروں طرف، گنبد مزار

... کے ساتھ حلقہ کی صُورت میں اولیاء اللہ سب دست بستہ کھڑے ہیں جس طرح کسی

... کے درباری باادب دست بستہ اور صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ میرے اس طرف

... ہی وہ سب باہمدیگر سوالات ایک دوسرے سے کرنے لگے کہ آیا تم نے یہ آواز سنی ہے

... ہر ایک نے ان میں سے یہی جواب دیا کہ بے شک ہم نے قبر کے اندر سے عبدالجبار

... لئے پُر شفقت پدرانہ تسلی دہی کے الفاظ سُنے ہیں تب ان میں سے ایک نے کہا کہ تم

... اس شہادت نامہ پر دستخط کر دو اور اُسی نے ایک ہلکا زرد کاغذ کا پرچہ لے کر اُس پر مذکورہ

... شہادت کے سب کی طرف سے لکھ کر ایک ایک سے اس پرچہ پر دستخط گواہی کے کرا کر

... پرچہ مجھے لا کر دیا اور کہا۔ اس کو محفوظ کر لو اور میں نے اس کو اپنی جیب میں رکھ لیا اور رکھتے

... میں جاگ گیا۔

خواب کی تعبیر تو اللہ تعالیٰ علیم ہے جو آئندہ بہتر حالات پیش آئے وہ بھی یا اس سے بھی

... اور حالات کے متعلق ہو مگر حضرت کی قبر کی بابت تو ایک روحانی اور غائبانہ گواہی مل

... ہے کہ آپ کی قبر ان دو میں سے مغرب والی ہے۔

حضرت کی عمر قریباً نوے سال تھی جیسا حالات مذکورہ بالا سے پایا گیا ہے۔ اور پچاس

toobaa-elibrary.blogspot.com

سال تخمیناً عمر میں آپ مستقل اس وطن میں مقیم رہے مگر موضع دوگدہ کے قریب آپ کے
کا ایک غار ہے جو پہاڑ میں ایک کھوہ ہے، اکثر حصہ آپ کی عمر کا اس میں ریاضت اور
اور مراقبہ مشاہدہ میں گزرا۔ اور آپ نے اپنی زندگی میں معمولی نذرانے قبول کئے
تعلقات دنیوی اور حصول املاک و جائداد سے سخت متنفر و متوکل اللہ تھے آپ کے فیوضات
و روشن ہو چکے تھے اور خلق خدا دور و نزدیک کا ہجوم اور میلہ لگا رہتا تھا، مگر آپ کی توجہ اللہ
سے ملتفت رہتی، اور ایک عظیم الشان مملکت کے مسلمانوں کے اندر سے ہر قسم کے مفاسد کو
طور سے صاف مٹا دینے میں پورے کامیاب ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

البتہ آپ نے بطور وصیت و ہدایت اپنے جانشین اولاد اہل سجادہ کا فرض قرار دیا کہ
اپنی عمر اور جان و مال امر معروف و نہی منکر کے اجرا میں صرف کریں گے اور کوہستانی کفار
کو دائرہ اسلام میں لانے کے لئے جان اور مال کی قربانی میں دریغ نہ کریں گے۔ اب
کے مذکورہ سابقہ اور مندرجہ آئندہ حالات خود ظاہر کریں گے کہ کل افغان اقوام اور قبائل
کے عہد سے بعد سب کے سب مجاہد اور غازی بن گئے۔ ایک افغان شاعر نے افغانی قوم
ترانہ میں ایک شعر اپنی ملت کی تعریف پشتو میں لکھتا ہے کہ یہ تو ہم افغان ہی ہیں کہ جب
ہوتے ہیں تو ہماری زندگی غازی کی گزرتی ہے اور جب مرتے ہیں تو ہم ہمیشہ شہید مرتے
اس زمانے میں ماقبل گذشتہ افغانی قبائل کے حالات ناظرین پڑھ چکے ہیں کہ ان کی
جدالوں میں بجز ذاتی اور نفسی اغراض کے دین مذہب اسلام اور احقاق حق و ابطال باطل
لئے جنگ جدال نہیں کرتے رہے مگر حضرت کے زمانہ کے بعد کی تاریخ کا حصہ تمام دینی
اسلامی کارناموں سے پُر ہے اور جن کا ایک حصہ ملحدوں اور فاسقوں کے خاتمہ کا تو گزر چکا
معاً اس کے بعد کوہستانات شمالی کے کفار قدیم اور مسند نشینی کے عہد اختتام پر فتح و قبول اسلام
لاکھوں ہانفوس پر ہوا اور کشمیر چترال تک ملک داخل اسلام ہو گیا۔ سلسلہ جہاد افغانوں کی سرشت
کا جزو اعظم بن گیا جو اب تک مسلسل جاری ہے۔

حضرت سیّد مصطفیٰؒ بن حضرت سیّد علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

کے فرزند سید مصطفےٰ آپ کے حقیقی جانشین اور مرجع خلائق بزرگ تھے جن کو علاوہ بونیر
کے علاقوں میں ہزاروں املاک اور جائدادیں اقوام و قبائل کی طرف سے پیش کش
کے بعد سلطنت افغانستان میں جلال آباد سے پچیس میل کنٹر کی وادی شروع ہو کر
ان چترال تک چلی گئی ہے جن میں سے دریائے کنڑ شمال کی طرف سے آ کر ننگر بار کے
میں دریائے کابل کے ساتھ مل جاتا ہے۔ یہ کنڑ کا علاقہ حضرت سید مصطفیٰ صاحب کو ہبۂ
یا گیا، مغل حکومت کے قواعد کی رو سے زمین ملکیت بادشاہ کی ہوئی تھی۔ لہذا خیال میں
آ سکتا کہ بغیر شہنشاہ ہند کے عطیہ کی یہ اس قدر املاک کس نے حضرت سیّد مصطفیٰ کو
ہمارے خاندانی کاغذات بارہا حوادث میں تلف اور ضائع ہو چکے ہیں۔ اس لئے تحریری
نہیں ملی مگر تختہ بند بونیر میں حضرت سید مصطفےٰ کے بڑے اور جانشین فرزند سید
اب کا ایک صندوق تبرکات کا تختہ بند میں قدیم سے رکھا ہوا تھا۔ جس میں آپ کے
اور دیگر تبرکات تھے اور اسناد و عطائے املاک کے علاوہ چوبیس ہزار سالانہ کا وظیفہ مرکزی
کے لئے سلاطین دہلی کا بھی اس میں تھا۔ میرے والد صاحب نے خود ۱۸۹۳ء میں
کے ایام میں تختہ بند جا کر ان تبرکات کو نکلوا کر ملاحظہ کیا، بلکہ تبرکاً حضرت کے جامہ کو
پہنا تھا۔ اور چونکہ والد صاحب اور ان کے بڑے بھائی شہزادہ مبارک شاہ دونوں اکٹھے
گئے تھے اور بے علم اور توہم پرست سادات جو والد و چچا کے یک جدی تھے۔ ان میں یہ
ور تھی کہ تبرکات کو ہاتھ لگانے سے نقصان پہنچتا ہے۔ مگر ان بزرگوں نے اس توہم کی
کے تبرکات کو نکلوایا، دیکھا اور بدن پر ڈالا۔

کچھ مدت بعد یہ دونوں بھائی یکے بعد دیگرے جوانی ہی کی عمر میں تھے کہ حوادث
سے شہید و مقتول ہوئے۔ لہذا وہ تبرکات سادات مذکور نے دریائے سندھ میں لے جا کر
کے تلف کر دیئے۔ اس لئے کوئی صحیح سند نہیں مل سکی، بلکہ مجھے شک ہے کہ ان تبرکات
حضرت غوث بونیر کی تصنیف اور کوئی تحریر بھی ضرور ہو گی جس کا اب ملنا محال ہے۔ مگر اب
ان سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ زمانہ شہنشاہ اکبر کا افغانستان و ہندوستان پر حکومت کا تھا

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور حضرت کے برکات وفیض باری کا علم دربار تک جا چکا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ ...
سید مصطفےٰ صاحب کو حکومت ہند سے ہی عطا ہوئی ہو اور اسی وجہ سے آپ زیادہ عرصہ ...
گزارتے تھے اور اہل افغانستان کو فیوض باطن سے مستفید کرتے رہے اور یہ جائداد ...
آپ نے اپنے مسند نشین بڑے بیٹے سیّد عبدالوہاب کو حصہ میں دی تھی ۔ جو ایک دلیل ...
سلطانی ہونے کی یہ بھی ہے اور حضرت سیّد مصطفےٰ صاحب کی وفات بھی کنٹر میں ہوئی اور ...
مدفن بھی پشت کنٹر میں ہے ۔ سادات کنٹر کی عزت اور عظمت اور تقدس جس کا عہد اکبر ...
امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ تک کابل کے سلاطین اس حد تک کرتے رہے ہیں کہ سلاطین ...
لڑکیاں تبرک جان کر ان سادات کو بیاہ کر دیتے رہے اور امیر کبیر دوست محمد خان باقی خان ...
محمد زئی کی بہنیں بیٹیاں ان سادات کے گھروں میں تھیں ۔ اور سادات کنٹر یا اولاد سیّد علی ...
قدس سرہ کے بغیر افغانستان وسرحدات میں اور کسی نسب کے سادات کو از راہ نادانی سیّد ...
سمجھا جاتا مگر ان سادات کے اندر امراء و کبرا ہمیشہ ہمیشہ ہوتے رہے ہیں ۔ اور ان میں ...
شجاعت اور عظمت اور جلالت بعض افراد میں ہوتی رہی ہے ۔ چنانچہ سید جمال الدین افغانی ...
مقدس نسل وخاندان سے ہونے کی وجہ سے امیر دوست محمد خان کے درباریوں میں تھا اور ...
محمد افضل خان وامیر محمد اعظم خان کا تو وزیر اعظم تھا اور جس قدر بے بہا خوبیوں کا وہ مالک ...
اس کی تشریح کی مجھے ضرورت نہیں ۔ تمام دنیائے اسلام اس کو جانتی ہے ۔ سید جمال الدین
افغانی نے اپنے آپ کو سادات کونڑ واولاد سیّد علی ترمذی سے بتلایا ہے جس کو غلطی سے اس ...
شاگردوں نے سید علی صاحب جامع ترمذی سمجھا اور لکھا ہے اور یہ ایک سخت مغالطہ ہے ...
ترمذی مصنف بہت دُور گزرا ہے ۔ یہ سید علی ترمذی غوث بونیر یہی بزرگ ہیں جن کا ذکر ...
رہا ہوں ۔ اور ہمارے خاندانی حالات کل افغان ممالک میں اظہر من الشمس ہیں ۔

حضرت سید مصطفےٰ نے سلسلہ مشیخت واشاعت دین واستحکام شریعت نبوی کو اپنے ...
میں عمدگی سے قائم و برقرار رکھا آپ کے بڑے فرزند سید عبدالوہاب مادر زاد ولی اللہ تھے ...
افغانوں میں روایت مشہور ہے کہ اخوند درویزہ صاحب کو ترقی کا بڑا حصّہ سیّد عبدالوہاب
صاحب سے حاصل ہوا تھا ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انوار باطنی کا کثیر حصّہ اخوند سالاک کو ...
عبدالوہاب سے ملا تھا ۔ لہٰذا اخوند سے درویزہ سمجھا گیا جو غلط روایت ہے ۔

حضرت سیّد الوہابؒ بن سیّد مصطفےٰ رحمۃ اللہ علیہ

...شائخ کا سلسلہ بھی حضرت کی اولاد اور ماذونان مریدان باصفا سے جاری رہا ۔ حضرت
...وہاب کو بوجہ جہاد و امارت وولایت صاحب تیغ وصاحب دیگ کہا کرتے تھے ۔ سیّد
...نے بیٹے کے علاوہ سید عبدالوہاب کے دو فرزند اور تھے جو ولایت کرامت اور تمام
...بائی سے معمور تھے ۔ ایک سیّد حسن صاحب تھے ۔ دوئم سید قاسم صاحب ۔ سید
...اب وسید قاسم تو زیادہ کثیر اولاد ہیں ۔ مگر سید حسن صاحب کی اولاد بہت زیادہ نہیں پھر
...ان ہیں بابرکت ہیں ۔ اور سیّد قاسم کی اولاد کثرت سے ہے ۔ حضرت کے مزار پر
...بھی دے لیا کرتے تھے ۔ ہمارے زمانے میں سیّد غلام شاہ کاکا نے اپنا حصہ ان سے
...یا ۔ میرا خیال ہے کہ اچھا نہ کیا کیونکہ بڑی طویل مدت سے ان کا حق ہو چکا تھا ۔ سیّد
...نے جہادی مہم وادی سوات کے تمام کوہستانات کو مسلمان کر کے ختم کی تھی ۔

مجھ کو باقاعدہ تحریری حالات ان بزرگوں کے تفصیل وار نہیں مل سکے ۔ مگر میں اس قدر کہہ
...ں جس قدر سید جمال الدین افغانی نے اپنی تاریخ افغانستان میں اس خاندان کے
...کے بارے میں لکھے ہیں ۔ جہاں سادات کنٹر کا ذکر آیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ خاندان
...نا بابر سے لے کر اب تک عظماء سے خالی نہیں ہوا ۔ یہ ایک ایسا جامع فقرہ وہ لکھ گئے
...تمام تشریحوں کی بجائے کفایت کرتا ہے ۔

حضرت سیّد مصطفےٰ صاحب تین لائق فائق کامل اور مسند نشین فرزند چھوڑ کر دنیا سے
...ہوئے ۔ کنٹر میں آپ کی وفات ہوئی ۔ اور آپ وہاں ہی پشت میں مدفون ہیں اور آپ
...وں میں سے بڑے بیٹے کا حصّہ بنیر کے وسط میں تختہ بند جائے قیام رہا ۔ اور کنارہ رود
...ب تختہ بند آپ کی عبادت کی جگہ ایک پہاڑی ہے ۔ جس کے متصل آب رود جاری ہے
...آپ کا ہی حصہ مملکت کنٹر کی جاگیر ہی تھی مگر آپ کا انتقال بنیر میں ہوا ہے اور قصبہ شل بانڈی
...ستان موسومہ قبرستان میاں عبدل بابا میں مدفن ہے ۔ آپ کے بھائی سید حسن صاحب جو
...ولایت اور علم و دیانت سے آراستہ تھے ۔ ان کا مدفن سوات میں سیدو کے قریب اسی درہ میں
...ہے اور تیسرے فرزند سیّد قاسم صاحب کا مدفن بالا سوات میں وحانہ درّہ ارنوے پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

موضع پیر کلی ہے۔ ان بزرگوں کی اولاد کی تفصیل اگر لکھوں تو ایک جلد اور ہو جائے ا
بزرگوں اور مرکزی شاخ کے حالات پر اکتفا کروں گا۔

سید عبدالوہاب صاحب کے بھی تین فرزند تھے۔ جن میں سے بڑا اور مسند
سید مسعود تھے۔ دویم سید جمال الدین یا سید جمال تھے۔ تیسرا سید جلال الدین یا
تھے۔

سید جمال کو والد نے تمام املاک و جائداد کنڑ و افغانستان کی دے دی۔ اور
سید مصطفےٰ کے تین فرزندوں میں سے صرف ایک بڑے سید عبدالوہاب کو وادی کنڑ کی
معہ بنیر والد نے دے کر اور دو بھائیوں یعنی سید حسن و سید قاسم کا کوئی حصہ ان میں نہ رکھا
ہی سید عبدالوہاب نے بھی اپنے بیٹوں کا حق ملکیت وادی کنڑ میں سیّد جمال الدین کے
کوئی حصہ رہنے نہ دیا۔ نہ سیّد جلال کو بونیر میں ان کی املاک میں شریک کیا، معلوم یہ ہوتا
ایسا اس لئے کیا کہ بھائیوں کی اولاد کے درمیان نزاع پیدا نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ
میں بڑا ہو جس کو جاگیر ...... کی دے دی مگر بنیر والی املاک بھی اس قدر زیادہ ہیں کہ آج
بے شمار اولاد اس جگہ رہتے ہوئے بھائیوں کی جابجا املاک کثیر پر متصرف ہیں۔

تیسرے فرزند یعنی سید جلال کے لئے تو بنیر کے املاک سے بالکل بے دخلی
کی صورت پیدا ہو گئی اور وہاں اور ہی اس قدر جائداد پیدا ہو گئی جو ایک بڑی ریاست اس
واحد ملکیت مل گئی۔ جس کی تفصیل آگے موقعہ پر آوے گی۔ مگر میں نے تختہ بند ہی میں
کا کا اور دیگر بزرگوں سے سنا ہے کہ سید عبدالوہاب کا بڑا فرزند سید مسعود تھا جو مرکز بنیر
قبائل یوسف و مندان کا اپنے والد کی مانند جسمانی اور روحانی دونوں طرح پیشوا قائد اور
، جس کا ایک حقیقی بھائی وادی کنڑ افغانستان پر متصرف ہونے کی وجہ سے سید جمال
افغانستان کے قبائل کا پیشوائے دینی و دنیوی تھا۔ جس کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام بھی ا
اولاد میں رائج اور جاری رہا۔ جس کے بیٹے سید عباس کی اولاد سے سید جمال الدین افغانی
دوسرا بھائی سید مسعود مرکز نشین تھا۔ سید جلال مورثِ اعلیٰ اسادات کاغان و پکھلی کشمیر کے
تک فرمانروا ہو گیا لہٰذا مرکز نشین بڑے بھائی کے دو بازو مشرق و مغرب ہر دو طرف
اس قدر پھیلے ہوئے تھے کہ مغرب میں بذریعہ سید جمال کابل و قندھار تک اقوام و امرا

جو کنڑ پر مقیم تھے۔ اور مشرق میں کشمیر تک قبائل اور خوانین سید جلال خود
کے زیر اثر تھے۔ جو کنڑ پر مقیم تھے۔ اور مشرق میں کشمیر تک قبائل اور خوانین سید جلال خود
ی حکومت پکھلی وغیرہ پر ہونے سے سید مسعود کے زیر حکم تھے۔ اب خود اندازہ ہو سکتا ہے
مسعود کے عہد میں حضرت سید علی ترمذیؒ کی اولاد کو قطع نظر روحانی برکات کے دنیوی اور
شکل میں کس قدر شوکت و ثروت حکومت اور عظمت حاصل ہو چکی تھی اور ان پر سہ
یوں کا باہم نہایت مخلصانہ اتفاق و اتحاد تھا، بلکہ کنڑ والے اپنی لڑکیاں بغیر تختہ بند اس طرف
کو بیاہ کر نہ دیتے تھے۔ ایسا ہی اپنی شادیاں بنیر سے کیا کرتے تھے۔ مجھ کو اپنی بزرگ
ورات کی زبانی کنڑ والی وادیوں کے بہت سے افسانے سُنے ہوئے یاد ہیں جو بونیر سے بیاہ
ائی گئی تھیں۔

ان بزرگوں کے اجرائے اسلام و قیام دین کے بارے میں یہ عمل سیّد علی علیہ الرحمہ کے
سے مسلسل جاری تھا کہ علم دین کی تدریس لازمی قرار دے دی گئی اور ملک میں علماء بہت
ہو گئے اور ہر قسم کی بے دینی اور بدعت کا قلع قمع کر دیا گیا۔ اس زمانہ تک ساڑھے تین بلکہ
صدیاں گزر چکی ہیں سرحدوں اور افغانستان میں دینداری دیگر ممالک سے بہت ممتاز اور
ت ہے افغانوں کے قبائل میں حق کی حمایت میں جنگوں میں جان و مال قربان کرنا اس
ادان نے مدام و قائم رکھا۔ سید جمال الدین کی اولاد کو وادی کنڑ کے متصل کتار اور گمبیر کے
دیم کفار مل گئے تھے۔ انہوں نے ان سے سلسلہ جنگ جاری رکھا۔ اور مرکز بنیر نے تمام
ستانوں کو مسلمان از کشمیر تا چترال بنا کر آرام کر لیا۔

یہ کام ایسے تھے جو سلطنتوں سے نہ ہو سکتے تھے جن کو ان بزرگوں نے انجام کر دیا۔ کفار
ہستان درندہ خصلت بہائم سیرت تھے۔ کوئی مذہب ان کا نہ تھا۔ اپنی بیٹی بہن کو بی بی بنانا
ان کا قدیم رواج تھا۔ ان کو اوّل مسلمان بنایا پھر دین آموزی کی پھر ملک میں علم و علماء کی
اور کوئی۔ لہٰذا یہ خدمات اسلام کی ایسی نہ ہیں کہ اسے دیکھ کر کل افغان حضرت کے اولاد کے
اور مرکزی مسند کے خصوصاً بیدام غلام نہ بن جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سلاطین اسلام کے
ں تک بھی ان کی عظمت کا سکہ مرتسم ہو گیا۔

اس کے بعد جو اثر موجب ہوا وہ یہ تھا کہ افغانی اقوام اور قبائل نے حضرت کی اولاد کے
ایک فرد کو بطور تقسیم ان کے بزرگوں سے بہ ہزار منت مانگ کر اپنے ملکوں میں بانٹ کر

toobaa-elibrary.blogspot.com

لے لیا۔ اور ہر قبیلہ نے کفایت سے زیادہ املاک واراضیات زمین جائداد بطور ہبہ جس کو
میں سیری کہتے ہیں۔ ہر فرد کو دے دیئے اور اپنے معاملات میں اپنے خطہ میں، ان کو پیشوا
حاکم تسلیم کرلیا، بلکہ اس عمل کو ہر جو حاصل کرلیتا وہ موجب سعادت خیال کرتا تھا۔ یوسف
وغیرہ قبائل مہمند زئی وترکلانی وباجوڑی نے یہ عمل نہایت عقیدت مندی سے عملاً کر دکھایا۔
کا ثبوت اب تک اولادِ سادات کا بے حساب املاک اور جائداد پر قبضہ ہے۔ جو اب تک
موجود ہے۔ ساڑھے تین صد گزر چکی ہیں۔ مگر سید حسن، سید قاسم، سید عبدالوہاب کی اولادوں
اب بھی ناظرین باوجود کثرت تعداد کے ہر جگہ کثیر الجائیداد باعزت واحترام پا دیں گے۔
اس کے کہ سید عبدالوہاب کا فرزند کبیر سید مسعود مرکز میں متصرف تھا اور دوسرا بھائی افغانستان
میں ایک طرف جہاد با کفار۔ دوئم جانب اشاعت واجرائے شریعت وروحانیت میں کنٹر میں
جمال مصروف تھا۔ مگر تیسرے بھائی کا واقعہ ان دو سے عجیب ہے جو ایک فصل میں درج کیا
ہے۔ جہاد کوہستان کے لئے عبدالوہاب مسند نشین کا جنرل اخوند مالک تھا جس کی اولاد
خیل کہلاتی ہے۔

فصل دوئم

حالات سیّد جلال الدین بن
سیّد عبدالوہاب فاتح پکھلی واگردہ وغیرہ

جس زمانہ کا ذکر لکھ رہا ہوں۔ اخوند درویزہؒ صاحب کے الفاظ بتا رہا ہوں کہ علم دینی اور
لی اس ملک میں بیحد کی تھی مگر حضرت سید علی ترمذیؒ نے یہ امر اپنی اولاد اور ماذونان
وں پر واجب کر دیا تھا کہ وہ علم وتعلیم علوم دینی کو ملک میں رائج کریں گے اور طلب علم کے
اولاد اور اُمراء خوانین کی اولاد کو دُور و دراز ملکوں میں جس جگہ عالم ہوتا بھیج دینا واجب
تھا۔ یہ رواج اہل اسلام میں قدیم سے تھا مگر اس وطن میں متروک ہو چکا تھا جسے حضرت
اور آپ کی اولاد اور ماذونان طریقت نے از سر نو زندہ کیا۔ یہ طریقہ زمانہ حال کے
اور مدارس کی تعلیم سے زیادہ بہتر اس لئے میں کہتا ہوں کہ طالب علم خواہ امیر زادہ بھی
اس کو اپنے سے بڑوں کی تعظیم انکی خدمت، استادوں کی خدمت اور اطاعت صبر ومشقت
رنی اور رُوکھی سوکھی روٹی کھانا پڑتی اور تعلیم کے ساتھ تربیت اور دور دراز سفر کے فوائد
تجربہ حاصل ہوتا تھا۔ عملاً اپنے اوپر تکلیف اُٹھا کر ہمراہیوں، استادوں اور بڑوں کو آرام
ی اخلاق آموزی علاوہ تعلیم وسبق کے مزید مفید تربیت ہوا کرتی تھی جو طالب علم کم عمر
وہ محلہ سے حسب قاعدہ مسجد کے لئے روٹیاں جمع کر لایا کرتے۔ اور یہ فرض علماء اور
کے فرزندوں کے قرار پا چکا تھا کہ وہ طلب علم میں مسافرت کی صعوبت اُٹھایا کرتے

چنانچہ حضرت سید عبدالوہاب نبیرہ حضرت سید علی ترمذی ومسند نشین نبیرہ وکنٹر افغانستان
فرزند سید جلال الدین چھوٹی عمر میں طالب علمیکے لئے گھر سے روانہ ہو کر علاقہ پکھلی

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں آ گیا جو ضلع ہزارہ کے شمال میں عمدہ زرخیز خطہ ہے۔ اس جگہ قدیم ترکوں کی ایک ریا…
وسیع و عریض عہد قدیم سے قائم تھی۔ غالباً تیموری ترکوں سے اس کا تعلق تھا مگر اس ملک…
ہندوؤں کے ساتھ رہتے رہتے ہندوانہ رسوم ان میں رائج ہو چکی تھیں۔ اس ریاست…
فرمانروان ان دنوں میں ایک سلطان محمود نام ترک تھا۔ قاعدہ ہے کہ جس جگہ علماء ہوں…
وہاں درس و تدریس ہوتی ہو گی، سید جلال نوعمر لڑکا تھا جو بہت حسین و جمیل تھا۔ اس…
دارالریاست میں آتے ہی شہرت ہو گئی کہ ایک طالب علم لڑکا نہایت حسین و جمیل و باوقار آیا…
جس کی شکل شمائل سے کسی نہایت محترم و معزز خاندان کا معلوم ہوتا ہے۔ اکثر قاعدہ یہ بھی…
بڑے خاندانوں کے طالب علم اپنا نام نسب اس لئے بتلایا نہ کرتے تھے کہ پھر ان سے…
اہل تدریس خدمت اور کام نہ کراتے تھے۔ لہٰذا ان کے کورس میں خدمت گزاری سب کی
کپڑے دھونے سینے میں بھی داخل امور تھے۔ اس لئے اپنا نسب حسب اکثر چھپایا کر…
تھے۔

کچھ مدت تک تو سید جلال نے اپنے آپ کو چھپا رکھا۔ مگر سلطان محمود رئیس والی…
پکھلی و اگر دہ وغیرہ نے اس کی زیادہ کھوج لگا کر معلوم کر لیا کہ یہ تو حضرت سید عبدالوہاب…
فرزند ہے۔ جو تمام افغان قبائل یوسف زئی مہمند زئی غوری خیل ترکلانی، بلکہ قبائل افغانستان…
بھی روحانی و جسمانی بادشاہ ہے اور جس کے حکم و سعی سے تمام کوہستان دریائے سوات…
اسلام ہو چکا ہے۔ تب سلطان محمود نے اس کو غنیمت سمجھا اور دربار میں بلا کر بہت احترام…
اور اپنی لڑکی جو نہایت ہی لائق عقل مند بہ ہمہ صفات، موصوف خاتون تھی، اس کی شادی
سے کر دی اور اپنے مقبوضات میں سے درہ بھوگڑ منگ اس کو جاگیر ہبہ دے دیا۔

سید جلال صاحب سکونت کے لئے اپنی جاگیر میں رہنے لگے۔ اور اس پر ایک کافی زما…
گزر گیا۔ یہاں تک کہ ہیر میں ان کے والد سید عبدالوہاب کی وفات کے بعد بڑا بھائی…
مسعود مسند نشین ہوا اور اس نے دوسرے بھائی سید جلال الدین کو خطہ کنٹر بطور تقسیم حصہ ملکی
قرار دے کر سپرد کر دیا تھا۔ اور سید جلال کی نسبت ان کو علم تھا کہ اس کو اس ریاست…
باعزت ایک قطعہ ملک مل چکا ہے۔ میرے پاس بنیادی اختلافات کے صحیح اسباب کا علم نہیں…
کن وجوہات سے اس ریاست کے کارندوں میں اس کے بیٹوں اور اہلکاروں نے سید جلال

…ف بہت کچھ شکایات کو طور مار باندھ دیا۔ ان رئیسوں کا لقب بھی ہندوانہ اور راجہ نام
…دیا جاتا تھا اور ان میں رسوم شادی وغیرہ بھی زیادہ ہندوانہ تھیں۔ اغلب ہے کہ قیس نسل
…جلال تھا۔ وہ لوگ بدعات سے سخت متنفر تھے، کسی رواجی یا مذہبی رسوم پر سید جلال نے
…اعتراض کیا ہو گا جس کو اس کے حاسدوں نے سلطان محمود کو نہایت بُرے رنگ
…کر اس کو مشتعل کر دیا۔

اب اس زمانہ میں سید جلال صاحب اولاد اور پختہ عمر شخص ہو چکا تھا۔ سلطان نے پکھلی
… جمعیت نوکروں کی روانہ کی کہ وہ جا کر سید جلال کو قتل کر دیویں۔ اس دن سید جلال جو
… کے اس بدارادہ سے قطعاً بے خبر تھا۔ اپنے قلعہ بھوگڑ منگ سے روانہ ہو کر سلطان کے
…آ رہا تھا کہ درہ بھوگڑ منگ مقام ڈک میں (یہ ڈک وہ مقام ہے جس میں ہمارا اس عہد
… کے ایام ڈاڈر ضلع مانسہرہ میں دق سل کا ہسپتال صوبہ سرحد کا بن گیا تھا) اس
…سید جلال آگے سے آتا ہوا مل گیا جو گھوڑے پر سوار آ رہا تھا۔ جب یہ آپس میں ملے تو
… سلطان نے اس پر تلواروں سے وار کر دیئے اور تیزوں سے سخت زخمی کیا بلکہ ناقابل
…یقین کر لیا گیا مگر اس نے گھوڑے کو تیز کر لیا اور اسی حالت میں واپس گھر پہنچا۔ اس کی
…عقل مند اور ہمدرد زوجہ دختر سلطان محمود نے خون آلود دیکھ کر خود گھوڑے سے اتار کر قلعہ
…میں ایک الگ کمرہ میں لے جا کر لٹا دیا۔ اس جگہ آمد و رفت مرد و عورت کی بند کر دی اور
… مرہم پٹی اور تیمارداری میں مصروف ہو گئی اور قلعہ کے دروازے بند کرا دیئے۔ اور پہرہ
…و عدالت کا انتظام پختہ کر لیا اور اپنے شوہر کی صحت باشدت زخم کا حال بلکہ مردہ زندہ کا
…بھی لوگوں سے چھپا دیا۔

ضلع ہزارہ پر جب برطانوی گورنمنٹ کا قبضہ ہوا ہے اور ضلع کا بندوبست جس انگریز
…نے پہلے کیا ہے اس کا نام میجر ویلس تھا۔ اس نے پہلا گزیٹیر ہزارہ کا جو لکھا ہے۔ اس
…اور کی اقوام و قبائل کے بنیادی حالات بھی لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس واقعہ کو اس
…کی تفصیل وار لکھا ہے۔ وہ بھی اس امر پر متعجب ہے کہ زوجہ سید جلال دختر سلطان محمود کا کیا
…مقصد تھا کہ اس نے زخمی سید جلال کے حالات کے انتہائی راز میں چھپا رکھا۔ واللہ اعلم اس اخفا
…اس کی حیات کو مخفی رکھنا مطلوب تھا یا موت کو مخفی رکھنا مقصود تھا مگر چار مہینے تک معاملہ رکھا

toobaa-elibrary.blogspot.com

گیا جب تک کہ سید جلال کے زخم صحت یاب اور قابل رفتار و سفر ہو گئے۔ تب وہ ایک دن
میں سوار ہو کر ایسے طریق سے اس ریاست کی حدود سے نکل گیا جس کا علم کسی کو نہ ہو سکا۔

اور وہ بونیر تختہ بند میں اپنے حقیقی بڑے بھائی سید مسعود کے پاس جا پہنچا۔
مظلومیت کا مذکورہ دردناک واقعہ اس کو سنا کر اس کی غیرت اور ہاشمی غضب پر ایک تازیانہ
سید مسعود کے دست و اختیار میں اس وقت نہ فقط تمام یوسف زئی و غوری خیل کا ہی لشکر
اُس کی آواز پر ترکستان اور بلخ سے قندھار تک وہاں سے لے کر دریائے سندھ کے کنارے
تمام افغان قبائل کا جمع کا ہو جانا ایک یقینی امر تھا، خصوصاً اس قدر ظالمانہ اور بے ادبانہ عمل
کے لئے، مگر بہت دُور اندیشی سے اس نے ایسا کرنے سے احتراز کرتے ہوئے ایک
ایسی سکیم تجویز کی جس کے نتیجہ میں بجائے سلطان محمود ترک کی ملکیت کے اس کے ریاست
مالک ہی آپ کا بھائی سید جلال ٹھہر جائے اور اس کی طرح مغرب کی جانب اس کا ایک
حقیقی برادر سید جلال کنٹر کی وادی کا مالک ہو کر تمام افغانستان اس کے روحانی اور جسمانی
کے ماتحت ہے۔ ایسا ہی مشرق جانب اس بڑی ریاست کا واحد مالک اس کا دوسرا حقیقی بھائی
سید جلال بن کر اس کے بازو کشمیر تک پہنچیں۔

تب اس نے یوسف زئی یا دیگر قبائل کے لشکروں کو شامل نہ کیا۔ بلکہ اس مقصد
حصول میں بھی حصول ثواب کی ایک اور راہ نکال لی کہ جو قدیم صواتی اقوام و قبائل سوات
بروغیرہ علاقوں سے دو صدیوں سے یوسف زئیوں نے نکال کر بیدخل اور دربدر کر دیئے
آٹھویں صدی ہجری سے یہ قوم ادارہ وطن اور دربدر ہو چکی تھی۔ ان کے تمام املاک
ممالک کے یوسف زئیوں نے باہم تقسیم کر کے قبضہ کر لئے تھے۔ وہ اقوام نہایت فلاکت
مزدوریاں کرتے، بھیک مانگتے زمینوں پر سوتے، بڑی جمعیتیں ان کو غور بندو کانا کے پہاڑوں
میں ٹکریں مارتی پھرتی تھیں۔ اُن کے اُمراء اور شرفاء ارزال سے بدتر حالت میں ہو چکے تھے
اور ارزال شرفاء کے مساوات ہو چکے تھے۔ اور اسی حالت میں ان پر دو صدیاں اور چند
گزر چکی تھیں۔ اُن قوموں کو دُور دراز سے سید مسعود نے جمع کیا۔ خصوصاً جہاں ان کی
جمعیت چکیسر وغیرہ علاقوں میں تھیں۔ سب کے ساتھ مشورہ کر کے ان کو کہا گیا کہ مفتوحہ ملک
واحد حقدار مانند سلطان محمود کے، تو سید جلال ہوگا، مگر یہ تمام ادارہ وطن قوم تمام املاک ترک

اور دائمی مالک اسی قاعدہ کے مطابق ٹھہریں گے۔ جو حیثیت اس وقت ترک مالکان
کی اس ریاست میں ہے الغرض ایک دو صد سالہ مصیبت زدہ قوم کو یہ پیش کش گویا دنیا
میں جنت ملنے کی بشارت سے کم نہ تھی۔ مگر ان کی قوموں کی جمعیتیں اور اشراف ارزال کی
دو صدیوں سے ٹوٹ چکی تھی۔ اب جدید تنظیم میں انہوں نے معیار حصول حقداری کا
اور ذات کو نہ رکھا بلکہ سپاہی جانباز کا وجود حقداری کا موجب قرار دیا یعنی جولاہا، رنگ ریز
وغیرہ اور افغان پیشہ ور بھی جو زراعت پیشہ اقوام میں شمار نہیں کرتے، ان کو بھی اراضیات کا
مالک مان لیا۔

بشرطیکہ وہ لڑنے والا سپاہی ہو۔ اور آپس میں انہوں نے اپنے قدیم سواتی رواج سے
حساب کی ٹیمکئی متعدد بنا کر لشکر تیار ہوا اور چونکہ یہ لوگ اب آرام طلب اور سست
نہ رہے تھے، بلکہ محنت مزدوری کرتے کرتے محنت کش اور باپ دادا کی روایت نامردی
بازی سن کر غصہ ور ہو چکے تھے۔ اس لشکر نے دریائے سندھ کو تھاکوٹ (روایت ہے کہ
میں سلطان پکھلی کا جو نائب یا گورنر تھا، اس کا نام شمشیر خان تھا سخت بدنام، بدکار
تھا، وہ مقابلہ کے وقت لشکر ۳۲ احملہ آور کے ہاتھ سے مقتول ہو گیا اور ابتدائی مقابلہ میں
دشمن کی شکست فاش نے جنگ کا نقشہ انجام تک بدل دیا) کے آگے سے عبور کر کے مشرق
سے پر سب بمعہ بال بچہ عورات اطفال کے پہنچ گئے یہی سرحد ترک سلطان کی قوم اور اس
ریاست کی تھی۔ اسی جگہ سے جنگ شروع ہو گئی۔ اکثر تاریخی گواہی بھی یہی ہے۔ اور میرا
ذاتی تجربہ بھی یہی ہے کہ فوج ہمیشہ سردار فوج کے خیال اور ارادہ کے مطابق عملاً ثابت ہوا
کرتی ہے۔

جب ہمارے اس گئے زمانہ میں بھی خود میرے چشم دید متعدد مقدمات و لڑائیوں میں
جگہ اس بزرگوار خاندان کا فرد جنگ میں دشمن سے مقابل ہوا ہے خود نہایت کم تعداد اور شاذ
اور اس کو چار چند بلکہ وہ چند مخالف جمعیت سے واسطہ پڑا رہا ہے، تو بھی اس خاندان کے ہر
نے نہایت قلیل تعداد کے باوجود اپنی شجاعت کے جوہر سے ماتحتوں میں ہمت جرأت ڈال
دشمن کو شکست دی ہے چہ جائیکہ اس زمانہ کے پاکیزہ نسل بزرگ کسی حد تک شجاعت اور غیر
معمولی دلیری کے مالک تھے۔ ترک قدم نہ جما سکے۔ اور شکست پر شکست ہونی شروع ہو گئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



یہ عمل صحیح تحریری مجھ کو نہیں مل سکا کہ کتنی مدت اس ملک کے مکمل طور پر فتح کرنے میں صرف ہوئی، مگر جو تجربہ میرا ذاتی ہے وہ یہی بتاتا ہے کہ مشکل ایک سال بلکہ چند ماہ صرف ہوگا اور صرف دو یا تین فیصلہ کن جنگوں میں جھاڑو دے کر ملک کا پہلے باشندوں سے صفایا کر دیا گیا۔ ترک تمام املاک اور حکومت و ریاست سے بیدخل ہو کر نکال دیئے گئے اور اقطاع جات ذیل سید جلال کے قبضہ میں آگئے۔ تھاکوٹ کا حاکم شمشیر خان پہلی فتح میں مقتول ہوا۔

۱۔ پرگنہ تھاکوٹ
۲۔ درۂ پائمال
۳۔ الائی معہ جبیر و بیجول و چوڑ وغیرہ
۴۔ پرگنہ دیشی
۵۔ پرگنہ نند پہاڑ
۶۔ پرگنہ نکری
۷۔ علاقہ پر پہاڑی
۸۔ پرگنہ کونش
۹۔ درۂ بھوگڑ منگ وشنکیاری
۱۰۔ پکھلی کا وسیع ترین قطعہ
۱۱۔ اگرور...... قطعہ کاگان کا ایک صد میل طویل درّہ وغیرہ مضافات

واقعہ دوئم

دیگر حالات پریشانی مردمان قرب و جوار سے پتہ چلتا ہے کہ اس لشکر نے اس قدر شدت غضب سے حملے کیے اور اس قدر اقوام قرب و جوار کو خوفزدہ کر دیا کہ ترک قبائل کے قرب و جوار میں جو قومیں تھیں وہ ہیبت خوردہ اور لرزہ براندام ہو گئیں اور اپنی املاک بچانا ان پر سخت مشکل ہو گیا اور آخر کار ان کو بھی بجز اس کے کوئی علاج نہ سوجھا کہ وہ بھی اس بیماری کا نسخہ یا تعویز بنیر کو ہی جا کر اور سید مسعود مسند نشین بنیر سے ہی حاصل کرا دیں چنانچہ تنولی قوم کی تجویز کا ذکر آگے اپنے موقعہ پر آتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com









toobaa-elibrary.blogspot.com

سید جلال نے اگر اپنی موت کا انتقام ترکوں سے لیا، خواہ یہ عمل اچھا تھا یا بُرا، مگر
اس مخلوقِ خدا کو سوات کے ہی مانند آبی اور شالی زار مالک پر لا کر قدیم سواتیوں کو
بنا دیا، بعد قبضہ کے سابقہ رواج تزک والی ریاست کے مطابق بعض خاص خاص
ات کو سید جلال نے اپنی ذات اور اولاد کی سکونت کے لئے چمن کو مختص کر لیا اور
وں کی چراگاہ کے لئے تمام درّہ کاغان جو بالاکوٹ سے چیلاس کی حد تک ایک
اپنے لئے مخصوص کر لیا، یہ امر معلوم ہے کہ درّہ کاغان ابتداء میں کل داخل ریاست
ے فتح کر کے شامل کیا گیا ہے۔ باقی تمام اراضیات سواتیوں کی نمیکیوں میں
کہ اصل مالک بحیثیت بادشاہ زمین کا سید جلال اور اس کی اولاد ہوگی مگر دخیل
مالک و متصرف سواتی قبائل رہیں گے۔ اور ہر مزارع خرمن میں سید جلال اور اس
اولاد کا چوتھا حصہ دیوے گا۔

تمام علاقہ ایک بڑے ضلع کے برابر ہے۔ اور سواتی قبائل جہاں جہاں دُور دراز
بے خبر ہوتے ہی اس ملک میں آ کر جمع ہو گئے اور ضلع ہزارہ کے شمال میں ایک بہت
انقلاب دورِ شاہ جہاں بادشاہ ہندوستان کے عہد میں واقعہ ہوا جس کی وجہ سے اس
اتی اقوام ان ممالک پر تا حال قابض ہیں، قدیم سواتیوں نے ان علاقوں میں گاؤں
کے نام بھی اپنے قدیم سوات کے قصبوں کے ناموں پر رکھے ہیں۔ اس قدر استحکام
اس ملک پر قابض ہوئی کہ سید جلال کی اولاد یا ان کی حکومت و حقوق تو بتدریج کمزور
مگر یہ قوم اب تک ان قطعات پر نہایت استحکام سے متصرف ہے بلکہ اس میں کئی
طاقتور رئیس ہیں۔

جلال اور اس کے بیٹے کے وقت حالات بدستور مذکور قائم تھے مگر اس کے پوتے
نے اپنی واحد ملکیت کو اور اپنے حقوق کو از سرِ نو تازہ کرنے کی خاطر باقاعدہ قبضہ
تھا اور اس طور سے حکومت کا رنگ جمایا، جیسا نواب محمد اکرم خان کے عہد سے
اب دتنول کے اندر تمام زمینی املاک کا قبضہ اور تصرف اور تبدل و تغیر نواب کے اپنے
مگر اس کے بعد سے قبائل سواتی بھی بے وفا اور خود مختار ہوتے گئے، اور سادات
یا نالائق اور غیر مال اندیش ہوتے ہوتے اس وقت ایک افسانہ اور قصہ رہ گیا ہے





toobaa-elibrary.blogspot.com

۔سادات کا وجود وعدم برابر ہے، مالکانہ حقوق اور چہارم حصہ دینے سے تو اقوام زمان
گئیں، بلکہ اپنی مرضی سے انہوں نے کچھ حساب لگا کر اور دزہ کاغان کی وادی غیرہ
رقبہ اور چند گاؤں سادات کے حساب میں کر کے گویا علاقے کا چوتھا حصہ سادات
ہونا شمار کر کے باقی سے ان کا حق اُٹھا دیا جو کہ ان کو چالیسواں حصہ کا بھی ہاتھ
سادات کی اپنی نالائقی اور کمزوری کا نتیجہ تھا۔

اس وقت سید جلال کی فتوحات مشرق میں کشمیر اور شمال میں چلاس وکوہستان
میں دریائے سندھ سے پار بنیر تک سید جلال کے بیٹے نے چلاس کے قدیم کفار
جہاد جاری رکھ کر ان کو نو مسلم بنانے تک جنگ جاری رکھی، اس کا نام بھی غازی بابا
ہے۔اس کی قبر سید جلال کے ہمراہ بھوگڑ منگ میں ہے جس پر میں خود بھی گیا ہوں۔

جنوب میں علاقہ مندن اور ملک تناول اور ہزارہ ضلع کے مرکز ایبٹ آباد کے
علاقہ تھا جو ایک بڑے ضلع کے برابر ہے۔اب ناظرین اس عہد کے ان تین بھائی
پسران سید عبدالوہاب کی مالی اور مادی عزت اور طاقت کے علاوہ روحانی اثرات کا
کرلیویں کہ کشمیر سے بونیر تک سید جلال کا تصرّف ہے اور بونیر سوات سمہ ہشت نگر
کوہستانات گلگت نو مسلم اور اقوام افغانستان تک بڑا بھائی مسند نشین سید مسعود متصرف
وادی کنٹر و افغانستان کی تمام قلمرو پر روحانی اثر سید جمال تیسرے برادر کا ہے اور یہ
اپنے بڑے بھائی سید مسعود کے حکم بردار اور اپنے آپ کو اس کا ماتحت خیال کرتے ہیں۔

ایک بات قابل ذکر رہ جائے گی کہ یہ سواتی قدیم قبائل کس نسل سے ہیں، میں
لکھ آیا ہوں کہ جس قدر میرا علم اور تجربہ اور اجتہاد ہے یہ قوم بھی بنی اسرائیل کے قبائل
ہے۔ان کی عادات اخلاق، رواج، طرزِ معاشرت، تعصب، ضدّی پن جنگ جوئی ا
اتفاقی وغیرہ رسوم کل افغانی ہیں، البتہ ان کی سوات میں آنے کی مدت بہت گزری ا
خیلوں کے نام آل کے لفظ سے ہیں جو عبرانی لفظ اور عربی لفظ ہے جو ثبوت ہے اسرائیلی
۔مثلاً دو دال پنج میرال و ملک وال یہ قومیں سلطان محمود کے لشکری خالی شدہ وطن لیئے
سوات و بونیر میں آباد کیئے گئے تھے۔وغیرہ اور خیل بھی قبائل کے نام ہیں مثلاً سرخیلی
اور جہانگیری لقمانی جو لشکری وغیرہ۔

الغرض تنولی قوم بھی جس کے قبائل ہندوال، پلال، ابدوال، جلوال، بنگریال وغیرہ
ہیں، یہ بھی قدیم اسرائیلی قوم ہیں جو ابتدائے عہد اسلام میں سلطان محمود نے اپنے لشکری
لا کر ساریاں، جمال، بدرہال وغیرہ اور کفار سے ملک صاف کر کے ان میں بسایا، آباد کرایا
چنانچہ تنولی اپنے نسب نامہ کو اولاد یوسف علیہ اسلام سے ملا کر بنی اسرائیل غیر افغان ثابت
کرتے ہیں۔افغان اولاد بنی یامین ہے۔

دوئیم واقعہ صیانت وحفاظت تنول

بالا ایک بڑا انقلابی واقعہ ضلع ہزارہ میں اسی خاندان کے ایک فرد کے ہاتھ سے واقعہ ہو کر
کے اثرات اب تک بدستور باقی ہیں۔اب اس قدیم واقعہ کا اسی ضلع اور اسی ترک مقبوضہ
کے متصل قبیلہ تنولی میں آنے کا ذکر لکھتا ہوں، جو قدیم سواتی لشکروں کی حملہ آوری اور
ممالک کے اثرات سے خوف زدہ ہو کر قوم تنولی نے اپنے ایک ملک کی صیانت اور حفاظت
خاطر عقل مندانہ تجویز اختیار کی تھی وہ اس طرح ہوا کہ جس وقت کا حال میں لکھ رہا ہوں
اس زمانہ میں تنولی قوم ہر دو فرقہ یعنی ہندوال اور پلال کی سرداری صرف پلال قوم کے خوانین
کو حاصل تھی، جن میں نامور خان زبردست خان معروف بہ صوبہ خان تھا، مگر مذکورہ واقعات
صوبہ خان کے وقت زبردست خان ولد بہادر ولد قبول خان، قبول و بہادر خان زبردست خان
کے کچھ قدر پہلے کے ہیں، جن کی تفصیل آگے آئے گی، اور یقین کرتا ہوں کہ صوبہ خان کے
والد یا دادا خان کا زمانہ تھا، جن کی سکونت کا مرکز بیڑ پہار بھی تھا اور علاقہ کولائی میں ڈیرہ بھی
تھا۔

جب مذکورہ بالا لشکروں کا خطرہ یقینی ہوتا گیا، تو تنولی قوم چونکہ اسرائیلی بیداری کی مالک
قوم تھی اور اس میں سرداری بھی موجود تھی، ان کی قوم اور سردار نے آپس میں مل کر اس مصیبت
کے بارے میں مشورہ کیونکہ اس ضلع ہزارہ پر، باہر سے ہمیشہ ایک صدی یا دو صدیاں کرنے پر
ایک نئی قوم حملہ آور ہوتی رہی اور قابض قوم کو ہمیشہ کے لئے ملک بدر کر کے خود قابض ہو جاتی
تھی، جن اقوام راندہ شدہ کا کچھ کچھ بقیہ حصہ ایک ضلع میں جا بجا ایک یا دو تین گاؤں پر مختلف
اقوام کی اب تک باقی ہیں، مثلاً یہ ترک جو مذکورہ علاقوں سے نکال دیئے ان کا بقیہ بھی دو چار

toobaa-elibrary.blogspot.com

گاؤں اس ضلع میں موجود ہیں۔ جن کی حیثیت ہر فرقہ کی مالکانہ ہے اور اسی وجہ سے سا
مورخوں نے بھی اور انگریز گزیٹر نویسوں نے بھی ضلع ہزارہ کی وجہ تسمیہ ہزارہ کی ہی تعبیر کی
کہ اس کے اندر ہزاروں قبائل واقوام ہیں جو ہر ایک ان میں مالکانہ حیثیت کی مالک اور کسی
کسی جگہ گاؤں دو گاؤں آبادی پر قبیلہ کی موجود ہے۔ جس کی وجہ سے نام ہی ہزارہ پڑ
ہے۔ مگر وہ تمام خطرے مشرق یا مغرب یا جنوب سے آتے رہے اور قوم تنولی نما ضلع کے شما
میں تھی اور ایک عظیم پہاڑ بنگرہ کے دامن میں تھی جو آٹھ ہزار فٹ بلند ہے۔ لہٰذا تمام خطرا
سے بچی رہی مگر یہ خطرہ تنولیوں پر شمال کی طرف سے زیادہ تر دشوار گزار علاقوں سے اور ا
بولنے والے افغانوں کے سیلاب سے آگیا ہے جس کے آگے قدیم ترک ریاست نہ ٹھہر سکی
لہٰذا اس خطرہ سے بچنے کے لئے تنولی قبیلوں اور خان کے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ سوا
فوج کے قدیم سردار کی پناہ میں اپنے آپ کو دے دے اور جو حقوق سواتی قدیم قبائل فرما
خاندان کو دے چکے ہیں وہ حقوق ہم خود اسی فرمانروا خاندان کے سپرد کر دیں تاکہ ملک بدری ا
دائمی جلاوطنی سے بچ جائیں جب اس پر غور کیا کہ سید جلال اپنی فوج کی دل شکنی ہرگز نہ کر
اور ان کا فتوحات کا سلسلہ ہرگز نہ روکے گا۔ تو سب کا اتفاق اس پر ہوا کہ وہ بھی ایک بڑ
بھائی اور مرکزی طاقت کے ماتحت ہے اور یہ فوج وقوت بھی اسے مرکز ہی سے ملی ہے

فتح کوہستان اور جدید الاسلام ہونا اُن کا کوئی معمولی کام نہ تھا جس کی وجہ سے
عبدالوہاب کی جسمانی و روحانی طاقت وحکومت اس ملک کے لوگوں سے مخفی ہوتی۔ (
کوہستانات کے وقت مندن قبائل میں سے خدو خیل فریق کا خان باگو خان قائد فوج تھا جس
نے قلعہ ڈوما کی فتح کی وقت اخوند سالاک ماذون کے لشکر میں کام دیا تھا۔ ہوشیار خان تنول او
اس کی برادر قبیلہ ہندوال نے جو اس سے دور شمال میں اگرور کے متصل املاک کا مالک تھا ا
ایک وفد بر موقعہ بونیر کو سید مسعود کے پاس بھیج دیا۔ آگے تفصیل درج ہوگی کہ مسعود کے
فرزند لائق تھے۔ اس قبیلہ نے سید مسعود سے التجاء کی کہ آپ کا چھوٹا بھائی ترکوں سے املاک لی
ہوا اور ان کو بے دخل ہوا شمال کوہستانی حد سے لے کر چلا آرہا ہے جس کے سامنے جنوب
میں ہماری ملکیت واقعہ ہے آپ کا بھائی ایسے قبیلہ پر رحم نہیں کر سکتا جس نے اس کو اپنے خیال
میں قتل کر ڈالا تھا اور وہ اپنے جان نثار لشکر کو نہ روکے گا مگر وہ لشکری ہمارا ملک بے گناہ اور بلا

آباد کر دیں گے۔ آپ کا بھائی ملک کا چوتھائی حصہ حاصلات خود لیتا ہے اور باقی لشکریوں کو
دیتا ہے۔ لہٰذا ہمارے خان نے از خود ملک سے چوتھائی حصہ دینا قبول کر لیا ہے۔ مگر آپ
اریں کہ اپنے تیرہ بیٹوں میں سے دو بیٹے ہم کو دے دیں جو ہمارے ملک میں جا کر ہمارے
کے شمال جانب بھی سرحدی گاؤں اپنے نام ہبہ پر قبول کر کے اس پر قابض ہو جاویں اور
ب کی سرحد ہماری میدان ہزارہ سے ملی ہوئی ہے۔ اس طرف سے بھی ہمیشہ افغانی قبائل
بعد دیگرے حملہ آور ہوتے رہتے ہیں اور سابقہ قبائل کو بے دخل کر کے نکال دیتے ہیں
اس سرحد پر بھی آپ کی اولاد کے مقبوضات ہم دے دیویں اور ہمارا ملک اندرونی بیرونی حملہ
آوروں سے محفوظ ہو جائے۔

یہ درخواست سید مسعود صاحب نے قبول کر لی اور اپنے بیٹوں میں سے دو بیٹے جو ایک
ماں سے تھے۔ بڑا سید پیر امام دوئم سید نجم الدین، جن کی والدہ علاقہ چغرزئی موضع جدباہ کے
ملک کالو خان کی بہن تھی اور نانہالی ہونے کی وجہ سے یہ دونوں صاحبزادے ملک تنول کے
آمدورفت کے عادی اور واقف تھے۔ لہٰذا ان کو ہمراہ کر دیا کہ تم سرحد تنول پر پہنچ کر اپنے
سید جلال کو اطلاع دینا کہ وہ اس محکوم شدہ قوم تنولی کی حدود کی حد بندی فاتح سواتی فوج کے
الگ کر دے اس لئے کہ یہ قوم بھی اپنے ملک کا چوتھائی حصہ ہم کو سپرد کر چکے ہیں۔

چنانچہ سید پیر امام و سید نجم الدین تنولی قوم کے ہمراہ ہو کر تنول کو آگئے اور تمام تنولی قوم
نے معہ خان کے اُن کی اطاعت اور مریدی تسلیم کر کے ان کو شمال آخری سرحد کے تمام گاؤں
اور اپنے ملک کے جنوب تمام گاؤں بطور ہبہ دسیری دے دی اور چوتھا حصہ دینا بھی منظور کر لیا۔
چنانچہ اگرور کے ساتھ جہاں قدیم سواتی کی سرحد ملی ہے یا تنولیوں کی حد جہاں مغرب کی جانب
افغانوں سے ملی ہے یا جنوب کی جانب ہزارہ سے ملی ہے ان تمام تنولی سرحد کے گاؤں سادات
امامی و اولاد نجم الدین کے قبضہ دسیری میں اور بعض کا قبضہ اب تک معلوم اور ظاہر موجود ہے
پیر امام بڑا اور سردار تھا۔ اس کا حصہ بھی زیادہ اور پختہ کارانہ ہے۔ اور سید نجم الدین کا حصہ اس
سے کم مگر ہر جگہ مشترک و متصل اب بھی موجود ہے۔ جو ترک سرحد اور اگرور کے اتصال پر
گاؤں ہیں۔ وہ مواضعات:

ا۔ کھڑی

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۔ بوتی

۳۔ گجر باڑی

۴۔ ملوارہ

۵۔ چل ہرسہ

۶۔اور شیر گڑھ کے متصل سیرمان اور دلماڑی وغیرہ

وغیرہ حد فاصل گویا سید امام کو دے دی گئی اور اس نے اپنے چچا سید جلال فاتح کو مقرر
خود چچا بھتیجے یکجا ہوئے اور فاتح سواتی قوم وتنولی کی حد فاصل وہی مقرر کر دی جو سرحد اس
پہلے ترک وتنولی کے درمیان قدیم سے قائم تھی اور تنولی کے شمال مشرقی سرحد پر ترکوں
بڑہنہ اور خاکی کے درمیان حد ملتی ہے۔ وہاں تنولیوں نے مقر اور ماڑی دو گاؤں سید نجم الدین
کے نام پر کر دیئے جہاں سید نجم الدین کا مدفن اب بھی وہاں موجود ہے اور ملک کے اندر
اولاد نجم الدین اور تربیلی وغیرہ وغیرہ بہت املاک اولاد پیر امام کو اور تیر بٹ، چھچی لکوال،
پانڈی، شلدار سرینی تنولیوں نے نجم الدین کو دے دیئے اور گندف، ماڑی اور تربیلہ میں
یات کے اور منڈی شنگی سرینی تنولیوں نے نجم الدین کو دے دیئے اور جنوب میں قوم پلال
کلنجر۔ میرہ۔ صوابی۔ گندریالہ۔ چھبلہ۔ کربٹریاں جنگ، گھوڑا، لنگر، توازگاہ، وغیرہ سید پیر امام
کو خان تنولی نے اپنے قبیلہ پلال کی طرف سے دے دیئے۔ اور تنول کے خطہ کو گویا سادات کی
حصار گرداگرد پھر آ کر تنولیوں نے محصور ومحفوظ کر لیا۔ پیر امام نے اپنے شمالی حصہ کے ساتھ
زئی قوم کی املاک سے متصل موضع ملی کچھ سیری لیا اور کچھ قدیم قوم تراوڑہ سے قیمتاً اس
لے لیا کہ یاغستانی امداد بھی شامل رہے۔ پیر امام کو سید جلال فاتح سواتی قوم نے بھی اپنے
ملک سے کچھ حصہ کاٹ دیا ہے۔ جس میں اس کی اولاد سادات بستی ہے۔ اور حد بندی جو تنولی
سواتی کی دو بھتیجوں اور چچا سید جلال نے مقام دو میل موسومہ دوگاہ قریب اوگی کی ہے اب
تک قائم ہے۔

سید جلال فاتح پکھلی نے آئندہ ہم نسبی آئندہ نسل میں قائم رہنے کے خیال سے اپنی
ایک لڑکی کی شادی چھوٹے بھتیجے سید نجم الدین کے ساتھ کر دی۔ اور آگے چل کر تنول کے خان
جو صوبہ خان کا باپ تھا اپنی بیٹی صوبہ خان کی ہمشیرہ سید پیر امام کے بڑے بیٹے سید سعد الدین

احمد شاہ کو بیاہ کر دے دی۔ مذکورہ حالات کے ماتحت گویا ترکوں کا مفتوحہ علاقہ بھی
علاقہ بھی اسی ایک خاندان کے بزرگوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اس جگہ ایک امر
نا چاہتا ہوں کہ جس قدر حالات ناظرین دیکھ چکے ہیں، جو ہزارہ کے اندر واقعہ شدہ
۔ یہ سب انگریز مورخ میجر ویلس نے بھی اوّل گزیٹر ہزارہ میں تسلیم کر کے لکھے
ان حالات کی رُو سے اس خاندان کے بزرگ سادات بطور گداگر وسائل و پیر شکرانہ
میں اور تنول وا گرور و پکھلی میں آئے یا بطور فاتح وحاکم ومحسن وقابض ملک اور ان کو
واتی نے دیا یا تنولی نے دیا یا اورش کے جدون نے دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ وہ
و وظیفہ ہے اور شکرانہ اور عنایت اور سیری عطیہ ہے یا مالکانہ وفاتحانہ قابضانہ حصہ
وحکومت ہے۔

ب کہ ہمارے اس زمانہ کے عوام اقوام کے خیال میں یہ سادات گویا خیرات خوارو
تھے، جنہوں نے نمک حرامی کر کے اپنے محسن قبائل پر حکومتیں بنائیں۔

واقعہ سویم

ہر دو واقعات یکجا وپیہم ہوئے جس کی وجہ سے بطور نتیجہ کل مملکت مفتوحہ پکھلی و پرگنہ
مذکورہ اس خاندان گرامی کے ایک فرد سید جلال صاحب اور اس کی اولاد کی واحد
ر پاچی اور خطہ تناول اسی مذکورہ فوج آوری کے اثرات کی وجہ سے مملکت تناول پر
ثرات سید پیر امام وسید نجم الدین کا قائم ہونے اور ربع حصہ ملک کا حق مملکت ان کو مل
جب ہو گیا اور اس کے علاوہ ان ہی ایام میں بعد از واقعات مذکورہ اسی اولاد سید علی
الرحمتہ میں سے ایک شخص سید شاہ مرتضٰی ابن الابن سید قاسم بن سید مصطفٰے بن سید علی
اس ضلع ہزارہ کے اندر بونیر سے ایک لشکر اپنے ہمراہ لا کر تیسرا تبدل وتغیر ملک
جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

غالباً اس وقت بھی شاہ شہنشاہ شاہ جہاں بادشاہ دہلی کے زمانہ کا آخری حصہ تھا، جب
مرتضٰی کے اپنے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ واللہ اعلم قدیم سواتیوں کی غیر معمولی کامیابی
دیکھ کر بونیر کے مرکز میں اور الیاس زئی فرقہ میں سے عائشہ خیل شاخ میں ایک قبیلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے جس کو خاکی زئی موسازہ خیل کہتے ہیں اور وہ لوگ دراصل نسلاً یوسف زئی
قبیلہ میں ثرودنی افغان ہیں۔ اصلی وطن قندہار سے جلاوطنی کے وقت قبیلہ یوسف ز
آگئے ہیں اور جدید حاصل شدہ ملک میں سے برابر کے حصہ دار ہو گئے ہیں۔ ممکن
کے اپنے دل سے یہ خیال اُٹھا ہو کہ ہم بھی یوسف زئیوں سے جدا ہو کر کوئی جدا
حاصل کر لیویں۔ اس قبیلہ کو علاوہ مذکورہ ناموں کے گدون اور جدون یا جد
ہیں۔ انہوں نے اپنے املاک بنیر پر بھی قبضہ رکھا اور کچھ نفری اپنی قوم کی نئی
زائد نکال کر اور سید شاہ مرتضٰی کو اپنا سردار بنا کر اور یہ وعدہ کر کے مفتوحہ مملکت
وہ بھی سید شاہ مرتضٰی کو دیویں گے اور یہ جمعیت معہ بال بچہ کے وطن سے ہزارہ کی
ہو آئی جب یہ لشکر دریائے سندھ کو عبور کرنے کی جگہ کھبل و تربیلہ کے درمیان گزر کر
اور دو کشتیاں لشکر سے بھری ہوئی دریا سے پار تربیلہ کی جانب جا چکیں۔ صرف ایک
لوگ رہ گئے تو اس وقت قوم اوتمان زئی ٹوپی ومنی کوٹھ سے ان کے پاس پہنچے
جدونوں کو اپنا پہاڑی وطن جو قصبہ جات سے شمال کی طرف کوہ ماہ بن کی چوٹی تک
چالیس میل لمبا اور اس قدر چوڑا قطعہ خالی پڑا ہوا تھا۔ اس قوم کو دے دیا کہ یہ ملک
ہے اور تمہاری قوم ضرورت کے وقت ہمارا لشکر ہو یہ قطعہ ملک کوہ مہابن تک جس کو
کہتے تھے تنولیوں سے یوسف زئیوں نے فتح کر کے لے لیا تھا اور حق ملکیت قوم اوتمان
قرار پا گیا تھا اور خالی پڑا تھا اس لئے قوم جدون کو انہوں نے دے دیا۔

جدونوں کی جمعیت نے اپنی دریا سے پار گئی ہوئی جمعیت کے ساتھ مشورہ کر
بعد سالار و منصور دو قبیلے تھے ان کے نصف پار نصف اس جانب رہ گئے تھے۔ جدید
ممالک کی تقسیم میں ہر دو جگہ رہنے والوں کا حق ملکیت مساوات تسلیم و مقرر کیا اور تیسرا
زئی سارے دریا سے پار اُتر چکے تھے۔ شائد ان میں سے ایک یا دو کہیں اس پار تھے
اپنی قسمت کو آگے حاصلات پر منحصر رکھا اور مغربی کنارے والے گدون سالار و منصور قبیلہ
تو اوتمان زئیوں کی دی ہوئی املاک پر تسلط کر لیا جو اب تک کافی طاقتور ہو کر یہاں متصرف
اور دریا سے پار شدہ لشکر ہزارہ میں داخل ہو کر جن جن علاقوں پر پہلے سے افغان قبائل
تھے، ان کو نہ چھیڑا مثلاً اوتمان کے حد سے آگے تربیلہ یا شلمانی اور ولازک قبیلوں کی

گزر کر حویلیاں ریلوے لائن کنارہ سے قدیم باشندوں سے جنگ شروع کردی اور ڈھونڈ
کرڑاں کھیٹے، بیبے وغیرہ قدیم قوموں کو ہانک کر ملک سے نکال دیا اور یہ لشکر اس تمام پرگنہ پر
جس کو کانڈی کہتے ہیں۔ حویلیاں ریلوے کی وادی ہے اور رجوعیہ اور دھموڑ، بگڑہ بال
شیرنواں شہر ملہڈ جنگلی، کاکوکل، نواں شہر، میرپور تا حد بانڈہ پیر خان تمام اورش پر قابض ہو گئے
جو مانسہرہ کے قریب تک ہے یعنی قدیم سواتی کی مفتوحہ ملک کے ساتھ سرحد جا کر ملا دی۔ اسی
علاقہ کے وسط میں ایبٹ آباد کی چھاؤنی ہمارے زمانہ میں ہے اور یہ قطعہ ملک ساڑھے چار ہزار
فٹ سطح سمندر سے بلندی کی وجہ سے گرما معتدل اور سرد ملک ہے اور پہاڑوں کے
درمیاں فراخ میدان نہایت خوب صورت خطہ ہے۔

ملک پر قبضہ ہو چکا تو جدونوں کے مطابق وعدہ چوتھا حصہ ملک کا تو حق سرداری و
بہادری سید شاہ مرتضٰی کو سپرد کر دیا جس نے حسب پسند جو جو مقامات پسند کئے جو سب مفتوحہ
ملک کا چوتھا حصہ ہوتا تھا، لے لیا مگر جدون قوم نے اس کے علاوہ حضرت سید علی ترمذی کا حصہ
بطور شکرانہ اپنی تمام اولادوں پر ہر خرمن کے پیداوار سے اولاد سید شاہ مرتضٰے کے لئے کوئی معین
مقدار غلہ دینا بھی اپنے اوپر واجب ٹھہرا لیا ہے اور اس حد تک وہ غلہ ان کا دائمی پختہ حق تسلیم کیا
ہے کہ جو انگریزی سلطنت کے آنے کے وقت بھی اس وفادار قوم جدون نے پہلے بندوبست
میں متفقہ طور پر میجر ویلس کو تحریری بیان دے کر اندراج جمع بندی میں کرا لیا ہے کہ سید شاہ مرتضٰی
کو ہم نے اس کی شمشیر کی قوت و امداد و سرداری کو چوتھائی حصہ مفتوحہ ملک سے دے چکے ہیں مگر
یہ کہ ہر خرمن سے غلہ دینا یہ بھی ہمارے بزرگوں نے بطور شکرانہ پیر بابا (سید علی علیہ الرحمہ
) قبول و تسلیم کیا ہے۔ جب تک اس ملک پر ہم قابض ہیں یہ دیتے رہیں گے، چنانچہ نہ فقط اب
تک جاری ہے بلکہ سادات کو اپنا حق رہن و بیع بھی کر سکتے ہیں۔

افسوس سادات یہاں بھی بہت نا قابل ثابت ہوئے اور املاک فروخت کر چکے ہیں مگر
جدون قوم نے وفاداری صداقت و ایمانداری قائم رکھی ہے برخلاف اس کے قدیم سواتی قبائل
جن میں بڑے بڑے رئیس ہیں۔ اپنے محسن خاندان سادات کی حیثیت کو پرکاہ برابر بھی نہیں
جانتے بلکہ ان کو پائمال کر چکے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس مفتوحہ ملک میں اشراف قبائل کے
علاوہ مردم شماری جنگی پوری کرنے کے لئے ارذال بھی بہت حقداران ملکیت بنائے گئے تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب خط ملط ہو چکے ہیں۔ ان میں بعض شرفا بہت اچھے لوگ بھی ہیں مگر اس ارزال طبقہ کا
اکثریت نے اس سواتی قوم کے اخلاق اور عہد معاہدہ اور صدق ایمانداری کو بہت بدنام کر دیا
ہے جس کا ذکر میجر ویلس نے گزیٹر ہزارہ میں قوم سواتی کو مجہول النسل اور غیر شرفا اور بداخلاقی
کے نتیجہ سے سب کو یکساں بُرا لکھا ہے۔

جب کہ پہلے مہتمم بندوبست ہزارہ میجر ویلس نے ان کی اخلاقی بدعہدی کو زوردار لفظوں
میں ذکر کر کے ان کی نسب و نسل پر بھی اعتراض کئے ہیں، مگر میری تحقیق یہ ہے کہ یہ لوگ بھی
پاک صاف بنی اسرائیل نسب سے ہیں۔ زبان تو ہر قوم جس ملک میں جائے فوراً دوسری نسل
اس ملک کی زبان سے لیتی ہے، مگر یہاں یہ ہوا کہ یہ قوم ساری کی ساری آ کر آباد ہو گئی۔ ساری
کی ساری قوم ملک بدر کر دی گئی۔ اس لئے ان کی زبان اپنی اور سوات کی پشتو قائم رہی مگر
پکھلی کی پشتو بھی ہندکو سے مخلوط ہے انگریز میجر ویلس لکھتا ہے کہ جدون قوم کے متفقہ کبراء
خوانین نے مجھ کو بتلایا کہ یہ ملک ہم کو خدا تعالےٰ نے سید شاہ مرتضیٰ کی برکت اور شمشیر کی
طاقت سے حاصل کرایا ہے۔ اس کی سرداری کا حصہ ملک سے ہم چوتھا حصہ ان کو دے چکے ہیں
۔ پھر بھی وہ ہمارے زعیم اور قائد اور پیشوا ہیں اور لہٰذا غلہ خرمن سے بھی ان کو کچھ حصہ ہمیشہ
دیتے رہیں گے۔

جس زمانہ میں سکھ حکومت نے ضلع ہزارہ پر تسلّط جمالیا۔ اس وقت اولاد سید علی علیہ
الرحمۃ میں سے مرکزی خاندان اور مسلّمہ پیشوائے خاندان سید ضامن شاہ نبیرہ سید بنیر سے
مسکن تبدیل کر کے دریائے سندھ کر مغربی کنارے پر کیا۔ و کبل کی سرحد میں بمقام ستھانہ
سکونت اختیار کر کے یہ خاندان ہزارہ کے متصل قیام پذیر ہو چکا ہے۔ اور سکھ حکومت کے مقابلہ
پر بھی یہی خاندان سینہ سپر ہوا تھا۔ تمام ضلع ہزارہ میں تین مرتبہ اس کے خوانین کو جلاوطنی اور خانہ
کوچی کی مصیبت پیش آئی اور سب کے سب قبائل و اقوام کے خوانین کے لئے دارالہجرت
صرف ستھانہ اور سادات ستھانہ ہی رہے جس کا ذکر مفصل آگے آتا ہے، مگر یہاں چونکہ جدون
قوم سکنائے اورش ضلع ہزارہ کا ذکر آ گیا ہے اس ضمن میں لکھا گیا کہ ستھانہ ایسی جگہ واقعہ ہے
جہاں ان جدونوں کے بھائی مذکورہ بالا گدون جو اتمان زیوں نے آباد کئے تھے، ان کا لشکر اس
زمانہ میں بارہ ہزار نفری شمار ہوتا تھا، اور وہ ہر وقت اور ہر حال میں ستھانہ کا پشتی بان اور فوج

... مگر جب بھی قائد اور زعیم ستھانہ نے سکھ حکومت کے مقابلہ کا ارادہ کیا اور اورش کے
... اشارہ کیا۔ ان لوگوں نے نہایت سخت سخت جنگیں سکھوں سے کی ہیں۔ جن کی تفصیل
... ے گی اور یہ قوم جدون اورش کے اب تک مسلمانی وضع کے پابند اور افغانی رواجوں پر
... ہیں۔ باوجودیکہ ایک سو سال سے انگریزی چھاؤنی ایبٹ آباد بہت بڑی ان میں ہے
... نے وضع نہیں بدلی۔ انسانوں کے ساتھ روحانی کے وہ دشمن نفس و شیطان جب لگے
... ہیں تو خواہ کوئی عمل کتنا ہی نیک نیتی اور نیک ارادہ پر ابتداء سے شروع کیا جائے۔ آگے
... نفس و شیطان کی مداخلت اس کام میں افراط تفریط پیدا کر کے بدعات کے رنگ
... رنگوا دیتی ہے اور ایسا ہی احوال اس بزرگ اور مسلم راہنما اور فاتح اسلام خاندان کے
... کاغان میں ہوا، سادات اولاد سید جلال الدین فاتح املاک پکھلی و متروکات اتراک کی
... میں سادات کاغان میں سے سید ضامن شاہ نے بشمول سرشتہ سادات ستھانہ خاندان
... مجاہدین ہندی سکھوں سے جنگ کا سلسلہ جاری رکھا تھا جس کا ذکر آگے آوے گا۔ اور
... اولاد سید شاہ مرتضیٰ میں بھی صرف ایک صفت مہمان نوازی و سخاوت کی مشہور تھی، جس
... کاغان نے جائدادیں فروخت کر کے بے نام و نشان ہو بیٹھے، مگر وہ خاندان یعنی سید
... مسند نشین مرکزی بنیر کی اولاد اکبر اور عظماء سے اب تک بفضلہٖ تعالےٰ خالی نہیں رہی
... بابرکت نسل کے اندر ایسے باخدا لوگ ہو گزرے ہیں جنہوں نے قبضہ شدہ ریاستیں اور
... کفار سلاطین کی حکومت قبول نہ کر کے چھوڑ دیں۔ اور اپنی موروثی امارت و ریاستیں جہاد
... اللہ میں قربان کر دیں جن کا ذکر اس کتاب میں مفصل انشاء اللہ تعالےٰ آئے گا۔

دوئم خاندان سادات کوتنڑ اولاد سید جمال الدین بن سید عبدالوہاب بھی علماء اولیاء و کبراء
... سے خالی نہ رہا۔ جن میں سے سید جمال الدین افغانی ایک عالم حال ہی میں گزرے
... اولاد سید جلال وغیرہ میں بجز سید ضامن شاہ کاغان کے، افسوس ہے اب وہ جوہر بالکل
... ہے۔ مجھ کو جو صحیح حالات ملے میں نے لکھ دیئے۔ اگرچہ میری تشنگی مکمل حالات نہ ملنے
... نہ سکی، مگر ایک خاکہ جس کے نشانات و اثرات اس زمانہ تک موجود ہیں پیش کر دیا ہے۔
... مسلّم ہے کہ حضرت سید علی ترمذی علیہ الرحمۃ کے وقت سے مرکزی خاندان کو اور ہر ایک
... بہ وصلہ اس خاندان کے فرد کو جس جگہ بھی تھا، اُس نے اپنے آبائی پیشہ اور فرض کو ہاتھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں لیا ہے۔ اگر ایک طرف قبائل افغانیہ کی متفقہ طور پر اس کے ساتھ اطاعت اور
سلسلہ اور فوجی قربانیوں میں جان نثاری قائم رہی ہے تو دوسری جانب خداوند کریم کی
نے ان کو آسمان عظمت کے ستارے بنا کر دنیا میں روشن کئے رکھا ہے۔ اسی بزرگ نسل
ہونے کا فخر خود حقیر انسان کو بھی حاصل ہے اور اپنی پُر انقلاب زندگی میں بہت مدو جزر
ہوں مگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور ایک خاص امداد اور حفاظت بھی شامل حال پاتا رہا ہوں۔
مجید میں ایک وعدہ خداوندی ہے کہ جو خالص میرے لئے صداقت سے ایمان کے اعمال
نہیں جاتے یعنی نیکوں کی اولاد پر آباء کے انعام کے اثرات مرتب ہوا کرتے ہیں۔

سیّد جمال الدین افغانی علیہ الرحمتہ کے آباء سلسلہ کا ذکر

اولادِ سیّد مسعود صاحب کا ذکر تو خود موضوع کتاب ہے۔ کسی قدر ذکر اولادِ سیّد جمال الد
عبدالوہاب کا ضروری ہے۔ جو وادی کنڑ کے مالک ہوئے اور جن میں ہمیشہ سلاطین کا
لڑکیاں بطور تبرک ان کو بیاہ کر دیتے رہے تھے اور دولت شریک رہنے کی وجہ سے تمام افغا
کے اقوام وقبائل پر ان کو ایسا ہی اثر اور اقتدار حاصل رہا ہے جیسا اولادِ سید مسعود کو یوسف
اوطان میں اور جیسا اولادِ سیّد حسن و سید قاسم علیہم الرحمہ کے اپنے اپنے دائرہ ہائے اقتدا
حاصل تھا، مگر سادات کنڑ کا اقتدار اس وجہ سے کہ ایک اسلامی سلطنت ان کی قدر د
بڑھاتی رہی، سوات میں بہت زیادہ رفیع قائم رہا۔ ان میں حدود چترال سے لے کر ضلع
تک تمام وادی کنڑ پر خود مختارانہ فرمانروائی حاصل رہی اور بادشاہ کابل کے ساتھ کبھی دو
رشتہ داری اور کبھی ہمسری کا رنگ قائم رہا اور ان میں بڑے عالم لائق اور عقل مند اور
مشائخ مانندِ حضرت سید عباس اور مانندِ سید جلال الدین شیخ الاسلام گزرے ہیں اور میرے
کے عہد میں بابو خان جن کا نام غالباً سید علاؤ الدین تھا۔ بادشاہ کنڑ کا فرمانروا تھا۔
عبدالرحمٰن کی مخالفت کے وقت سید محمود شاہ بادشاہ حکومت برطانیہ کے زیر اثر آ گیا جس کو
دو ہزار وظیفہ برٹش گورنمنٹ سے ملتا رہا۔ امیر حبیب اللہ خان نے مسند نشین ہو کر سید محمو
بادشاہ کو جن کا قیام حسن ابدال میں تھا، نہایت سے واپس بلا کر سُرخ رو زمین میں قائد

بیٹے تھے اور سید غلام بادشاہ ایک بڑا محترم حاکم کنڑ سلام پور میں عہد عبدالرحمان میں تھا
بادشاہ میر صاحب جان جواخون زادہ صاحب ہڈا کا سجادہ نشین بھی تھا اور سادات کنڑ کا
کا عہد امان اللہ خانی میں بعد از حج شیخ پاچا کا انتقال ہوا ہے۔ الغرض سادات کنڑ
واکرام اہلِ افغانستان سے مخفی نہیں اور اگرچہ بوجہ سلطنت ہونے کے ان سادات کنڑ
اقتدارِ علی کے جوہر دکھانے کا موقعہ اور فتوحات اور مقابلہ با کفار اور توسیع مملکت کا موقعہ
ان کی طرف نہیں ملا مگر آبائی ورثہ کا جہاد انہوں نے لال کا فران گمبیر و کٹار کے ساتھ
جاری رکھا اور طبعاً ان کے اندر جس قدر جرات اور بسالت اور جلالیت ہے، وہ ان کے
اندر بطور نشان امتیازی شامل ہے۔

اب میں نے بعض مورخین ایران و عرب کی تصانیف میں سیّد جلال الدین افغانی علیہ
اخلاق و عادات کا حُلیہ اور تصویر دیکھی تو ہر ایک نے یہ لکھا تھا کہ تبحر علم اور وسعت
اور غیر معمولی ذکاوت اور حُب اسلام و اصلاح مسلمین کے جذبہ سے لبریز مزاج کے
خاص خاص موقعوں پر ان پر جلال غالب ہو کر رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور دشمنان اسلام و
اصلاح کو موت کے گھاٹ اتارنے کی تدبیر میں بھی کمی اور پروانہ کرتے تھے۔ تو مجھ کو
تمام نسل کی عادات واخلاق کا پورا نقشہ ان کے اندر نظر آ جاتا ہے۔

یہی وہ جوہر ہے جو سید علی کرم اللہ وجہہ کے لئے اسد اللہ الغالب لقب حاصل ہونے کا
سبب ہوا ہے اور حضرت سید الشہداء شہید کربلا کو ایک فاسق کے آگے سر جھکا کر اسلامی
لڑنے کے ارتکاب سے مانع ہو کر اپنا سب کچھ قربان اور فنا کر دینا آسان معلوم ہو گیا
کو پسند کر کے لومڑی کی پنجاہ سالہ زندگی پر چند ساعت کی شیرانہ زندگی اور مردانہ موت کو
دی تھی۔

سید جمال الدین افغانی کی نسبت اہلِ ایران کا دعویٰ ہے کہ وہ ایرانی تھا، خواہ اس قدر
ہو کہ وہ ایران میں ہی شاید اور اسد آباد میں تولد ہوا تب بھی اس کا اپنے آپ کو افغانی
لقب سے ملقب کرنا اور افغانستان کی سلطنت میں بحیثیت رکن اور وزیر سلطنت ہو کر سالہا
رہنا ایرانیت سے اس کو باہر کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا فخر جن اجداد کرام پر تھا وہ سب
افغانستان محکوم و افغانستان آزاد کے مسلمہ قائد اور زعیم اور حکام روحانی وجسمانی رہے تھے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

خواہ وہ ایران میں تولد ہوا ہو، جیسا سید جلال فاتح پکھلی کے بیٹے حدود کشمیر میں دختر
ترک سے تولد ہوئے تھے۔ مگر ان کی نُصرت اور پُشتی بانی بونیر و سوات میں تھی،
خاندان کا مرکز تھا۔ ایسا ہی ممکن ہے کہ سید جلال الدین کا باپ یا دادا اسد آباد گیا ہو۔ یہ
ہے کہ، دولتِ ایران میں ان کو بڑے مراتب حاصل ہوں، مگر سید جلال الدین جس عہد
ہوا وہ حریت کا طلبگار اور حریت کا علم بردار تھا جس کو اپنی طبعیت کے مواقق آب و ہوا اور آ
اور آزاد پسندی افغانی ملکوں میں ہی اندر نظر آئی ہو، جو اس کے آبائے کرام کی مساعی
اصلاح یافتہ اور تازہ ایمان مملکت تھی کُل شے یرجع الی اصلہ اس نے اپنے اصل کے نام
نسل کے وظیفہ حیات اپنے پیشواؤں کا عمل احیاء ملت و استیصال کفر و فسق کے اعمال
لئے وظیفہ حیات مقرر کر لیا۔ وہ خوش نصیب تھا کہ دنیا کے وسیع میدان عمل میں نکل
ہوا۔ گو زمانہ نے اس کی مساعدت نہ کی اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہی نہ ہوا پھر
کے جوہر دنیائے اسلام پر کُھل گئے۔

میں بلا مبالغہ و بلا قوم ستائی کے کہتا ہوں اور اس کتاب میں آئندہ حالات جو اگر
مخالف مصنفوں نے اس خاندان گرامی کے بزرگوں کے بارے میں لکھے ہیں ناظرین
ملاحظہ کریں گے کہ سینکڑوں اور بیسوں جمال الدین اس نسل میں ہو گزرے ہیں جو ایک گو
نامعلوم میں مانند قیمتی الماس اور لعلوں کے جو پہاڑی پتھروں کے نیچے دبے پڑے رہے
ایسے ہی گمنام اور نامعلوم حالت میں دنیا سے چلے گئے۔

دوئم یہ ملک کی تربیت اور فضا کا اثر بھی ہر باشندہ ملک پر ہوتا ہے۔ لہٰذا
افغانوں میں خانہ جنگی برادر کشی اور قتال داخلی تھی تو اس نسل کے افراد نے بھی وہی بُر
اکثر اختیار کر لئے۔ لیکن یہ امتیاز ابتداء سے آج تک قائم ہے کہ افغانوں سے ان سادات
ہر قسم بہادری، دیانت، سخاوت اور جان نثاری ارقتالی سفا کی وغیرہ کے جوہر اگر وہ چندے
نمایاں طور پر دو چند سے کم ہرگز نہیں، مگر ان میں سے ایک آدھ دیندارانہ عالی اخلاق میں
کبھی نمودار ہو جایا کرتا ہے۔ میں نے ایک ایرانی آقائے میرزا لطف اللہ خان اسد آبادی
تالیف اور اس کے فرزند میرزا صفات اللہ اسد آبادی کی جمع کردہ کتاب مقالات جمالی
رسالہ کو دیکھا جس میں مولف کا دعویٰ ہے کہ میرزا لطف اللہ اسد آبادی حقیقی خواہر زادہ

جمال الدین افغانی کا تھا، اور وہ لکھتا ہے کہ میرا ماموں موصوف اسد آباد میں ماہ شعبان
۱۲۵۴ھ میں تولد ہوا۔ والد کا نام سید صفدر تھا، جس کا والد سید علی بن سید رضی الدین جس کا
لقب شیخ الاسلام تھا۔ بن سید زین الدین۔ ہر نام کے ساتھ لقب حسینی لکھا ہے۔ (جو اس
خاندان گرامی والوں کا شعار ہے) اور قاضی بھی ساتھ لکھا ہے۔ بن سید ظہیر الدین شیخ الاسلام
بن سید اصیل الدین شیخ الاسلام اور ان کے جدِ اکبر کا نام سید جلال الدین جس کو جلالۃ الدولۃ
والدین کر کے لکھا ہے۔ اس سے آگے نسب نامہ بند کر دیا ہے۔ مگر دعوی یہ گیا ہے کہ یہ نسب
نامہ فرضی ہے اور یہ بزرگوار ۶۷۳ھ سے اسد آباد کے رہنے والے محلہ سیّداں میں رہتے تھے۔
یہ تاویل بدیہیات اغلاط میں سے اس لئے ہے کہ سید سے آٹھ یا نو پشت ہرگز ۶۷۲ ہجری کو
نہیں پہنچ سکتیں، بلکہ صرف ۱۰۰۰ھ یا ۱۰۲۱ ہجری جو زمانہ سید مسعود جلال سید جمال پسران سید
عبدالوہاب کا تھا اور لکھا ہوا نسب نامہ بھی فرضی ہے اور والدۂ سید جلال الدین کا سکینہ بنت سید
شریف الدین حسینی جو اسی نسل سے تھی بتلایا ہے، مگر با ایں ہمہ مصنف موصوف نہایت تعجب سے
لکھتا ہے کہ وجہ اور اصلیت معلوم نہ ہو سکی کہ اس نے کیوں اپنے آپ کو افغانی ہونا مشہور کیا پھر
ناروا تاویلیں کرتا ہے۔ اور جب وہ پہلے سفر عراق و مقامات مقدسہ سے واپس آیا تو اسد آباد
صرف تین دن رہ کر افغانستان چلا گیا ہر چند والد و والدہ روکتے تھے مگر وہ نہ رکا۔ اپنے متعلق لکھا
ہے کہ میں بچہ تھا کہ گود میں بٹھا کر پیار کیا وغیرہ

سید جمال الدین کا سادات کنڑ اولاد پیر بابا ان کی اپنی تصنیف اور قاضی محمد عبداللہ کی
تشریح ایسی ہے جو محتاج تاویل نہیں اور نا قابل تردید ہیں اور اول انکا لقب افغانی دوئم از اولاد
سید علی ترمذی۔ افغانستان میں سید علی ترمذی ہی غوث بونیر ہے اور جامع ترمذی کا مصنف نہ علی
نام ہے نہ حسینی سید ہے۔ تیسری دلیل میری ہے کہ آگے شجرہ نسب میں اس کے آباء کی پوری
پوری میرے والد اور چچا شہزادہ مبارک شاہ سے برابر ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ ہم اس جھگڑے
میں پڑیں کہ ولادت ممدوح کی ایرانی ہے یا افغانی۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ جس طرح سادات
کاغان کی ولادت سرحد کشمیر میں ہو کر بھی اگر انکا کوئی معروف قابل فرد بونیر سوات میں ظاہر ہو
کر اپنے آپ کو افغانی کہے تو وہ فی الحقیقت افغانی ہے اور تسلیم کیا جائیگا میں نے بذات خود ضلع
ہزارہ کے متصل پیدا ہو کر ہندوستان میں نشو و نما پایا اور ریاست امب میں جو ضلع ہزارہ کی ہند کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

زبان بولتے اور خود کو غیر افغانی تنول کہتے ہیں اور ان میں پرورش پائی۔ مگر مجھ کو کیوں بونیر اور
سوات کے تمام قبائل نے اپنا پیشوا فرمانروا اور افغانوں کا اسی قدیم نسل کی وراثت پر بادشاہ تسلیم
کیا تھا۔ مجھ کو سید جمال الدین علیہ الرحمہ کے ایرانیت اور افغانیت کے بحث پر تعجب اس لئے
نہیں تھا کہ ہمیشہ ایسی شخصیتیں جو بین الاقوامی حیثیت حاصل کر لیتی ہیں انکی نسبت بمصداق آیہ
کریم: سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ ط۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا کرتا
ہے اور اقوام و قبائل ان کو اپنی طرف کھینچتے اور اپنانے کی کوشش کرتے ہیں سلاطین ان کو اپنی
نسب شریکی کے طریقوں سے اپنے خاندان میں ضم کرنا چاہتے۔ جیسا سید افغانی علیہ الرحمہ کے
نسبت ان کے حالات میں لکھا ہے کہ سلطان روم عبدالمجید خان ثانی نے بھی یہی خواہش کی تھی
کہ قصر سلطانی و خاندان شاہی میں سے کسی مستورہ معصومہ کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا جائے
لیکن آپ نے متاہل ہونے سے احتراز و انکار کا اظہار اس لئے کیا کہ آپ کی زندگی جہانیاں
جہاں گشت کی تھی۔ ملت اسلامی کی خیر جوئی میں آپ ہمیشہ دنیا کے ربع سکون میں پھرتے رہے
اور حکم شرعی سے یہ امر متجاوز ہوتا کہ نکاح کی بی بی کو پابند کر کے خود اس کی خبر گیری سے بے نیاز
جہاں گردی میں مصروف ہو جاتے۔ ایسا ہی سید علی ترمذی کو یوسف زئیوں نے نکاح کرا کر اپنے
ملک کا باشندہ بنا لیا، مگر سید کا نسبی معاملہ اس قدر روشن اور واضح ہے کہ جس کا چھپانا مغالطہ اس
میں پڑنا ناممکن ہے۔ اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ان کی وفات کو صرف ۴۰ سال گزر رہے ہیں کہ اور
عظیم المرتبت ان کا خاندان اب بھی وادی کونڑ اور بونیر و سوات میں ہزارہا نفوس پر مشتمل موجود
ہے جو سلاطین کابل کے تعلقداران رشتہ شریک مانند سید محمود شاہ پاشا مذکور کے اور میر صاحب
جان شیخ پاشا مذکور کے ہوئے ہیں اور وادی کونڑ میں سادات کی آبادی دو جگہ ہے ایک گاؤں
سادات کا موضع پشت ہے جو سید مصطفےٰ بن سید علی ترمذی کا مدفن گاؤں ہے جس کے متصل دوسرا
محلہ سادات کا سید آباد نام اب بھی موجود ہے جس کو ایران کا اسد آباد بنا لیا گیا ہے۔ دوسرا
مستقر سادات کا کونڑ کے جنوب مغرب میں سلام پور نام ہے جس میں میر صاحب خان شیخ پاشا
کے خاندان کی شاخ مقیم ہے چونکہ پشت والا خاندان فرمانروائے ملک تھا صافی قبیلہ نہایت
زبردست افغان کا لشکر ان کا ماتحت تھا امرائے کابل کے زیر حکومت یہ لوگ پورے محکوم نہ تھے
بلکہ برابری کا درجہ رکھتے تھے جب ہی تو سید محمود پاشا کے ساتھ امیر دوست محمد خان نے رشتہ دی

ت پیدا کی تھی، سید محمود پاشا کا ویران شدہ قلعہ اب بھی پشت میں موجود ہے جس کو اس
لوگ عقلِ تمام قلعہ کہتے ہیں اور اسی پشت کے مرکز کے داخلی کا ایک محلہ کا نام سید آباد
ں میں سید افغانی کی ولادت ہوئی مگر ان کے والد کو سید محمود پاشا کی طرح امرائے کابل
ار جلا وطن کر کے کابل لے گئے۔ اب یہ امر نہ تو ناممکن ہے نہ بعید العقل کو جب اپنے
ضبط ہو جائیں اور شاہی کے مورد ہوئے تو سید صفدر ایران نہ گئے ہوں یا وہاں کے
ں سے رشتے نہ کئے ہوں بہت ممکن ہے کہ سید افغانی کی بہن اسد آباد و ایران میں بیاہ دی
ں سے میرزا لطف اللہ پیدا ہوئے ہوں مگر لطف اللہ کو ایک ضد ہے کہ وہ سید کو خواہ مخواہ
ی الاصل بنانے میں بڑی بڑی تاریخی اور واضح غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس کی
ں کی وضاحت میری اس کتاب کا شجرہ نسب نہایت خوبی سے کر دیتا ہے۔ مثلاً لطف اللہ
ا ہے کہ سید جمال الدین کا والد سید صفدر، اس کا والد سید علی اور اس کا والد سید رضی الدین
کا لقب شیخ الاسلام لکھا ہے اور یہ لقب بھی سید علی ترمذی یا اس کی والاد کے علماء مشائخ کا
ہے) اور اس کا والد سید زین الدین چشتی اس کا والد ظہیر الدین اس کا والد اصیل الدین
ں تک سات پشت مسلسل لکھ کر آگے مجملاً کہ ان سب کا دور پشت جد اکبر سید جلال الدین
جس کو جلال الدولہ والدین کر کے لکھا ہے اور اس قدر لکھ کر نسب نامہ بند کر دیا ہے مگر سید
لال الدین کے نسبت اصل کے نام پر اپنی نسل کے وظیفہ حیات اپنے پیشواؤں کا عمل احیاء
و استیصال کفر و فسق کے اعمال کو اپنے لئے وظیفہ حیات مقرر کر لیا اور وہ خوش نصیب تھا کہ
کے وسیع میدان عمل میں نکل کھڑا ہوا گو کہ زمانہ نے ساتھ نہ دیا اور وہ اپنے ارادوں
ں کامیاب نہ ہو سکا مگر اس کے جوہر دنیائے اسلام پر کھل گئے ہیں۔ بلا مبالغہ و بلا قوم پرستی
تا ہوں اور اس کتاب میں آئندہ حالات جو انگریزوں اور مخالف مصنفوں نے اس خاندان
ای کے بزرگوں کے بارے میں لکھے ہیں ناظرین خود ملاحظہ کریں گے کہ سینکڑوں اور
وں جمال الدین اس نسل میں ہو گزرے ہیں جو ایک گوشہ نامعلوم میں مانند قیمتی الماس اور
لعلوں کے جو پہاڑی پتھروں کے نیچے دبے پڑے رہے ہوں ایسے ہی گمنام اور نامعلوم ہی اس
ا سے چلے گئے۔ دوئم یہ کہ ملک کی تربیت اور فضا کا اثر بھی ہر باشندۂ ملک پر ہوتا ہے لہٰذا
ب افغانوں میں خانہ جنگی برادر کشی اور قتالی داخل تھی تو اس نسل کے افراد نے بھی وہی بڑے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعمال کیوں اختیار کر لئے لیکن یہ امتیاز ابتدا سے آج تک قائم ہے کہ افغانوں سے ان سادات میں ہر قسم بہادری دیانت، سخاوت اور جان نثاری اور سخا کی وغیرہ کے جوہر اگر دہ ہوں تو نمایاں طور پر دو چند سے ہرگز کم نہیں۔ میں ایک ایرانی آقائے میرزا لطف اللہ خان اسد آبادی کی تالیف اور اس کے فرزند میرزا صفات اللہ اسد آبادی کی جمع کردہ کتاب مقالات جمالی نام رسالہ کو دیکھا جس میں مولف کا دعویٰ ہے کہ میرزا لطف اللہ اسد آبادی تھی حقیقی ہمشیرہ زادہ سید جمال الدین۔

الغرض بوجہ بعد مملکت دور کے لوگ اس سلسلہ سے تو بے خبر ہیں، مگر افغانستان میں اہل علم اس حقیقت سے آگاہ ہیں۔ ایسا ہی جو مغالطہ قاضی محمد عبدہ کو سید علی ترمذیؒ کے نام سے ہے کہ وہ صاحب مصنف جامع ترمذیؒ ہے اور اس بارے میں نہ تو سید افغانیؒ کی طرف ایسی فاش بے علمی منسوب کی جا سکتی ہے اور نہ ہی قاضی عبدہ کی طرف کہ وہ علم حدیث کے ان امام مصنفین کے نام تک اور نسب تک سے بے خبر تھے کہ مصنف جامع ترمذی کو جس کا نام محمد بن عیسیٰ ہے جس کو ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ حافظ لکھا ہوا ہے۔

اس کا نام اپنے آپ سے صرف لفظ ترمذی کتاب کا نام سُن کر ترمذی کا مصنف اور سید اور علی حسینی لکھ ماریں۔ حالانکہ نہ وہ حسینی ہے نہ سید ہے نہ علی نام ہے نہ اس کے بیٹے کا نام علی نہ باپ کا نام علی کوئی مناسبت ہی مصنف ترمذی کو سید علی ترمذی کے ساتھ ہرگز نہیں۔ مگر ... میں کسی نے میرزا لطف اللہ کے مانند یہ غلطی ہی کر دی۔ میں نے ایک جید عالم سے سنا ہے کہ یہ غلطی جرجی زیدان ایک مسیحی عالم سے ہوئی ہے اور قرین قیاس ہے کہ ایسا ہی ہوا ہوا کیونکہ مسلمان عالم تو ایسی غلطی ایک درسی کتاب کے مصنف کے نسبت میں نہیں کر سکتا۔

ثابت یہ ہوتا ہے کہ لطف اللہ سات پشت سادات کنڑ کی باقاعدہ شمار کر کے جو ۱۰۰۰ ہجری تک پھر سید علی ترمذی کی روایت سے چھلانگ لگا کر ایک دم ۶۰۰ ہجری میں سید جلال گنج العلم کو جو اسی نسل کے بزرگ تھے، جا پہنچتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سید افغانی کا ساتواں جد سید جلال گنج العلم سید جمال الدین ان کا بیٹا تھا، تو سید عبدالوہاب بن سید مصطفٰے بن سید علی ترمذی کا فرزند ہوگا۔ اور سید افغانی کا مذہباً سنی ہونا اور امیر افغانستان کی وہ نسل میں وزیر ہونا، بجز اعاظمین وطن سے ہونے کے کوئی اور توجیہ نہیں ہو سکتی۔

میرزا لطف اللہ نے مقالات جمالی میں مذکورہ غلطیوں سے بڑھ کر ایک غلطی کا ارتکاب کیا ہے کہ سید صاحب کے خط کا عکس ایک جگہ دیا ہے۔ جس کی طرز تحریر کابلی طرز تحریر ہے، مگر ایک عربی شعر لکھ کر دستخط کے علاوہ لکھا ہے کہ یہ شعر خود سید کا تصنیف کردہ ہے حالانکہ وہ ایک عربی شعر یزید بن معاویہ قاتل اہل بیت کا ہے جو حسب ذیل ہے۔

انا المسموم ماعندی بتریاق ولاراق

اور کائساً ونا ولہا الایا ایھا الساقی

لطف اللہ کے بیان کا اعتماد اسی شعر سے صاف ظاہر ہے یہی احوال سید جمال الدین کے متعلق ممکن ہے کہ اس کا خود والد ایام جلاوطنی میں کونٹر سے اسد آباد جا کر سکونت اختیار کر لی ہو، مگر اپنا خاندان سادات کنڑ سے اس کا سلسلہ منقطع نہ ہوا ہو اور سلاطین افغانستان بھی ان کو اکابر سادات کنڑ میں سے ہی یقیناً جانتے پہچانتے ہوں، مگر سید کی ولادت ایران میں ہوئی ہو، بعد ... وقہم داری اپنے ملک میں آ گیا ہو اور افغانی بنتا اور ہنا اس کو پسند آیا، سید کا مذہب اہل سنت تھا، مگر ایسا ہی جس طرح میرے اجداد کا گزرا کہ اندرونی اختلاف مذاہب اسلامی کے ... پر وہ صرف اسلام کے نام سے ہر ایک کے ساتھ یک دل درست رہے، اختلاف میں خود ... نہ اختلاف اندرونی میں کوئی حصہ لیا۔ ہر ایک کے دوست رہے۔

اب ذرا شجرہ نسب پر بھی غور لازم ہے کہ مصنف مقالات جمالیہ آپ کے شجرہ نسب کو صرف سید جلال الدین تک جس کو شیخ الاسلام وغیرہ کے ساتھ لکھ کر آگے نہیں بڑھتا، حالانکہ اسی کے بھائی حضرت سید جلال الدین کا حقیقی بھائی سید جمال الدین شیخ الاسلام الحسینی ہے جو سید عبدالوہاب کا فرزند، سید مصطفٰے کا پوتا سید علی ترمذی کا پڑپوتا تقسیم میں وادی کونٹر کا مالک بنایا گیا تھا، پھر سید جلال فاتح پکھلی وغیرہ ذی القاب العدیدہ اور چھوٹا سید جمال الدین جس کے نام پر اولاد در اولاد کے ممبر تک نام ہم ردیف نام چلے گئے ہیں۔ اور خواہ سید جمال الدین کا نام اہل کنڑ کے سادات کے مورث اعلیٰ سید جمال الدین کے نام رکھا گیا ہو اس کے علاوہ قاضی محمد عبدہ پیشوائے اہل مصر جو سید جمال الدین کی شاگردی اور مریدی پر مفتخر تھا آپ کی کتاب تاریخ اولی افغانستان کے دیباچہ میں آپ کو افغانستان کا اور سادات کنڑ سے ہونے کا اور اولاد سید علی ترمذیؒ سے ہونے کا یقین دلاتا ہے، مگر ایک غلطی ان سے پھر اور درمیان میں یہ ہو جاتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے کہ سید علی ترمذی کو وہ لوگ نہیں پہچان سکتے، جس کا تصویر میں نے اس کتاب کے پہلے
میں لکھ دی ہے اور وہ اس نام سے ہی ملحقہ ملکوں کے اولیاء مشائخ میں اور علماء و سلاطین
قبائل و اقوام و حکومتوں میں مشہور گزرے ہیں اور کوئی سید علی ترمذی نہیں بجز اس امیر
مرزا سیّد قمر علی کے بیٹے سید علی ترمذیؒ کے مگر اس کے غلطی سے صاحب اور مصنف جامع
سید علی لکھا ہے۔

دوسری کا مصنف نہ علی ہے اور نہ وہ ہی سید ہے، نہ وہ حسینی ہے، اگر ہم یہ بھی مان
کہ یہ سید جلال بڑے سیّد جلال الدین کا بھتیجا اور فرزند سید جمال کا ہو گا تو کیا
ہے۔ مگر میری تحقیق یہ ہے کہ سید جمال الدین افغانی میرے بڑے چچا شہزادہ سید مبارک
عمر اور میرے والد سے دو چار سال بڑا تھا، جس کی ولادت ۱۸۳۵ء یا ۱۸۳۹ء بتلائی جاتی
اور والد صاحب کی ولادت ۱۸۴۲ء میں ہوئی اور چچا شہزادہ مبارک شاہ کی ولادت
۱۸۳۹ء میں ہوئی تو سید صاحب اسی پشت کے ہمسر تھے اور میرا چچا اور والد سید علی ترمذی
بعد، ان سے لے کر گیارہویں شخص تھے، اور سید جمال الدین بھی اسی شجرہ نسب کی رو
گیارہویں شخص ہیں، جو سید علی ترمذی کے بعد بشمول جد گیارہویں پورے ہوتے ہیں۔
شجرہ نسب سے مدلل ہو جائے گا، اگر بارہویں شخص ثابت ہو جائیں اور سید جلال شیخ الاسلام
حال نام لکھ کر جس کا والد سید جمال فرزند سید عبد الوہاب ثابت ہو تو بھی بعید نہیں۔ ایک بھائی
کے بیٹے دوسرے کے پوتوں سے عمر میں کم ہو جایا کرتے ہیں۔ بارہ اور گیارہ پشت کا فاصلہ
ایک نسل کا بڑھ جانا بعید نہیں۔ دراصل سید جلال جدّ اعظم کا نام لطف اللہ نے ۶۷۳ ہجری میں
ہونا لکھا ہے، وہ سید جلال گنج العلم کا اشارہ کرتا ہے۔ اس طور سے وہ اصیل الدین کا والد جمال
الدین ہے۔

فصل سوئم

شجرۂ انساب حضرت سید علی ترمذیؒ

ساتھ دی گئی ہے
ادا کا مذکورہ ہے اور تطبیق ہر ایک کے عہد کی سلاطین ہند کے ایام کے
ت علی ترمذی قدس سرہٗ کے عہد مبارک سے لے کر اس وقت تک کا نسب نامہ صحیح اس
اب میں درج ہے۔ مگر افسوس اس پر ہے کہ بزرگانِ سلسلہ کے حالات کا مفصل ذخیرہ مجھ کو
اب نہ ہو سکا۔ جس کی متعدد وجوہات میں سے سکونت گاہوں کی تبدیلیاں اور خصوصاً
خاندان کے تمام تبرکات و تمسکات و خزائین و فائین کی سیلاب بُرد کرنے والا حادثہ
۱۸..ء میں دریائے سندھ کا سیلاب عظیم تھا جو شہر تھانہ کی زمین بنیاد سے تیرہ گز بلند اٹھا کر
لے گیا اور ایک تنکا بھی گھر کے اموال سے نہ نکالا جا سکا، مجھے گھر کی مستورات اور اپنی
دادی سے روایت پہنچی کہ میرے دادا کی والدہ ماجدہ جدہ اعظمہ کے پاس دیگر خزائین کے علاوہ
ان سیر وزن شدہ جواہرات اور مروارید بھی تھے، جن کو ملک کی بے امنیوں کی وجہ سے زمین
میں مدفون رکھا ہوا تھا۔ دریا کا سیلاب ایسا ناگہانی آیا کہ وہ جواہرات اور مروارید نہ نکالے جا
سکے۔ وادی نکالنا چاہتی تھی مگر ان کے فرزند سیّد اکبر بادشاہ سوات نے نہ ٹھہرنے دیا کہ دریا پہنچ
آیا تھا۔ اس طرح خاندانی معلومات کے کاغذات اور اسنادِ سلاطین ہند و کابل سب کچھ دریا بُرد
ہو گیا۔

پھر بدقسمتی سے خانہ جنگی واقعہ ہونے سے مجھ کو خاندانی مرد بزرگوں سے ملنے کا اتفاق
ہی نہ ہوا جو زبانی روایات اخذ کر لیتا۔ البتہ افغانی ممالک میں روایات کا صحیح یاد رکھا جانا ایک
عالی اور رواج ہے۔ اس طور سے جو حال مجھ تک پہنچ سکا وہ بھی اور بزرگانِ سلسلہ کے زمانہ
حیات اور اندازاً تعین عمر و ہم عہدی با زمانہ سلاطین دہلی کا ایک گوشوارہ اس جگہ شامل کر دینا بہتر
خیال کرتا ہوں اور میرا وہ مورثِ اعلیٰ جو مرکز بونیر سے مرکزیت کو تبدیل کر کے تھانہ میں لے
آیا اور سلاطین دہلی نے ہزارہ و پکھلی وغیرہ اس کو جاگیر دے دیا اور سلاطین افغانستان نے اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

جاگیر کو بہر حال رکھا۔ اس کے بعد جو اعظم امور اور واقعات و مہمات پیش آئے وال[illegible] معلومات قریباً مکمل مجھے حاصل ہیں جو آگے درج ہوں گی چونکہ جد بزرگوار حضرت سید [illegible] ترمذیؒ نے میدان پانی پت میں شہنشاہ بابر کی سلطان ابراہیم لودھی پر فتح یابی کے بعد ان [illegible] دنوں میں ترک تعلقات دنیوی کر کے طلب راہ مولا میں مجاہدات اختیار کئے تھے اور [illegible] واقعہ فتح سند ماہ اپریل ۱۵۲۶ء بمطابق ۹۳۲ھ میں ہوا تھا اور اس وقت حضرت جوان قوی [illegible] فوجی سپاہی پچیس یا اٹھائیس سال کی عمر کے قریب تھے۔ اس حساب سے آپ کی ولادت [illegible] ۱۵۰۰ء یا ۹۰۰ھ ہجری کے درمیان یعنی ہر دو صدیوں کے ابتدائی دو چار سالوں میں ہوئی [illegible] آپ کا مولد شہر قندز ملک ترکمان و بدخشان تھا۔ اور ۹۹۳ھ ہجری میں آپ نے [illegible] میں وفات پائی۔ اس حساب سے حضرت کی عمر کل دسویں صدی ہجری اور سولہویں صدی [illegible] پر حاوی تھی اور جو صدی سے چھ سات سال کم عمر تھی اس طرح ابتداء ان حالات کی جن تار[illegible] سے ہوئی وہ بھی معلوم ہے اور قریب ایام کی تاریخیں خود بوجہ قرب زمانہ معلوم ہیں۔ ان [illegible] مابین زمانہ کا حساب تخمینی اور قیاسی ہے جو ذیل میں درج ہے:

نام مورث	اندازاً سال پیدائش	اندازاً سال وفات	اندازاً عمر	مختصر حالات ہر ایک کے اور اس زمانہ کے سلاطین دہلی کے عہد کے ساتھ ان کی زندگی کے ایام کی مطابقت کا ذکر
قطب الاقطاب حضرت سید علی ترمذی قدس سرہ بن سید قمر علی سید احمد نور بن سید یوسف نور بن سید محمد نور بخش ترمذی قدس سرہ	۹۰۰ھ کے درمیان ۱۵۰۰ء میں چھ سال کا فرق ہے اسی عہد درمیانی میں ولادت حضرت ہوئی	۹۹۳ھ	۹۲ سال یا ۹۳ سال	حضرت نے نو عمری میں اپنے جدّ بزرگوار سید احمد نور بن سید یوسف نور سے قندز کے شہر میں سلسلہ کبرویہ و سلسلہ قادریہ کا اذن و ارشاد حاصل کیا۔ آپ کا والد امیر لشکر بہادر مرزا سید قمر علی شہنشاہ بابر کے ساتھ نسبت خواہرزادگی کی رکھتا تھا اور سلطانی اُمراء میں سے دنیا دار شخص تھا۔ حضرت سیّد علی نے شہنشاہ بابر کے ہندوستان پر حملہ اور فتح پانی پت کے بعد فوج سلطانی سے علیحدگی اختیار کر لی اور مناصب و اعزازات دنیا کو چھوڑ کر عبادات و مجاہدات اختیار کئے اور پچیس اٹھائیس سال کی عمر کے بعد سے زہد و عبادت و ریاضت سے خالی نہ تھی۔ تمام عمر عبادات و استغراق میں صرف کر دی اور ظاہر شریعت کی نہایت پابندی پر اقوام و قبائل تمام سرحدات و افغانستان کو قائم کر دینے میں کامیاب ہوئے۔ آپ حضرت شیخ سالار عطاء اللہ رومی اجمیری کے ماذون و مرید تھے، آپ کو اذن و ارشاد ۱۴ خانوادوں سے حاصل تھا۔ آپ کے فیض سے شمالی پنجاب اور افغانی قبائل اور کل کوہستانات کے کفار قدیم نے بواجبہ حاصل کیا۔ آپ کے جنازہ پر ایک صاحب والا کا صاحب شیخ رحمکار بنیر پہنچے تھے۔ آپ پچاس ساٹھ سالہ عمر میں بلکہ زائد میں یوسف زئی علاقوں میں آئے۔ پیران بے علم بے دانش و بے دین کے فریبانہ چالوں سے مسلمانوں کو خلاص کر کے شریعت کی پابندی اور اتباع سُنّت نبوی کی سلوک و عبادت میں مصروف کر دیا۔ چالیس سال اس ملک میں رہ کر شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کے مطابق سے اس کے اہل بزرگوں کو آگاہ کیا اور تمام عوام الناس کو مرید شریعت و پابند شریعت بنایا۔ آپ کی اولاد صرف ایک فرزند سید مصطفےٰ سے بہت کثیر تعداد پھیل گئی جو امراء و اولیاء اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

					حکام وقت ہوئے ہیں۔ آپ کا زمانہ عہد بابری سے لے کر ہمایوں و شیر شاہ وغیرہ ... تک تھا۔ شہنشاہ اکبر کے عہد میں انتقال فرمایا۔ آپ کا صحیح نسب ... حسینی اور اولاد سید جلال گنج العلم بخاری و سید شاہ ناصر خسرو ... عرف حیات المیر سے ملتا ہے۔ جن کا نسب امام دہم علی ... ہے، رضی اللہ عنہ
۲	سید مصطفیٰ بن سید علی ترمذی قدس سرہ	۹۷۳ھ ۱۵۶۳ء	۱۰۲۳ھ ۱۶۱۵ء	۵۰ سال	آپ حضرت سید علی قدس سرہٗ کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ ... سید عبداللہ پیدا شدہ بھائی فوت ہو چکے تھے۔ صرف آپ ... زیادہ اولاد ملکوں میں پھیلی ہے۔ آپ کے والد نے بڑھاپے ... میں قریب کی عمر میں شادی کی تھی، وہ بھی تمام قبیلہ یوسف زئی ... کرنے سے ملک دولت برکازئی کی ہمشیرہ بی بی مریم کو آپ کے ... میں لایا گیا تھا۔ ان کے عہد میں وادی کنڑ افغانستان میں تملیکا آپ کو ... تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہان وقت نے دیا تھا۔ سید مصطفیٰ زیادہ ... جگہ رہا کرتے تھے۔ بلکہ آپ کا مدفن پشت میں ہی کنڑ میں ہے۔ آ... کی زندگی میں ہی بڑا فرزند سید عبدالوہاب جو مادر زاد ولی اللہ تھا اور ... فراست اور کلام محاسن اسلامی کا جامع تھا۔ بنیر میں سوات کو ... میں امور جہاد کوہستانات میں قبائل کو مصروف کرا چکا تھا۔ اور ... سید مصطفیٰ اپنے والد کے مسند سجادہ اور کشف و کرامات کا صحیح وارث ... ۔ آپ کے تین فرزند ایک سے ایک علمی اور فضیلت کے زیور ... ایک آراستہ تھا۔ بڑے فرزند کو مرکز بنیر میں املاک تختہ بند اور وادی ... حصہ میں دی تھی اور سید قاسم کو جد بزرگوار یعنی اپنے والد کی مزار ... حفاظت اور مزار کے قرب و جوار اور صوات کے املاک دیئے ... آخری عمر کی ہمراہ سکونت دار اولاد ہوتا تھا اس پر محبت شفقت ... تر کر چھوٹے فرزند کو دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ باپ کی بھی والدین ... زیادہ ہوتی ہے۔ یہ تینوں بھائی خدا رسیدہ اور علم و تقویٰ کے اعلیٰ ... پر دادا کے صحیح جانشین تھے۔ بڑے بیٹے کا مدفن وسط بنیر میں ... شلبانڈی ہے۔ منجھلے سید قاسم کا اور سید حسن تیسرے فرزند کو ... رواج افغانی کہ باپ کا مدفن بالا سوات موضع پیر کلی میں ہے اور ...

					حسن کا مدفن سوات میں سیدو کے قریب ہے۔ سید قاسم کی اولاد سوات میں اور مزار جد بزرگوار پر اور سرسرداری کے سادات اور پرگنہ اورش ایبٹ آباد میں سید شاہ مرتضیٰ کی اولاد ہے جو سید قاسم کا پوتا تھا اور بالا سوات کی متعدد آبادیاں ان کی اولاد کی ہیں۔ بڑ ہشت نگر و بونیر و ہزارہ میں جا بجا ان کی اولاد صاحب املاک عزت ہے۔ سادات کیا رو چک میرہ و ہشت نگر وغیرہ سید قاسم کی اولاد میں کوہستانات سوات کی اقوام کفار کو آپ نے مسلمان کیا۔ سید حسن کی اولاد سوات میں اور سمہ اسماعیلیہ میں وزیدہ میں ہے مگر دیگر برادران سے اس کی اولاد کم ہے لیکن ممتاز صاحب عزت اور شرافت میں اور سید عبدالوہاب کی اولاد کا آگے ذکر آتا ہے۔ ان کی حیات کا زمانہ جوانی تک کا قبضہ شہنشاہ اکبر کے عہد میں باقی عہد جہانگیری کا تمام زمانہ ان کی زندگی کا زمانہ تھا ۔ آپ نے کنڑ میں انتقال کیا۔ اپنے والد سے ماذون تھے رضی اللہ عنہ۔ سید مصطفیٰ کے بڑے فرزند سید عبدالوہاب کے علاوہ جس کو منصب سجادہ امارت ہر دو حاصل تھے۔ حضرت سید قاسم و سید حسن دو فرزندان دیگر کی اولاد بھی اسی طرح صفات حسنہ اور برکات دینی و صفات شجاعت و سخاوت و حسن و دیانت سے متصف و مزین تھے اور ہر جگہ مالک املاک اور کثیر التعداد ہیں جنکا ذکر ضمناً گزر بھی ... کوہستانات سوات ہوشو کالام وغیرہ وغیرہ آپ کی جہادی مہم کے تحت داخل اسلام ہوئے ہیں جن کے آگے پیشرو جنرل اخوند ویزہ صاحب کا فرزند اخوند شہید تھا جس کا مزار موضع کانجو پرگنہ نیکپی خیل صوات میں ہے۔
	سید عبدالوہاب بن سید مصطفیٰ بن سید علی ترمذی قدس سرہٗ	۹۹۹ھ ۱۵۹۲ء حضرت کا زمانہ	۱۰۶۳ھ ۱۶۵۲ء حضرت کا زمانہ اور	۶۳ سال	سید عبدالوہاب مادر زاد ولی اللہ تھے۔ کہتے ہیں کہ اخوند سالاک صاحب کو آپ سے طفلی میں حصول فیض باطنی میں امداد ملی تھی اور ان صاحب کو تیغ و صاحب دیگ اصلی کہتے تھے کہ جہاد کفار قدیم کوہستانیان آپ کے عہد میں شیخ اخوند سالاک اور آپ کے متعلقین کردہ ماذون نے فتح کیا اور کل کوہستان سندھ کے لوگ بطیب خاطر دائرہ اسلام میں آگئے ۔ کوہستانات اور سوات میں یہ کام دادا نے شروع کرایا اور پوتے نے اتمام کرایا۔ تمام ممالک اور سلطنتوں میں بلکہ کل دنیائے اسلام میں سید علی ترمذیؒ کی اولاد کا خلف الرشید ہونا اور ناشر اسلام و قاطع کفر و بدعت

toobaa-elibrary.blogspot.com

				خوشحال خان خٹک شاعر رئیس و شاعر کا زمانہ اور کا کا صاحب کا زمانہ ایک تھا بلکہ کا کا صاحب کا سال وفات ۱۰۶۳ھ اور آپ کا سال برابر ہے		ہونا عملاً ثابت کر دیا اور تمام اہل اسلام کے قلوب ان کی ... عقیدت مندانہ مائل اور مغلوب و مرہون ہو گئے۔ یوسف زئی ... نے لشکروں سے جان و مال کی قربانیاں دیں اور علماء صلحا خوانین اس جہاد سوات و بونیر میں ہر ایک نے بیحد زور لگایا اور ان حضرا... زمانہ عہد اکبری سے عہد جہانگیری و عہد شاہجہانی تک تھا۔ اور ... کے بھی تین فرزند ایک سے ایک بہ ہمہ صفات حسنہ موصوف ... میں سے سید جلال الدین و سید جمال الدین و سید مسعود تینوں کا ذکر ... چکا ہے۔ آگے آپ کے مرکزی جانشین بڑے فرزند سید مسعود کی ... کی تفصیل آئے گی۔ مگر سید جمال جس کے حصے ملک کونڑ دے کر ... نے افغانستان کے اندر احکام شریعت کی اشاعت کا کام ... دیا۔ اس بزرگ سید جمال الدین نے اس سلسلہ کی فیض رسانی ... افغانستان میں پہنچائی۔ افسوس ہے کہ مجھ کو یہ علم نہیں ہو سکا کہ سادا... کونڑ سے حسب عادت شاخیں کہاں گئیں اور اس وقت سید جمال الدین کی اولاد ملک افغانستان میں کہاں کہاں موجود ہے البتہ اس قدر معلوم ہے کہ سلاطین کابل نے ہمیشہ ان سادات کو لڑکیوں کے رشتے دیئے اور کنڑ میں بھی ان کا فرمانروایانہ رنگ تھا۔ اور امور سلطنت میں بھی شریک ہے چنانچہ ایک فرد ان میں سے اپنے جد کا ہمنام لیکن سید جمال الدین افغانی ہو گزرا ہے جس کو اسلامی دنیا پہچانتی ہے اس سید جمال الدین کی یادگار تصنیفات حسب ذیل ہیں: ۱۔ الحقائق العربی ۲۔ تاریخ افغانستان عربی ۳۔ خطبات سید عربی ۴۔ ۱۸ شمارہ عروۃ الوثقیٰ عربی مطبوعہ پیرس ۵۔ فلسفہ شہادت سید الشہداء ۶۔ مباحثہ ۷۔ قیام المتقین عربی وغیرہ ۸۔ رسالہ اونیچر یہ وغیرہ

...	...مسعود بن سید عبدالوہاب ان کے ۱۳ فرزند صاحب اولاد اور مقامات ...	۱۰۲۲ھ ۱۶۱۳ء	۱۰۸۹ھ ۱۶۷۸ء	۵۶ سال	سید مسعود اپنے والد ماجد کے منصب سجادہ و مسند امارت کے مالک تھے اور تمام قبائل افغانیہ کے مرجع اور روحانی جسمانی قائد و پیشوا تھے۔ آپ ہی تائید امداد و تدبیر سے سید جلال آپ کے بھائی نے ممالک شمالی ضلع ہزارہ کا خطہ فتح کیا اور آپ نے ہی اپنے دو فرزند قبیلہ تنولی اور خان تناول کی درخواست پر ان کو دیئے۔ آپ کے تیرہ فرزندوں میں سے ریاست دیر و چترال سے لے کر ضلع ہزارہ تک ہر ایک فرزند بڑی بڑی املاک کا مالک ہے جن کا خلاصہ مشمولہ شجرہ نسب میں آگے درج ہے آپ کا فرزند مسند نشین اور صاحب دستار سجادہ سید خواجہ احمد نور تھا جو علامۂ زمان اور صاحب عقل و فراست و قیادت تھا اس زمانہ تک اولاد سید علی ترمذی ہے جو ممالک میں بہت پھیل چکی تھی اس مرکزی خاندان کو اپنی قوم اور اولاد حضرت کا مسلمہ صاحب دستار خاندان مانا ہوا تھا اور سید مسعود کے تیرہ ۱۳ فرزندوں کی اولاد جو مختلف ممالک میں منتشر تھی ان سب کا قائد یا سرپرست سید خواجہ نور احمد تھا اور سید مسعود کا زمانہ حیات عہد شاہجہان اور عہد عالمگیری میں تھا۔
	سید خواجہ نور ابن سید مسعود	۱۰۴۲ھ ۱۶۳۳ء	۱۱۰۳ھ ۱۶۹۱ء	۶۰ سال	یہ بزرگ علماء اجل میں سے صاحب سجادہ و مسند حکومت تھے۔ علمبردار شریعت اور صاحب کشف و حال تھے۔ آپ کی اولاد کثیر ہے اور زمانہ حیات عہد شاہجہان و عالمگیری تھا۔ آپ کے سات فرزندوں کی اولاد کثیر یوسف زئیوں میں موجود ہے۔
	سید محمد شاہ ابن سید خواجہ نور	۱۰۶۶ھ ۱۶۵۵ء	۱۱۱۱ھ ۱۶۹۹ء	۴۱ سال	ان کی پیدائش تو عہد شاہجہانی میں ہوئی مگر باقی زمانہ عہد عالمگیری میں گزرا اور اپنے والد کی مسند اور سجادہ کے ذمہ دار منصب دار تھے۔ ان کی اولاد سادات تختہ بند ہیں جو بونیر میں مرکز مسند کا مقام ہے اور سمہ کے علاقہ میں اور موضع غلاما میں بھی ان کی اولاد موجود ہے۔ اس خاندان کو شاہان دہلی سے ۲۴ ہزار کا سالانہ وظیفہ ملتا تھا۔
	سید مرزا شاہ ابن سید محمد شاہ	۱۰۸۶ھ ۱۶۷۵ء	۱۱۵۲ھ ۱۷۳۹ء	۶۳ سال	یہ بزرگ صاحب اولاد کثیر اور مسند امارت و سجادہ تھے اور آباء اجداد کے قدم بقدم قبائل کے مسلم قائد و زعیم تھے۔ حکومت عالمگیری میں جوان ہوئے اور محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد تک زندہ تھے۔ ان کے ہاں سات فرزند ہوئے اور ہر ایک صاحب اولاد ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر	نام	ولادت	وفات	عمر	کیفیت
۸	سید ضامن شاہ بن سید مرزا شاہ	۱۱۱۷ھ ۱۷۰۵ء	۱۱۷۰ھ ۱۷۵۷ء	۶۱ سال	یہی وہ بزرگ ہیں جو دلیر بہادر یوسف زئی قبائل کے قائد اور [illegible] تھے جس نے مرکزی خاندان کو بونیر کے گوشہ سے ہستانہ میں [illegible] ۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی سے ہزارہ و پکھلی جاگیرات دہلی جا [illegible] کرنے کے بعد ضلع ہزارہ میں بر رنگ حکومتی سہ بارہ اپنے خاندان [illegible] بحال کیا۔ ولادت عہد عالمگیری کے آخری سالوں میں ہوئی ضلع [illegible] میں شمالی حصہ اس نسل کی ملکیت تھا۔ سید ضامن شاہ نے حکومتی [illegible] جاگیر میں لیا تھا۔ یعنی علاقہ پکھلی محمد شاہ بادشاہ دہلی نے ان [illegible] جاگیر دیا تھا۔ وفات بعد ضلع ہزارہ میں عہد محمد شاہ بادشاہ میں ہوا [illegible] پکھلی سے ہستانہ لا کر دفن کیا۔
۹	سید شاہ گل عرف شاہ جی بن سید ضامن شاہ ہے	۱۱۲۳ھ ۱۷۳۹ء	۱۲۲۳ھ ۱۸۰۹ء	۶۲ سال	ان کے عہد میں بلکہ اُن کی والد کی آخری حیات میں بھی سکونت [illegible] پنجاب و ہزارہ وغیرہ ممالک پر متصرف ہوئے۔ احمد شاہ درانی بادشاہ سے لے کر اکبر ثانی کا زمانہ ان کا تھا۔ مگر [illegible] تعلقات اس خاندان کے دولت افغانیہ درانیہ سے وابستہ ہو چکے [illegible] آپ عابد زاہد با خدا صلح پسند تھے مگر خان تنولی کو شکست فاش دی [illegible] آپ کے چھ بیٹے تھے جو بادشاہ اور امیر تھے، غازی مجاہد تھے اہل اسلام کے غم خوار کفار کے دشمن تھے۔ جس نے آپ کے مسکن ستھانہ پر حملہ کر کے محاصرہ کیا تھا اور [illegible] خان کو سخت زک دی تھی۔
۱۰	سیّد اکبر شاہ بادشاہ ہزارہ سوات	۱۲۰۸ھ ۱۷۹۳ء	۱۲۷۳ھ ۱۸۵۷ء	۶۵ سال	بڑا متقی ولی اللہ علیم جواد حسین وجمیل بُردبار با حوصلہ باہمت حامی اسلام دشمن کفار، ناصر قبائل اسلام انصار سید احمد صاحب بریلوی علیہ الرحمہ میں سے تھا۔ بادشاہ ہزارہ بادشاہ شرقی سوات موصوف بہ صفات حسنہ
۱۱	امیر صاحب کلاں بن سید شاہ جی صاحب	۱۲۱۱ھ ۱۷۹۶ء	۱۲۷۲ھ ۱۸۵۵ء	۶۲ سال	یہ امیر نہایت بہادر قوی المزاج مجاہد اور حکومت برطانیہ کا سخت مخالف تھا۔ برطانوی ریاست نے اس کی رعایا سے بغاوت کرادی اور اپنی فوج بھی بھیجی مگر ابھی کثیر فوج نہ پہنچی تھی کہ باغی رعایا سے مقابلہ کرتا ہوا ان کے مورچہ پر حملہ کر کے شہید ہوا۔ بڑا متقی رہا۔

نمبر	نام	ولادت	وفات	عمر	کیفیت
	شہزادہ [illegible] شاہ [illegible] سید اکبر شاہ	۱۲۳۵ھ ۱۸۲۳ء	۱۲۸۹ھ ۱۸۷۲ء	۳۹ سال	۱۲۵۷ھ میں سوات کی بادشاہی نصف سال تک کی، پیر اخوند صاحب سوات کی ناپسندیدگی سے معزول ہوا۔ انگریزوں سے ۱۸۶۳ء میں سخت مقابلہ اس نے کیا اور عمر بھر مخالف رہا جنگ امبیلہ کا ہیرو بھی شہزادہ تھا۔ نہایت جمیل عقیل ذی حوصلہ نہایت بہادر اور سخی تھا۔ اپنے ہاتھ سے تفنگ خالص ہونے سے موضع نادہ گئی حملہ میں انتقال ہوا۔ قسمت یاور نہ تھی، ورنہ کوئی ایسا بہتر ہنر نہ تھا جو اس میں موجود نہ تھا۔
	[illegible] محمود شاہ بن امیر صاحب	۱۲۵۹ھ ۱۸۴۳ء	۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء	۳۳ سال	بہت عابد زاہد متقی نہایت جمیل حسین و ذکی ذہین بہادر تھے، تفصیل کتاب میں درج ہے۔ سیّد عبدالجبار شاہ مؤلف کتاب کے والد تھے۔ ۳۳ سال کی عمر میں پرگنہ حسن زئی قریہ ناگیوی میں جاہل سُدو خیلوں کے ہاتھوں سے بے خبرانہ شہید ہوئے۔
	سید فیروز شاہ بن شہزادہ مبارک شاہ	۱۲۷۹ھ ۱۸۶۲ء	۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء	۴۶ سال	بہادر دلیر تھا مگر خوردسالی میں برادر کشی کا ارتکاب بدنیت صلاح کاروں نے اس سے کرایا کہ اولاد امیر صاحب سید عمر کے تین اشخاص کو معہ سات نوکروں کے رمضان اور نماز میں قتل کر دیا جن میں سے صرف دو سالہ عبدالجبار شاہ بچ رہا تھا۔ فیروز شاہ کی آخری عمر میں عبدالجبار شاہ نے ان پر غلبہ پایا مگر برادر کشی اُس نے نہ کی۔ قبل از صلح خاندانی فیروز شاہ ۱۹۰۸ء میں خونی اسہال سے مکا میں فوت ہوا بعد ازاں کل خاندان کی ۱۹۱۳ء میں باہم صلح ہو گئی اور اس کتاب ۱۹۳۱ء کی تحریک تک سب خاندان متفق تھے۔ جس قدر اشخاص کے نام اس جدول میں ۲۱ پشت تک لکھے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مسند آبائی اور اپنی قوم اور ملحقہ قبائل کا پیشوا اور صاحب مسند و دستار اور قائد اور زعیم ملک وملت رہا ہے۔
	سیّد عبدالجبار شاہ شاہ محمود بن امیر سیّد [illegible]	۱۸۷۸ء			دو سالہ یتیم معرکہ مقاتلہ سے معجزانہ طور پر بچایا جا سکا خوردسالی میں ہندوستان بنارس وغیرہ میں جا کر تعلیم پائی۔ ۱۸۹۹ء میں نواب امب محمد اکبر خان نے سیّد فیروز شاہ سے مخالفت پیدا ہونے پر بلا کر اپنا مصاحب و مشیر رکھا۔ ۱۹۰۷ء میں نواب خان زمان خان نے وزیر سیاسی مقرر کیا۔ ریاست امب کی سرحدوں میں توسیع کی اپنے دشمنوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

					کو مغلوب کیا۔ مگر قتل نہ کیا۔ ۱۹۱۵ء میں سوات پر خود مختار بادشاہ ... سال بعد معزول ہو کر امب پر دوبارہ وزیر رہا۔ ۱۹۳۶ء میں نواب ... کی وفات پر امب سے جدا ہو گیا ۱۹۳۸ء میں حیدر آباد آیا اور ... تصنیف کی۔

پہلے شجرۂ نسب حضرت سید علی ترمذیؒ کا درج کر آیا ہوں، مگر چونکہ وہ جدا جدا شجرہ سے ... لہٰذا اس جگہ یکجا لکھ دیتا ہوں۔

...بد الجبار شاہ بن سید محمود شاہ بن امیر سید عمر شاہ بن سیّد شاہ گل شاہ جی بن سیّد ...ان شاہ بن سیّد میرزا شاہ بن سیّد محمد شاہ بن سیّد خواجہ نُور بن سیّد مسعود بن سیّد ...الوہاب بن سیّد مصطفےٰ بن سیّد علی ترمذی قدس سرہٗ بن سیّد میر نظر بہادر سیّد قمر علی ...سیّد احمد نُور بن سیّد یوسف نُور بن سیّد محمد نُور بخش ترمذی بن سیّد احمد ضیغم بن سیّد ...داق بن سیّد احمد مشتاق بن سیّد شاہ ابوا تراب بن سیّد حامد بن سیّد محمود بن سیّد ...اق بن سیّد عثمان بن سیّد جعفر بن سیّد عمر بن سیّد محمد بن سیّد حسام بن سیّد شاہ ناصر ...بن سیّد جلال گنج العلم بخاری قدس سرہٗ بن سیدۃ امیر علی بن سیّد محمود بن سیّد جعفر ...ل اللہ بن امام علی نقی علیہ السلام امام دہم بن امام محمد تقی علیہ السلام بن امام علی رضا ...السّلام بن امام موسیٰ علیہ السّلام بن حضرت امام جعفر صادق علیہ اسلام بن ...رت امام محمد باقر علیہ السلام بن امام زین العابدین علیہ السلام بن حضرت امام ابو ...اللہ الحسین سید الشہداء علیہ السّلام

امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی کرم اللہ وجہہٗ

و بن

سیّدۃ النساء فاطمہ الزہرئی

بنت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

قطب الاقطاب زبدۃ الاولیاء حضرت
سید علی ترمذی قدس اللہ سرہ بنیر

(۲)

حضرت سید مصطفےٰ قدس سرہ
مدفن کنڑ

(۳)

سید عبدالوہاب قدس سرہ

سید جلال الدین عرف سید جلال بابا تھ
پکھلی وغیرہ مانسہرہ میں انکی اولاد سادات
کاغان وپکھلی، علاقہ مذکورہ میں۔
مدفن پکھلی میں ہے

(۴)

سید مسعود مدفن بنیر

سادات بہار علاقہ سید کرم
چغرزئی میں انکی اولاد ہے

تنگی کے علاقہ میں سادات
جناگنگا زمین وبنیا پری میں

(۵)

سید خواجہ احمد نور
مدفن بنیر

(۶)

سید محمد شاہ
مدفن بنیر

(۷)

سید مرزا شاہ
مدفن ستھانہ

سید احمد شاہ

سید اورنگ شاہ

(۱)

سید شاہ ... شاہ
مدفن ستھانہ

(۵)

سید گل عرف شاہ جی ستھانوی

(۱۰)

سید اکبر بادشاہ سوات وہزارہ

(۱۱)

شہزادہ مبارک شاہ غازی

حاجی سید بادشاہ | سید نادر شاہ

سید سکندر شاہ

(۱۲)

شہزادہ سید شاہ محمود شہید
شہزادہ سید نیروز شاہ

سید شاہ | سید محمد علی | سید شاہ جہان

گل بابا | میاں گل جان

(۱۳)

سید عبدالجبار شاہ سابق وزیر ریاست
امب وسابق بادشاہ سوات

محمد علی شاہ | سید حامد حسین شاہ | ثریا بیگم

سید نثار شاہ | سید محبوب علی شاہ | سید سلطان حسین شاہ

اکبر حسین شاہ | سید شاہ شجاع | سید شاہ ابراہیم

سید محمود حسین شاہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اقرب برادری سادات ستھانہ ملکا کے یہ تین خاندان

سادات تختہ بند	وسادات ناوہ گئی	وسادات منگل تھانہ
اولاد سید محمد شاہ	اولاد سید یوسف	سید نور اللہ
ولد خواجہ نور	مرزا شاہ بن سید	ولد پیر اولیہ سید خوا[illegible]
ولد سید مسعود	محمد شاہ بن سید خواجہ نور	ولد سید مسعود
ولد سید عبدالوہاب	بن سید مسعود	ولد سید عبدالوہاب
ولد سید مصطفےٰ	بن سید مصطفےٰ	ولد سید مصطفےٰ
ولد سید علی ترمذی قدس سرہٗ	بن سید علی ترمذیؒ	ولد سید علی ترمذیؒ

سید نور اللہ کے چار فرزندوں کی اولاد چار شاخ بہ تفصیل ذیل میں درج ہے:

سید رمضان شاہ	سید تیمور شاہ	سید زینور شاہ	سید تراب شاہ
سید عباس	سید عمر شاہ	سید میاں عباس	سید امیر شاہ
سید احمد	سید زمان شاہ	سید طوطی شاہ	سید نادر شاہ
سید سجاول شاہ	سید عبید شاہ	سید اعظم شاہ	سید کامران
شاہ سید میاں	سید نور احمد شاہ	سید اصغر شاہ	سید عمران
سید جوہر	سید محمد ایوب		

سید جعفر

سید علی اصغر	اسمٰعیل	طاہر	یحییٰ	ہارون	ادریس

سید علی اصغر:

اسمٰعیل	عبداللہ	عبیداللہ	حسین ترمذی

(یہ سادات جاجکیاں)

حسین ترمذی
عبداللہ
عباس
جعفر
ابراہیم
عبدالغنی
صالح
سید جلال
شاہ ناصر خسرو
علی ترمذی
حسین
سید براق

toobaa-elibrary.blogspot.com

حسن شاہ — قدرت شاہ — سید یوسف — سعید شاہ

قطب شاہ — مرزا شاہ، عبداللہ شاہ

سکندر شاہ — احمد شاہ — مزمل شاہ، حکمت شاہ — دلاور شاہ، لائق شاہ

ہودی شاہ — محمود شاہ

علی شاہ — برہان شاہ — لقمان شاہ، فرمان شاہ، میران شاہ

دوران شاہ — حیدر شاہ — پیر سلطان، جمرود شاہ

تفصیل اولاد سید عبدالوہاب فرزند صاحب سجادہ و دستار و کبیر سید مصطفیٰ بن سید علی قدس سرہٗ

... جلال الدین عرف سید جلال فاتح پرگنہ	سید مسعود صاحب سجادہ و دستار مقیم تختہ بند علاقہ مرکز بنیر مورث خاندان مرکزی	سید جمال الدین اول جد اعظم سادات کنڑ افغانستان جد سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ
... شیخ بھوگڑمنگ علاقہ پکھلی اولاد ... سادات سید جلالی مالکان وادی ... ہیں اور پکھلی واگرور میں مختلف جگہ ... مالک کثیر التعداد ہیں۔ انکے ... غازی شاہ نے سلسلہ جہاد کفار ... کے ساتھ جاری رکھ کر روڑہ کا خان دس ... ان سے فتح کر کے چلاس کو ... اسلام کیا اور شاہ زمان فرزند سید جلال ... اس ریاست کو جو اٹک تا کرک خرک کی ... باقاعدہ واحد ملکیت بنایا تھا اور ... کی وفات کے بعد ان سادات کا ... ان کمزور ہوتا گیا اور صواتی قدیم کے ... انہوں نے ان پرگنہ جات کو جدا جدا ... علاقوں میں تقسیم کر کے جدا جدا رئیس ... ہوئے۔ یعنی پرگنہ اگرور جدا قطعہ ... قرار پایا۔ پکھلی جدا قطعہ منسوب ہوا۔ درہ ... بھوگڑمنگ جو سید جلال کی ابتدائی جاگیر تھا۔ ... خان کے قبضے میں ہوا علاقہ بٹل و درہ ... جدا قطعہ قرار پایا اور خاقان نے لے ... بلند پہاڑ جدا ٹکری جدا دشتی تھا۔ کوٹ ... الائی جدا خانوں میں بٹ گئے۔ ان کی ... اولاد حسب ذیل قریہ جات میں قابض قلیل ... تک اس وقت موجود ہے۔ ... پکھلی میں نوکوٹ و باڑی مترب شاہ	مدفن قبرستان سید عبدالوہاب مقام شلبا نڈی بونیر سکونت تختہ بند اولاد مرکزی سادات تختہ بند و سادات شلبانڈی و سادات سوئی گرام وکلپانی ترین وتوروچینہ و سادات جبہ و قلعا و سادات نادہ گئی و ڈیری جملہ و سلیم خان سادات متھانہ و ملکا و سادات منگل تھانہ و سادات بوبانڈی سرخی نکلی خیل سوات و سادات کو مبو وگنوزی علاقہ دیر اور ان کے تیرہ فرزند تھے۔ ہر فرزند کی اولاد کثرت سے ہے۔ مثلاً سید خضر کی اولاد سادات بہار علاقہ چترزئی میں ہے اور سید الیاس کی اولاد بھی علاقہ چترزئی مشرقی کنارہ سندھ پر ہے۔ اور سید پیر امام کی اولاد جشکا اور گگاڑ میں علاقہ سواتی قدیم میں تلی اور بلوارہ نہ گجر بانڈی و بوبی و کبڑی و چیل و دلمازی تنول میں وزنی و کلگیر و صواتی ڈیرہ تنول میں وکرہڈیاں و گندر یالہ و سادات چور کلاں اگرور و ہیرہ، بانڈی و چھتیر دیچھی بنگ بابا کی اولاد جو پیر امام کا پوتا تھا۔ اس کی قبر بھی وہاں ہے۔ اور بلند کوٹ و پریاڑی و سادات سیدڑہ و دوڑ میرہ میرا و بٹلہ و زراری و جھنگو بٹلیلہ و جیجے و سرگلونہ یہ کثیر اولاد پیر امام کی ہے	جملہ سادات کنڑ جو سلطنت افغانستان میں مشہور و معروف مسلم اور سادات با بزرگی و کرامت و حکومت و جلال و جمال مشہور ہیں۔ یہ سب اولاد سید جمال الدین اول کی ہے اس نسل میں سید عباسؒ و بابو خان بادشاہ و سید محمود شاہ پاشا و سید جمال الدین افغانی اور سید غلام بادشاہ و سید میر صاحب جان پاشا عرف شیخ پاشا وغیرہ عظمیٰ و علماء اکثر ہو گزرے ہیں۔ جن کے نسلی شجرۂ نسب کی تفصیل مجھ کو سادات معتبر نہیں ہو سکی۔ مگر سادات کنڑ ایک مشہور و معروف نسل ہے جو افغانستان و ہندوستان سے باہر کل دنیا میں سید جمال الدین افغانی کے وجود سے متعارف ہو چکی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

واگر ور میں معہ داخلی باباکڑیاں ۔کونش میں شیر یان اور اور شہرہ و ہائی نچلی و دیلو نہ بھوگرمنگ میں دیولی معہ داخلی باو در گگا گاؤں میں بلہ ڈل دشیان میں میدان میں ۳ گاؤں ۔اگرور میں پھیل بالا ربٹیان و گزنگ نگری و تند ہاڑ میں نوشہرہ و ڈشی میں لنڈی کسی وودرہ ہر بارغل کوٹ وغیرہ میں سادات سید جلالی مالک وصاحب جائیداد رہے ہیں۔ الائی میں کنشر بٹل کوٹ لنڈی کسی وودرہ بر بارغل کوٹ وغیرہ اور کل املاک درہ کاغان سادات سید جلال کی ملکیت ہے۔	اور مدفن اس کا جد باہ میں ہے اور اولاد نجم الدین یعنی سادات معصر باڑی جہاں مدفن ہے وسادات گندف وتربیلہ وشکی ومنڈی وارد پٹ باغڈی وکیان ونکہ پائی پٹی وغیرہ میں ہے اولاد سید حسام الدین فرزند سید مسعود بہیر میں ہے ۔اور اولاد سید بہاء الدین جو بہیر میں ہے۔ اور اولاد پیر سید عاشق سوات اُن کی خیل میں اور اولاد سید بدر شاہ جو گیا سی وفروسہ میں بابا خیل نام سے موسوم ہیں اور اولاد سید خوانہ نور گیاسی وگبائی میں علاوہ ملکا وستھانہ کے ناوا گئی ومنگل تھانہ وتاجہ وخلامہ میں موجود ہے ۔کثرت سے ہے الغرض سید مسعود بہت کثیر الاولاد ہے ۔اس کی سکونت تخت بند میں تھی۔ اس نے اپنے بھائی سید جلال الدین کو ظلم سُلطانی محمود ترک پکھلی والے کے کرنے پر قدیم سواتی کے لشکروں کی امداد دے کر کل شمالی ممالک ضلع ہزارہ کا بادشاہ بنوادیا تھا جو اب تک قدیم سواتی اس ملک پر قابض ہیں اور سید جلال کی اولاد اس میں شامل ہے۔	

مذکورہ بالا سادات کنشر کے زمانہ حال تک باعظمت شخصیتوں میں سے سید محمود شاہ بادشاہ کنشر کا تھا۔ جن کا ذکر جابجا تحریر ہے۔ اس تک حضرت غوث بونیر کا سلسلۂ نسب اس طرح سے یوں ملتا ہے:

سیّد فرید اللہ شاہ بن سیّد عیسٰی خان بن سیّد زکریا جان بن سیّد محمود شاہ بادشاہ سابق حکمران کنشر بن سیّد بہاؤ الدین بن سیّد محمد نظیف بن سیّد عبداللہ معروف صاحب میر بن سیّد عباس بن سیّد جمال الدین اوّل بن سیّد عبدالوہاب بن سیّد مُصطفےٰ بن سیّد علی

[illegible] قدس سرہٗ غوث بونیر ونور اللہ مرقدہٗ بن میرزا امیر نظر بہادر بن سیّد احمد بن نور بن سیّد [illegible]ور بن سید احمد نور بخش ترمذی۔

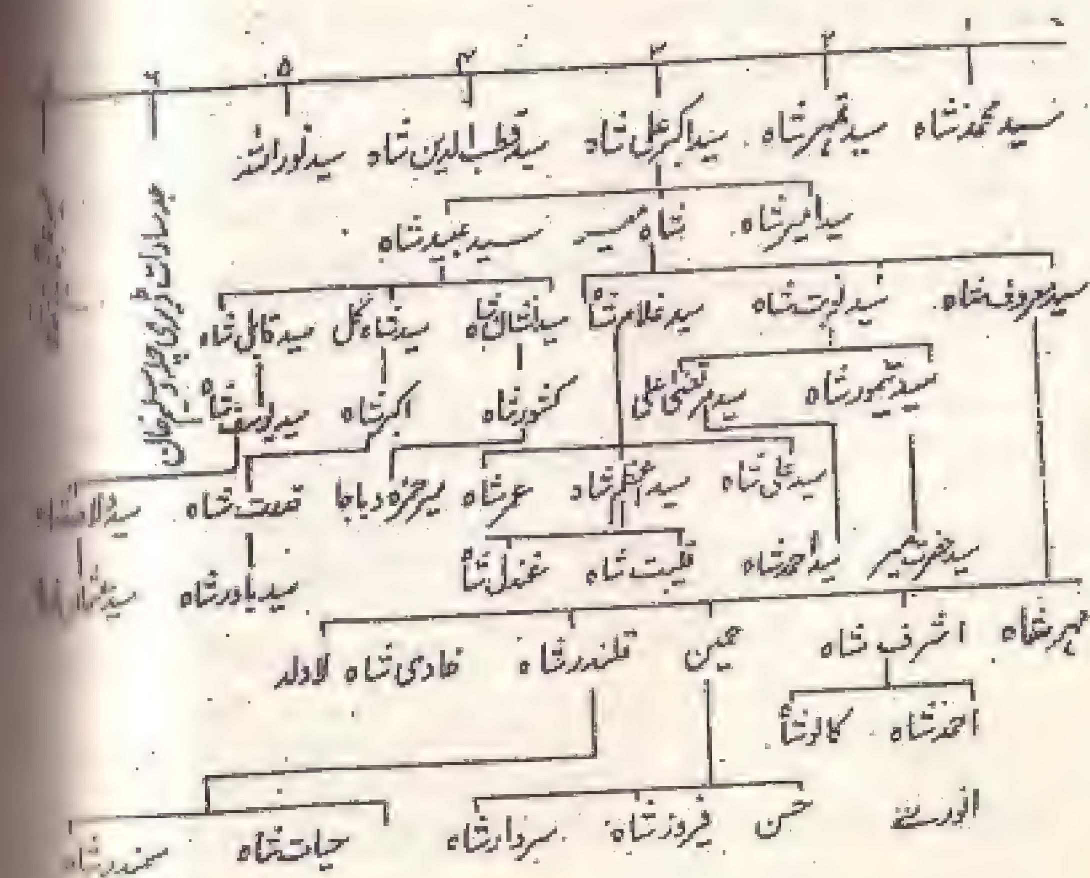
مختصر ذکر وتفصیل اولاد سید قاسم بن سید مصطفےٰ بن سیّد علی ترمذی غوث بونیر رحمتہ اللہ علیہ [illegible] مدفن موضع پر کلی بالا سوات میں ہے اور اولاد کثیر ان کی گیارہ فرزندوں سے ہے۔ اس [illegible] نے کوہستان اور سوات کے کفار کو فتح کر کے مُسلمان کیا۔

مومن [illegible] بابا [illegible] خان	ان کا مدفن بالمقابل قصبۂ ایلی بونیر بالا میں ایلی کے خوانین میں سے ہے اور اولاد ان کی تین فرزندوں سے باقی ہے۔ ان میں سے علی نور شاہ جی کی اولاد سادات، جور باغڈی وہزاؤ، شَل کوٹ وشیو خدزہ وچپڑیل وگرزی، واولاد شاہ حسن اقت شاہ وغلام شاہ وطریقت شاہ ۹ فرزند ہے۔ برکت شاہ جان بابا سید اکرم وقدرت شاہ وسرور شاہ، سید عرفان اور تیسرے بیٹے کی اولاد سادات درہ لس خیلہ خیلہ بالا ومیرہ کی وپیر اوری ووڑیری وکرہ وسپوڑہ واشیاڑے پائیں وودرشخیلہ وگام سیرد غیرہ ملک بالا سوات میں ہیں۔ ان کے تین فرزندوں کے لقب زیڑے بابا وتور بچے بابا و شاہ جی علی نور بابا ہے۔
[illegible] شیخ فرید [illegible]	شیخ فرید الدین کا مدفن چم سمبٹ بالا سولت میں ہے۔ اولاد سادات شاگرام و بہاء علاقہ اورش ایبٹ آباد پکھلی وغیرہ شاید سادات گیارہ چمک میرہ میں ہیں۔
سید کبیر [illegible]	سید کبیر الدین کا مدفن پیر کلی بالا سوات وسادات پیر چار وسادات پیر کلی وکوٹی کرام وجگو وتازہ گرام وتندوڈاک ملک سوات بالا وادنزئی وغیرہ میں کثیر تعداد میں ہیں۔
سید پیر منڈہ	سید پیر منڈہ کا مدفن چم شاگوئی بالا سوت انزرے قریب موضع جرہ میں ہے۔ ان کی کثیر اولاد سوات اور ملک مشفر واورش میں ہے۔
جد سادات [illegible]داری سرد	مدفن انکا موضع مشین کٹ علاقہ کوہی قبیلہ متوزوی سوات مشرقی میں اور اولاد اس کی سرد سرداری و تمام کوہ سیارہ میں بونیر وسوات پر متصرف وقابض ہے کل شہزادہ والی سوات نے ان کی طاقت کو توڑ دیا۔ اور جمعیت کو منتشر کر دیا۔ اب وہ ملازمت حکومت سوات پر گزر اوقات کرتے ہیں۔
اسم نامعلوم اسم نامعلوم اسم نامعلوم اسم نامعلوم اسم نامعلوم اسم نامعلوم	سادات موضع گیارہ وداخلی توپی اوتمان زیان وسادات چمک میرہ ضلع ہزارہ بھی اولاد سیّد قاسم سے ہے۔ اور پر گزہشت نگر میں ان نامعلوم الاسم فرزندوں کی کثیر اولاد پڑانگ۔ چارسدہ میں ہیں اور سادات باچا کلے یعنی خاص زیارت پیر بابا بونیر میں بھی سید قاسم کثیر اور مالک املاک قبیلہ گدائی زئی میں ورکڈہ وڈیٹی میں اور قبیلہ سالارزئی کے مواضوات میرہ سادات وکوڑ دبا میونہ اکثر مالکان املاک سادات اولاد سید قاسم بہت ہیں۔

بیانِ اولاد سید حسن بن سید مصطفےٰ بن سید علی ترمذی رحمتہ اللہ علیہ مدفن سید حسن
سیدو شریف ملک سوات مواضعات لگڑی وغیرہ کے قرب وجوار میں ہے۔

اس بزرگ سید حسن کی اولاد بہ نسبت دیگر برادران سید قاسم و سید عبدالوہاب
قلیل اولاد مشہور ہے جو سوات سیدو کے قریب موضع لگڑئی میں ہیں اور ضلع مردان
مواضعات اسماعیلیہ واماز وگڑھی وسن صدوم میں اور موضع زیدہ میں مالکان املاک ہیں۔

تفصیل بیان اولاد سید خواجہ نور صاحب دستار وسجادہ مالک تیغ و دیگ خاندان
اولاد سید علی ترمذی مقیم تختہ بند وسط بونیر مدفن در مقبرہ سید عبدالوہاب قبرستان شلبانڈی۔



شاہ کی تفصیل سابق صفحات میں درج ہو چکی ہے۔ سادات میانہ بالا وقریہ گبائی وسادات
بل بانڈی وسط بنیر میں ہے۔

سادات گباسی پر گنہ قبیلہ گدون منصور اس جگہ گاؤں گبائی اور گباسی معہ داخلی ہا ملکیت
سادات اولاد خواجہ نور اولاد سید بدر شاہ بن مسعود ہیں۔

شجرۂ نسب سادات گباسی و گبائی

ل میں شجرۂ نسب سادات کونڑ کا سید محمود بادشاہ کی اولاد تک دیا ہے جو صرف ایک شاخ
الاصل ہے۔
لوث بونیر سید علی ترمذی ۲۔ سید مصطفےٰ مدفون در کونڑ ۳۔ سید عبدالوہاب مدفون در بونیر
۴۔ سید جمال الدین بن عبدالوہاب ۵۔ سید عباس بن سید جمال الدین ۶۔ سید عبداللہ بن
سید عباس معروف بہ سید میر ۷۔ سید محمد لطیف بن سید عبداللہ ۸۔ سید محمد نظیف بن سید محمد
لطیف ۹۔ سید بہاؤ الدین بن سید محمد نظیف ۱۰۔ سید محمود شاہ بادشاہ بن سید بہاؤ الدین ۱۱۔
سید زکریا جان بن سید محمود شاہ ۱۲۔ سید عیسیٰ جان بن سید زکریا ۱۳۔ سید فرید اللہ بن سید عیسیٰ

مندرجہ بالا شاخ کی ۹ یا ۱۰ پشت میں سید جمال الدین افغانی ہے۔ جن کی پوری شاخ
کے نام مجھے اب تک نہیں مل سکے۔

سید بدر شاہ بن سید مسعود سیمہ میں نادر شاہی فوج کے ہاتھوں سے شہید ہو کر کوہشہ میں
دفن ہوا اور ان کی اولاد گباسی وفروسہ میں ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیان اولاد و املاک سید بدر شاہ بن سید مسعود۔ مدفن کوہشہ مالک گباسنی و فردسہ

سید قطب شاہ ‏— سید لذت شاہ ‏— سید کریم شاہ ‏— سید سلطان شاہ ‏— سید غازی شاہ

سید جلال شاہ ‏— سید جمال شاہ ‏— سید دین شاہ ‏— سید نظام شاہ ‏— سید شاہ مردان

سید نشان شاہ ‏— سید غفار شاہ ‏— سید گل ‏— سید شیر شاہ ‏— سید طوطی شاہ

سید غلام شاہ ‏— سید سلطان شاہ ‏— بہادر شاہ ‏— سید علی اصغر ‏— سید شاہ

سید جعفر شاہ ‏— سید احمد شاہ ‏— محمد شاہ

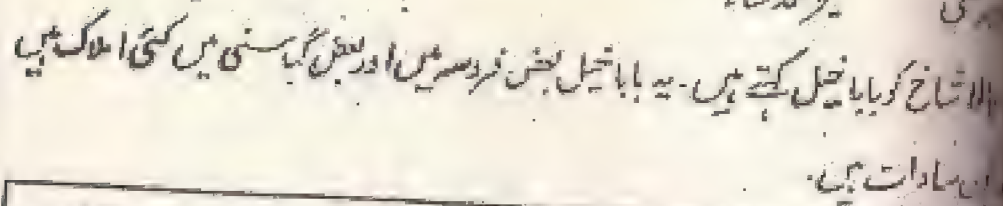
سید قطب شاہ

سید فضل شاہ ‏— ہوڈی شاہ ‏— سید حسین شاہ ‏— ...ین شاہ

سید احمد شاہ ‏— سید شاہ نور ‏— سید چنداں شاہ ‏— ...ل شاہ

زمان شاہ ‏— سید عمر ‏— میاں شاہ ‏— سید رسان شاہ ‏— ... شاہ

میر احمد شاہ ‏— ...ر علی



...الاشاخ کو بابا خیل کہتے ہیں۔ یہ بابا خیل بعض فردسہ میں اور بعض گباسنی میں کئی املاک ہیں

...ن سادات ہیں۔

...ل اولاد حضرت سید نجم الدین بن سید مسعود بن سید عبدالوہاب جن کا مدفن مصر اڑی ہے جو علاقہ پکھلی ہے

سید شیخ بابا مدفن گندف ‏— سید عرب شاہ مدفن گندف ‏— سید شاہ نور

...م ن رضوان شاہ نور حسین ‏— سید حسین شاہ ‏— سید رسول شاہ ‏— سید شاہ ‏— سید حسن

سید شاہ جی ‏— سید شیر شاہ ‏— سید نور شاہ ‏— سید جلال ‏— سید عباس ‏— سید نجیب ‏— سید غلام حسین

...الشہ شاہ ‏— سید احمد شاہ ‏— صفدر شاہ ‏— شاہ میر تقی اعلی ‏— سید اکبر ‏— میراں جی ‏— سید معصوم

سید شریف ‏— سید جمال ‏— مردان شاہ ‏— نادر شاہ

...بہادر شاہ ‏— سید یوسف ‏— حضرت میر ‏— نظام شاہ ‏— سید جبار ‏— سید غلام ‏— سید نجف

ظہیر شاہ ‏— خلیل شاہ ‏— سکندر شاہ ‏— حضرت شاہ ‏— عبدالرباب ‏— سید اصغر

قرور شاہ ‏— سردار شاہ

سید قاسم ‏— سید شاہ محمود ‏— میر حسین ‏— لطیف شاہ ‏— گلاب شاہ ‏— میر احمد شاہ

زمان شاہ

...فقیر بادشاہ ‏— شاہ یوسف ‏— حضرت جی ‏— غلام حسن ‏— دلاور شاہ ‏— نادر شاہ ‏— مہدی شاہ

نظام شاہ ‏— قلندر شاہ ‏— عطر شاہ ‏— دوران شاہ ‏— قدرت شاہ

پیر معصوم شاہ ‏— میر محمد شاہ ‏— رسول شاہ ‏— حکمت شاہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سید شاہ نورؒ

- انور شاہ
- سید مہر شاہ
  - سید فتح شاہ
    - شاہ مردان
      - شاہ جنوان، زمان شاہ
        - قطب شاہ، مرزا شاہ
        - سکندر شاہ، احمد شاہ، حکمت شاہ
    - نورنگ شاہ
      - قابل شاہ
        - حسن شاہ، قدرت شاہ، سید یوسف
        - دوران شاہ، حیدر شاہ، پیر شاہ، محمود شاہ
  - سید عظیم شاہ
    - بہادر شاہ
      - شاہ دمضان
        - محمد شاہ، احمد شاہ
        - سلطان شاہ، عطر شاہ
        - محمد اکبر پار، غفور شاہ
  - سید نادر شاہ
    - نور جمال، سید جلال
    - منصور، صاحب شاہ، عزت شاہ، عطر شاہ، صورت شاہ، سردار شاہ، عزیز شاہ، سردار شاہ، گلاب شاہ
    - سید جلال، سید اول، خیر اللہ، شاہ ...، دوران شاہ

ہوڈی شاہ، علی شاہ

محمود شاہ، برہان شاہ

- سید عباس
  - سید غلام
    - سید ایوب، سید ہارون، سید رحمان
- سید الیاس
  - سید علی
- سید اسحاق
  - سید عبدالعزیز
  - سید امان شاہ
    - نام نامعلوم

یہ شجرہ نسب سادات منڈی دیٹ بانڈی و شلمانہ و کنبر ڈی کا ہے جو اولاد سید نجم الدین سے ہیں اور مذکورہ مقامات کی املاک پر قابض ہیں۔

سید احمد شاہ

- سید ... حسن شاہ
- سید مبارک شاہ
- سید حضرت نور شاہ
- سید بہادر شاہ
- سید عبدالغفور
- سید عبدالجبار

سید غلام حسین شاہ

- سید غلام شاہ
  - سید حضرت میر
    - چمن شاہ
  - سید مصطفیٰ
    - سید حضرت نور
      - بہادر شاہ
      - با پیر

سید قطب الدین شاہ، سید خیر الدین، سید عمران شاہ، سید سیف اللہ، سید امانت شاہ، سید جعفر الدین شاہ، سید عظیم شاہ، سید جلال شاہ

[illegible]	سادات منگل تھانہ
[illegible]	سادات ساکنانِ ڈیری چملہ قریب ناواگئی
[illegible]	سادات پلوسہ حسن زبان و بانگروی اولاد حاجی میاں رحیم صاحب
[illegible]	سادات گیاسی و گبائی اولادِ شمس جن کی تفصیل دوسری جگہ درج ہے۔
[illegible]	سادات میانہ قریہ و بالا گبائی و سادات شلبانڈی بنیر کی اولاد ہیں
[illegible]	سادات تختہ بند و ناواگئی و سادات سستانہ و سادات ملکا ان کی اولاد ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

شجرۂ نسب سادات صوابی و میرہ کریزیان و بیل وتلی و بوتی کہوی گجر باڑی بلوا...

سادات پیر امامی سید پیر امام بن سید مسعود بن سید عبدالوہاب بن سید مصطفےٰ بن سید علی [illegible]
بابا۔

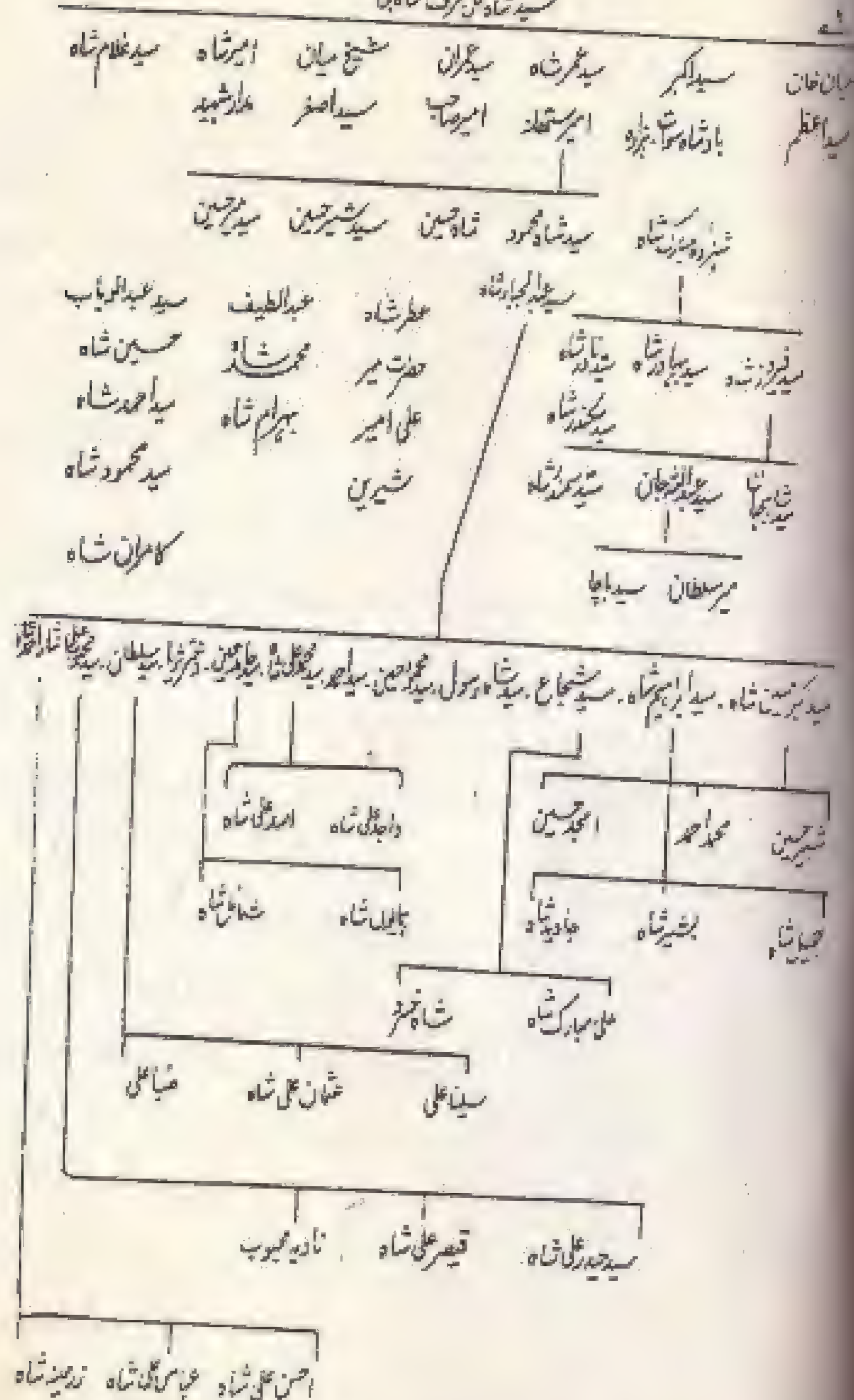
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی اصحاب [illegible]

سید الانبیاء احمد اجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی دختر نیک اختر سیّدۃ النساء فاطمۃ [illegible] بنت محمد رسول ﷺ اور شوہرش علی مرتضیٰ عمزادۂ رسول اللہ ﷺ کا فرزند امام ابو [illegible] الحسین شہید کربلا۔ امام علی زین العابدین۔ سید امام محمد باقر۔ امام جعفر صادق۔ امام [illegible] کاظم۔ امام علی رضا۔ امام محمد تقی۔ امام علی نقی۔ سید جعفر خلیل اللہ۔ سید علی اشقر سید [illegible] ۔ سید احمد ابو یوسف۔ سید محمود۔ سیّد محمد۔ سید جعفر۔ سیّد ابو المؤید حضرت امیر علی مخدوم [illegible] حضرت سید جلال گنج العلم بخاری۔ سید شاہ ناصر خسرو۔ سید حسام۔ سیّد محمد۔ سید عمر [illegible] جعفر۔ سید عثمان۔ سید اسحاق۔ سید محمود۔ سید حامد ۔ سید شاہ ابو تراب۔ سید احمد [illegible] ۔ سید احمد بداق۔ سید احمد بیغم۔ سید محمد نور بخش ترمذی۔ سید یوسف نُور۔ سیّد احمد نُور [illegible] نظر بہادر سید قمیر علی میرزا۔ سید علی ترمذی غوث بونیر قدس سرہٗ۔ معروف پیر بابا سید [illegible] ۔ سید عبدالوہاب۔ سید مسعود۔ سید پیر امام سید سعد الدین۔ سید احمد سید یوسف جد سادات صوابی۔ سید جمال شاہ۔ سید غلام شاہ۔ سید پیر مبارک شاہ۔ سید پیر سرور شاہ

سیدان میرہ اولاد سید حسین بن سید احمد			سیدان صوابی اولاد سید یوسف بن سید احمد		
سید حضرت شاہ نُور	سید قاسم شاہ	سید مصطفیٰ	سید جمال شاہ	سید جلال شاہ	سید صدر علی [illegible]
سید شاہ دوران	سید عارب شاہ	سید قطب شاہ	سید عمر شاہ	سید غلام شاہ	سید [illegible]
سید معصوم	سید امیر شاہ	سید محمد شاہ	اسد اکبر شاہ	سید گوہر شاہ	سید پیر [illegible]
سید محمود شاہ	سید سجاول شاہ	سید سلطان	شاہ سید احمد شاہ	سید رسول شاہ	سید اسلم [illegible]
سید حسین شاہ	امیر سکندر	سید فرمان شاہ	سید پیر سرور شاہ	سلطان شاہ	



toobaa-elibrary.blogspot.com



ئے۔ سات بھائی اور بہن ایک ہی والدہ سے تھے۔

تفصیل اولاد سید مرزا شاہ بن سید محمد شاہ بن سید خواجہ نور بن سید مسعود بن سید عبدالوہاب بن سید مصطفیٰ بن سید علی ترمذی قدس سرہ

سید رحمت شاہ — والدہ صندی زئی دولت زئی یوسفزئی
سید اورنگ شاہ — والدہ انکی سیدہ تھی
سید بہادر شاہ — یہ سیدہ کے بیٹے تھے
سید فقیر شاہ — والدہ سیدہ تھی
سید یوسف شاہ — والدہ قوم ککرڑ سے تھی
سید عادل شاہ — والدہ ... تھی

سید ضامن شاہ — تخت بند، ان کی والدہ شیر پے دولتزئی ... والوں میں سے تھی

سید شاہ برہان لاولد — سید شاہ گل عرف شاہ جی — سید محمود

نظام شاہ — عزیز شاہ — تیمور شاہ
عمران شاہ — میاں عباس
نادر شاہ — محمود شاہ
حضرت شاہ — حضرت نور — سید جبار
شاہزادہ — شاہ محمود — محمد شاہ
حضرت میر لاولد

نظام شاہ — حیات شاہ — پیر شاہ — رحیم شاہ

نادر شاہ — عزت شاہ
پیر شاہ لاولد — امیر شاہ لاولد
نور شاہ لاولد — قدرت شاہ لاولد

سید عادل شاہ کے بیٹے ... اپنا چچا سید رحمت شاہ ... شہید ہوا تھا ... اولاد ختم ہو گئی ہے۔

سید محمود شاہ جد سادات ناداگی

سید قدرت شاہ — سید احمد شاہ
سید غلام شاہ — سید عادل شاہ لاولد، میرزا کے بیٹے فقیر شاہ و محمود شاہ ہیں، برادر رحمت شاہ بہادر شاہ
زعیم تخت بند

ابراہیم شاہ — رسول شاہ — میر احمد شاہ — رستم شاہ
محمد شاہ — شاہ سجاول — سید حکیم شاہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

خاندانِ سادات ناواگئی چملہ

سید رسول — علی اصغر
سید جلال — قطب شاہ
سید اعظم — نور صاحب بابا — شاہ سید
سیدان شاہ — سید عمر — میر صاحب
سید حسن

صاحب گل — بہرڈی شاہ
سید جبار — پیر جمال
سید علی حیدر
سید شیر روز — حضرت علی
محمد عمر — علی مقدر
سید حضرت جمال — سید شاہ جہان
باچا گل — میرا جان
حضرت داؤد — حضرت عثمان — حضرت عبداللہ جان
محمد اکبر — عبدالاکبر

ہر دو لا ولد اور مقتول ہوئے

الغرض حضرتؒ کی اولاد جس قدر کثرت سے پھیلی اور اسی قدر وہ جد امجد ا پرگنوں اور ممالک میں بڑی بڑی جاگیروں اور جائدادوں کے مالک بھی ہوئے۔ اور ان میں ایک ایک صفات حسنہ سادات سے متصف رہا۔ چار علامات سیادت ہر جگہ اس نسل میں نمایاں پائی

(جاتی ہیں)

۱۔ وجاہت ۲۔ شجاعت ۳۔ سخاوت ۴۔ دیانت

میں اُمراء وعلماء و حکام و اولیا اللہ ہو گزرے ہیں۔ حضرت سید عبدالوہاب تک بلکہ اس کی اولاد سید مسعود سید جلال فاتح پکھلی و سید جمال مسند نشین افغانستان کے حالات اب تک لکھے جا چکے ہیں۔ اس کے آگے چونکہ مرکزی خاندان بنیر میں رہ گیا تھا۔ اس کے حالات علیحدہ ہیں اور انسار مولف کا تعلق انہی کے ساتھ ہے۔ اس وجہ سے اسی حصہ کے کسی قدر معلومات بھی حاصل ہیں اور اس کے بعد وہی تحریر کروں گا۔ اور حضرت قاسم برادر سید عبدالوہاب کی اولاد کے مزید حالات سے بہت کم آگاہی ہے۔ اس لئے وہ حصہ کم آئے گا۔ سید قاسم کی اولاد فوج و فوج سوات میں خصوصاً بالا سوات میں ہے۔ ایسا ہی سید حسن برادر سید عبدالوہاب کی اولاد کی تفصیل اور اس نسل کے نام آور بزرگوں کے حالات سے بے خبر ہوں۔ بلکہ خود اولاد سید عبدالوہاب کی جو نسل سید جلال فاتح پکھلی و شمال ہزارہ کی اولاد سے چلی ہے۔ ان کی تفصیلات سے بے خبر ہوں۔ ایسا ہی سید جمال بن عبدالوہاب کی اولاد کی تفصیلات سے جو وادی کنٹر افغانستان میں بڑے کبراء و اُمراء وعلماء و اولیا اللہ گزرے ہیں۔ مکمل تفصیل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے میں ان کے حالات لکھنے سے بھی معذور ہوں۔ صرف اسی قدر جانتا ہوں کہ ہمارے اپنے زمانہ تک سید محمود شاہ بادشاہ اور میر صاحب جان باچا بڑے اشخاص گزرے ہیں۔ تمام عالم اسلام کے داعی اتحاد اسلام سید جمال الدین افغانی جس کی وفات ۱۸۹۷ء میں میری بلوغت کے عہد میں قسطنطنیہ میں ہوئی وہ سادات کنٹر میں سے ہی تھے۔ اور بعد ازیں مرکزی شاخ میں مسند نشین سید مسعود کی کثیر اولاد میں سے سید خواجہ نور تھے جس کی اولاد کو بھی اپنی تمام برادری میں خاص امتیاز حاصل ہے۔

سید خواجہ نور قطع نظر علم و فضل و ولایت کے بڑے مدبر اور تمام قبائل واقوام میں مرجع وجود تھے۔ پشتو زبان کا ایک شعر ان کے زمانہ کا زبان زد ان کی تاثیرات کی ترجمانی میں ایک واضح ثبوت ہے جو اس کی نسبت کہا گیا ہے۔

چہ یو عالم او بل بادشاہ شوے
نو ستالہ بختہ خوک سیالی کا خواجہ نورہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

یعنی جب کہ ایک تو عالم ہو اور دوئم بادشاہ ٹھہرے تو تمہارے بخت اور خوش قسمتی کی ہمسری کون کر سکتا ہے۔ اے خواجہ نور بہت سارے اہم مہمات ان کے عہد میں قابل [illegible] اندراج گزرہوں گے۔ مگر میں بوجہ کمیابی حالات اولاد کی تفصیل لکھنے سے بھی معذور ہوں [illegible] بیٹے تھے ان کی اولاد سادات منگل تھانہ و سادات گباسنی و گبائی میں بہت ہے۔ مگر [illegible] اجداد کے نام یاد نہیں۔ صرف آپ کی مسند اور سجادہ و مارت کے وارث اپنے جد سید محمد شاہ کا [illegible] یاد ہے جو ایک گوشہ گزیں اور زاویہ نشین بزرگ تھے۔ اور ان کی اولاد کی دیگر تفصیل سے [illegible] ہوں بجز صاحب مسند و صاحب نام و عزت سید مرزا شاہ اپنے جد کے بغیر جو جس قدر [illegible] الاولاد ہیں۔ اسی قدر ان ممالک میں نامور اور مشہور صاحب تمکنت و جاہ ہے۔ البتہ ان [illegible] نزدیک ممالک بنیر و جملہ وسہ علاقہ صدوم ضلع مردان وغیرہ سمہ میں اور بنیر میں ان سب [illegible] اولاد بھی کثیر اور خوشحال فارغ بال بہت ہیں۔ جن کے بزرگوں کے معلوم نہ ہونے سے ان [illegible] ذکر نہ لکھا جا سکا۔

سید مرزا شاہ کی اولاد کی تفصیل اس جگہ واضح شجرہ میں درج ہے۔ اس لئے کہ میرے چچا والد کے وقت تک اس کل خاندان کو واحد خاندان شمار کیا جاتا تھا۔ باوجودیکہ مرکزیت اور منصب امارت تختہ بند بونیر سے سید ضامن شاہ فرزند اکبر و مسند نشین حضرت سید مرزا شاہ نے قدیم مرکزیت تبدیل کر کے ستھانہ میں منتقل کر دیا تھا۔ مگر با ایں ہمہ کل اولاد و سید مرزا شاہ کو واحد خاندان سمجھا جاتا رہا۔

فصل چہارم

سید ضامن شاہ مورث سادات و اُمرائے ستھانہ

سید ضامن شاہ فرزند اوّل و صاحب منصب و امارت سید مرزا شاہ کے تھے۔ بنیر تختہ بند میں ۱۱۷۱ھ و ۱۷۵۰ء میں تولد ہوئے۔ ان کی والدہ افغانیہ تھی۔ فرقہ شیر پائے دولت زئی کے خان کی لڑکی تھی۔ جب کہ آپ مادرِ شکم میں تھے والدہ نے خواب دیکھا کہ سُورج اور چاند دونوں آسمان سے اُتر کر میری گود میں آپڑے ہیں۔ معزز بزرگوں نے کہا مولود مسعود چاند کے مانند ضوفشاں و فیض رساں پیدا ہوگا۔ جب آپ تولد ہو کر ہوشیار ہوئے تو عجیب قسم کی سخاوت اختیار کی۔ والدہ کی زندگی میں ہی سخاوت کا چرچا ہو گیا تھا۔ مگر ان کی مسند پر متمکن ہونے کے بعد تو املاک اور قصبے بخشے جانے لگے اور گھوڑا ہتھیار، گاؤں زمین اور نقد و زیور جو کچھ ہاتھ آتا وہ خانوں کو دے دیتے تھے۔ ایسا ہی دوبارہ وطن میں ہوا ہے کہ جائداد آبائی جو سات بھائیوں میں مشترک تھی۔ جب آپ نے اکثر حصہ جائداد کا لوگوں کو بخش بخش کر دیا تو یوسف زئیوں کے کبراء کا جرگہ جمع ہوا۔ (کانفرس ہوئی) اور ان عطیات کو ناجائز قرار دے کر جن جن کے [illegible] املاک تھی، وہ دو مرتبہ قومی جرگہ نے واپس لے لی۔ آپ کے خیالات بہت بلند ہمت اور اولوالعزمانہ تھے۔ آپ سخت مزاج اور انتہائی بہادر، بے خوف، دلیر اور بیحد جواد اور قوی تن نہایت حسین و جمیل شخص تھے۔ آپ کا عزم مصمم یہ تھا کہ اجداد کے کارناموں کو زندہ کیا جائے اور مزید فتوحات کی جائیں۔ اور اس ارادے سے بادشاہ دہلی کے پاس جانے کا عزم مصمم کر چکے تھے اور اپنے ہمراہ چند سو سپاہی جری بنیر وال ہمراہ لے لئے۔ اسی اثنا میں کہ وہ ترک وطن پر آمادہ ہو گئے۔ ممکن ہے جائدادوں کو واپسی کے جرگوں میں بنیر کے ایک بڑے خان کی زبان سے کوئی لفظ ہتک آمیز ان کے نسبت نکلا تھا۔ مگر یہ پہلے بے خبر تھے جب ان کو وہ بات پہنچی تو نوجوانی کی عمر تھی اور آپ شادی شدہ نہ تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس خان کے ساتھ کسی جگہ مقابل ہوئے تو اس نے پوچھا کہ تم نے ایسی باتیں کی ہیں۔ اُس نے اقرار کیا اور مغرورانہ جواب دیا تو اُس نے اس کو مقابلہ کے لئے بلایا وہ مقابل ہو گیا، مگر ان کے ہاتھ سے وہ قتل ہو گیا۔ اب انہوں نے اپنی روانگی چند مہینے ملتوی کر دی کہ مبادا یہ نہ کہا جاوے کہ ضامن شاہ ایک خان کے قتل کی وجہ سے ملک بدر ہو گیا۔ جب وہ معاملہ ختم اور معدوم ہو چکا تب چند صد سپاہی ساتھ لے کر اول پشاور کو گئے اور دہلی کے گورنر سے ملے۔ جس نے ان کو بطور جاگیر نوشہرہ کلاں جس میں اب چھاؤنی ہے بطور ہدیہ دے دیا اور مراسلات تعارفی بھی دہلی کے وزارت کے نام دیئے۔

میں نے سنا ہے کہ وہ ان معمولی عطیوں کو اپنی بخشش کا ناشتہ سمجھتے تھے، نوشہرہ کو آ... فرمایا مجھے یہاں رہ کر کیا کرنا ہے، جو کوئی خرید لے میں فروخت کرتا ہوں۔ یہ معلوم مجھے نہ ہو سکا کہ خریدار کون تھا، مگر سکہ مروجہ کے آٹھ سو روپیہ نوشہرہ کا قصبہ معہ اراضیات فروخت کر دیا اور دریائے اٹک سے پار لشکر کشتی میں اُتار تو یہ روپیہ ملاحوں کو دے دیا۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ دریا میں آٹھ سو روپیہ پھینک دیا، مگر یہ روایت ان کے ہمدردوں کے الفاظ سے بنی ہے کہ آٹھ سو روپیہ صرف دریا پر اُترتے ہی پھینک دیا گیا۔ دریا سے پار اتر کر علاقہ چھچھ کے علاقہ سرکانی قبیلہ کا ایک افغان نواب یار خان تھا جس کا نام مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ اس کو علم ہو گیا کہ حضرت علی ترمذی کی مسند خاص کا وارث معہ لشکر کے ملک میں داخل ہوا ہے۔ وہ استقبال کے لئے آگے گیا۔ اور آپ کو بمنت اپنا مہمان بنا کر اپنے گاؤں موضع جلالیہ میں لے گیا اور اردگرد کے خوانین کو بھی خبردار کر کے ایک گونہ جلسہ خوشنودی کا مرتب کیا۔ تب اُس نے آپ سے عرض کی کہ میں بھی اپنی استعداد کے مطابق ہدیہ آپ کو دینا چاہتا ہوں، مگر آپ وعدہ کریں کہ مسترد نہ کریں گے۔ سید ضامن شاہ نے خان کی بے حد عقیدت مندی اور محبت بھری مہمان نوازی محسوس کر کے قبول کیا کہ آپ کی پیش کش مسترد نہ کروں گا۔ تب اس نے آپ سے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ آزادانہ طبیعت کی وجہ سے جس سفر پر جا رہے ہیں۔ یہ عام علائق و تعلقات یکسو چھوڑ کر آپ نے اختیار کیا ہے اور وطن میں بھی متاہل نہیں ہوئے مگر میری دلی آرزو ہے کہ آپ میری بیٹی کو اپنے حبالۂ نکاح میں قبول کر لیں۔ اور اپنے عقد میں کر کے پھر چاہے یہاں چھوڑ جائیں یا ہمراہ لے جائیں۔ یوں بھی آپ کا ایک قافلہ ہے۔ آپ اگرچہ اس وقت

... متاہل ہونا نہ چاہتے تھے، مگر سب لشکریوں اور ہمراہیوں نے بھی صلاح دی کہ اس میں حرج نہیں ہے اور ایک سوتیلا بھائی آپ کی سید علی شاہ شریک سفر تھا۔ اُس نے بھی صلاح دیدی اور ... موصوف کی بیٹی اس نے زر و جواہر اور گھوڑے غلام کنیزوں کے ساتھ آپ کو بیاہ کر دی۔ (اس بی بی کے ہمراہ ایک غلام و کنیز جٹا و جٹی نام آئے تھے جن کی اولاد حکومت بادشاہی کے زمانہ میں خانہ زاد غلام معتمد خاص بہ مسمیان میر و فقیر اور وزیر وغیرہ بڑا خاندان تھا اور معتمدان حکومت تھے) آپ کی شادی اس سے پہلے نہ ہوئی تھی۔ آپ نے یہ پسند کیا ... اس بی بی کے لئے اپنے والد سے جدا ایک مکان آباد کرا کر اس میں اس کو ملازموں کے ... چھوڑ کر اپنا سفر جاری رکھیں۔ آبادی کا ذمہ تو سب خان نے لیا، مگر اس زمانہ میں چوب عمارتی اس کے لئے دریائے سندھ کے پار سے لائی جاتی تھی۔ اس نے آپ نے قبیلہ اوتمان ... کے پاس اپنے آدمی موضع ٹوپی گوٹھ کو روانہ کئے کہ چوب عمارتی کا بندوبست وہ کرا دیں ... اس جرگہ کو اصلیت معلوم ہوئی کہ یہ تو مرکز بنیر کا سب سے بڑا نامی سردار چھچھ میں ... ہے۔ اور وطن سے نکل کر دہلی جا رہا ہے اور چھچھ میں مکان بنواتا ہے تو اوتمان کا پورا ... وفد چھچھ میں آپ کے پاس جا پہنچا۔ اور سب نے بہ منت آپ کو آمادہ کیا کہ اسی قبیلہ کی ... سے آپ کے والد سید مرزا شاہ کو چملہ میں بہت بڑی سیری ناداگی میں ہبہ اور ملکیت ... دی ہوئی ہے۔ تو آپ اس میں آبادی نہ کریں، بلکہ ٹوپی میں جو اوتمان زئیوں کا مرکز ہے، وہاں آبادی سکونت رکھ کر پھر دہلی جاویں چونکہ یہ امر صحیح تھا کہ اس قوم کا عطیہ نادہ گی کی اراضیات پر ان کا حقیقی بھائی سید یوسف اسی کو متمکن کر کے چھوڑ آیا تھا۔ اب اپنے عیال کا ... چھچھ میں باپ کے گھر چھوڑ جانا پسند نہ آیا بلکہ بجائے اس کے اوتمان زئی زمین کے اندر ... میں مکانات بنوانا اور عیال کا قیام پسند کر کے یہاں آ گیا اور حویلیوں کے واسطے اوتمان ... نے اس وقت جو محلہ اکازئیوں کا ہے اس میں وسیع رقبہ اور مکانات آپ کو ہبہ دے دی ... کہ اس ہمارے وقت میں بھی ہمارے خاندان کے نام سے وہ حویلیاں سیر موسوم اور اہل قریہ کو معلوم ہیں اب اوتمان زئیوں کو ایک غائبانہ طاقت ہاتھ آ گئی اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر ... پسند کر لیا کہ جس طرح جلالیہ چھچھ کے خان نے بہ ہر عذر اپنے رشتہ کا پیوند اس خاندان سے وابستہ کر کے اپنے لئے ایک قومی طاقت کے ساتھ وابستگی پیدا کر لی ہے اسی طرح ہماری

toobaa-elibrary.blogspot.com

قوم اوتمان زئی یوسف زئی قبائل سے کونے اور کنارہ پر واقع ہے جس کی سرحد تنول کے
کی ریاست سے بھی ملی ہوئی ہے جو کیا و کبل ہے اور خدو خیل قبیلہ سے بھی ان دنوں ان
زئیوں کی مخالفت تھی۔ وہاں کے لئے بھی طاقت درکار ہے۔ اور ہزارہ تربیلہ میں بھی
مالکانہ دخل اور سکونت رکھتی ہے۔ اور یہ شخص بذات خود اس خاندان کی مرکزی طاقت
کے ایک ایک فرد کو قبائل نے اپنی حفاظت ملک کا تعویذ جان کر باہم بانٹ لیا ہے اور
بڑے املاک دے کر بھی اپنے قبائل کے اندر سکونت پر راضی کیا ہے۔ لہٰذا اس نعمتِ عظمیٰ
سے ہرگز جانے نہ دیا جاوے۔ لہٰذا مکانات تو محلہ اکازیاں شہر ٹوپی میں آپ کے لئے
دیئے اور آپ کے لئے قصبہ جھنڈہ و قصبہ بو کر بطور ہبہ و سیری جدید آپ کو دے دیئے
جب عیال آپ کے ٹوپی میں ہوں گے تو حاصلات اِن دو گاؤں کے ان کے کام آدیں
آپ اب تک اپنے ارادہ سفر دہلی سے رُکے نہ تھے۔ اور عیال بھی ابھی ٹوپی کو لائے نہ
اتنے میں کبل اور کیا کہ اوتمان کا جرگہ اپنی برادری قوم ٹوپی کے پاس جا پہنچا۔ انہوں نے
مسئلہ پیش کیا کہ خدو خیل قوم کا مقابلہ اس لئے قوم کو آسان ہے کہ مرکز کُل قوم کا نزدیک
اور اگر یہ قوم خدو خیل کی املاک نہ چھین لیوے تو خدو خیل ملک ان سے چھین نہیں سکتے۔ مگر
کبل کی طرف ایک وقت تو اوتمان زئیوں نے پیش قدمی کر لی اور قوم تنولی سے وہ ملک
دقتوں میں لے لیا گیا، مگر اس وقت یوسف زئیوں میں علی اصغر بادشاہ تھا۔ اب ان میں
حکومت نہیں۔ اور اب تنولی قوم میں ایک بڑی طاقت اور ریاست موجود ہے جس کی وجہ
تنولی غالب اور اوتمان زئی مغلوب و کمزور ہیں۔

تنول و اوتمان سرحد پر اگرچہ منڈی۔ گلی، گبائی، گباسنی۔ چتی برگ وغیرہ اوتمانزئیوں کی
دی ہوئی سیریاں ہیں۔ کیثر اولاد حضرت پیر بابا کے پاس ہیں، مگر ریاست وخاقان اولاد
خان کی طاقت بڑھ گئی ہے اور طاقت کو صرف طاقت ہی روک سکتی ہے۔ لہٰذا وہ ملک
صاحب طاقت شخص کو دیا جانا لازم ہے اور سرحدی گاؤں ستھانہ ہے جو زمین آبی زرخیز ہے
تربیلہ زیر آب زمین ہے یا ستھانہ مگر اس میں اوتمان زئیوں کا ایک فرقہ پارہ خیل تنولی کو لشکر
رات میں شب خون و حملہ کر کے قتل کر دیا ہے۔ اس لئے ملک کی حفاظت کے عین دروازہ کو
ضامن شاہ کو دیا جائے۔ اور اس کی سکونت اس جگہ مقرر کی جائے تا کہ مُدت العُمر اوتمان کا

تنولی خطرات سے محفوظ ہو جاوے۔
جب یہ بات متفقہ کونسل اوتمان زیان نے پسند کر لی تو یہ معاملہ سنایا ساتھ ہی یہ بھی کہا
حملہ میں ناواگئی کا رقبہ ناواگئی کی املاک ان کے حقیقی بھائی سید یوسف کے قبضہ
ہے۔ البتہ ناواگئی میں ایک خاص رقبہ زرعی اراضی کا ضامن شاہ کا ذاتی حصہ ہے جس کا
میر خانے کی ونڈ ہے، آپ کو دے کر اور کوہ مہابن میں ملکا کا گاؤں دے کر ہم اوتمان زئی
آپ کے خاندان سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اب ہمارا ایک گونہ حق حفاظت کا آپ پر عائد
اور واجب ہے کہ اس مرض کا علاج ہم سب قوم سے ناممکن ہے۔ ایک بڑی حکومت اور
ریاست کے ساتھ مقابلہ آن پڑا ہے کہ ہم سے یہ قطعۂ ملک ضرور چلا جاوے گا، اگر آپ سینہ
سپر نہ ہوں، چونکہ یہ ایک سوال آ گیا جس میں ایک قدیم احسان کنندہ قبیلہ کی جگہ ایثار و قربانی کا
معاملہ تھا اور یہ بھی کہ ہمت اور بہادری اور ایک بڑی طاقت کے ساتھ ٹکرانے کا کام تھا۔
حضرت نے اس کو قبول کر لیا اور دہلی جانے کے ارادہ کو چندے ملتوی کر دیا، مگر آپ نے اُس
قوم کو یہ کہا کہ بے شک تمہاری جگہ سینہ سپر ہو کر انشاء اللہ تمہارے دشمن کو ایک دفعہ میں کچل
دوں گا۔ مگر میری اولاد ممکن ہے قبائل تنولی کو دشمنی کا مقابلہ ہمیشہ نہ کر سکے اس لئے میں تم سے
ہبہ و سیری کے طور پر ستھانہ کی زمین نہیں لیتا، بلکہ تمہارا ملکیت شریک برادر بن کر برادرانہ حصہ
اور دختر افغانیت کا بنا کر لیتا ہوں۔
اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ملکیت قومی کا حصہ ہو کر جب ستھانہ لیا گیا تو اس کی حفاظت
کی ذمہ داری کیا کبل کے علاوہ تمام قوم اوتمان زئی پر یکساں عائد ہوتی ہے۔ مقامی طاقت تو
خود سادات کی ہوگی، مگر جب ایک طاقت ور حکومت اور قوم سے دائمی مقابلہ ہوا تو اُس صورت
میں ساری قوم کے تعاون اور افغانیت کا ذمہ دارانہ فرض ہوگا کہ ستھانہ کو امداد دیں۔ سیری جس
کو کہتے ہیں، وہ آباء اجداد کی دینی حُرمت و عزت کے لحاظ سے بیچ بچاؤ کراتی ہے، مگر یہاں
معاملہ جنگ و مقابلہ کا ناگزیر ہے۔ لہٰذا کل قوم بطور لشکر امدادی ہوگی اور سید ضامن شاہ خود سینہ
سپر ہوگا، تب حفاظت ممکن ہے، مگر سید نے ایک سخت شرط اس قوم سے اپنے حوصلہ اور بلند ہمت
کی وجہ سے یہ ہی مقرر کر لی کہ میں جو ستھانہ کی سیری نہیں لیتا، بلکہ برادرانہ حصہ افغانیت کا بنا کر
لیتا ہوں اور تم کو ستھانہ کی امداد پر مجبورانہ ذمہ داری میں شریک کرتا ہوں۔ یہ اپنی زندگی اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

موجودگی کے لئے ہرگز نہیں بلکہ اپنی زندگی میں ہرگز ہرگز ضرورت پڑے تو بھی اوتمان زئی
سے لشکری امداد نہ لوں گا، بلکہ میرا خیال ہے کہ میں زندگی میں ہی تنول کی قوم اور ملک کو
کر کے چھوڑوں گا۔ اگر میں نہ رہا اور میری اولاد میں اس قدر ہمت اور حوصلہ نہ ہوا تو
میرے ہاتھ سے ضرب کھا چکے ہوں گے۔ وہ میری اولاد سے انتقام لینے کے لئے ستھانہ پر
کریں گے تمہاری قوم کا مرکز ستھانہ سے ۲۵ میل دُور ہے اور تنول ملحق و متصل ہے یہ پیش
میں آئندہ کے لئے کرتا ہوں۔

چنانچہ اسی پر فیصلہ ختم ہوا کہ موضع کیا کی املاک کے دو حصے قرار پائے اور ستھانہ ہر دو
کی املاک کو سویم حصہ مساوی بنا کر بطور ہبہ و سیری بلکہ بطور ملکیت قومیت و افغانیت دختر سید
ضامن شاہ کو سپرد کر دیا۔ بلکہ موسیٰ خیل میں سے بہرام ملک نے کہا کہ میں نے اپنا حصہ
دیتا ہوں۔ ملکیت کے طور پر نہیں دیتا۔ تو آپ نے کہا تم قیمت لے لو کہ تمہارا حق ملکیت میں
نے خرید لیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بہرام ملک ہسو خیل نے اپنا روپیہ لے کر حق فروخت کیا۔
دراصل یہ عمل اسی غرض کے استحکام کے لئے کیا گیا کہ ستھانہ سیری نہیں برادرانہ حصہ ملکیت ہے
اور آپ ستھانہ میں آ گئے چونکہ سید صاحب کو اباء نامداد کے کارنامے اسی تنول اور سواتی ملکوں
کے متعلق معلوم اور یاد ہے۔ اس لئے ستھانہ کی سکونت کو آپ نے اسی وجہ سے بہت پسند کیا کہ
تنول و ہزارہ کا اس جگہ اتصال ہے اور آپ کی نظر ہزارہ پر قبضہ کی تھی۔ اس لئے سکونت ستھانہ
کو لے آئی بنیر وال سپاہی ہمراہ تھے۔ جب آپ کے حرم محترم اختر خاں جلالیہ کو ڈولی میں ڈال
کر ستھانہ کو لے جا رہے تھے۔ بنیر وال سپاہیوں نے ڈولی کے اوپر اعلیٰ قسم سرخ بنات کا پوش
دیکھ کر کہا کہ اس قدر بنات کلابتوں دوز کو بے کار چیز میں ہم نہیں دیکھ سکتے ہیں تو آپ نے پوچھا
کہ تم کیا کرو گے سب نے کہا آپ ہم کو اس غلاف کے ٹکڑے کر کے ہم کو بانٹ دیویں کہ ہم
اپنی ڈھالوں کے اندر طرف گدیوں پر یہ بنانات کلابتوں دوز لگا دیں گے، چنانچہ آپ نے
سپاہیوں کا دل جوئی کی خاطر اور فطری سخاوت کے جذبہ میں اس ڈولی کے اوپر اور کپڑا لپیٹ دیا
اور بانات سرخ معہ جھالر طلا کاری وغیرہ سپاہیوں کو ٹکڑے کر کے بانٹ دی۔

یہ ایک قدیم روایت چلی آئی تھی کہ آپ کی سخاوت کے قصوں میں یہ بھی لکھ دی گئی۔
غرض ستھانہ میں قیام پذیر ہو کر آپ نے اس جگہ سے خان تنول کے ساتھ پیغام روی جاری کی

ان کو یاد دلایا کہ جب ان کے ملک کو قدیم سواتی قوم کے سیلاب سے خطرہ یقینی ہوا اور
ان سید جلال فاتح پکھلی کے لشکر کی وجہ سے ملک کو اور املاک کو معرضِ ہلاکت نہیں دیکھا اور
کے جد بزرگوار سید مسعود سے تدبیر و امداد دو فرزند طلب کر کے مانگی تو اس نے منظور کر کے
ہمارے املاک محفوظ کرائے گئے۔ اب تمہارے تنول کے ملک میں ہماری برادری سادات پیر
اور اولاد نجم الدین جابجا بہت ہیں اور اندریں صورت ہمارے تمہارے درمیان اختلاف
و مخالفت کی کوئی صورت نہیں اور مجھ کو چونکہ اوتمان زئیوں نے ستھانہ بطور حصہ برادری دے کر
تمہارے سرحد سے متصل بٹھا دیا ہے۔ لہٰذا ہم آپس میں دوست اور نیک ہمسایہ ہو کر رہیں نہ یہ
کہ مخالف ہوں۔

میں اس بات میں جدائی نہ کر سکا کہ اس وقت خان تنول کا گل شیر خان تھا یا اس کا والد
فرزا خان تھا جو صوبہ خانی خانوادہ کی مسند پر کل تنولی قوم کے سردار اور طاقت ور خان
تھے۔ اغلب قرینہ یہ ہے کہ اس وقت سرفرزا خان والیِ تنول تھا۔ وہ ان دنوں اپنے املاک
دریائے سندھ کے مغربی کنارہ پر اشر و اشیر بستی وغیرہ کی حدود کوہ مہابن سے ملا چکا تھا۔ اور
یا کبل گویا وہ اپنے ہاتھ میں فتح شدہ سمجھ چکا ہوا تھا۔ پچھلے واقعات اس سے اس لئے فراموش
تھے کہ وہ ہر دو قبائل پلال و ہندوال قوم تنولی کا متحدہ سردار اور بڑی طاقت کا مالک تھا لہٰذا اس
نے صلح جوئی پسند نہ کی۔ نہ معلوم کیا جواب روانہ کیا کہ مخالفت کا اعلان ہو گیا۔ دراصل ستھانہ کی
املاک کے اندر ایک مختصر رقبہ موضع منڈی کا سیری اولاد سید نجم الدین کی تھی۔ اور جب ستھانہ
ویران پڑا تھا افغان قبضہ نہ رکھ سکتے تھے تو وہ تمام پہاڑ میدان ان ساداتِ منڈی ہی کے زیر
کاشت و زیر اثر تھا۔ اس قومی طاقت کے آ جانے سے طبعاً ان کو نقصان تھا۔ وہ بمنزلہ غلام و
ماتحت کے ہو گئے مگر ادھر یہ بڑا ذی احترام عالی خیال بزرگ تھا۔ اور یہ غریب سادات اس
کے پڑدادا سید خواجہ نور کے حقیقی بھائی سید نجم الدین کی اولاد تھے۔ اس نے کب ان سے بدسلو
کی کرنی تھی بلکہ اس کے مشورہ کار ہی ہر کام میں یہ سادات منڈی ٹھہر گئے اس نے تو ان کو
صرف دو پشت سے پہلے جدا شدہ اپنے جان اور دل کے ٹکڑے بھائی سمجھا اور ہر امر میں ان
سے صلاح مشورہ برادرانہ لینا اور ان کو معزز رکھا اختیار کیا ہوا تھا۔ اس کی نظر بہت بلند تھی مگر وہ
کم حوصلہ کوتاہ نظر تھے۔ اس کے ساتھ ظاہر داری تھی۔ اور دل سے خواہاں تھے کہ اس کے پاؤں

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہ جمنے پائیں تاکہ یہ ملک بے سرپرست اور بے مالک ان کے لئے اراضیات و چراگاہیں ان کے قبضہ میں رہیں، نیز یہ خاندان اولاد نجم الدین ہیر جوان کا لایا ہوا تنول کے اندر گاؤں سیریاں ان کے مقبوضی تھے۔ لہٰذا خان تنول اس کا مربی اور دوست تھا یہ خاندان خان کا ہی تھا۔ سید ضامن شاہ نے اس حقیقت کو نہ سمجھا اور نہ معلوم کیا ہوا تھا۔

ان میں سے ایک سید نادر شاہ نام خان تنول کا صلاح کار تھا، ادھر خان کو مخالفت پر آمادہ کیا۔ اور ہر اس کو خان کی بدنیتی اور ٹھگی کی خفیہ اطلاعیں دے کر گویا عمداً تدبیر اپنے دونوں کو رکھ لیا اور خان تنول و سید ضامن شاہ کی صلح کا پیوند ہرگز ہونے نہ دیا گیا۔ اغلب کہ خانی اس وقت سرفراز خان والد گل شیر خان کی تھی۔ اور ان کا آپس میں اعلان مخالفت کا گیا مگر سید کا رعب اور دباؤ اس قدر تھا کہ اس پر حملہ آوری کچھ تو قدرتی روک تھی۔ دریا سندھ پہاڑ سے ٹکرایا ہوا درمیان حائل تھا۔ جس کو کھڑی کہتے ہیں۔ اس سے گزار کر لشکر کا لانا بھی مشکل تھا اور کچھ خطرہ بھی تھا، مگر خان نے اپنے شیر بستی کے نوکروں کے ذریعے شب خون اور دھاڑے وغیرہ ایک دو مرتبہ ستھانہ پر کرائے۔ اب سید ضامن شاہ چونکہ اوتمان زیوں سے لشکر نہ منگوانے کا وعدہ بھی کر چکا تھا۔ اور اس کے خیال میں یہ بھی تھا کہ وہ اس مہم کو ضرور فتح خود کر سکے گا۔ لہٰذا شہر ستھانہ کو برجوں اور فصیل سے مضبوط کر کے خود تنول سے شمال کی طرف کوہ سیاہ کے قبائل عیسیٰ زئی یعنی حسن زئی مداخیل اکازئی چغرزئی وغیرہ کے ملک میں چلا گیا۔ اور ان لوگوں کو لشکر تیار کرنے کا کہا جو فی الفور آمادہ و کمربستہ ہو کر ملک تنول اور دربند کی کلائی پر حملہ آور ہو گئے۔ قبائل افغانی کا لشکر نہایت غرور و تمکنت سے تنول میں آداخل ہوا اور مواضعات تیربٹ و گرنٹی دمیرہ کے قریب تنولی قبیلوں اور خان کے لشکر کے ساتھ نہایت سخت مقابلہ واقعہ ہوا مگر آخری فتح تنول کے لشکر کو ہوئی۔ اور افغان لشکر نے شکست کھائی۔ بلکہ بعض لشکر پٹھانوں کے دریا کی طرف روک لئے گئے۔ جو بعض دریا میں ڈوبے اور بعض تنولیوں نے قتل کر دیئے۔

جب یہ شکست خوردہ لشکر واپس ہوا تو دوبارہ وہ لوگ اس قدر خوفزدہ ہو گئے کہ سید ضامن شاہ کے آگے لشکر کشی کے بارہ میں انکار ہی نہ کر سکتے تھے، مگر عذر بہانے کرتے ہوئے ٹالتے رہے اور اس پر ایک سال کا عرصہ گزر گیا اور اس علاقہ جات میں آپ کی ذاتی املاک

بعد زیادہ تھیں یعنی مداخیل علاقہ میں مہابرہ کا گاؤں سیری آپ کی ذاتی ملکیت تھا اور حسن زئی علاقہ میں نانگیزے کا گاؤں جس کے ساتھ قریباً چودہ پندرہ داخلیاں چھوٹے دیہات میں آپ ... داخیلوں کو املاک مہابرہ کے حاصلات چند سال تک بخش دیئے اور حسن زئی فرقہ کو ...ے کے حاصلات چند سال کے لئے عطا کر دیئے، مگر لشکر پر آمادگی نہ ہو سکتی تھی، جب ... قریب ہو گیا تو آپ ان دنوں حسن زئی علاقہ کے موضع گڑھی حسن زئی میں تھے اور وہاں ... اس قوم کا صد سالہ بڈھا ضعیف العمر افغان رہتا تھا جو بوجہ ضعیف پیری گھر سے باہر آنے کے قابل نہ تھا۔ وہ اپنے پڑوتے پوتے مددگار بنا کر گاؤں کی مسجد میں سید صاحب کے پاس آیا اور اس دن مسجد میں ملک کے تمام اہلِ مشورہ بھی جمع تھے۔ بڈھے نے اہل جرگہ سے بے ... ہو کر سید صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔ بادشاہ میں اس حالت میں مشکل سے آپ تک دو باتیں کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میرا کوئی سروکار ان بے غیرت بے حمیت عیسیٰ زیوں سے نہیں ہے۔ میں تم کو سمجھاتا ہوں کہ تم نے آسمان کے برابر بلند اور قدردان و قابل قدر اپنے ... کو کیوں بے قدر بنا دیا ہے۔ تم ان بے حمیت لوگوں سے لشکر طلب کرتے ہو حالانکہ لشکر کی طلب کے لئے شکست کے دن سے بعد طلب تلاش کا فرض اس قوم کا اپنا ہو چکا تھا۔ چاہیے تھا کہ ان کے اہل جرگہ تمہاری منت داری کرتے اور تمام یوسف زئی قبائل سوات اور دیر تک کو یہ جمع کر کے لاتے اور تنولیوں کو اس ملک سے صاف نکال باہر کر دیتے۔ آدمی قتل ان کی قوم کے ہوئے بدنامی اور ذلت ان کی ہوئی جب ان کو اپنے مردوں پر غیرت نہیں تو آپ اپنے اموال کا کیوں نقصان کرتے ہیں اور اپنی جان کیوں مصیبت میں مبتلا کر رکھی ہے۔ مارے بھی ان کے لوگ گئے اور جو زندہ ہیں پیٹوں اور چوتڑوں پر تنولیوں کے زخم موجود ہیں۔ جب ان کو ... و حیا در آئی نہیں تو آپ ان سے امید قطع کر لیں۔ ہماری خوردسالی کے زمانہ میں عورتوں کی آستین تنگ ہوا کرتی تھیں۔ جب وہ پانی کا گھڑا اٹھاتیں یا اور بوجھ اٹھاتیں تو ان کے بازو ننگے نہ ہوا کرتے تھے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ عورتوں میں کشادہ آستینوں کا رواج ہے اور جب وہ گھڑا پانی کا اٹھاتی ہیں تو ان کی بانہیں بیچ تک ننگی نظر آ جاتی ہیں۔ ان عورتوں کو اس پر شرم نہیں آتی۔ تو اسی عورتوں سے پیدا شدہ اولاد بے غیرت بے حمیت نہ ہو تو کون ہو (پردہ کی رسم افغانی قبائل میں نہیں ہے) شکست ان بے حیاؤں کو ہوئی اور اس کا انتظام کا اپنا فرض ہے، مگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

انعامات بھی آپ سے لیتے ہیں ۔لحاظ بھی آپ پر رکھتے ہیں اور لشکر کی ہمت بھی نہیں ہار
سکتے ۔آپ تو تمام اسلامی قبائل کے بادشاہ ہیں تنولی بھی آپ کو اپنا سرتاج مانتے ہیں
خان ذرہ مغرور ہے جس کو سیدھا کرنا کل یوسف زئیوں کا فرض تھا مگر ان سے نہ ہو
لہٰذا آپ چپ چاپ اٹھ کر ان لوگوں سے الگ ہو جاویں ۔پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے بڈھا
کہہ کر اپنے آپ کو اٹھوا کر گھر چلا گیا ۔مگر بڈھے کی تقریر اسی دن چغرزئیوں کے ملک
پہنچی ۔اور اسی دن یا دوسری شام تک عیسیٰ زئی قبائل کی عورتوں نے قاصد عورتیں بھیج کر آپس
میں مشورہ کر کے اپنے شوہروں بیٹوں باپوں سے بالکل بے خبرانہ حالت میں اسلحہ بند
تلواریں بندوقیں لے کر لڑائی کے نشان لگا کر ایک میدان میں جمع ہو گئیں ۔سید صاحب
بڈھے کی تقریر سے واقعی دل آزردہ ہو کر آمادہ ہو چکے تھے کہ واپس ستھانہ کو چلے جائیں
دوسرے دن تمام قبائل کوہ سیاہ کی عورتوں کے لشکر قبیلہ قبیلہ سے جمع ہو کر آ گئے ۔ان کے مرد
احوال دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے اور انہوں نے جب عورتوں سے پوچھا کہ تم کیا کر رہی ہو
عورتوں نے کہا کہ بے غیرت اور بے حمیت بزدل تم مرد ہو گئے ہو اور گالیاں فلاں بابا نے
عورتوں کو دی ہیں کہ تم ہم جیسی بے غیرت عورتوں سے پیدا ہوئے ۔اس لئے تم بے غیرت او
بابا بھی مرد تھا اس لئے مردوں کی طرف داری کر گیا ۔اور واقعی تم تو بے حمیت ہو ۔مگر ہماری
سے نہیں ۔ہم میں غیرت موجود ہے ۔اور ہم تنولیوں سے اپنے مقتولوں کا انتقام لے کر دکھا
بتادیں گی اور قسمیں اٹھائیں کہ ہم کو تنول پر حملہ ضرور کرنا ہے۔

مرد ہر قبیلہ کے ہر چند منت بار تھے کہ اب بھی تمہارا گھروں سے لشکر پر نکل آنا ہماری
روانگی ہے مگر تم گھروں کو جاؤ ۔ہتھیار ہم کو دے دو ۔مگر عورتوں نے نہ مانا اور کہا کہ اگر لشکر
آمادہ ہو تو ہتھیار لے لو ۔مگر ہم سب لشکر پر جائیں گی ۔اگر تم نے انتقام لیا ،ملک فتح کیا تو ہم
ساتھ ہوں گے ۔اگر شکست کھائی تو ہم واپس نہ آویں گی ، بلکہ تنولیوں کو اپنے خاوند بنا لیں گی
ہم بزدلوں کی اولاد نہیں ،نہ بزدلوں کی بیبیاں رہ سکتی ہیں اوتمان زئی بے غیرت ہو گئے
عیسیٰ زئی چغرزئی بے حیا ہو گئے تو آخر ذمہ غیرت کا اگر ہم نہ اٹھادیں تو کیا تمام یوسف منڈان
بے حیا و بزدل ہو گیا ۔مرد حیران تھے مگر کسی طرح عورتیں واپس نہ گئیں ۔اور لشکر اس
غیرت سے چغرزئی تک اٹھ آیا کہ کسی کو ہمت دلانے کی ضرورت نہ رہی ۔اور ایک سیلاب تھا

دریاؤں کے روکے نہ رک سکا بلکہ بہاؤ کی طرح تمام تنولی لشکر کو مقابلہ سے بہاتا ہوا ،ان کے
ان شہروں پر قبضہ کرتا ہوا اور بند سے گزرتا ہوا کلائی کے شہروں میں پہنچا جس شہر میں لشکر
پہنچا لوٹ مار کر کے لوگ اسباب اٹھا کر واپس لے جاتے پھر واپس آ جاتے ۔اور یہ سلسلہ
دنوں جاری رہا۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا خود محافظ ہے ۔اگر یہ لشکر لوٹ کا مال لے کر واپس نہ جاتا اور
آگے ہی بڑھتا جاتا تو تنولی قوم کا صفایا ہو گیا ہوتا ،مگر اس میں بچت آ جاتی کہ لشکر واپس
اسباب پہنچاتے چلے جاتے پھر جمع ہوتے تو آگے اور چند گاؤں خالی مل جاتے جن کو لوٹ کر
توقف بڑھ جاتا ۔اس طور سے یہ لشکر خان کے مرکز سکونت یعنی بیڑ پوہار کی طرف سے چند
پاس قاصد آ پہنچے اور سید ضامن شاہ کو انہوں نے بہت باعزت طور پر طلب کیا تھا ،مراسلات
ان کو دیئے ۔اب سید صاحب اپنے لشکروں کو بھی فاتح اور خوشنود بنا چکے تھے ۔خود ہی فاتح ہو
چکے تھے اور تنولی قبائل کو بھی کامل شکست دے کر کامل مغلوب کر چکے تھے ۔مگر جابجا تنول کے
اور ان کی برادری سادات پیر امامی و اولاد نجم الدین جو قریب تر برادری تھی ،ان سے تنولیوں کی
سفارش کرتے تھے کہ ہر گاہ یہ ملک ہمارے جد اعظم نے افغانوں سے بچانے کے لئے ہم کو
دلا دیا ہے اور آپ ہمارے بھائی اور سب کے سرپرست بزرگ ہیں تو ہمارا لحاظ یا عزت کیا
جاوی کہ اب یہ ملک ہی ان سے لے کر یوسف زئیوں کو دے دیویں ۔غرض اپنی برادری کے
سادات نے آپ کو اس پر راضی کر لیا تھا کہ ملک تو تنولیوں کا نہ لیا جائے گا ۔البتہ خان کو گوشمالی
کرنا مطلوب تھا ،مگر یہ ریاست صوبہ خان کے عہد سے بذریعہ راجہ گان خانپور مغل حکومت سے
اپنی وابستگی بنا چکے تھے ۔معلوم ہوتا ہے کہ اس چند ہفتے کی جنگ سیلاب میں خان نے اپنی
عرضداشت اعلیٰ افسر سرحد کو پشاور پہنچا دی ۔جس نے سید کو طلب کیا ۔اب سید صاحب کے
لئے ہر طرف سے بہتر عذر بن گیا کہ لشکر کوہ سیاہ کو گھروں کو رخصت کر دیا ۔ملک مفتوحہ پر قبضہ
سے منع کر دیا اپنی برادری کی منت قبول کر لی اور خود ہی اپنی دلی تمنا دہلی جانے کا موقعہ بھی ایک
باعزت اور بارعب صورت میں حاصل ہو گیا ۔پس آپ افسر سلطنت کے پاس چلے گئے اور
اس کے مراسلات وخطوط ہمراہ لے کر معہ اپنی کافی جمعیت کے دہلی چلے گئے ۔اغلب تو یہ ہے
کہ زمانہ سلطنت عالمگیر کے بعد کسی بادشاہ شاہ محمد شاہ کا تھا اور کمزور حکومت تھی ،مگر ممکن ہے اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے پہلے کوئی بادشاہ ہو، مجھ کو تحریرات نہ ملنے سے نام معلوم نہیں۔ ایک سال کامل آپ ...
شاہی میں بڑی عزت سے آمد ورفت اور باعزتِ جائے نشست حاصل رہی۔ اور اس قد...
کو ہر دل عزیزی اور اثر اندازی حاصل ہوگئی کہ بعض امراء کو اس پر حسد ہوا یا واقعی ...
کیونکہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے بعد بارہ سادات ہی اس تختِ دہلی پر تبدل و تغیر کا ...
ہوئے تھے۔ جن سیدوں کو بادشاہ کہا گیا ہے ان میں ایک تو یہی سیّد تھے۔ میں نے سنا ...
بادشاہ نے آپ کو اس قدر زرو جواہر ہمیشہ دیتے دیتے مالا مال کر دیا تھا کہ اگر سنبھا...
خزانے بھر جاتے۔ خود مجھ سے معراجدین اخوند ملک برک والان نے امب میں ذکر کیا تھا ...
اس کے باپ خادی اخوند نے یہ روایت اسی کو سنائی کہ خادی اخوند کا والد منہاج الدین اخوند ...
اس یک سالہ سفر دہلی میں سید صاحب کا مشیر اور ہمراہی معتمد تھا۔ وہ کہتا تھا کہ آخر میں لوگوں
نے سید کی حیثیت اور شخصیت اور استعداد اور قابلیت کا اندازہ جب کر لیا تو مغل بادشاہ کو اس
سے خوفزدہ کر دیا اور کہا کہ بادشاہ گر سادات بارہ جنہوں نے مغل بادشاہوں کا عزل نصب ...
کیا وہ تو چالاک اور بد معاملہ شخص اور بد دیانت ملازم ہیں۔ مگر یہ شخص تو کل افغان قبائل اور
نسلوں کا دینی دنیوی اور جسمانی روحانی بادشاہ ہے۔ محبوب ہلوگوں میں اس قدر ہے کہ ...
خزائین آپ اس کو دیتے ہیں بلا تامل لوگوں میں بانٹ دیتا ہے۔ اس کا تو فقط اشارہ ہی ...
لینے کا ہو جائے تو چند لمحوں کی دیر نہ ہوگی بلکہ بادشاہ کو کہا گیا کہ وہ امتحان کر لے سیر و شکار کے
لئے تمام امراء کو اوّل لے کر جنگل میں یا باہر جائے۔ اور پھر اُمراء کو آزادانہ اجازت دے کر ...
علیحدہ جگہ پر بیٹھ رہے یا کسی مقام سے نظارہ۔ سب کو کہا جاوے جدھر جس کو جانا پسند ہو آزادی
ہے۔ پھر دیکھے کہ امراء اور فوجی افسر خود کس جگہ کس افسر پر جمع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے سنا
ہے کہ یہ تجربہ کیا گیا کہ تمام لوگ بادشاہ کی پابندی سے آزاد ہوتے ہی سید کے گرد آ کر جمع
ہو گئے۔

بہر حال بادشاہ دہلی نے اس کی دیانت و شرافت کو جانچ کر لینے کے باوجود بجائے اس
سے ملک مغلوب و ماتحت کرانے کا کام لینے کے حاسدوں کے کہنے سے خطرہ محسوس کیا مگر
نہایت اکرام و اعزاز کے ساتھ آٹھ لاکھ کے زرو جواہرات آپ کو دیئے اور جواہرات سیروں
کے حساب سے دیئے اور ہزارہ میں کل پکھلی کے کل ممالک کی جاگیروں کا فرمان لکھ کر دے کر

... رخصت کیا۔ منہاج الدین بابا کی زبانی روایت مجھے پہنچی ہے کہ وہ اشرفیاں اکثر ستھانہ
... تک آپ لوگوں کو بخشش کرتے آئے تھے، بجز جواہرات اور کچھ اسی قدر اشرفیوں کے جو
... الدین بابا نے آپ سے چھپا کر بچائیں، باقی سب رستے میں صرف کر آئے تھے۔ مگر
... اس پر تھے کہ تعلق تختِ دہلی سے تازہ وابستہ کر آئے تھے اور ہزارہ میں پکھلی کا علاقہ
... جاگیر لے چکے تھے، جس کی نسبت ان کا پہلے سے خیال پیدا ہوا تھا کہ وہ اس خاندان کا
... ملک ہے۔ جب واپس آئے تب تک خان تنولی بھی آپ کا مشکور تھا کہ اس کی املاک
... صوابی تیرہ و گندف کی سفارش سے واپس مل چکی تھی۔ اس کے بعد کوئی مخالفت وغیرہ نہیں
... مگر حضرت ستھانہ میں اور ہزارہ و پکھلی میں زیادہ رہا کرتے تھے۔ اور آپ کی ذاتی املاک
... ماسوا جاگیر سرکاری کے بفہ شہر معہ چھ دیگر قصبوں کے پکھلی میں تھا اور ہزارہ میں سنگرائی و
... ائی اور موضع توی دریا سے پار ستھانہ۔ مہابن کے پیچھے ملکا خدو خیلوں میں درہ کن گلی اور
... بادوں میں مہابرہ اور حسن زئیوں میں تانگیڑی معہ ۱۴ اور خیلوں کے وغیرہ بہت املاک تھے۔
جن دنوں آپ لشکر لائے تھے۔ عیسیٰ زئیوں کی عورتیں یہ گانا گایا کرتی تھیں۔

وہ ضامن شاہ یہ لشکر مہ زہ
ضامن شاہ میا شتے یادوی تیر کی کالونہ

یعنی کوئی معشوقہ اپنے عاشق سے کہتی ہے کہ:
...امن شاہ کے لشکر میں اے محبوب مت جاؤ۔ ضامن شاہ تو مہینے لشکر میں صرف ہونے کے لئے
...لاتا ہے مگر سالہا سال لشکروں میں گزار دیتا ہے۔
یعنی اس قدر لمبی جدائی ناقابلِ برداشت ہے۔
حضرت سید کی زوجہ جو چھچھ کے خان جلالیہ کی دختر تھی۔ ایسی قابل اور لائق ثابت ہوئی جو
استعداد اس کے شوہر میں تھی کہ اس نے اپنے شہر کو محفوظ رکھنے سپاہیوں کو خوش رکھنے اور قبائل
کے جرگوں کو راضی رکھنے میں ویسا ہی عمل اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں ظاہر کیا جو سید کی
موجودگی میں حالات ہوتے تھے۔ اس بی بی کی دوسری حقیقی بہن طاہر خیلی قوم کے اس خان کی
زوجہ تھی جس کا فرزند ظفر خان دادا کل طاہر خیلی قوم کا نامور سردار تھا۔ یعنی ظفر خان اس بی بی کا
حقیقی خواہر زادہ تھا جو علاقہ کھڑی و گنگر پر رئیس صاحب اثر تھا۔ اوتمان زئی قبائل بھی حضرت

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے زیر حفاظت تھے۔ ان کو اپنا وعدہ آپ نے پورا کر دکھایا کہ تنولی قوم کو طویل مدت کے لئے اسی طرف بُرا دیکھنے سے بھی مجبور کر دیا۔ اور ان کے لشکر ہی طلب نہ کئے اور کوئی بار برادران پر ہی نہ ڈالا۔ جس کے لئے وہ حسبِ قاعدہ افغانیت مجبور تھے۔

سید ممدوح کی استعداد فوجی صورت میں اس وقت فی الواقعہ سرحد کو نثر سے ہزارہ اس قدر تھی کہ وہ جب چاہتا جون سا ملک لے سکتا تھا۔ اگر کشمیر کا رخ کرتا تو اس کے لئے مشکل نہ تھی، مگر عہد کا حد سے زیادہ پابند اور وفاداری کا بہترین شکور طبیعت بزرگ تھا۔ حکومت کا تعلق آبائی تعلقات کی وجہ سے اپنا دائمی وظیفہ، حیات رکھا۔ اور تمام زیئوں کی مدارات کیا کرتا تھا۔ برادری جس جگہ بھی پھیلی ہوئی تھی ان کے زیر سایہ قبائل کا اکرام اپنا فرض جانتا تھا اور ہر جگہ سادات کی غم خواری اور سر پرستی کیا کرتا اور اپنی اولاد میں بھی ایسی ہی عالی ظرفی کی وصیت اور عادت ڈال گیا کہ اولاد نے بھی اُن کے قدم پر قدم رکھا۔

جہاں تک معلوم ہوا ہے دہلی سے واپسی کے بعد اپنی املاک اور جاگیر ہزارہ و کاغان میں دورہ کرنے اور مہمان نوازی کرنے میں اور قبائل کے جرگوں کو بلا کر رضا مند رکھنے میں باقی عمر کا حصہ گزارا۔ کسی قبیلہ یا کسی ریاست کے ساتھ آپ کا مقابلہ نہیں ہوا اور آپ علاقہ پکھلی شہر بفہ میں گئے ہوئے تھے۔ آپ کے ہمراہ ملازموں کے علاوہ آپ کا ایک نوجوان فرزند موجود تھا کہ ناگاہ آپ نے بفہ میں ہی انتقال فرمایا اور نعش وہاں سے اُٹھوا کر ستھانہ کو لایا اور وہاں دفن کئے گئے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی موت کی خبر پہلے نہ تھی۔ ناگہانی طور پر جب آپ کی نعش گھر میں پہنچائی گئی تو آپ کی ایک ہمشیرہ مادر زاد ولیہ تھی، جو عمر بھر کنواری رہی تھی۔ انہوں نے جب اس ناگہانی واقعہ کی اطلاع سنی تو مانند ماہی بے آب ہمشیرہ بھی اور زوجہ بھی تڑپ گئیں اور جس وقت نعش کو لا کر رکھا، تو آپ کا نوجوان نہایت جمیل و حسین بیٹا ساتھ تھا۔ اس کی والدہ نے جب بیٹے کی طرف سے نظر بھر کر دیکھا، تو ایک طبعی امر تھا کہ اس کے دل پر ایسے حسین جمیل جوان بیٹے کے دیکھ لینے سے اس انتہائی کرب والم میں ایک تسکین کی لہر دوڑ گئی اور سید کی ہمشیرہ نے اس کو محسوس کر لیا۔ یہ معلوم کر کے نہایت جلال اور غصہ میں کہا میرے بھائی کی وفات کی بے تابی کو تو نے اپنے بیٹے کے دیکھ لینے سے ہلکا کر دیا۔ اور تیرے دل پر بیٹے کی موجودگی کی خوشی اس غم پر غالب آگئی۔ خدا تعالیٰ تجھے یہ خوشی نصیب نہ کرے۔ چنانچہ آٹھویں دن اس فرزند کی

بھی ناگاہ واقعہ ہوگئی۔ (ہمارے خاندان میں ابتدا سے اب تک ایسی لڑکیاں ہوتی آئی ہیں۔ جو شادی سے انکاری ہو کر طاعت عبادت میں عمر بسر کرتی ہیں اور صاحب کشف و حال رہی اور خود میری ایک پھوپھی ایسی ہی عابدہ زاہدہ اور مجیب الدعوات تھی اور میری ایک ہمشیرہ تو مادر زاد ولیہ ہے۔ عبدالجبار۔)

اس وقت آپ کی موجودہ اولاد میں سے بڑا لائق قابل فرزند سید شاہ مردان نام تھا۔ اب وہ ایام آ گئے تھے کہ دہلی انتہائی کمزور ہو چکا تھا مرہٹوں نے اودھم مچا رکھی تھی اور سلطنت پر احمد شاہ درانی کا زمانہ اور قبضہ اس ملک پر آچکا تھا۔ اور سلطنت درانیہ نے شمالی ہند پر قبضہ و تصرف کر لیا تھا۔ اور ضلع ہزارہ ایک کونے میں ہونے کی وجہ سے سرداران و خوانین ملک آزاد و خود سر ہوتے گئے۔ اتفاقاً یہی شاہ مردان مہمانی پر علاقہ گنگر و کہٹری میں اپنے خالہ زاد بھائی ظفر خان سردار طاہر خیلی کے پاس گیا ہوا تھا۔ اس کی منگنی بھی ظفر خان کی ہمشیرہ کے ساتھ طے ہو چکی تھی کہ ناگاہ کابلی افغانی حکومت کی فوج ظفر خان کو تادیب دینے کے لئے آگئی۔ یہ معلوم بھی نہیں ہو سکا کہ ان کے درمیان کیا واقعات گزرے تھے۔ جس کی وجہ سے درانی فوج ظفر خان کی تادیب پر مامور ہو کر آ گئی تھی۔ مگر ظفر خان مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ اور اپنے طرف سے اپنے خالہ زاد سید شاہ مردان کو معافی خواہ بنا کر سردار فوج کے پاس اس لئے روانہ کیا کہ اولادِ پیر بابا کا سرتاج جانشین اسی وقت یہی نوجوان تھا جس کو ظفر خان نے شفیع بنا کر اپنی مخلصی کی درخواست کی تھی اور جس کو دولت درانیہ نہ فقط جانتی ہی تھی بلکہ سالانہ بڑی رقم وظائف ان کے مقرر تھے۔ مگر افسر فوج کو یہ حکم ملا ہوا تھا کہ وہ ظفر خان کو پاتے ہی قتل کر ڈالے۔

عجیب دردمندانہ واقعہ یہ ہوا کہ سید شاہ مردان اور ظفر خان آپس میں بوجہ خالہ زادگی کے بہت زیادہ ہم شکل تھے۔ اور جامہ بھی اکثر ہم رنگ پہنا کرتے تھے، بلکہ ممکن ہے کہ اس وقت شاہ مردان ظفر خان ہی کے گھوڑے پر سوار نکلا ہو، لشکر شاہی محاصرہ کے ہوئے تھا۔ جب یہ سوار بہت قریب پہنچا تو سردار لشکر نے واقف ہمسایوں خوانین سے پوچھا کیا یہی ظفر خان ہے۔ سردار لشکر نے اپنے اردلیوں کو گولیوں کی باڑھ مارنے کا حکم دیا اور سید کا لائق فرزند اس طور سے بے گناہ شہید ہو گیا۔ مگر اس کے گرتے ہی نوکروں نے آواز دی کہ سید ضامن شاہ بادشاہ کا فرزند شفاعت کے لئے آیا ہو مار ڈالا گیا۔ اب اور تو کچھ ممکن نہ تھا۔ سخت ندامت اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

شرمساری سردار درانی کو ہوئی۔ ظفر خان کو طویل مدت کی سند جاگیر کل املاک اور آزادی
کی لکھ کر دے دی۔ مگر مردے زندہ نہیں ہو سکتے۔ یہ جاگیر ایسی پختہ قوم طاہر خیلی کو ملی
شاہی میں بھی بچہ بچہ قوم طاہر خیلی کا معافی دار و جاگیر دار رہا۔ اور انگریزی بادشاہی
معافی داری اس قوم کو بدستور باقی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جب عہد اکبری میں یوسف
قبیلوں کو مخالفت کی وجہ سے شہنشاہ اکبر گرفتار کر کے لے گیا تھا۔ تو اس زمانہ کے اوتمان
موضع کوہشہ میں سے قوم علی زئی سے ایک شخص طاہر خان نام بہت عقل مند اور سنجیدہ فہمیدہ
یوسف زئی کی طرف سے بادشاہ کے دربار میں آمد و رفت اور سفارت کا کام ذمہ کیا گیا۔
نے قوم کی طرف سے تو نہایت خوبی سے سفارت کو انجام دیا، مگر وزارت بادشاہ کو بھی اس
رضامند کرلیا کہ اس کی اولاد کے لئے دائمی طور پر جاگیر اور معافی اس کو لکھ دی گئی۔ جس
اوتمان زئیوں کو حسب دستور بہت حسد ہوا۔ یہ جاگیر املاک وحدود قوم یوسف زئی سے باہر
سلطان بن پرگنہ کھٹری و میر میں دی گئی تھی جو دریا سے مشرق کی جانب ہے۔ انہوں نے
میں ازراہ حسد یہ گفتگو جاری رکھی کہ قاصد تو افغانوں میں قاعدہ ہے کہ حجام یا ڈوم میراثی ہوا
ہے یہ حجام کا ذمہ دارانہ کام کرنے والا تو جاگیر دار بن جائے اور بڑے بڑے سردار قوم
جرمانے ادا کریں اور قید میں گزاریں۔

میں نے خود حاسدوں سے اس زمانہ میں بھی سنا ہے کہ طاہر خیلی دراصل علی زئی
بلکہ طاہر خان علی زئیوں کا حجام تھا، مگر یہ ایک بے اصل اور ازراہ حسد افغانی حاسدانہ بکواس
اور یہی عادتیں افغانوں کو بار بار بنی اسرائیل ثابت کرتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں قصہ
کہ بنی سرائیل نے اپنے نبی کی معرفت اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے بادشاہ مانگا اور اللہ نے حکم
کہ تمہارے لئے میں نے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے۔ تب سارے انکاری ہو گئے کہ وہ تو ہم
سے بے دولت اور معمولی انسان ہے۔ اس سے بہتر سردار ہم میں موجود ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ اس کو میں نے جسمی اور علمی استعداد اور طاقت زیادہ تم سب سے دی ہے اور وہی بادشاہ
بن گیا۔ ایسا ہی طاہر خان بے دولت علی زئی تھا، لیکن اس میں اس قدر فراست اور عقل مندی
تھی کہ وہ بادشاہ دہلی کے جابر و قاہر بارگاہ میں قوم کا سفیر بن کر پہنچ بھی گیا کام بھی نکال لایا
اور اپنی ذات کے لئے تا بہ اولاد بڑا قطعہ جاگیر حاصل کرلایا۔ جس پر قوم کے حاسد اس وقت

بکنے لگے کہ یہ تو ایک حجام کی بجائے قاصد بن کر گیا تھا۔ اس کو جاگیر ملنے کا کیا حق تھا۔
طاہر خیلی قوم میں زمانہ تک یہی نسلی شرافت اور حسن صورت و حسن و اخلاق اور تمام
میں سے ممتاز ذہانت اور عقل مندی موجود ہے۔

میرا خیال ہے کہ علم نہیں کہ ظفر خان کا تنازعہ ہی درانی حکومت کے ساتھ اپنے قطعہ
کا مالیہ نہ دینے اور سب کا حسب سابق جاگیر رہنے کا ہوگا جس کو درانی حکومت اس کی
اور مخالفت پر محمول کر کے قبول نہ کرتی ہوگی۔ اس پر مخالفت بڑھ کر ممکن ہے کوئی شاہی
مقتول ہوئے ہوں گے جس کے عوض میں سردار فوج تو ظفر خان کو قتل کرا رہا تھا، مگر اس
وجود کے بے گناہ قتل نے اور پھر ظفر خان کا خالہ زاد ہونے سے مرکز ہی سفارش کا حق
کر دیا اور دائمی جاگیر و معافی نسل طاہر خیلی کو ان سے بھی مل گئی۔ جس طرح مغل حکومت میں
کو حاصل تھی۔ درانی حکومت احمد شاہ غازی کی سلطنت کو کہا جاتا ہے جو نہایت ہی نیک
اور حمیدہ خصلت بادشاہ تھا۔ جب سید شاہ مردان کو ستھانہ میں لا کر دفن کر دیا تو اس کی
والدہ کو غم سے دق کی مرض ہو گئی۔ اور وہ اپنے بونیر وال سپاہیوں کو قلعہ ستھانہ سپرد کر کے اور
اپنے غلام کنیزوں کو خوردسال بچہ سید شاہ گل عرف شاہ جی کو سپرد کر کے خود علاج کے لئے اپنے
والد کے گھر پرگنہ چھچھ میں چلی گئی۔ خوردسال شاہ جی جتا غلام اور جتی کنیز نے اپنی پھوپھی کی
نگرانی میں خوب پیار سے سنبھالا۔ بی بی کے والد نے نہایت سعی سے علاج کر دیا۔ ایک سال
کے عرصہ میں بی بی کو کامل صحت ہو گئی۔ یہ واقعات گیارہویں صدی ہجری کے آخری تیس
سالوں۔ اور اٹھارویں صدی عیسوی کے آخری تیس سالوں میں ہوئے۔ اور صحت کے بعد
بی بی نے واپس ستھانہ میں آ کر اپنی حکومت اور کاروبار کو نہایت بیداری سے خود سنبھال لیا اور
فرزند کی تربیت میں مشغول رہی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فصل پنجم

سید شاہ گل عرف شاہ جی فرزند سید ضامن شاہ

کے حالات ومقاتلات خانان صوبہ خانی پلال تنولی وہندوالی ہیبت خانی کے ساتھ

سید شاہ گل اگرچہ خورد سال رہ گیا تھا، اور ایک بڑی ریاست کے مقابلے کے لئے ستھانہ کی موجودہ طاقت کافی نہ تھی، لیکن خان سرفراز خان یا خان تنول گل شیر خان عقل مند خان تھا اور ابتدائی غلطی اس خاندان کی مخالفت میں جو وہ کر چکا تھا۔ وہ واقعات آئندہ نے ایک "عظیم خطرہ کی شکل اختیار کرنے کے بعد پھر اسی خاندان کے سادات سکنائے تنول کی کوشش اور سید ضامن شاہ کی عالی ظرفی سے وہ خطرہ بالکل ٹل گیا تو خان نے آئندہ کے لئے قطعی طور پر اس خیال کو بالکل ہی ترک کر دیا۔ اور جب تک خان زندہ رہا اس نے پھر اس مخالفت کو ہرگز پیدا ہونے دیا۔ یہاں تک کہ سید ضامن شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سید شاہ گل جوان ہو گیا۔ اور اس کی شادی گندف کے سید شیر شاہ کی ہمشیرہ سے نوعمری میں ہی کی۔ اور ابھی سید شاہ گل جی کی پہلی شادی اوتمان کے ایک رئیس قوم پایندہ خیلی ساکن کالوگے کی دختر سے ہوئی تھی اور وہ بی بی بے اولاد فوت ہو گئی۔ اس کے بعد گندف کے سید شیر شاہ کی ہمشیرہ سے شادی ہوئی۔ سرفراز خان کے بعد گل شیر خان زندہ ہی تھا کہ سید شاہ گل کے دو فرزند سید اعظم عرف خان میاں اور سید اکبر یکے بعد دیگرے تولد ہو چکے تھے۔ تب گل شیر خان کا انتقال ۱۸۰۳ء میں ہو گیا اور اس کی جگہ اُس کا فرزند احمد علی خان مسندِ ریاست پر متمکن ہو گیا۔ جو زبردست شخصیت اور سخت طبیعت کا مالک تھا۔

چونکہ گل شیر خان رئیس اعظم فرقہ پلال جو قدیم سے کل تنولی قوم کے سردار تھے۔ اس عہد میں اس کے مدمقابل فرقہ وال ہندوالی میں ہیبت خان نے ریاست محکم بنا کر گلی بدرہال میں اپنا مستقر بنالیا تھا۔ اور پہلے سے دونوں فرقوں کی سرداری صوبہ خان پلال کی اولاد کے ہاتھ میں تھی۔ تقسیم ہندوال پلال کی البتہ جدا جدا تھی کہ اگرور سے لے کر دربند سے دو تین میل اب تک ہندوال فرقہ قابض تھا اور میباں سے ہزارہ تک پلال فرقہ کا ملک تھا۔ ہندوالیوں کے اندر پرگنہ کہن میں اور موضع کل میں شاخ جمال میں سے ایک شخص چاڑہ خان نیک کردار گزار مہمان نواز پیدا ہوا جس نے قومی بہبودی کے کاموں میں بہت حصہ لیا۔ وہ اپنی قوم کے اندر ایک بڑا معتبر ومعتمد انسان ہوا۔ پھر اس کا بیٹا گجر خان تھا جس نے والد کے زمانہ سے اپنی خاندانی عزت کو بہت بڑھایا۔ اور اس کو ہندوال فرقہ نے اپنا خان تسلیم کر لیا۔ اس نے اپنا وقت ایسی اچھی نیک نامی سے گزارا کہ تمام ہندوالی اس کے پورے تابع اور محکوم ہو گئے۔ اس پر تھوڑا تھوڑا صوبہ خانی خوانین کو رشک آنے لگا۔ اور وہ اس خاندان کو ستانے لگے۔ مگر یہ ستانا گویا ہندوالی قبیلہ کو اور جگاتا تھا۔ بلکہ تازیانہ تھا کہ کل قومیت دوسرے قبیلہ کی سرداری اور اپنی اس کے آگے ماتحتی ماننے سے انکاری ہو گئے۔ جب گجر خان فوت ہوا تو خوش نصیبی سے اس کو خدا نے جو فرزند ہیبت خان نام دیا وہ نہایت قومی دل اور بہادر مضبوط انسان تھا۔ ہندوالیوں کی خانی ہی اس نے نہ صرف مضبوطی سے سنبھال لی، بلکہ صوبہ خانی خان کے ساتھ وہ برابری اور ہمسری کا دم مارنے لگا۔ اور صوبہ خانی اور ہیبت خان کے درمیان مدتوں تک معرکے اور لڑائیاں ہوتی رہیں اور صوبہ خانی خان نے ہندوالیوں سے دربند اور اس کے متصل علاقے بزور چھین لئے تھے، جن کو دربند کی کلائی کہتے ہیں جس وقت سید ضامن شاہ کو ستھانہ سپرد ہوا ہے۔ ان دنوں صوبہ خانی خان ایک طرف دربند کی کلائی پر قبضہ جما چکا تھا۔ دوسرے جانب یاغستانی علاقہ میں دریائے سندھ سے پار اشرا اور شید بستی کا علاقہ جن میں اب نواب شاہ کا قلعہ دیوی ہے صوبہ خانی خان کے ماتحت تھا۔ وہ اس پر قادر ہو چکا تھا کہ کیا وکبل کی املاک کو اوتمان زئیوں سے دوبارہ چھین لے۔ ادھر دربند کی کلائی ہندوالیوں سے لے چکا تھا۔ تب اس وقت ناگاہ سید ضامن شاہ درمیان آگیا اور خان نے اس کے ساتھ مخالفت مول لے لی۔ اس کا جو نتیجہ ہوا لکھا جا چکا ہے۔ تب سید صاحب نے بعد فتح ملک دوبارہ خان کو واگزار چھوڑ دیا، تو اس صورت میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

خانانِ ہندوال خانان پلال دونوں فرقوں کے درمیان مدت بعد خیر خواہوں نے بیچ بچاؤ کر کے
پختہ صلح کرادی۔ اس صلح کے بعد ہیبت خان کی بیٹی کی شادی گل شیر خان کے بیٹے احمد علی
کے ساتھ کردی اور گل شیر خان کی بیٹی کی شادی ہیبت خان خان گل کے بڑے بیٹے ہاشم علی
کے ساتھ کردی اور دونوں ریاستیں ہم قوم تو تھے ہی، مگر ہم رشتہ بھی ہوگئے۔ اور اس صلح
کے بعد ہیبت خان بھی فوت ہوگیا اور گل شیر خان بھی ۱۸۰۲ء میں فوت ہوگیا۔ صوبہ خان
جس کا نام زبردست خان تھا اور جس نے دولتِ مغلیہ سے بھی نقارہ و علم حاصل کر کے
خطاب پایا تھا اور مسلمہ طور پر دوشاخ تنولی کی سرداری اس پر مسلم تھی۔ جس نے کئی شادی
آسان رواج مقرر کر دیئے تھے جو افغانوں سے مختلف تھے وہ رواج اَب تک ہر دوشاخ
میں رائج ہیں کہ منگنی کے وقت صرف پانچ روپیہ رائج الوقت دُولہا کی طرف سے معہ دو تین
دودھ کے جو کسی برتن میں لایا جاتا ہے جو افغانوں کے رواج شربت پلانے کا بدل ہے تا
غریب شخص شربت کے لئے مصری پر بھی پیسہ صرف کرنے بلکہ دودھ بجائے شربت مجلس
گھونٹ گھونٹ پلادیا جائے اور پانچ روپیہ میں سے نکاح خواں کا امام کا ایک روپیہ ایک
حجام کا ایک درزی و میراثی یعنی ڈوم وغیرہ کا۔ اس طرح کنڈوں پر صرف اس قدر صرف ہو کر
لڑکی کو کپڑے یا جو کچھ میسر ہو، پہنا کر دُولہا کے گھر سے جاتے تھے۔ یہ رواج تنولیوں میں اب
تک ہے۔

زیر بحث ایام میں ایسے مقتدن کی اولاد کی حکومت موجود ہوتے ہوئے، جب نصف قوم
ہندوالیوں نے اپنا خان اپنے فرقہ میں سے پسند و مقرر کر کے صوبہ خانیوں کا جُوا اتار پھینکا تو
دوسری طرف صوبہ خانی خان نے حملہ کر کے دربند اور اس کے ساتھ کا میدانی علاقہ ہندوالیوں
سے چھین لیا۔ اور جب سید ضامن شاہ صاحب کے حملہ سے صوبہ خانی خان کو کمزوری محسوس
ہوئی، تو اس نے باقی کلاں کا علاقہ ہیبت خان کو واپس دے دیا۔ صرف دربند اپنے پاس رہنے
دیا۔ پھر جب خوانین کے رشتے آپس میں ہوگئے تو گل شیر خان نے کلی طور پر ہندوالیوں کا
ملک آزاد کردیا مگر تھوڑے دن وہ زندہ رہا پھر گل شیر خان بھی فوت ہوگیا اور ہیبت خان کا بھی
انتقال ہوگیا۔ تو گل شیر خان کا بیٹا احمد علی خان مسند نشین ہوا۔ اور ہیبت خان کا بیٹا ہاشم علی خان
مسند نشین ہوا۔ چونکہ احمد علی خان زبردست اولوالعزم تھا۔ اس نے برداشت نہ کیا کہ ست پُش

کی سرداری صوبہ خان کی تقسیم ہو کر نصف کا مالک ہیبت خان بن جائے۔ ادھر جنوب کی طرف
خانہ کی جس طاقت سے ان کی ریاست کو زک پہنچی تھی یعنی سید ضامن شاہ فوت ہوچکا تھا۔ اور
اس کا اکلوتا فرزند سید شاہ کل بے شر، بے ضرر عابد زاہد نیک طینت انسان تھا۔ اگر خود احمد علی
خان اس کو نقصان پہنچاتا تو اس کی طرف تو اس کو یقین کامل حاصل تھا کہ وہ اب رقیب یا
حالت میں آرہا۔ لہٰذا اُس نے موقع مناسب سمجھا کہ ہیبت خان بھی مرچکا ہے تو رقیب پر حملہ
کردیا اور دربند کا قلعہ معہ دربند کے میدانی علاقہ کے جس کو دربند کی کلائی کہتے ہیں، وہ بھی
قبضہ میں کرلیا۔

اب ہاشم علی خان اس علاقہ سے بے دخل ہو کر کوہ مہابن کے قبائل امازئی مداخیل حسن
زئی سے طالب امداد ہو کر ان کا لشکر اُٹھالایا اور معرکہ سخت معلوم ہوا۔ اور درمیان میں صلح جو
لوگوں نے گفتگوئے صلح کا سلسلہ چلایا۔ دراصل افغانوں کا لشکر ہاشم علی خان کے لئے ملک میں
داخل ہو کر کلائی اور میدانی علاقہ فتح کرچکا تھا۔ صرف دربند کا قلعہ باقی تھا۔ جس کو گڑھی کہتے
تھے۔ اس درمیان میں احمد علی خان نے اور ہی منصوبہ سوچ لیا۔ اور چونکہ قلعہ کا فتح کرنا افغانی
لشکر کے لئے بھی مشکل تھا، لہٰذا آئندہ صلح کی گفتگو پر وہ بھی راضی ہوگئے اور خوانین بھی جانبین
سے راضی ہوگئے کہ دراصل خاندان صوبہ خانی ابتداء سے بڑا ہے۔ اس کو نہ چاہیے کہ ہندوالیوں
کی املاک چھینے اور ہندوالی خوانین کو ان سے گستاخی اور بڑائی نازیبا ہے اور چونکہ خود ہاشم علی
خان احمد علی خان کا سالا بھی ہے، بہنوئی بھی ہے عمر میں بھی چھوٹا ہے۔ لہٰذا احمد علی خان کی ہمشیرہ
بطور مہمان بھائی کے گھر جائے تو احمد علی خان بطور جہیز دربند کا قلعہ اپنی ہمشیرہ کو سپرد کردے گا۔
اس قرارداد پر اتفاق ہو کر صلح ہوگئی۔

احمد علی خان کی سکونت دو جگہ تھی۔ ایک موضع دیرہ میں دوئم بیٹر پوہار میں جہاں صوبہ
خان کی قبر ہے۔ دیرہ وہ مقام ہے جب سب سے پہلے تنولی قوم افغانستان سے نکل کر درہ خیبر
کے قریب شلمان کے پہاڑوں سے ہو کر اس ملک میں دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر
موضع اشراح پر مقیم ہو کر دریا کو عبور کر کے ان سے دیرہ لگایا اور پھر قدیم باشندگان تنول ترکون
سے جنگ جاری کر کے ملک فتح کیا۔ اس دیرہ والی جگہ کا نام ڈیرہ ہوگیا۔ جو والیِ ریاست کا
مستقر ہوا کرتا تھا۔ ان دنوں میں علی خان موضع دیرہ میں تھا کہ اس کی ہمشیرہ زوجہ ہاشم علی خان

toobaa-elibrary.blogspot.com

۔ائین وملکانان اوتمان زئی کی پہنچا کر ان میں طرف داری اور جنبہ داری خان کے لیے کر
دی۔ یہ بہت بڑا کام اس کے لیے تھا کہ اگر ستھانہ کی پشت پناہی وامداد اوتمان زئی قوم نہ کرے
تو اس قدر طاقت ور یاست کے لیے صرف دو میل کے فاصلہ پر جو اس ریاست کی سرحد ملی ہوئی
۔ اور خان کا مسکن دربہ بھی ستھانہ سے پانچ میل سے زیادہ نہ تھا، فتح کرنا کیا مشکل تھا۔ موضع
۔یا میں غلام خیلان سیاہ میں سے عزیز خان سید خان کا باپ جو نامور ملک تھا خان کا دوست بن
گیا اور باقی ملکوں کو روپیہ پیسہ کے تحفے دیئے۔ اسی منڈی کے درپردہ بہت کچھ خان کے طرف
سے پہنچادی۔ اب خان کو یہ اطمینان تو کامل ہوگیا کہ کیا وکبل کے اوتمان زئیوں کا لشکر ستھانہ کی
امداد میں ہرگز نہ آئے گا۔ اور خان کے مقابلے کے لئے یہ لوگ کمر بندی نہ کریں گے۔

تب ناگاہ خان تنول نے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ ستھانہ پر حملہ کردیا۔ راستہ مشکل
تھا جس سے لشکر کا گزرنا مشکل تھا۔ رات کے کسی حصہ میں عبور کرلیا۔ اور صرف ستھانہ کا ایک
گاؤں تھا جس میں مشکل سے دوصد لڑاکا جوان ہوں گے۔ مقابلہ پر تھا اور خان کا لشکر بہت کم
سے کم تر بھی ہوتو بھی چار پانچ ہزار سے کم نفری نہ ہوگی۔ مگر یہ لوگ ہمیشہ سے جنگ جو تھے۔
قصبہ کو سید ضامن شاہ نے قلعہ کی دیوار شہر پناہ پر آکر قلعہ بند بنالیا تھا۔ چار کونوں پر برج چار
تھے اور شہر کے وسط میں بازار تھا۔ جس میں مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں کی بھی پچاس دوکانیں
تھیں۔ یاغستانی علاقہ میں ہندو دکاندار جہاں پچاس ہوں کافی بڑا بازار ہوگا۔ سید شاہ گل
اگرچہ دیندار عابد زاہد انسان تھا۔ مگر نسلی جوہر شجاعت سے خالی نہ تھا۔ دو بڑے بیٹے بھی اس
کے ہتھیار اُٹھانے کے قابل ہوچکے تھے۔ اور بونیر وال جان باز سپاہی بھی قریباً دوصد اُن کے
پاس تھے۔ انہوں نے مدافعانہ جنگ ایسی کی کہ دشمن کا لشکر ایک ہی حملہ سے شہر فتح نہ کرسکا۔ اور
محاصرہ کر کے گھیرا ڈال دیا۔ سید کو اُمید کامل تھی کہ اوتمان کا امدادی لشکر ابھی آتا ہے کیونکہ دو
گاؤں جن میں سے جنگی نفری ہزار بارہ سو تین میل کے فاصلہ پر تھی ایک گھنٹہ میں پہنچ سکتی تھی،
مگر کوئی نہ آیا، اور کبل کا گاؤں ستھانہ سے چھ میل دور تھا۔ جہاں سے دو گھنٹہ میں دو ہزار جنگی
نفری کی امداد آسکتی تھی۔ مگر تین دن تک دشمن نے شہر کا محاصرہ قائم رکھا اور اس عرصہ میں ٹوپی
کوٹھہ مینی وغیرہ اوتمان کے مرکزی گاؤں سے دس ہزار نفری سے زائد لشکر پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ وہ
بھی صرف بیس تا پچیس میل ہی دور تھے، مگر وہاں کی امداد کیا کبل کی امداد رُکنے کی وجہ سے رُکی

بڑے تزک احتشام سے بطور مہمانی لائی گئی اور کچھ مدت رہ کر خود ہاشم علی خان بھی حسب قرار
ایک صد چیدہ بہادر خان نثار سپاہی بطور باڈی گارڈ ہمراہ لے کر دربہ کو آیا اور احمد علی خان نے
چند روز نہایت عزت وتپاک سے مہمان نوازی کی اور جب رُخصت کا دن مقرر کیا تو احمد علی
خان نے ہاشم کے ایک سو سپاہیوں کو صابون دلوایا کہ وہ دریا کے کنارے اور چشموں پر
اپنے کپڑے خود صاف کرلیں اور دھولیں۔ سپاہیوں میں یہی دستور جاری تھا۔ وہ حفاظتی
سب دریا کنارے اور چشموں پر کپڑے دھونے چلے گئے۔ ادھر احمد علی خان نے اپنے فوجیوں کا
مکمل خفیہ انتظام کر رکھا تھا۔ ہاشم علی خان کو تو موضع دربہ قتل کردیا اور آپ کے ایک صد سپاہیوں
کو دریا اور پانیوں کے کنارے قتل کرادیا۔

پھر ہاشم علی خان کی نعش کے ہمراہ اپنی ہمشیرہ اس کی زوجہ کو نواب خان برادر ہاشم علی
خان کے پاس موضع کلی بدرہال میں بھیج دیا، کچھ مدت بعد نواب خان نے اپنی بھاوج
بیوہ ہاشم علی خان کے ساتھ حسب رواج نکاح کرلیا۔ اور قوم ہندوال کی سرداری اب نواب خان
ولد ہیبت خان کے تصرف میں آگئی۔ اس زمانہ میں حکومت دورانیہ کشمیر پر قابض ہوچکی تھی۔ ضلع
ہزارہ بھی درانی حکومت کے ماتحت تھا اور جس غرض کے لیے احمد علی خان نے یہ قتل کیا تھا۔ وہ
تھی کہ ہندوالیوں میں دوسری ریاست اور سرداری قائم نہ ہونے پائے۔ مگر نواب خان نے فی
الحال درانی سردار محمد عظیم خان برادر کلاں امیر دوست محمد خان کی طرف دادخواہانہ رجوع کیا۔
سردار موصوف نے نواب خان کی سرداری قوم ہندوال پر حکومتی طور تسلیم کر کے نواب خان کو مسلم
خان بنوادیا۔ نواب خان اولوالعزمی میں والد سے کم نہ تھا۔ بڑا دلیر جری اور بے حد باحوصلہ
سردار تھا۔ مگر دربند کا قلعہ اور میدانی املاک پر احمد علی خان قابض ومتصرف رہا۔ اور اس پر کچھ
عرصہ گزر چکا تو اس کے دل میں اب اپنے جنوبی حریف سید شاہ گل سے انتقام لینے کا خیال پیدا
ہوگیا۔ اس کے پاس وہی سابقہ سید نادر شاہ نام ایک منڈی کے سردار میں سے باپ کے وقت کا
صلاح کار موجود تھا جس نے اس خیال کو مدنظر رکھا کہ ستھانہ سے یہ طاقتور خاندان اُٹھ جائے تو
پھر حسب سابق ستھانہ کے تمام املاک اراضیات اور چراگاہیں سیدان منڈی کے لیے
بلامزاحمت وقف رہ جائے گی۔ اس نے خان صوبہ خانی کی کامیابی کی نہایت کارآمد تجویزیں
اس کو بھی بتلائیں اور خود بھی بہت کوشش کر کے خان کی طرف سے بخشش اور عطیات خان

toobaa-elibrary.blogspot.com

رہی کہ واللہ اعلم کیا حقیقت ہے؟ کیا کبل والے امداد کو نہ گئے۔ اور ادھر خان تنول کے لشکر میں
ہر گھڑی اضافہ ہو رہا تھا، کیونکہ اس کی رعایا دس میل کے اندر اندر بھی دس پندرہ ہزار …
لشکری موجود تھے۔ خان نہایت زور ڈال رہا تھا کہ دو چار سو قلعہ نشینوں کی ہستی ہی کیا ہے …
ستھانہ کو فتح کر لو۔ میرا گمان ہے کہ خان نے اوتمان زیوں کو وعدہ اور اعتبار دیا ہوگا کہ ملک …
زمین سے میرا کوئی سروکار نہیں یہ سب کچھ تمہارا رہے گا، مگر میں نے صرف اپنے باپ …
شکست کا انتقام جب اپنی برادری سے لیا ہے، چھوڑا نہیں، تو سید ضامن شاہ کے بیٹے …
ضرور لیتا ہوں۔

اسی منڈی کے سید نے در پردہ اوتمان زیان کیا کبل کو ڈرا اور اُمید دلا کر اس پر …
کر لیا ہوگا کہ سید ضامن شاہ فوت ہو چکا ہے۔ اگر سید شاہ گل میں ہمت ہوئی سرحدی قلعہ …
رہے گا۔ اگر وہ نہ ٹھہر اسکے تو تم خان کی دوستی اور مواعید کو نہ ٹھکراؤ۔ وہ زبردست طاقت …
سے تمام لے لے گا۔ غرض یہ سب قیاسات ہیں۔ واللہ اعلم کیا کچھ سمجھوتہ اوتمان اور خان کے
درمیان ہوا۔ مگر واقعات علانیہ اس وقت کے یہی ہیں جس پر تمام قیاس آرائی کی بنیاد ہے …
صوبہ خان جو اپنے حریف سے بھی بڑا قطعہ ملک دبا کر اس کو قتل کر بیٹھا تھا۔ ادھر اس کی مشور…
کاری میں نادر شاہ سید منڈی کا اس کا ملازم تھا، جو اوتمان زیوں میں پرہ جنبہ بنا چکا تھا۔ ادھر
خان کا عظیم الشان لشکر اوتمان کی حدود میں داخل ہو کر تین دن محاصرہ کیے رہا۔ مگر تین اور …
میل سے کبل و کیا کے اوتمان زئی امداد کو نہ گئے اور بیس پچیس میل سے مرکز کے اوتمان زئی بھی
امداد کو نہ آئے۔ اور خان کا لشکر مسلسل پیچھے آتا رہا۔ مگر باوجود یہ کہ متعدد بار محاصرین نے بار بار
حملے کیے۔ مگر محصورین نے ان کے حملوں کو کامیاب نہ ہونے دیا اور لشکر شہر فتح کرنے کی اُم…
سے نومید ہو رہا تھا۔ کہ ایک معمولی سا واقعہ رونما ہوا جس نے تنولی لشکر میں ہیبت اور افراتفری
ڈال دی۔

واقعہ یہ ہوا کہ تمام کیا و کبل کے لوگوں میں سے ایک شخص افغان اکازئی فرقہ کا جو فرقہ
سابی خیل سے تھا۔ جس کا نام حمزہ تھا اور ایک پاؤں سے لنگڑا بھی تھا۔ وہ سید شاہ گل کا ذاتی
ہمدرد غمخوار تھا۔ اُس بیچارے نے ایک ایک افغان کو ٹٹولا۔ غیرت دلائی۔ منت و نصیحت کی خان
سے ڈرایا کہ اگر دروازہ ہی ٹوٹ گیا تو تمہارا ملک ہی چلا جائے گا۔ مگر تین چار دن کے عرصہ

… کوئی کامیابی اس کو نہ ہوئی اب ان سے اکیلا ہی یہ ارادہ کیا کہ کسی صورت سے اپنے آپ کو
… ستھانہ کے اندر پہنچا کر ان کے شاملِ حال ہو جائے۔ اس کی سواری کی سفید گھوڑی تھی اس
… وار ہو گیا اور ایک جنگی نشان لکڑی کے نیزہ سے اُتار کر کمر سے لپیٹ لیا۔ ایک ڈوم ڈھول
… نے والا اپنا نوکر ساتھ لے لیا۔ اور کیا سے نکل کر دامن کوہ میں ستھانہ سے میل بھر فاصلہ پر
… ڈھیری کی پہاڑی کے پاس آیا۔ جہاں کہ تمام قرب و جوار کے لوگ تماشائی سینکڑوں بے
… کھڑے تھے۔ کوئی ان میں گدون بھی تھے۔ کوئی برگ وال بھی تھے۔ اور اکثر اوتمان زئی
… مگر عملاً تماشائیوں میں کوئی لیڈر یا اہل جرگہ میں سے نہ تھا۔ یہ موقعہ حمزہ کو بہت پسند آیا۔
اس نے تماشائیوں میں آ کر ایک دردمندانہ تقریر کی اور کہا یہ سادات تمام قبائل کے بادشاہ ہیں،
ان کا کوئی دشمن نہیں، بلکہ ہر کوئی ان تابعدار ہے۔ مگر اوتمان زیوں کی دشمنی انہوں نے اپنے
گلے میں ڈال کر طویل مدت کے لئے تمہارا خطرہ تنولیوں سے ختم کر دیا ہے۔ آج تنولی صرف
ان کو تم سے جدا کر کے ہلاک کرنا چاہتا ہے اور اصل انتقام تو تم سے لینا ہوگا کہ تم کو املاک سے
بیدخل کر کے اپنی ملکیت میں اضافہ کرے گا۔ اور تمہاری غیرت و حمیت کا دنیا کا دیوالیہ نکلتا دکھلا
… کر تم سے انتقام کب چھوڑتا ہے، مگر آفرین ہے سید پر کہ اس نے مقابلہ میں دشمن کی ساری
تدبیر ضائع کر دی اور اب چارہ ہی بجز واپسی کے خان کے لشکر کے لئے نہیں مگر میں تم لوگوں
سے صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ یوسف زئی سارے اس بے حمیتی سے برہنہ و بدنام ہو جائیں
گے۔ اب کوئی ہمارا مقابلہ کرنے والا نہیں، بلکہ لشکر دور سے ہمارا نشان اور ہلہ بولنے والے کی
آواز سن کر خود راہ فرار اختیار کرے گا اور نیک نامی اوتمان کی ہو جائے گی۔ یہ کہہ کر حمزہ نے
نشان جنگی جو کمر سے لپٹا ہوا تھا۔ کھول کر سواری کے نیزہ پر لگا لیا اور ڈوم کو کہا ڈھول بجاؤ اور
تماشائیوں کو کہا یہ تماشا بھی دیکھو کہ تم ہلہ بولنے کی آواز نکالو اور ستھانہ کے رُخ پر دوڑو دیکھو کیا
ہوتا ہے۔ چنانچہ حمزہ کی تو تقریر کارگر ہو گئی۔ بے اسلحہ خالی ہاتھ تماشائی اللہ اکبر علی علی کے نعرے
لگاتے ہوئے بال ڈھیر اور گلی سے دوڑ پڑے۔ چونکہ تین دن کے محاصرہ سے زیادہ ہو کر
ناکامیابی سے تنولی لشکر مایوس ہو چکا تھا۔ اس لئے تماشائیوں کے لشکر کو دیکھ کر افسران لشکر سمجھ گئے
کہ آخر سادات کی طرفدار قوموں کی کیا کمی ہے۔ کسی طرف سے امدادی لشکر آ گیا ہے۔ اب
محاصرہ بھی مشکل ہے اور مقابلہ بھی بیگانے ملک میں لاحاصل ہے۔ پیچھے راستہ کی تنگی کا خطرہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

دامن گیر تھا۔ لہٰذا تنول لشکر محاصرہ اُٹھا کر واپس چل دیا۔ مگر ستھانہ وال بہادر کب ان کو آرام
سے نکلنے دیتے تھے۔ وہ تلواریں سونت کر تعاقب میں نکل پڑے۔ دو بیٹے سید شاہ گل
مقابلہ کے قابل ہو چکے تھے۔ اگر چہ بے ریش اور کم عمر ہی تھے مگر تنولیوں کو پہنچ گئے اور لشکر
طرح شکست کھا بھاگا۔ مگر کہڑی کی تنگنا میں راستہ ہی بند تھا صرف ایک آدمی مشکل گزر
تھا، وہاں سب لشکر کو رُکنا پڑ گیا۔ مگر اب شکست کو دیکھ کر واقعی تماشائی بھی چھر سوٹی اور
وغیرہ گھاس لکڑی کے اوزاروں اور تیروں سے ہی لشکریوں کو قتل کر رہے تھے۔ لشکر سخت نقصان
اٹھا کر بمشکل کڑی سے گزرا۔ مُردوں کے ڈھیر لگ گئے۔ اور فتح کامل شاہ جی صاحب کو ہوئی۔

مگر سید شاہ گل نے مرکزی اوتمان زئیوں سے اب بازپُرس کی۔ اور ان کے خالہ زاد
ظفر خان رئیس طاہر خیلی نے ٹوپی کوٹھہ میں پہنچ کر یہ سوال اُٹھایا کہ کبل والوں کا اور تمہارا اِ
دن تک امداد نہ دینا یہ تو اعلانیہ دھوکہ اور بے ایمانی ہے۔ یا تو اس کی تحقیقات ہو کہ جس نے خان
سے رشوت لی ہے، اس کو سزا دی جائے۔ اور اگر اس میں سُستی ہو تو سید شاہ گل کو حق حاصل
کہ خان تنول کو دوستی اختیار کر کے اوتمان زئیوں سے اپنے نقصان کا انتقام لے دے۔ اور
کبل کے اوتمان زئیوں کی بد عہدی یقیناً ثابت ہو چکی ہے، اس میں شبہ ہی نہ رہا۔ لہٰذا اس کا
فیصلہ جلد ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ یہ سوال اس قدر سختی سے اُٹھا کہ کیا کبل والوں سے اس کا جواب
بجز اس کے کچھ نہ بن سکا کہ اب چھچھ سمہ تربیلا کے تمام قوم اوتمان زئی کا لشکر اُٹھ کر آئے۔ ان
کے پیشرو ہم کیا کبل وال ہو کر خان کے ملک پر ایسا حملہ کریں جیسا سید ضامن شاہ عیسیٰ زئیوں
کے لشکر کے ذریعے تمام تنول کو فتح ہی کر لیا تھا۔ صرف قبضہ افغانوں کو اس پر بوجہ سفارش سادات
پیر امامی اولاد نجم الدین نہ ہونے دیا تھا۔ اب اس لشکر کی تدبیر یقینی ٹھہر گئی۔

منڈی کے نادر شاہ دلال کا بھی دم خوف سے گھٹنے لگا۔ اور خان کو بھی نہایت سخت خطرہ
اس وجہ سے ہو گیا کہ اس کا اپنا لشکر تو گھاس لکڑی کرنے والے تماشائیوں سے بھاگ پڑا
تھا۔ اب اس طوفان عظیم چالیس پچاس ہزار نفری کو تجویز کردہ لشکر کا مقابلہ اس سے ناممکن تھا
دوئم اس پر دو مصیبتیں اور وارد تھیں کہ ایک تو بے گناہ ہاشم علی خان اپنے بہنوئی اور سالے کو قتل کر
کے اس کے املاک دربند دکلائی دبائے ہوئے تھا۔ جو کل تنول کا نصف قوم ہندوال شمال میں
اس کے خون کی پیاسی بیٹھی تھی اور جنوب میں اس کا اپنا چچا اور چچا زاد بھائی جن کو اُس نے

حق حصہ داری سے محروم کر دیا ہوا تھا۔ یعنی سربلند خان پلال صوبہ خانی اور اس کا اپنا خواہر
زادہ اکبر علی خان کشمیر میں سردار عطاء محمد خان بارک زئی گورنر کشمیر کے پاس اس کی شکایات لے
کر جا پہنچا۔ اور ان کو ہندوالی خان ہاشم علی خان ہیبت خانی کے قتل پر اس سے دلی رنج تھا۔ اس
لئے عطاء محمد خان نے احمد علی خان کی گوشمالی کے لئے اکبر علی خان کے ہمراہ کشمیر سے فوج بھیجنی
منظور کر دی تھی۔

لہٰذا احمد علی خان تین اطراف سے اپنے پیدا کردہ مصائب میں محصور ہو گیا۔ اور بغیر اس
کے چارہ ہی نہ رہا کہ اسی منافق نادر شاہ لال کو اب سید شاہ جی کے پاس بھیج کر اس کے ساتھ صلح
کر کے اپنے آپ کو فارغ کرے۔ اگر چہ سید شاہ جی کو اوتمان زئیوں کے بے حمیتی اور بے
ایمانی پر سخت غصہ تھا۔ اور ہونا بھی چاہیے تھا، مگر اس وجہ سے اس کا غصہ خان کی طرف سے کم نہ
تھا۔ اس لئے کہ شاہ جی کا والد اگر خان پر احسان نہ کرتا تو آج وہ اس قابل ہی نہ ہوتا کہ
خان کہلاتا، بلکہ اس کے املاک اسی وقت عیسیٰ زئیوں کے قبضہ میں ہوتے اور وہ ترکوں اور
کرڑالوں کی مانند خدا جانے کس وطن میں ٹھوکریں کھاتا پھرتا۔

سید نے اپنے بیٹوں سے یہ صلاح کی کہ باوجود نیک طینی اور صلح پسندی کے بھی اگر میں
اس خان سے انتقام نہ لوں تو وقار و عظمت خاندانی زائل ہو جائے گی اور بہتر صورت انتقام کی یہ
ہے کہ ہم اس کو صلح کی اُمید دلا کر ستھانہ اور تنول کی درمیانی سرحد پر جمع ہوں۔ عین اُس وقت
ستھانہ کے سپاہی خان کو قتل کر دیں۔ جیسا بغیر دشمنی کے صلح میں اس نے دھوکہ دے کر رات
رات میں لشکر ہم پر لا کر سب کو یکجا قتل کرنا چاہا۔ ایسا ہی ہمارا بھی حق ہے کہ اس بے خبری میں
انتقام لیں۔

پیغام رساں کو شاہ صاحب نے جواب دیا کہ میرے ساتھ بھی اوتمان زئیوں نے بے
ایمانی کی ہے، مگر وہ میری قوم ہے اس کا ترک کرنا مجھے زیبا نہیں، البتہ اگر خان کی ملاقات اور
صلح کے وقت میرا اعتبار اس پر جم گیا۔ جس نے سخت احسان فراموشی کر کے ہم پر ہلاکت
آفرین حملہ کیا ہے، تو ممکن ہے ہمارا آپس میں اعتباری دوستانہ تعلق ہو جائے۔ تب اس وقت
خوفناک مشورہ کار نے بھی خان کو مشورہ دیا کہ اب سید شاہ جی کو اپنا ہی بنا لو۔ اور یہ گفتگو بھی
ہوئی کہ خان اپنی لڑکی شاہ جی کے بڑے بیٹے سید اعظم کو دے دیگا۔ باوجود اس قدر مخلصانہ ہدیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بتلانے کے بھی سید کو اپنے وقار کا سخت نقصان نظر آتا تھا۔ جب تک کہ خان کے ارادہ قتل و انتقام حملہ قتل سے نہ لے لیا جائے۔

چنانچہ ان درمیانی گفتگو پر خان دلیر ہو کر جگہ مقرر کر کے جو آخری سرحد ستھانہ اور تنول کی تھی۔ اس جگہ موضع اڑگڑی کا دیہہ آباد ہے۔ فریقین اس جگہ بیک وقت پہنچے۔ خان علی خان کشتی میں سوار ہو کر دیرہ سے اس جگہ آپہنچا اور مشورہ پر بیٹھتے ہی گفتگو سادات نے کر لی اور شمشیر بدست ہو گئے۔ خان کے جان نثار نوکروں نے اس کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور چند نوکر تنولی مارے گئے۔ مگر خان کو بھی شانے پر تلوار کا سخت زخم لگ چکا تھا۔ بمشکل نوکروں نے خان کو کشتی میں بٹھا دیا اور ملاحوں نے کشتی دریا میں تیرالی اور سادات نے آواز دے کر کہ یہ تیری پر امن حال میں دھوکہ بازی ہمارے نسبت ارادہ قتل کا بدلہ ہے۔ ان کا خیال تھا کہ خان کو کافی زخم لگ چکے ہیں۔ مگر درحقیقت صرف ایک زخم شانہ پر تو گہرا پڑا تھا۔ باقی وار اس کے نوکروں نے اپنے اوپر لے لئے تھے۔ خان کی جمعیت تو شکست کھا کر واپس گئی۔ مگر سید شاہ گل معہ ہر دو فرزندان و نوکران بونیر وال کے فاتحانہ وسالما ٹھہر کر واپس گھر آئے۔ اور یہ خبر اوتمان زئیوں میں سنی جا کر سید شاہ جی کے نسبت کمزوری کا خیال بدل کر اب تجویز لشکر کشی کی یقینی کر لی گئی۔ چونکہ قریباً اٹک خیر آباد کی حدود سے لے کر ہزارہ تک کل اوتمان کا لشکر آنے والا تھا۔ لہٰذا اس میں وقفہ کا ہونا ضروری تھا، لیکن سید کی غیوری نے نہ مانا کہ اپنے اوپر حملہ کا انتقام وہ افغانوں کے لشکر بغیر نہ لے سکے۔ لہٰذا اپنا بدلہ ذاتی تو اس نے پہلے ہی پورا کر لیا۔ اب لشکر کی آمد کا آوازہ بھی ایک طرف زوردار تھا۔ دوسری جانب کشمیر کی بھیجی ہوئی فوج بھی قریب تر آگئی اور خان کو بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ سید شاہ گل کو اس نے کہلا بھیجا کہ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ اور اگر کر لیا اور اپنا عوض و حق قصاص پورا کر لیا تو اچھا ہوا کہ کوئی دل میں کدورت باقی نہ رہی۔ اب باوجود زخمی ہونے کے بھی میں تم سے صلح کی التجا کرتا ہوں اور جو لڑکی میں تمہارے بیٹے کے لئے نامزد کر چکا وہ رشتہ واپس اور منقطع کرنا نہیں چاہتا۔ چونکہ بڑی لڑکی میں نے اپنی ہمشیرہ کو اس کے بڑے بیٹے پائندہ خان کے لئے کہی ہوئی ہے۔ باوجود عداوتوں کے میں اس ہمشیرہ کا کہنا نہ ٹال سکا۔ مگر چھوٹی لڑکی نادرہ بیگم میں تیرے بیٹے سید اعظم کو دے چکا ہوں۔

یہ پیغام ایسا تھا کہ جس نے تمام سلسلہ لشکر کو ملتوی کرا دیا اور یہ رشتہ علانیہ خان احمد علی ...ن اور سید شاہ گل کے مابین فیصل ہو گیا۔ مگر جو لشکر کشمیر سے آنے والا تھا، وہ آہی رہا تھا۔ اب ...ایک سے معلوم نہیں کہ ان واقعات کے ساتھ متصل حسب ذیل واقعہ یکجا پیش آیا یا اس کے ...ہوا کہ احمد علی خان کے پاس جو قلعہ ہندوال خان کے املاک قبضہ میں تھے ان کا حشر اس طور ...ہوا کہ ایک دن دربند کا قلعہ دار مسمی شاد یا پوجال خان کے ساتھ دیرہ میں آیا اور عرض کیا کہ ...نے خبر سنی ہے کہ نواب خان بھی گلی بدرہال سے راتوں رات حملہ کر کے دربند کے قلعہ پر ...خون کا قصد رکھتا ہے۔ کیونکہ ہستانہ سے لشکر کی شکست خوردہ واپسی کا ایک لازمی نتیجہ یہی ...چاہیے تھا۔ خان نے قلعہ دار شادیا کو غصہ سے کہا کہ گلی بدرہال دربند سے تیس میل دور ہے ...پہاڑی اور سنگلاخ راستہ ہے۔ گھوڑا تمام راستہ میں تیز قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور دیرہ و دربند ...صرف پانچ میل کا فاصلہ ہے مگر میدان اور گھوڑے کی دوڑ کا راستہ ہے صرف چند دقیقہ کا سفر ...نواب خان وہاں سے دربند پہنچ آئے گا۔ اور ہماری امداد تم کو اس قدر قرب سے نہ پہنچ سکے ...ی؟ ان سے عرض کی کہ گولی بارود کا ذخیرہ کم ہے، وہ تو ضرور دے دیجیے۔

معلوم نہیں خان کے دل میں اس وقت کیا بدگمانی تھی جواباً کہا تیری دو عورتیں ہیں ایک ...و فروخت کر کے دربند کے بازار سے بارود خرید لینا۔ دوسری کو بیچ کر گولی اور سکہ لے لینا۔ وہ ...مس شادیا اپنا سامنہ لے کر چلا گیا۔ مگر اسی دن خان نواب خان کو اطلاع دی جس نے راتوں ...رات حملہ آور ہو کر دربند کا قلعہ باقی کالائی کے املاک اپنے قبضے میں کر لئے۔

تیسرا حملہ احمد علی خان پر کابلی فوج کا بھی پہنچ آیا۔ اور خان دریا سے اپنی جانب سندھ کو ...عبور کر کے اپنے مقبوضات اشرادو شیر بستی میں آ گیا۔ اور سات کشتیوں میں تمام اسباب اسلحہ اور ...کہتے ہیں کہ نقد سونا وغیرہ ایک لاکھ بھر کر ستھانہ بھیجوایا۔

انگریزی گورنمنٹ سادات ستھانہ کی سخت دشمن رہی ہے اور جہاں بھی کسی انگریز مورخ نے ان کا ذکر لکھا ہے وہ معاندانہ چوٹ سے کہیں بھی خالی نہیں۔ چنانچہ میجر ویلس پہلے مہتمم بندوبست ہزارہ نے گزٹیر ہزارہ میں لکھا ہے کہ خان نے تمام اثاث البیت معہ ایک لاکھ نقد یا بصورت طلا کے سادات ستھانہ کے گھر اس جلاوطنی میں بھیج دیا جو ان کے کام آیا۔

حقیقت مجھ کو صحیح معلوم نہیں کہ ستھانہ میں تو شاہ جی کے بڑے فرزند کے گھر خان کی لڑکی

toobaa-elibrary.blogspot.com

سید اعظم کی بی بی تھی (یہ معلوم نہیں کہ شادی ہو چکی تھی یا نہیں) ممکن ہے اس وقت تک شادی ہوئی ہو۔ مگر پھر بھی قیاس سے بعید ہے کہ اس قدر مخالفت کے بعد جس شکل میں خان نے دیا تھا، وہ دوبارہ انتقام گیری کے قابل تعلق نہ رہا تھا۔ حالانکہ سید شاہ گل کے لئے جو واقعہ اور رشتہ دُختر خان کا ہو چکا بے حد نیک نامی اور عزت افزائی کا موجب تھا۔ اور اتمان سے بھی امداد لئے بغیر اپنی ذاتی طاقت سے دشمن کو مغلوب کر کے اپنا بنا لینا ایک گونہ زئیوں پر بھی رُعب اندازی تھی۔ الغرض فوج درانی نے ملک کو خان کی فوج سے خالی پایا بلا مزاحمت خانی کے مراکز یعنی بیڑ پوہار و دیرہ کلابی پر اکبر علی خان کو قبضہ دلا دیا۔ اور خان اموال اسباب اور ایک لاکھ نقدی سے بھری ہوئی کشتیاں ستھانہ کو پہنچ گئیں۔

احمد علی خان پر جب انقلاب آئے تو پے درپے آتے ہی رہے اور وہ تنول کی سر... سے ہی جلاوطن کر دیا گیا۔ وہ قدیم سواتی کے ملک میں نکری وند پہاڑ میں چلا گیا تھا مگر ... بھی آرام نہ ملا کہ اس کے چچا سربلند خان نے اس کو اس جگہ قتل کرا دیا اور خود اس کی تمام ریاست اور املاک پر آ کر قابض ہو گیا۔

احمد علی خان کے اہل حرم بیڑ پوہار میں مقیم تھے اور سربلند کی سکونت گاہ شنگری پسرائی تھی۔ سربلند خان نے احمد علی خان کی اہلیہ کو معہ بڑی دُختر کے بیڑ پوہار سے قید کر کے شنگری لے گیا۔ اور خود تمام ریاست کا والی بن گیا۔ چھوٹی بیٹی ستھانہ میں بیاہی جا چکی تھی۔ اور چند سال میں یہ واقعات بتدریج تکمیل پذیر ہوتے رہے۔ ان دنوں سید شاہ گل کا انتقال بھی ہو چکا تھا۔ اور اس کا بڑا بیٹا سید اعظم گل قوم اتمان وغیرہ قبائل کے اتفاق سے صاحب دستار تسلیم ہو کر اس کی دستار بندی کی گئی تھی جس کے بعد اس کو خان میاں کہا کرتے تھے اور سید شاہ گل کا زمانہ مذکورہ حالات میں نہایت نیک نامی سے ختم ہوا۔

باب پنجم

فصل اوّل

والیان ہر دور ریاست تنول

یعنی خانان صوبہ خانی و خانان ہیبت خانی

جن ایام کا ذکر ہم لکھ رہے ہیں۔ ان ایام میں سیاسی حیثیت سے بھی ستھانہ نہایت عزت اور ترقی کی حالت میں تھا۔ اس کی زمین ذرہ کے پانی کٹھوں سے تمام سیراب ہوئی تھی شہر عین دریا کے کنارے پر تھا۔ کھانے پر بیٹھے ہوئے مہمانوں کو برفانی سرد و سفید پانی برتن نزدیک دریا سے لے کر پلایا جاتا تھا۔ ایک مہمان نوازی کا مرکز تھا۔ شہر قلعہ بند فصیل سے محصور تھا۔ چار کونوں پر چار بروج تھے۔ مشرق جانب دریا اور مغرب جانب باغات و میدان سایہ دار بڑے بڑے تناور درخت بہت تھے۔ اٹھارہ پانی کی چکیاں کھٹے کے پانی سے شہر متصل تھیں۔ اور شہر کے مشرقی جانب پانی سے پار بیلہ تھا جس میں بڑے بڑے سایہ دار درختوں کا ذخیرہ تھا۔ موسم گرما میں وہ جگہ لوگوں کے دن گزارنے کی تھی۔

سیاسی حیثیت سے بھی ہر دو ریاست ہائے تنول کا مرجع ہو چکا تھا۔ جنگی طاقت کے ذریعے سے فتح یابی کی عزت بھی ایک عجیب سی حالت ہوتی ہے۔ جو صدیوں کی برکت عزت اگر ایک فریق سے چھین لیتی ہے تو فاتح فریق کو صدیوں کی عزت حاصل ہو جایا کرتی ہے۔ اس وقت قبائل کی سرداری بھی صحیح معنوں میں فرزندان شاہ جی کو حاصل تھی۔ اور ہر دو ریاست ہائے تنول کی عزت بھی ان کو حاصل تھی۔ مگر ان سب سے بڑھ کر ایک اور عزت تھی جس کی فوقیت کا اثر سب پر غالب تھا، وہ یہ تھی کہ سلطنت درانیہ کے خود شاہی خاندان کے سرداران کا ہزارہ و کشمیر پر تصرف ہو چکا تھا۔ اور علاقہ پکھلی دولتِ دُرّانیہ کی طرف سے دوبارہ بطور جاگیر سادات ستھانہ کو دیا گیا تھا۔ جس پر سید شاہ گل کے فرزند سید اعظم کے برادران میں سے سید عمران

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھائیوں کی طرف سے انتظام اور قبضہ و وصولیات کیلئے مسلسل ڈھائی سال مقرر رہیں
جو سردار گورنر کشمیر مقرر ہو کر آیا کرتا تھا۔ کابل اور کشمیر کے درمیان سلطنت کی دلی
واحترام کا مقام ستھانہ تھا۔ ہر امیر وہاں قیام کیا کرتا تھا۔ اور ان سادات کا درجہ دولت
وابستگان سلطنت کا تھا۔ البتہ ہزارہ پر یا ان مذکورہ ریاستوں پر حکومتِ دُرّانیہ کا قبضہ
برائے نام ہی بطور فوقیت کے تھا کہ گاہے گاہے ان کے اعاظم امور میں مداخلت ہو جاتی
زیادہ دخل اندازی نہ تھی۔

یہ حالات میں جہاں تک پہنچا چکا ہوں اٹھارہوں صدی عیسوی کے خاتمہ کے
اُنیسویں صدی عیسوی کے پندرہ اور اٹھارہ سال کے درمیان کے ہیں۔ الغرض احمد علی
صوبہ خانی ایک زبردست شخصیت کا مالک تھا۔ جب اس کو جلاوطنی کے ایام میں اس کے
بلند خان نے قتل کر دیا اور اس کی نہ صرف کل ریاست ہی لے لی، بلکہ بی بی اور لڑکی کو بھی
کے شنگوی کو لے گیا تو چونکہ احمد علی خان کی بی بی نواب خان ہیبت خانی کی ہمشیرہ تھی۔ نیز احمد
خان کی بہن نواب خان کی زوجہ تھی۔ جس سے نواب خان کے تین فرزند تھے جن میں سے
سے بڑا پائندہ خان تھا جو بعد میں نہایت بہادر شیر دل مشہور ہوا۔ دوئم مدت خان تھا۔ سوم
خان تھا۔

اس ہیبت خانی خان اور اس کے تمام خاندان پر یہ بات نہایت بُری اور ناگوار گزری
کیونکہ احمد علی خان نے اس خاندان کے ساتھ ظاہری صلح بھی کر لی تھی۔ لہٰذا سردار نواب خان
نے اپنا فرض جان کر اپنی ہمشیرہ کی مخلصی کے لئے اپنے مستقر گلی بدر ہال سے ایک فوجی مہم اپنے
بڑے فرزند پائندہ خان کی ماتحتی میں سر بلند خان کے لئے روانہ کر دی۔ پائندہ خان بڑا دلیر اور
بے حد شجاع نوجوان تھا، وہ اپنی پھوپھی کو معہ لڑکی و خدمت گاران و عملہ کے سر بلند خان کے
قبضہ سے چھڑوا لانے میں کامیاب ہوگا۔ اور ممکن ہے پہلے سے احمد علی خان کی بڑی بیٹی پائندہ
خان کی منسوبہ تھی۔ اب جب کہ ان کو گلی بدر ہال لے آئے تو نواب خان سردار نے شیر دل
پائندہ خان کی شادی اس احمد علی خان کی بیٹی سے بڑے تزک واحتشام سے کر دی ہو۔

یہی بی بی آگے چل کر اس بی جی صاحبہ کے نام ولقب سے مشہور ہوئی جو اپنے فرزند
جہاں داد والی ریاست امب کی معنا حکمران بھی رہی اور اس کی دوسری حقیقی ہمشیرہ سادات

میں سے سید شاہ گل کے بڑے فرزند سید اعظم خان میاں کی زوجہ تھی اور اسی سبب سے
مدت تک خاندان امب و ستھانہ میں یک دلی و یک وجودی اور رشتہ داری قائم رہی۔

جب سردار نواب خان اپنے فرزند کی شادی سے فراغت پا چکا تو اس نے سر بلند خان
صوبہ خانی کے خلاف اس وجہ سے ایک فوجی مہم تیار کی کہ سر بلند خان نے اس کی ہمشیرہ کو
سال کیوں قید میں رکھا تھا۔ سردار نواب خان نہایت بہادر اور اولوالعزم اور منتظم شخص
اس نے تمام ملک بھر میں چیدہ برگزیدہ بہادر اور پہلوان اور نامور شجاع چن چن کر اپنے
نہایت اعزاز واکرام سے رکھے تھے اور وہ ہمیشہ اپنے ساتھیوں کی غیر معمولی شجاعت
کی وجہ سے فتوحات حاصل کرتا رہا۔

چنانچہ جب اس مرتبہ اس نے انتہائی غصہ میں اپنا لشکر تیار کر کے موضع پوہار پر جو
صوبہ خانی کا مرکز تھا حملہ کر دیا تو سر بلند خان سے مدافعت نہ ہو سکی۔ بلکہ گرفتاری کے
سے وہ میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ سردار نواب خان نے قلعہ پوہار کو اول تو جلا دیا اور
از سر نو تعمیر و آباد کر کے اپنے سپاہی اس پر متعین کر کے باقی لشکر کے ہمراہ فاتحانہ گلی بدر
ہال کو واپس آ گیا۔ (یہ گلی شیر گڑھ اور پڑھنہ کے درمیان واقع ہے)۔

اس پر جب چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا تو سر بلند خان نے ڈیڑھ ہزار سپاہی پیادہ و سوار ہمراہ
لے کر اچانک قلعہ پوہار پر حملہ کر دیا۔ اور تھوڑے مقابلہ و جنگ کے بعد اس نے قلعہ کو فتح کر
لیا۔ مگر ہمیشہ کے لئے اپنا مستقر مرکز قدیم موضع پوہار کو بنانے کی بجائے اس نے اپنی سکونت
موضع شنگوی میں مقرر کر لی تھی جو میدان ہزارہ کے شمال مشرق گوشہ میں اک بلند مقام ہے۔
اس لئے قلعہ میں سپاہی چھوڑ کر واپس شنگوی چلا گیا۔ مگر جب سردار نواب محال کو اطلاع ملی تو وہ
فوراً چار ہزار سوار پیادہ فوج لے کر قلعہ پوہار کو آ پہنچا اور فوراً فتح کر لیا۔ اس کے بعد سردار نواب
خان اپنی فوج ہمراہ لے کر موضع پیھاروکوٹ میں جو ہزارہ کے میدان کا شمالی حصہ ہے جا پہنچا اور
ڈیرہ لگایا۔ اور اپنا خط دے کر ایک قاصد ہزارہ کے رئیس اعظم محمد خان ترین کے پاس موضع گل
ڈھیری میں روانہ کیا اور اس کو دعوت دی کہ مہربانی کر کے مجھ سے آ کر ملاقات کریں کہ ملکی
معاملات میں ایک اہم مشورہ درپیش ہے۔

دوسرے دن کل ہزارہ کا رئیس اعظم محمد خان ترین اپنے مسکن گل ڈھیری سے روانہ ہو کر
سردار نواب خان کو ملنے روانہ ہوا۔ اور ادھر سے سردار نواب خان معہ موروملخ فوج کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بہاروکوٹ سے سوار ہو کر جنوب کی طرف ہزارہ میں داخل ہوا۔ اور موضع سکندر پور متصل ہر
میں (ہری پور بعد میں آباد ہوا اس وقت نہ تھا) دونوں سردار آپس میں ملاقاتی ہوئے۔
ردّوبدل مشاورات پر دونوں کا اتفاق قرار پایا کہ کل سردار نواب خان شمال مغرب کی طرف
اپنی فوج کے ساتھ موضع شنگوی پر حملہ آور ہو۔ اور جنوب مشرقی کی جانب سے رئیس ہزارہ
خان ترین سربلند خان صوبہ خانی کے مستقر موضع شنگوی پر حملہ آور ہوگا۔ اور موقعہ پر پہنچ کر
لشکر متفقہ مشورہ سے حملہ اور جنگ کی تجویز کریں گے۔ بعد از تکمیل مشورہ سردار تنول و
ہزارہ اپنے اپنے مستقروں واپس چلے گئے۔

دوسرے دن دو ہزار سپاہی ساتھ لے کر موضع گل ڈھیری سے رئیس ہزارہ روانہ ہوا
سردار نواب خان بہاروکوٹ سے روانہ ہوا۔ ابھی دونوں لشکر آپس میں ملے نہ تھے کہ سربلند
کا سفیر معتمد محمد خان ترین کو راستے میں آملا۔ اور جب رئیس ہزارہ کو اس نے سربلند خان
طرف سے سردار نواب خان کی اپنی ہم قوم کے خلاف حملہ آوری کو بطور نظیر پیش کر کے بلا
اپنے خلاف اس کی معیت میں حملہ آوری پر ملامت کی۔ اور مناسب موقعہ ایسا مشورہ پیش کیا
محمد خان ترین حیران و متفکر ہو کر سوچ میں پڑ گیا۔ اور اُسی جگہ ٹھہر گیا۔ اور یہی اطلاع جب سر
نواب خان کو پہنچی جو لشکر ہمراہ لے کر موضع کانڈل تک آچکا تھا۔ وہ بھی اسی جگہ ٹھہر گیا۔ اور بعد
از واقفیت احوال اپنا لشکر ساتھ لے کر واپس تنول کو چلا گیا۔ اور محمد خان بھی گل ڈھیری کو واپس
ہو گیا۔

اس کے بعد سردار نواب خان کے عہد میں ایک اور عظیم معرکہ اس کو پیش آیا کہ عنایت
اللہ خان رئیس اعظم اگرور اور سردار نواب خان کے درمیان میں ملکی حد بندی اگرور و تنول پر
تنازعہ برپا ہو کر نوبت جنگ کی آ گئی۔ عنایت اللہ خان نے اپنے سواتی قبائل شمالی کے امداد
لشکر منگوائے جو ٹکری تند پہاڑ الائی وغیرہ بھی آئے اور ان کی وساطت سے کوہستانی دریائے
سندھ کی قوموں کا ایک عظیم الشان لشکر اٹھا لایا گیا۔ جس میں کوہستانی لوگ جن کو اس زمانہ میں
تھوہڑ کہا کرتے تھے۔ ان کی بارہ ہزار نفری لشکر پر آ گئی۔ ادھر سے سردار نواب خان نے اپنی قلیل
فوج ساتھ لے کر موقعہ تنازعہ پر جا پہنچے۔ تنولی سپاہ کا تخمینہ اس وقت پانچ ہزار سپاہی کا تھا۔ مگر
اس لشکر میں جو سردار نواب خان کے جنگی آزمودہ کار افسر تھے۔ وہ ایک ایک بہادر ایک ایک
ہزار کے برابر شمار ہوتا تھا۔

۱۔ منیرا پہلوان ۲۔ جانا جمعدار ۳۔ رحموا جمعدار ۴۔ سمبند خان ۵۔ قاسم جمعدار
وغیرہ ہر ایک بہادر بمنزل ایک لشکر کے تھا۔ دونوں لشکروں کی آپس میں ٹکر ہوئی اور دست
بدست لڑائی نہایت سخت واقعہ ہوئی۔ طرفین سے مردوں کے ڈھیر لگ گئے۔ مگر مذکورہ بالا بہادر
افسروں کی بہادری اور شمشیر زنی سے کوہستانی لشکروں کو سخت شکست ہوئی۔ اور سردار نواب خان
کو فتح کامل حاصل ہو گئی۔ مقتولان و مجروحان کا بندوبست کرنے کے بعد سردار تنول فاتحا وغانما
کل بدر ہال کو واپس آ گیا۔

اس جنگ میں کہنہ نام ایک بے حد بہادر ہندو اعلان کر کے دشمن کی طرف سے میدان
میں نکلا کہ سردار نواب خان کے ساتھ مقابلہ میں کروں گا۔ سردار موصوف مقابل ہوا۔ ہندو نے
سخت بہادری دکھائی۔ خان سردار نواب خان اس کے مقابل صرف مدافعت ہی کرتا رہا۔ اور
ہندو قریب غالب کے ہوتا گیا۔ اتنے میں خان کے لشکر سے ایک نہایت مسمی کبیر را نے پیچھے سے
پہنچ کر ہندو کو خنجر سے ہلاک کر دیا۔ اور یہ جنگ دشمن کی شدید شکست پر ختم ہو گئی۔

بمصداق اس مقولہ مشہورہ کے کہ ہر کمالے را زوال۔ جس طرح احمد علی خان نے کمال
عروج حاصل کرنے کے بعد انجام کا جلاوطنی کے عالم میں دوسرے کے ہاتھ سے مقتول ہو کر
دنیا سے رُخصت ہوا۔ ایسا ہی اس کے حریف سردار نواب خان کے لئے بھی کارخانہ قدرت میں
ایک عبرت ناک انجام مقدر تھا۔ جب کہ سردار نواب خان نے اپنے باپ دادا کے وقت اور
طاقت سے زیادہ اقبال مندی اور نام آوری حاصل کر لی تھی۔ بلکہ صوبہ خانیوں کی مانند حیثیت
بنا چکا تھا۔ دو ہر فرقہ ہائے تنولی ہندوال اور پلال کے واحد سردار ہوا کرتے تھے۔ ایسا ہی سردار
نواب خان اپنے فرقہ کے علاوہ پلال فرقہ کا بھی سردار اور فرمانروا تسلیم ہو چکا تھا۔ اگرچہ صوبہ
خانیوں نے سرداری صدیوں تک کی۔ مگر نواب خان بھی اپنی اولاد کو اس قدر بلند کر گیا کہ صوبہ
خانی سرداری معدوم ہو گئی۔ مگر آخر کار ایک بہت بُرا حادثہ پیش آیا جو اس بہادر سردار کی بربادی کا
موجب ہو گیا۔ اگر اس کا فرزند سردار پائندہ خان جیسا شیر دل نہ ہوتا تو ان کی ریاست کا ہی
خاتمہ ہو چکا تھا۔ مگر اس بہادر نے اپنی شمشیر خارا شگاف کے وہ نقش چھوڑے کہ آئندہ نسلوں تک
ریاست کی کل املاک واحد ملکیت والی ریاست بنا گیا۔

جب ۱۸۱۶ء میں سکھ سلطنت کی فوجوں نے کشمیر کا رُخ کیا۔ اور سردار محمد عظیم خاں برادر

toobaa-elibrary.blogspot.com

کلاں امیر دوست محمد خان کو محسوس ہوگیا کہ شاید اس کے ہاتھ سے خطہ کشمیر نکل جائے
قبضہ اس پر قائم نہ رکھ سکے اور وہ خود اس شدید معرکہ کے انتظام میں لازماً مصروف ہوگا۔
کل اثاث البیت اور مستورات کو معہ ایک دستہ فوج کے اور ضروری خزائن کے وطن کو لے
کو روانہ کر دیا۔ ان اہل حرم شاہی میں والدہ معظمہ امیران کابل جوادے کے لقب سے
تھی (پشتو میں ادے بمعنی والدہ یا لقب والدہ کے ہے) وہ بھی ہمراہ تھی۔ ہزارہ کی تاریخوں
غلطی سے اس مادر مشفقہ کے لفظ کو نہ سمجھ کر ان کا لقب ادعیہ بیگم لکھا ہے۔ دراصل لفظ ادے
ہے۔ یہ محترمہ والدہ سلاطین کابل تھی گویا مادر ملت افغانیہ تھی۔ یا کوئین مدر انگریزی الفاظ
چاہیے۔ اس قافلہ کو براستہ پکھلی داگر در دربند روانہ کیا گیا تھا۔

سردار محمد عظیم خان معہ بارہ ہزار نفری فوج کے سکھ فوج کے مقابلہ پر آمادہ ہوگیا
وقت اہل حرم شاہی معہ فوجی دستہ وخزائن ونفائس کے دربند سے گزر کر دریائے سندھ پر پہنچ
کارداران سردار نواب کان نے حسب معمول دریا کے گزر کا محصول طلب کیا۔ چونکہ یہ دستہ
حرم سلطانی کے ہمراہ تھا۔ اور اس علاقہ کو سلطنت سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے محصول دینے
حفاظتی دستہ نے قطعی انکار کر دیا۔ اس اثناء میں سردار نواب خان خود بھی گلی بدر ہال سے در
میں پہنچ آیا۔ اور تمام مذکورہ حالات سن کر اس نے یہ حکمت عملی اختیار کی کہ نصف فوج کو
ادائیگی محصول پہلے دریا سے پار کرا دیا اور اسباب وکار آمد افراد کا عبور موخر کر دیا۔ تب حکم دیا کہ
جب تک وہ محصول گزر ادا نہ کریں گے ان کو پار نہ کیا جا سکے گا۔

مورخ ہزارہ لکھتا ہے کہ یہ عمل سردار نواب خان سے بڑی غلطی کا سرزد ہوا کہ والدہ
سلطنت کی بے حرمتی کی۔ حالانکہ اسی امیر محمد عظیم خان نے پلال خوانین کے حملوں سے اس
نواب خان کو محفوظ کرایا تھا۔ اور ہندوال قبیلہ کی سرداری پر متمکن کرایا تھا۔ اور اس کو ایک جدا
گانہ ریاست کی حیثیت حکومتی قواعد سے عطاء کی تھی۔ اور اپنی فوج سے اس کو کمک دے کر اس کا
مکمل استحکام کرا دیا تھا۔ اس سلطنت پر وہ وقت ہمدردی کا تھا مگر اس سردار سے ایسا عمل سرزد
ہوا۔ جس کی توقع امیر محمد عظیم خان کو ہرگز نہ تھی۔ سردار موصوف نے اپنے اہل حرم کو ان دشوار
گزار راستوں سے اسی واسطے روانہ کیا تھا کہ وہ سردار نواب خان کو اپنا مخلص خیال کرتا تھا۔ آخر
مجبور ہو کر مادر ملکہ نے محصول ادا کر دینے کا حکم اپنے کارندوں کو دیا۔

اسباب دریا سے پار کرتے وقت پارچات میں سے ایک مرصع جواہر نگار آزاد بند جس
میں جواہرات اور موتی جڑے ہوئے تھے۔ اور وہ ملکہ والدہ کا تھا۔ وہ بھی پسند کر کے لے لیا
گیا۔ مگر بلا رضا مندی جس کے لینے کی شہرت محصول لینے سے بھی بہت زیادہ بدنما رنگ
میں عام طور پر ہوگئی۔ اور ملکہ والدہ کے بے حد دل شکنی کا موجب امر واقعہ ہوا۔ تب تمام
مستورات اور اسباب اور ڈولیاں کشتیوں میں دربند کے گزر پار ہوگئیں۔ والدہ ملکہ نے یہ تمام
بے حرمتی کا حال لکھ کر اپنے فرزندوں سردار عظیم خان وغیرہ کو بھیجا کہ تیرے احسانات کا معاوضہ
سردار نواب خان نے یہ دیا ہے جو سلوک میرے ساتھ روا رکھا گیا ہے۔ اس احسان فراموشی
اور میری بے عزتی کی سزا اس تنولی سردار کو تمہارا لازمی فرض ہوگا۔ جس وقت یہ تحریر سردار عظیم
خان کو پہنچی۔ اس کو سکھ فوج کے ساتھ سخت جنگ کے بعد شکست ہو چکی تھی۔ قریباً دو ہزار سپاہی
سوار و پیادہ کا بھی لشکر سے مقتول ہو چکے تھے۔ اس وجہ سے بھی امیر موصوف دل برداشتہ ہو چکا
تھا۔ مگر جب اس کو ملکہ مادر کا خط پہنچا تو اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور کشمیر
سے اپنی روانگی سے پہلے سردار نواب خان کو ایک خط لکھا کہ وراثت آبائی پر اپنی فوج دے کر تم
کو متمکن کرانے اور ریاست دلانے کا معاوضہ ایسا ہی تم کو دینا لازم تھا۔ جو سلوک تم نے میری
والدہ واہل حرم سے کیا ہے۔ اب لازم ہے کہ سامان مقابلہ کا پوری طور پر مہیا کرو اور اپنی قوت
وطاقت جنگی جس قدر ممکن ہو سکے فراہم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو تاکہ افسوس باقی نہ رہے۔
غرض کشمیر سے سردار عظیم خان بھی ارادہ دل میں لے کر جب مظفر آباد پہنچا، تو اس جگہ
سلطان زبردست خان کی دختر منکوحہ سردار عظیم خان تھی۔ بلحاظ قرابت ورشتہ داری سلطان
موصوف سے بھی سردار نے اُس کا لشکر طلب کیا اور سلطان نے دو ہزار نفری سوار و پیادہ مہیا کر
دیا۔ اس کے علاوہ کھکھہ وبمبہ قوم کے سرداروں نے بھی بلحاظ قرابت سلطان مزید سپاہ ہر ایک
نے بقدر مناسب حال ہر ایک نے ہمراہ کر دی۔ اس لئے کہ سردار نوب خان صاحب کی بہادری
ومعرکہ آرائی کی شہرت تمام ملک میں دور تک مشہور تھی۔ اس موقعہ پر جب سردار سر بلند خان
پلال صوبہ خانی کو ان واقعات کا علم ہوا تو وہ امیر محمد عظیم خان کے پاس خود پہنچ گیا۔ اور اس
مقدمہ کے بارے میں ایک گھر کے بھیدی کی مانند امیر افغانستان کا صلاح کار وہمراز بن گیا۔
اپنے ہمراہ تین صد سوار و پیادہ سپاہ بھی لے جا کر امیر کی خدمت میں حاضر کر دی۔ مثل مشہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔

امیر محمد عظیم خان نے اس مہم میں اپنے تمام کاروبار کا انحصار سر بلند خان کے مشورہ پر موقوف رکھ دیا اور اپنا لائحہ عمل اس کی تجاویز پر مقرر کر دیا۔ تب یہ لشکر وہاں سے چل کر پکھلی میں آیا اور پکھلی سے چل کر درانی لشکر کا ڈیرہ توبڑہنہ میں ہوا۔ یہ کل فوج درانی معہ لشکر ملکی تیرہ ہزار تھی۔ جو سوار و پیادہ تھے۔ ادھر سردار نواب خان نے بھی اپنے بہادر سرداروں کے ساتھ جو جنگ آزمودہ تھے، ایک ہزار قلمی نوکر اور چار ہزار قومی لشکر لے کر آمادہ مقابلہ ہو کر قلی بدرہال سے آگے پیش قدمی کر کے موضع پھوحدرہ میں ڈیرہ کیا۔

نامی سردار اور چیدہ بہادر خان کے لشکر میں اس وقت مسمیان جانہ جمعدار۔ ۲۔ رحمزہ جمعدار ۳۔ سمندر خان۔ ۴۔ سردار محمد خان جمعدار۔ ۵۔ قاسم جمعدار۔ ۶۔ برکات جمعدار۔ ۷۔ ... ۸۔ حبیب خان برہانی۔ ۹۔ اس کا فرزند امیر خان برہانی۔ ۱۰۔ راجہ معز اللہ خان۔ ۱۱۔ سردار ... خان ساکن جلو بلھنگ۔ ۱۲۔ و سمی مقام موچی۔ ۱۳۔ منیرہ پہلوان وغیرہ کامل سامانِ جنگ سے آراستہ تھے۔ سردار نواب خان نے جو کہ کوہستانی اور سواتی لشکرِ عظیم کو شکست دی تھی جو اس کے لشکر سے سہ چند زیادہ تھا۔ تو اس جگہ بھی اس کا خیال تھا کہ وہ دشمن کا مقابلہ پوری طاقت سے کر سکے گا۔ امیر محمد عظیم خان کو بھی سخت تردد تھا کہ تنولی سپاہیوں کی شمشیر زنی کے افسانے وہ سن چکا تھا کہ وہ اس فن میں کامل ماہر ہیں۔ اس نے تنولیوں کے طرز و طریق جنگ معلوم کرنے کے خیال سے یہ تجویز پسند کی کہ پہلے دن کا معرکہ لشکر بمبہ قوم اور کھکھہ قوم کریں تا کہ وہ طریق جنگ دشمن کا معلوم کر لیوے۔

چنانچہ دوسرے صبح دونوں لشکر مقام میدانِ ٹھکر میرہ کے متصل صف آراء ہوئے اور سب سے پہلا شخص جو گھوڑا میدان میں دوڑا کر نکلا جہان خان عرف جانہ جمعدار تھا۔ اس نے نیزہ سر سے پھرایا اور گھوڑے کو چکر دے کر بمبہ قوم کے لشکر پر حملہ کیا اور اس فوج کے سردار پر نیزہ کا وار کیا۔ وہ بھی سپاہی مرد تھا جو اپنے گھوڑے سے الگ ہو کر جانہ جمعدار کا وار خالی کر دیا۔ اور پھر اپنی زین پر قائم ہو گیا۔

دوبارہ کیا حملہ جانہ نے ساز — زباں نیزہ کی ہو گئی پھر دراز
لیا نوک نیزہ پہ بمبہ کو صاف — کیا قتل لشکر میں لا بے گزاف

اس دلیرانہ جھپٹ سے لشکر بمبہ میں کھلبلی پڑ گئی اور فرار ہو چلا۔ ادھر سے سردار نواب خان نے عام حملہ کا حکم دے دیا اور تنولی فوج نے لشکر بمبہ پر ہلہ بول دیا۔ اور قریباً تین صد سوار و پیادہ سپاہی بمبہ قوم مقتول میدان میں رہ گئے۔ تنولی لشکر کی یہ حالت دیکھ کر امیر درانی کمال تقویت سے دس ہزار فوج درانی ساتھ لے کر صف آراء ہو گیا۔ اور دوپہر کے وقت تک طرفین سے سخت خونریز حملے جاری رہے۔

تیغ زنی اور نیزہ بازی ہوتی رہی۔ اور جانبین کے اکثر کارآمد اور جنگ آزمودہ جوان مارے گئے یا زخمی ہو گئے مگر تنولی لشکر نے کمال ثابت قدمی سے دادِ شجاعت دی۔ منیرہ پہلوان نے خوب دادِ مردانگی دی۔ اور بے شمار درانی سپاہی تہ تیغ کیے۔ قریب تھا کہ لشکر درانیہ کو بھی شکست ہوتی مگر سردار محمد عظیم خان خود آگے بڑھا اور درانی فوج کو زور سے للکار کر کہا افسوس تمہاری تعداد کثیر اور اسباب جنگ وافر اور پھر مٹھی تنولیوں سے دبے جا رہے ہو۔ کشمیر تو چھوٹ چکا ہے اور کابل بہت دُور ہے۔

اس آواز میں غضب کا اثر تھا کہ کابلی فوج میں نئی قوت پیدا ہو گئی۔ اور مقابلہ اور بھی زیادہ سختی سے جاری رہا۔ مگر سردار نواب خان اور اس کا لشکر ثابت قدم تھا۔ گویا ان کے قدم میدان میں گڑے ہوئے تھے۔ اس سے اکثر سردار نواب خان کی زبان پر یہ مقولہ جاری رہتا تھا کہ جس روز منیرہ پہلوان نہ ہو گا، میری سرداری بھی ختم اور تمام ہو گی۔

اتفاق سے منیرہ پہلوان اور مقام موچی درانی فوج کے ہاتھوں سے تلواروں کے زخموں سے ہلاک ہو گئے پھر بھی سردار نواب خان مقابلہ پر جما رہا

بہت جنگ کی اس نے مردانہ وار — دکھائے ہنر جنگ کے صد ہزار
ذرا بھی نہ صرفہ کیا جان کا — مگر بخت یاور نہ تھا خان کا

درانی فوج کا ثبات اور پے در پے حملے دیکھ کر اپنا مقولہ پھر دہرا کر کہا کہ جس روز منیرہ پہلوان نہ ہو گا، میری سرداری نہ بھی ہو گی اور اپنی تلوار نیام میں کر لی۔ جانہ جمعدار اور اپنے فرزند پائندہ خان و مدت خان کو بلا کر حکم دیا کہ وہ معہ لشکر جم کر درانیوں سے جنگ جاری رکھیں اور کہا کہ میں خود قلی بدرہال کو جاتا ہوں اور عیال و اطفال کو قلی سے بجانب یاغستان کوہ مہابن روانہ کرتا ہوں۔ اس لئے کہ غلبہ درانی لشکر کا مجھ پر ثابت ہو چکا ہے۔ تم شام کو لڑتے رہنا اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

بعداز شام جب دشمن کی فوج اپنے مستقر میں چلی جائے اور تم بھی اپنے ڈیرہ پر آ جاؤ اور تم
آرام کر لے تب تم دشمن کی بے خبری میں تمام لشکر اٹھ کر گلی بدرہال کو چلے آنا۔

الغرض نواب خان لشکر سے گلی کو چلا گیا اور جانہ جمعدار پایندہ و مدت خان فوج کو شام
تاریکی ہونے دشمن سے لڑاتے رہے۔ شام تک طرفین کے سوا پیادہ قریباً چھ صد سپاہی مارے
گے۔ مگر کسی فریق نے قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ اور ہنوز جنگ سے سیری نہ ہوئی تھی کہ شام کی تاریکی
نے لشکروں کو ڈیروں پر جانے کے لئے مجبور کر دیا۔ پایندہ خان نے تاریکی ہونے کے بعد اپنے
زخمیوں کو بھی اور لشکر کو بھی باوجود دن بھر کے تھکے ماندے ہونے کے بھی ہمراہ لے کر راتوں
رات گلی بدرہال میں آ گیا۔ یہ راستے سخت پہاڑی اور دشوار گزار ہیں۔ گلی چار پانچ میل دور
تھی۔

سردار نواب خان جس وقت میدانِ جنگ سے گلی کو پہنچا تھا۔ اسی وقت اس نے عیال،
اطفال اور ستر دار کو معہ توابعین ولواحقین وخزانہ واسباب ضروری نکال کر کامل حفاظت کا دستہ
ہمراہ دے کر اور ان کو منزل مقصود کوہ مہابن یاغستان علاقہ امازئی میں موضع پر بہ بتلا کر روانہ
کر دیا تھا تا کہ یہ جانے والے رات میں بھی اور دن میں گز ربند سے دریا عبور کر کے اپنی جان
موضع پر بہ کو پہنچا دیں۔ ان دنوں امازئیوں کے ملک سلطان شاہ خان ڈھوڈی یہ ملک جپہ امازئی
میں فرقہ حرم ہیکی میں تھے جن کو بعد میں بٹگلی کا گاؤں بطور انعام دیا گیا تھا۔ جو ۱۸۸۹ء میں
نواب اکرم خان نے امازئیوں سے واپس لے لیا۔ خان امازئی موضع پر بہ کے مالک تھے۔ ان
کے زیر سایہ اہلِ حرم والیانِ تنول نے جا کر پناہ لی (چنانچہ پایندہ خان کے حرم محترم دختر احمد علی
خان کے بطن سے جہانداد فرزند پایندہ خان تولد ہوا)

جب میدانِ جنگ سے رات رات میں پایندہ خان کو لشکر کو ہمراہ لے کر گلی میں پہنچا تو
سردار نواب خان جو اہلِ حرم عیال واطفال کو گلی سے دن میں روانہ کر چکا تھا خود بھی قدرے
آرام کرنے کے بعد اپنے تمام لشکر کو ہمراہ لے کر گلی سے روانہ ہو کر دربند کے قلعہ میں پہنچ کر
قلعہ نشین ہو گیا۔ جو گلی سے تیس میل دور ہے مگر راستہ سنگلاخ ہے۔ ادھر پڑھنہ میں جب صبح ہوئی
تو لشکر درانیہ میں ان حالات کی خبر پہنچی تو سردار درانی تین دن تک اسی جگہ متوقف رہا۔ اور پھر
بہ ترغیب وتحریص سربلند خان صوبہ خانی کے تیسرے دن نواب خان کے تعاقب میں درانی لشکر

سے منحرف ہو کر فوج درانیہ کے
مقابلہ کیا۔ مگر خان کی رعیت ملکی تنولی سپاہ سردار نواب خان
ساتھ مل گئے اور خان کے لئے بجز ترکِ وطن چارہ ہی نہ رہا۔

لہٰذا خان معہ جانہ جمعدار اور رحمزہ ومنہدہ گجر وقاسم جمعدار اور تین صد نمک حلال
تولیوں کے جو پیادہ وسوار تھے دریائے سندھ کو عبور کر کے پار ہو کر علاقہ یاغستان کوہ مہابن قوم
امازئیاں میں جا پہنچے۔ بدقسمتی سے موسم برف باری کا تھا، ڈیڑھ سو گھوڑے ہمراہ تھے جن کے
باندھنے کی جگہ کہیں نہ تھی۔ لہٰذا فی گھوڑا یومیہ رائج الوقت خان نے کرایہ دینا مقرر کر دیا جس
کے لالچ میں ہر ایک گھر والے نے ایک ایک گھوڑا اپنے گھروں میں لے جا کر گرم جگہ باندھ
لئے اس طور سے خان کو یومیہ ڈیڑھ صد روپیہ تو صرف ایک رات کے لئے گھوڑوں کا دینا پڑتا
تھا۔ اس کے علاوہ گھاس دانہ ان کیلئے بھی مہنگا خریدا جاتا اور تین صد نفوس کے لئے نفسی خرچ کا
بندوبست بھی اور ان کے لئے رہائش کے ڈیرے بھی کرایہ پر لینے پڑتے تھے۔ بہت تکلیف اور
تنگی تھی، مگر سردار نواب خان امازئیوں کے گاؤں پر بہ میں اور امیر محمد عظیم خان دربند میں پورے
چھ مہینے تک مقیم اور پابند رہے۔ اس کے بعد سرد موسم بدل چکا تھا۔ بہ مشورہ سربلند خان سردار
عظیم خان نے ایک منصوبہ بنایا کہ مسمی عبید شاہ سید ساکن موضع نکوٹ علاقہ پکھلی کو (بہ اختلاف
روایت وحید شاہ یا عبید شاہ) وغفور خان ملک اگرور ودیگر مردانِ معتبر کو بطور جرگہ نواب خان کے
پاس روانہ کیا اور بھیجا کہ تمہارے درمیان قرآن مجید کلام اللہ اور تیغ ضامن اور واسطہ ہے میں
اپنے وطن جا رہا ہوں۔ تم آ کر اطاعت پذیر ہو جاؤ اور اپنی ریاست اور حکومت پر متمکن ہو جاؤ
تا کہ آئندہ حکومت درانیہ کی اور تمہاری آشتی اور دوستی برقرار رہے۔

جب خان کے پاس پر بہ میں یہ جرگہ پہنچا اور سردار کابل کا یہ پیغام دیا تو خان نے اس
جرگہ کی بے حد مدارت کی اور جواباً کہا کہ میرا دل تو اس جانے میں سخت خطرہ محسوس کرتا ہے۔
مگر اعتبار اعظم اور جرگہ کی خاطر توکل بخدا جاتا ہوں۔

اس وقت سردار نواب خان کے تین فرزند تھے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے لکھا ہے:

پسر تین تھے خان کے باہنر مثلث ہے جس طرح لفظِ پسر

پایندہ خان اور مدت خان دلیر سوئم امیر دلاور۔ ان میں فرزند کلاں پایندہ خان کو خان
نے ہمراہ لیا جو ہر کام میں ہوشیار اور تجربہ کار تھا۔ اور لباس فاخرہ پہن کر اپنے مستقر سے اسلحہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بند ہو کر جرگہ مذکورہ کے ہمراہ دربند چلا آیا۔ جب خیمہ سردار کابل کے متصل پہنچے اور امیر کو اطلاع دی گئی تو اس نے اندر بلایا۔ ہزارہ کا مورخ لکھتا ہے:

اُٹھا شاہ تخت سے شاہ درانیان　　بگفتا کہ خوش آمدی اے جوان

بظاہر نہایت تپاک وخلوص سے ملاقاتی ہو کر سردار کو کرسی پر بٹھایا۔ اور عبید شاہ، وحید شاہ اور عبدالغفور ملک وغیرہ اہل جرگہ فرش پر بیٹھ گئے اور پائندہ خان اپنے والد کی پشت پر دست بستہ مودب کھڑا رہا۔ اہل جرگہ نے بھی گفتگو مودبانہ ومخلصانہ کی اور سردار کابل نے بھی شیریں زبان سے نواب خان سے کہا جو کچھ ہوا وہ ہو چکا اب ہماری طرف سے امن وصلح ہے:

بما وشما تیغ ومصحف بدست　　کہ در صلح تا زیم گاہے شکست

ملک اپنا سنبھالو اور عیال وطفال اپنے بلالو۔ ہم چار روز بعد یہاں سے کوچ کریں گے اور کابل سے دوبارہ فوج لا کر سکھوں سے مقابلہ کریں گے۔

امیر کابل کا دل غصہ سے بھڑک رہا تھا، مگر وہ اس حیلہ سے تمام خاندان نواب کا منگوا کر یکجا سب کو غرق کرنا چاہتا تھا۔ القصہ چار دن تک ان کی خوب مہمان نوازی کی گئی اس کے بعد بلا کر سردار محمد عظیم خان نے کہا کہ تم نے باوجود ہماری صلح وامن دہی کے اپنے اطفال وعیال کو پربہ سے نہ منگوایا۔ اس لئے تم کو معہ فرزند پائندہ خان قید کیا جاتا ہے اور جب تک عیال و اطفال نہ منگاؤ گے قید سے رہائی نہ ہوگی۔

سردار نواب خان نے مردانہ ہمت سے اس قہر سلطانی کے وقت بھی عرض کیا کہ میرے عیال واطفال ان یاغستانی سنگ دلوں کے قبضہ میں ہیں جو چھ مہینے سے متواتر فی گھوڑا ہم سے ایک دن کا ایک روپیہ لیتے ہیں۔ اب وہ لوگ جب ہمارا کوچ سمجھیں گے تو ایسے ہی پس پشت اور آسانی سے بلا ادائیگی معاوضہ کبھی وہ عیال واطفال کو آنے دیتے ہیں۔ واللہ اعلم کس قدر رقومات ان کو بطور شکریہ ادا کرنی ہوں گی۔ اور ہزار قسم رعایات مراعات کے وعدے ان سے کرنے ہونگے تب ان سے برضامندی خلاصی حاصل ہو سکے گی۔ ورنہ بال بچہ کا بغیر خود میری ذات یا بیٹے پائندہ خان کے فقط جواب بھیجنے پر چلا آنا ممکن ہوتا تو ہم یہ حیلہ کر چکے مگر اس قوم نے اس طور سے رخصت نہ ہونے دیا۔ کیونکہ ان کو اس وقت بھی ہم سے بڑی اُمید اور لالچ ہے اور آئندہ کے لئے بھی وہ انعامات وعطیات کے مواعید ومواثیق ہوں گے۔ یہ ایک ایسا

...ول اور مبنی بر حقیقت عذر تھا جو امیر کو صحیح معلوم ہوا یقین اسکو آ گیا کہ واقعی اس قبیلہ کے لوگ ...ی گھوڑا یومیہ ایک روپیہ تو ان سے یقیناً لیتے ہیں تو آخری رخصتانہ تو لئے بغیر یقیناً آنے نہ ...یتے ہوں گے۔

لہذا امیر نے حکم دیا کہ ستر داروں کے لئے ڈولیاں اور کہار ہمراہ دیئے جائیں۔ اور پائندہ خان کے لئے حکم دیا کہ وہ خود جا کر قبائل یاغستانی کا ترفیہ کر کے اپنے اہل خاندان سب کو لے آوے۔ روانگی کے وقت سردار نواب خان نے بیٹے کو نصیحت کی کہ تم مجھ کو زندہ نہ سمجھو، بلکہ ...ضا بقضا ہو کر مجھ کو مردہ سمجھو، دستار سرداری کی میں تم سپرد کرتا ہوں۔ اور میری یہ وصیت ہمیشہ یاد رکھنا کبھی نہ بھولنا کہ کسی حاکم اور بادشاہ کو نہ ملنا اور نہ کسی کی ماتحتی قبول کرنا جو تم سے بڑا ہو اس پر ہرگز اعتبار کر کے اپنے آپ کو اس کے قبضے میں نہ دینا۔ اپنے چھوٹے دونوں بھائیوں کی خاطر داری وعزت میں فرق نہ کرنا اور جو پرگنہ میں نے مدت خان کو دیا ہے اور امیر خان کو دیا ہے، وہ ان کو سپرد کر دینا۔ عیال اطفال کو تسلی دے دینا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اسی میں تھی جو واقعہ ہو گیا اور وفادار نوکروں کو میرا اسلام دے دینا۔ جو کچھ سمجھانا تھا، وہ سمجھا کر آخر میں کہا:

گواہی یہی دل کی ہر بار ہے　　کہ یہ آخری تیرا دیدار ہے

جو کہنا تھا القصہ سب کہہ دیا　　کمین قریب اور نشان دغا

پھر دُعا دے کر سینہ سے لگایا اور رخصت کر دیا

گیا وہ چشم نم ان سے پائندہ خان پدر کے تفکر میں بے تاب جان

الغرض پائندہ خان جب علاقہ امازئی کوہ مہابن میں اور موضع فروسہ میں پہنچا تو وہاں سے کہاروں اور ڈولیوں کو واپس کر دیا۔ ایک نہایت غلط العام روایت مشہور ہے کہ کہاروں کو قتل کرادیا۔ اور ڈولیوں کو پہاڑوں سے نیچے گرادیا۔ مگر یہ بالکل غلط روایت ہے کہ والد زندہ قید میں ہو اور کہار عاجزوں کو قتل کر کے خود والد پر قتل کا حق امیر کا واجب کرا دیا جائے۔ جب کہار ڈولیاں خالی لے کر واپس دربند پہنچے اور حال بیان کیا کہ یاغستانی افغان اس خاندان کو رخصت دینے میں انکاری ہیں۔ بلکہ اس قدر منہ مانگے انعام طلب کرتے ہیں جس کا اس وقت پیدا ہونا بھی مشکل ہے تب سردار عظیم خان نے کوچ کا حکم دیدیا۔

لیکن سردار کابل کو سربلند خان نے تمام کیفیت سمجھا دی تھی کہ سابق خان پلال احمد علی

toobaa-elibrary.blogspot.com

خان کی صرف دو بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک اس وقت پائندہ خان کی بی بی ہے۔ اور
ستھانہ کے بڑے سردار سید خان میاں سید اعظم کی بی بی ہے اور وہ خاندان چونکہ دولت درا
نہایت دوست گویا دولت شریک ہے، وہ آپ سے ضرور نواب خان کی رہائی کی سفارش ا
شفاعت کریں گے۔ اگر آپ ان کی سفارش نہ سن کر اور ان کو رنجیدہ کر کے ان کے رشتہ دار کو
سزا دیویں گے یہ خاندان بڑا غیور ہے اور تمام یاغستانی قبائل ان کے زیر حکم و زیر اثر ہیں ا
آئندہ طویل مدت تک یہ لوگ دولت درانیہ کے مخالف ہی رہیں گے۔ اور آپ کو اس ملک کی
سلطنت کا دعویٰ پختہ ہے تو ایسے نسل بہ نسل دوست خاندان کی دل رنجی مناسب نہیں۔ اس
داری کا مفصل حال تو سردار کو پہلے سے معلوم تھا۔ دربند سے ستھانہ دریا کے دائیں کنار
دس میل دور ہے۔ اسی جگہ سے تمام فوج دریا عبور کرے گی اور ستھانہ کے پاس شاہراہ
کرے گی۔ یہاں سے فوج ٹوپی تک جنوب کو جائے گی پھر آگے جنوبی رُخ روانہ ہوگی۔ سردار
کابل نے سادات ستھانہ کا لحاظ و خاطر رکھ کر یہ بندوبست کیا کہ دربند سے اپنی روانگی سے پہلے
ایک دستہ فوج کا ہمراہ دے کر دریائے سندھ کے مشرقی اور بائیں کنارے تربیلہ کے راستے
سردار نواب خان کو روانہ کر دیا۔ تا کہ ٹوپی کے قریب جو ستھانہ سے بیس میل جنوب میں گزرہ
اس کو مغربی کنارے پر لا کر لشکر سلطانی میں پہنچا دیں۔ اور خود دربند سے عبور کر کے بڑی
جمعیت فوج کی تھی۔ ایک دن عبور دریا پر صرف ہوا، تب جنوب کو روانہ ہوئی۔ جب ستھانہ سے
سردار کابل گزرا اور سادات ستھانہ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے قیدی خان تنول کا استفسار
کیا تو سردار عظیم خان نے کہا کہ اس کو دریا پار والے راستے پر کل روانہ کیا جا چکا ہے۔ جواب
تک ٹوپی کے قریب سے دریا عبور کر کے دُور چلے گئے ہوں گے۔ الغرض یہ فوج روانہ ہوگئی۔
ایک معتبر شخص نے مجھ عبدالجبار شاہ سے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا تھا کہ لشکر درانیہ جب موضع
بیہور اور ٹوپی کے درمیان گزر رہا تو دریائے سندھ کے کنارے موضع گدہ وغیرہ کی پہاڑیوں اور
ٹوپی تک میدان ایک وادی کے مانند ہیں۔ یہ تمام میدان سواروں کے سیلاب سے بھرا ہوا
جاری تھا۔ دریا کی مانند انسانی موجوں سے معمور چل رہا تھا۔ یہ واقعہ ۱۸۱۸ء کا ہے اور اکثر
سواروں کے ساتھ سوار کے پیچھے کشمیری عورتیں بھی سوار کی ہوئی ہمراہ تھیں۔ جنہیں وہ سپاہی
کشمیر میں شادی کر چکے تھے۔ وہ اپنے ہمراہ کابل لے جا رہے تھے۔

الغرض دو تین دن میدانی سفر کے بعد جب سردار کابل جہانگیرہ کو پہنچا اور وہاں دریائے
کو عبور کرنے کے لئے توقف کرنا پڑا کہ فوج کثیر تھی تو اس نے دریا سے پار کنارے پر ایک
سفید پوشوں کا دیکھا اور استفسار کرنے پر اصلیت یہ معلوم ہوئی کہ یہ تمام اولاد حضرت شیخ
کار صاحب جس کا لقب کاکا صاحب تھا اور اس کی اولاد تمام شیخ زادے شفاعت اور سفارش
سوال کے لئے خان تنول کے لئے آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔ تب سردار نے بندوق کی
ٹولیوں والا سکہ یعنی سرب کا ایک من بھر کا ٹکڑا بدن پر باندھ کر دریا کے درمیان نواب خان کو
غرق کر دیا۔ اس طور سے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ ممکن ہے اگر کابل تک زندہ لے جاتا اور
اپنی والدہ کے سامنے اس کو اور بھی شدید عذابوں سے ہی ہلاک کیا جاتا، مگر مذکورہ سبب سے
یہاں پر اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔

یہ واقعہ جو میں نے ایک ہزارہ کے مورخ کی تحریر سے لیا ہے۔ مجھ کو بوسیدہ اوراق مل
گئے تھے جو اس عہد میں کسی منشی نے جو اسی ریاست تنول کا خیر خواہ تھا بطور یادداشت کے لکھے
ہیں۔ میری تالیف چونکہ بعض جگہ زبانی یادداشتوں روایتوں سے مرتب ہے بعض انگریز افسران
کی تحریروں سے واقعات لئے ہیں لہٰذا ہر مورخ اور راوی نے اپنا رنگ جداگانہ رکھا ہے۔ اور
ہمارے بزرگ سادات ستھانہ کا ان تمام حوادث اور واقعات میں شمول اور تعلق وابستہ ہے۔ نیز
میں نے تمام سرحد کے قبائل و ریاستوں و اضلاع کے حالات اس صورت میں لکھنے کا ارادہ کیا
ہے جو اس عہد کے حالات پر مجموعی طور پر روشنی ڈال سکتے ہوں۔ میں مورخ کی تاریخ یا اوراق
پارینہ کو لکھنا چاہتا ہوں کہ والیانِ ریاست تنول کے آخری حالات تک لکھ لوں، جس میں خود
سادات ستھانہ کے حالات شامل آتے جائیں گے۔

اب مذکورہ مورخ پائندہ خان کے عہد کے حالات کی تاریخ لکھتا ہے:

شیر دل پائندہ خان تنولی ہیبت خان

یہ شدنی اطلاع پائندہ خان کو پہنچی تو رسم ماتم داری ادا کرنے کے بعد پائندہ خان کی رسم
دستار بندی حسب دستور ادا کی گئی جو ۱۸۱۸ء مطابق ۱۲۳۴ھ میں ہوئی۔ موضع پر بہ علاقہ
امازئی سے خانہ کوچ ہو کر پائندہ خان معہ کل خاندان دمگلہ کے واپس ملک تنول میں آگیا۔ اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

موضع گلی بدرحال میں چندے قیام کرکے بخیال پیش بینی وخطرات حکومت درانیہ وحکومت
مخلفہ وہاں سے زنانہ کوچ ہوکر دربند آکر دریا عبور کرکے دریا کے داہنے کنارے پر
علاقہ میں موضع امب میں سکونت اختیار کرلی۔ اور آئندہ کے لئے دائمی طور پر اس کو
دارالریاست قرار دیا۔ جس کی وجہ سے اس ریاست کا نام ہی ریاست امب ہوگیا۔ اس وقت
امب ہے یہ وہ امب نہیں، بلکہ وہ امب ۱۸۴۱ء کے دریائے سندھ کے سیلاب عظیم میں
ہوچکا ہے۔ اور جہاں اب امب ہے اس جگہ پر ایک قلعہ بلوچ گڑھ نام تھا۔ قدیم امب
کربلیاں کے محاذ پر دریا سے پار واقع تھا۔ پایندہ خان شجاعت میں بھی شہرہ آفاق تھا۔
سخاوت میں بھی بے بدل مشہور تھا۔ اور بوجہ صحیح وکامل ذہانت کے فن سپاہ گری وملک گیری
داری میں بھی کامل دسترس کا مالک تھا۔ گفتگو میں نہایت شیریں کلام اور سنجیدہ تھا۔ سواری
بازی شمشیر زنی میں فن شناوری میں لاثانی تھا۔ البتہ خواندہ نہ تھا مگر رموز حکمرانی وملک داری
سے کامل آگاہ تھا۔

میں نے (عبدالجبار شاہ نے) خود نواب سر محمد اکرم خان مرحوم فرمانروائے امب اس
کے پوتے سے سنا ہے کہ جنگی حملوں اور چالوں کے بارے میں پایندہ خان کی حزم واحتیاط کی
اس کو اس قدر مہارت کامل وضبط نفس پر قدرت حاصل تھی کہ بطور مثال نواب ممدوح ایک واقعہ
اپنے دادا کے جنگی اور مہارت اخفائے ارادہ اس طور سے بیان کیا۔ خان کا ارادہ ہوا کہ سکھوں
پر تربیلہ میں شب خون مارے جو امب سے سولہ میل جنوب کو دریا کے بہاؤ کی طرف بائیں
کنارے پر واقع ہے۔ اب اس نے دو میل شمال کو جاکر فوج کو دریا عبور کرا کر سخت سنگلاخ
پہاڑی ناہموار راستوں پر شمال کی طرف ہی سیدھا بیس میل شیر گڑھ کو براستہ نکہ پانی پہنچ کر
وہاں سے مشرق کی طرف راستہ لے کر گلی بدرہال سے پڑھنہ کو پہنچا جو ۱۱ میل سفر ہے۔ کل ۳۱
میل امب سے ذور تر شمال کو چلا۔ جاکر وہاں سے دریائے سیرن کے کنارے کنارے جنوب کی
طرف رات راستہ میں روانہ ہوکر تربیلہ کی مشرق پشت کی جانب سے آئندہ رات میں تربیلہ پر
پہنچ کر اس پر قبضہ کرلیا۔ یہ کل سفر ستر اسی میل کا ایک بیضوی دائرہ نما چکر کاٹ کر دشمن پر
کامیاب حملہ کیا گیا جس میں فتح ہوئی۔

غرض یہ خان انتہائی اولعزم تھا۔ البتہ والد کی نصیحت کہ آئندہ کسی حاکم سے ملنا نہ ماتحتی

قبول کرنا۔ یہ نصیحت ہمیشہ اس کے لئے تکالیف کا موجب رہی۔ کیونکہ وہ اپنے سے بڑی کسی
طاقت کا مطیع بھی نہ ہوا۔ اور کسی کو ملا بھی نہ تھا۔ اور دل سے ہر ایک حکومت کا مخالف ہی رہا۔
ایک عظیم الشان سلطنت کے عتاب کے ماتحت والیِ ملک کی ہلاکت کا واقعہ ہوجاتا۔ اور دربند کی
جنگ کے موقعہ پر خود اپنی رعایا کا بے وفائی کرکے دشمن سے مل جانا۔ اور ایک تنولی صوبہ خانی
دشمن سربلند خان کی صلاح پر رعیت کا عمل پیرا ہوکر اس قدر عظیم نقصان والیِ ملک کو پہنچا دینا یہ
اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ آئندہ ہرگز پایندہ خان کی سرداری قبول کر ہی نہ سکتی تھی۔ چنانچہ کل رعایا
نے خان کی اطاعت سے انکار کردیا۔

مگر جب تک اس کو موقعہ اور استعداد نہ میسر ہوئی، نہایت بُردباری وتحمل سے گزارہ
کیا۔ البتہ سکونت ملک کے درمیان سے کنارہ پر یاغستانی قبائل کے متصل ہٹالے آیا۔ زمانہ
طائف الملوکی کا تھا۔ اور درانی حکومت کشمیر وہزارہ سے اُٹھ چکی تھی۔ جس پر پایندہ خان کا
اطمینان بڑھ رہا تھا۔ افغانی فوج کے بعض سپاہی جو کشمیر کے مضافات قلعوں وغیرہ میں رہ گئے
تھے۔ جن کے پاس لمبی دور مار فتیلہ دار بندوقیں ہونے کی وجہ سے ان کی جزائل چی کہتے تھے۔
وہ چار و پانصد کے درمیان بے روزگار ہوکر ایک جمعیت واپس وطن کو جارہی تھی۔ جن کو خبری
کہتے تھے۔ اس جمعیت کو پایندہ خان نے راضی کرکے رکھ لیا اور ان سب کو اپنا باڈی گارڈ مقرر
کیا۔ اور تنولی قوموں میں سے پوجال قوم جو پیشہ ور سپاہی ہے اور اکثر دریائے سندھ کے داہنے
کنارے پر یاغستانی علاقہ میں سکونت دار ہے۔ گزشتہ معرکہ میں اس قوم نے وفاداری قائم رکھی
تھی۔ یہ قوم بادشاہ پرست ہے۔ قوم پرست نہیں۔ لہٰذا ان کو بھی خاص امب کے اختیارات
دے کر اعتباری ملازمت میں اپنے ہمراہ امب میں سکونت دار بنا کر رکھ لیا۔ تب اس کے بعد کل
رعایائے تنول کے سرکش اور مخالف طبع سرکردہ گان وملکان کو اس نے خاص تقریب پر بطور جرگہ
اپنے پاس امب میں طلب کیا۔ جب وہ تمام سرکش عناصر امب میں خان کے قابو آگئے تو اس
نے ان میں سے ایسے دو شخصوں کو جنہوں نے جنگِ درانی میں علانیہ بغاوت ونقصان رسانی کی
اور کرائی تھی اور وہ دونوں سرغنے تھے بھری مجلس میں ان کو قتل کرادیا۔ اور ساٹھ نفر باقی سرکشوں کو
گرفتار کرکے ایک جگہ بند رکھا۔ ان میں سے بھی چیدہ معتبروں کو رات کو امب کے آگے دریا
میں ایک گرداب ہے جس کو چھیلہ کہتے ہیں (بطور قصاص پدر خود) یکے بعد دیگرے ان کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

گرداب میں غرق کرا کر ہلاک کر دیا۔

باقی ماندہ جس قدر اس کی حکومت کے اندر کل ہندوال وپلال فرقوں کے سر کردہ ... ان کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ انہوں نے اپنی ملکیت واراضیات سے بیدخلی اور ابرانا ... دیئے اور قسمیں کھالیں کہ وہ آئندہ صرف بصورت ملازمت وخدمت گزارہ کریں گے۔ وہ ... غیر دخیل کار رعیت بن گئے۔ یہ تجویز خان کی پوری کامیاب ہوگئی۔ اور اپنی رعیت سے کسی ... جان باقی نہ رہی کہ وہ دوبارہ مخالفت کا خیال اپنی بجز غلامی کے دل میں لا سکے جواب ... والیان ریاست امب وقلزہ بدستور سابق واحد مالک کل املاک ریاست ہیں اور تمام رعایا غلام بے دام ہے۔

پانصد جری سوار اور پانچ چھ صد پیادہ سپاہ قلمی مہیا کر کے خان نے اپنے آپ کو قوی کر لیا۔ قومی لشکر اس قلمی فوج کے علاوہ حسب سابق وہ بھی موجود تھا۔

پائندہ خان نے بموجب والد کی وصیت کے مدت خان اپنے بھائی کو شونگلی کے پرگنہ پر قبضہ دے دیا۔ جس نے آبادی کی تکمیل اور رعایا کی آسودگی کے قواعد مرتب کر کے اس خطہ کو نہایت عمدگی سے آباد کیا۔ اسی زمانے میں جب کہ مدت خان علاقہ شونگلی پر حکمران آباد تھا۔ اس کا فرزند عبداللہ خان اسی شونگلی کے پرگنہ میں پیدا ہوا۔ جو خانان قولڑہ کا مورث اعلیٰ تھا۔ مدت خان فن سپاہ گری اور بہادری میں پائندہ خان سے ہرگز کمتر نہ تھا۔ لہٰذا ازراہ احتیاط پائندہ خان کو اس سے ہمسری اور بغاوت کا خوف پیدا ہوا۔ اور اس نے اس کو شونگلی کا علاقہ چھین کر بلا۔ لوٹ کر اپنے پاس لے آیا اور کچھ مدت بعد علاقہ تھتی کا بطور گزارہ اس کو دیا (بہت محتاط انسان شکی ہو جاتا ہے۔ پھر جس کسی پر شک کیا جائے طبعاً اس کے دل میں بھی شک بلکہ مخالفت پیدا ہو جاتی ہے اور نتیجہ اس قدر زیادہ احتیاط کا عداوت پر منتج ہوتا ہے۔ لہٰذا احتیاط کا درجہ تو محمود ہے، مگر شک اور بدظنی معیوب ونقصان رساں ہے جس کے بارے میں کلام اللہ میں ان بعض الظن اثم آیا ہے۔ یعنی بعض شک وگمان بن کر موجب سزا ہو جایا کرتے ہیں۔ عبدالجبار شاہ) مگر کچھ مدت بعد علاقہ کو بھی مدت خان سے چھین لیا۔ اور اس کا گھر بار لوٹ لیا۔ اور مستورات کے زیورات تک بھی تاخت وتاراج کر دیئے اور مدت خان کو بلوچ گڑھ میں نظر بند رکھا۔

(یہ واقعہ بھی اسی زمانہ کے کسی مورخ نے مذکورہ بوسیدہ اوراق میں لکھا ہے)

فصل دوئم

سکھ حکومت کا ضلع ہزارہ پر قبضہ کرنا اور ہزارہ کے اندر متعدد معرکوں کا واقعہ ہونا

جیسا اوپر مذکور ہوا کہ ۱۸۱۸ء میں سکھ فوج نے سردار محمد عظیم سے کشمیر فتح کیا تھا جس کا گورنر سردار ہری سنگھ نلوہ اور ہری سنگھ امرتسری کے نام سے تمام سکھ حکومت کے عہد میں ایک زبردست بہادر اور منتظم اور عقل مند افسر گزرا ہے۔ اس نے کشمیر فتح کر لیا تو اسی سال مذکور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے رئیس مجیٹھ امر سنگھ سردار کو ضلع ہزارہ پر قبضے کے لئے روانہ کیا (ہزارے کا ضلع اگر ایک طرف افغانی قبائل علاقہ سے مغرب جانب وشمال جانب ملتی ہے تو مشرق جانب کشمیر سے متصل ہے بلکہ قدیم زمانہ میں جزو کشمیر محسوب تھا) اور تاریخ ہزارہ وگزیٹر ہزارہ میں سردار موصوف کے آنے اور معرکوں اور واقعات کی بہت تفصیل موجود ہے جو میری کتاب کے موضوع سے بے تعلق ہے حالات مختصر یہ کہ امر سنگھ سمندر کھتہ نام ایک نالہ میں قتل ہو گیا۔ جس کو نجومی نے سمندر کے کنارے مارا جانا بتلایا ہوا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

وہ چار ہزار سکھ فوج لے کر محمد خان ترین فرزند نجیب اللہ خان ترین مالک ورئیس اعظم کل ہزارہ کے ساتھ مقابلہ میں الجھ کر رہ گیا اور مارا گیا۔ یہ دربار لاہور کو یہ اطلاع ہونے پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو سخت غصہ آیا کہ محمد خان ترین کے مقابلہ میں سردار لکھن سنگھ بھی مارا گیا اور امر سنگھ بھی مقتول ہوا۔ مہاراجہ نے سردار ہری سنگھ سپہ سالار کشمیر کے نام فرمان بھیجا کہ ہر دو مقتول سرداروں کا انتقام لینا اور ضلع ہزارہ کا قبضہ وانتظام کرنے کے لئے جلد تر وہ ہزارہ میں چلا جائے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سردار ہری سنگھ بہ تعمیل حکم دربار لاہور بعد از تیاری فوج ۱۸۲۱ء میں روانہ ہو کر آیا۔ اور جب وہ گڑھی حبیب اللہ پہنچا تو خان گڑھی خان نجیب اللہ خان کو بطور کمک اپنے سربراہ معہ لشکر کے لے آیا۔ اس فوج کشی کی اطلاع ضلع ہزارہ میں جب ہوئی تو قبیلہ جدون افغان جن کا ذکر ہو چکا ہے وہ بھی اور دیگر قبائل ہزارہ میں رہنے والے بہ نیت جہاد تیس چالیس ہزار کی تعداد میں جمع ہو گئے اور مقام مانگل میں سکھ فوج کو روکنے کے لئے ناکہ بندی کر لی۔ مگر ہری سنگھ نے نہایت شدت سے حملہ کیا۔ اور جمعیت مسلمانان کو شکست دے کر کل ہزارہ پر قبضہ کر لیا اور میدان ہزارہ میں اتر آیا۔ سکندر پور کے قریب کیمپ ڈال دیا۔ نجیب اللہ خان رئیس گڑھی جنگ نے ہری پور کا قلعہ تعمیر کرا کر اس کا نام ہر کشن گڑھ رکھا۔

سردار نے لوگوں سے حالات معلوم کیے تو اس کو صفات وحالات رئیس ابن رئیس قاضی غلام احمد صاحب سکندر پوری کے سنے گئے۔ اور خود سوار ہو کر ان کی ملاقات کو گیا۔ اور گفتگو کر کے بہت خوش ہوا۔ اور مشکور ہوا کہ آپ جیسے دانشمند انسان سے ملاقات ہوئی۔ پھر قاضی صاحب موصوف سے مشورہ لے کر قلعہ ہر کشن گڑھی بھی تعمیر کیا اور شہر ہری پور کو بھی بنایا۔

بموجب رسم ہنود قلعہ کی بنیادوں میں تیل ڈالا گیا۔ اور شہر ہری پور کی دیوار کی بنیادوں میں بھی تیل ڈالا اور آبادی شروع کی اور نہر پانی کی جو اس شہر کے اندر لائی گئی ہے اور پانی تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کٹھ کا نام رنگیلا مقرر کیا۔ ایک باغ بھی لگوایا۔ جو اب تک ہری سنگھ باغ کے نام سے موجود ہے۔

پیر سالہ بڈھوں کو بلا بلا کر ہری سنگھ ان سے حالات پوچھا کرتا تھا اور نہایت زیرک اور کمال بہادر سردار تھا۔ نہایت معاملہ فہم اور نکتہ رس تھا۔ جس نے بآسانی تمام ہزارہ پر تسلط جما لیا بغیر سرداران قبیلہ تنول کے۔ اور اس نے عدالتی محکمہ قائم کر کے بجز مذہبی مخصوص اُمور کے مثلاً امتناع گاؤ کشی وغیرہ کے باقی کل معاملات کا تصفیہ قانونِ شریعت اسلام پر فیصل کرنا مقرر کر دیا۔

قاضی القضاۃ جناب قاضی غلام احمد صاحب سکندری پوری کو مقرر کر دیا۔ اور محکمہ عدالت کلی طور پر اسی کے ماتحت کر دیا۔ پھر ضلع میں جا بجا قلعے تعمیر کیے اور ان میں سکھ فوج متعین کر دی لیکن سرداران تنول اور محمد خان ترین رئیس اعظم ہزارہ اور قبیلہ مشوانی سکنائے کوہ گندگر

حکومت کے ماتحت نہ ہوئے اور مخالفت پر آمادہ رہے۔ اور سلسلہ جنگ وجدل درمیان فوج عمال وسرداران تنول جاری رہا (محمد خان ترین کمک وامداد حاصل کرنے ستھانہ گیا تھا اور آخری بار ہی ستھانہ سے واپس آیا) اس جگہ یہ امر ذہن نشین کر لینا لازم ہے کہ خطہ تنول ایک ای حصہ ضلع ہزارہ کا ہے اور تنولی قوم خواہ اسی وطن کی نو مسلم مانی جائے جیسا کہ ایک انگریز نے ان کو راجپوت لکھا ہے جو میرے خیال میں غلط ہے۔ اور خواہ میرے خیال کے مطابق اسرائیل قبائل میں سے ہے۔ مگر وہ اس قدر پہلے دیگر قبائل سے اکثر ضلع ہزارہ کے تمام شمالی علاقہ پر آباد ہوئی ہے جس کی تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔ لہٰذا وہ بھی اقوامِ ہزارہ میں سے ایک قدیم قوم ہے جس کی زبان بھی ہزارہ کی ہندکو ہے۔ پشتو نہیں۔ مگر تمام اقوامِ ہزارہ میں سے بہادر جنگجو سپاہی قوم ہے۔ لہٰذا اقوام ہزارہ کے لئے بطور پشتی بان ومحافظ یہی قوم ہے۔ خصوصاً جب اس کے اندر دو طاقتور ریاستیں بھی ان دنوں تھیں تو ہزارہ کے قبائل کی نگاہِ امداد انہی پر تھی مگر تنولی قوم کے لئے عند الضرورت جائے پناہ وجائے امدادِ افغانی قبائل وقومیں تھیں جس کا کسی قدر ذکر گزر چکا ہے اور کچھ آگے آئے گا۔ اور حسنِ اتفاق سے تمام قبائل سرحد ملحقہ افغانیہ کا قائد زعیم اور پیشوا خاندان سادات ستھانہ بونیر سے اُٹھ کر تنول اور ہزارہ اور قبائلی علاقہ کے عین وسط میں گویا ستانی حدود کے اندر اپنا مرکز قائم کر چکا تھا۔ اور ضلع ہزارہ کو دولتِ مغلیہ ودولتِ درانیہ ہر دو اسلامی حکومتوں کی طرف سے بطورِ قائم کر چکا تھا۔ اور ضلع ہزارہ کو دولت مغلیہ ودولتِ درانیہ ہر جاگیر زیر قبضہ رکھ چکے تھے۔ لہٰذا آئندہ معرکوں میں بھی یہ سادات ضلع ہزارہ کے خوانین رؤسا وکل اسلام کے لئے ملجا وماوا ٹھہرے کیونکہ سکھ حکومت کے ۱۸۲۱ء میں قبضہ ہوتے ہی علاقہ پکھلی وگڑھیاں وادرش ہزارہ کے نیک ودیندار مسلمان اور باعزت سب رؤسا ہجرت کر کے ستھانہ کو آ چکے تھے۔ بذات خود میں نے معمر خوانین میں سے ایسا کسی کو نہ دیکھا جس سے اثنائے گفتگو میں یہ سنا نہ ہو کہ سکھا شاہی کے دور میں دو یا تین مرتبہ ہزارہ کے ذی عزت لوگ ستھانہ میں ہجرت کر کے نہ گئے ہوں۔ کئی رئیسوں سے میں نے سنا کہ ان کی ولادت ستھانہ میں ہوئی۔ ان حالات میں چونکہ ساداتِ ستھانہ اصلاً بونیری تھے۔ ان کا اثر تمام قبائل یاغستان پر مسلم تھا۔ لہٰذا اگر اہل ہزارہ خانان تنول پر تکیہ رکھتے تھے تو خود خانانِ تنول کا تکیہ آزاد قبائل پر تھا۔ اور کل قبائل کے پیشوا سادات تھے جو اہل اسلام کے لئے امیدوں کا مرکز تھے۔ یہ ایک اصول میں نے بتایا

toobaa-elibrary.blogspot.com

جس کا ثبوت کچھ گذشتہ واقعات سے کچھ آئندہ واقعات سے ہوتا ہے۔ نیز سکھ سلطنت ... یہی اُصول سمجھا تھا اور برطانیہ نے بھی اسی کو سمجھ کر ستھانہ کی طاقت کو پائمال کرنے میں ... زیادہ کوشش صرف کی تھی۔

دولت مغلیہ نے تو پکھلی اور ہزارہ میں بعض جاگیریں سید ضامن شاہ مورث اہل ستھانہ کو دی تھیں اور حکومت درانیہ نے پکھلی کا خطہ ہی سید اعظم وسید اکبر کو جاگیر دیا تھا ... سکھ اس پر قابض ہو گئے تو سادات ستھانہ سکھ دشمنی اور سکھوں سے جہاد کا مرکز بن ... اندریں صورت تمام مسلمان روسا جو سکھ کے خلاف تھے، ان کا ملجا وماوا ہی ستھانہ ٹھہر گیا۔ ... مرتبہ اہل ہزارہ کو ہجرت کرنی پڑی اور سب ستھانہ میں ہی جا کر پناہ گزیں ہوئے۔

ایک مشہور مقولہ ہے۔ خویش آمدنی پیش۔ ضلع ہزارہ کے متصل شمالی میں سربلند خان پلال ولد سرفراز خان کا مسکن موضع شنگڑی تھا اور اس کی دوست دولتِ درانیہ اس ملک سے ا... چکی تھی۔ درانیوں کا دشمن ہری سنگھ ہزارہ پر بھی آ کر مسلط ہو چکا تھا۔ لہٰذا سکھ سردار نے خیال ... کہ رئیس شنگڑی جو صوبہ خان جیسے بڑے خان کا پوتا ہے اس کی اطاعت قبول کرے گا۔ اس ... مصلحتاً چندے خاموش رہا تا کہ سربلند خان خود اطاعت مان لے۔ مگر جب ہری سنگھ کو خبر ملی ... سربلند خان نے چھ ہزار نفری کا لشکر منگلور میں جمع کر لیا ہے۔ تب سردار ہری سنگھ دس ہزار سکھ فوج ہمراہ لے کر اس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گیا اور دونوں فوجوں کے درمیان نہایت خو... معرکہ جنگ واقع ہوا۔ طرفین سے بہت لوگ مقتول ہوئے مگر تنولیوں کی ایک شاخ قبیلہ لا بیال ہری سنگھ سے مل گیا۔ جس کی وجہ سے سربلند خان کو شکست ہوگئی اور وہ معہ عیال اطفال کے اپنے مسکن سے خانہ کوچ ہو کر موضع تھپلہ وتربیلہ کے درمیان موضع تندولہ کے راستے مواضعات ... دگرہان میں چلا گیا۔ اس جگہ اس نے قوم مشوانی کو جو اوتمان زئیوں کی ہمسایہ قوم تھی، اس کو بھی ساتھ ملا لیا۔ اور اوتمان زئی قوم کے ظاہر خیلیوں کو ساتھ ملا لیا۔ تربیلہ کبل کے اوتمان زئی بھی شامل ہو گئے۔ اس لشکر کو سربلند خان ہمراہ لے کر ہزارہ کے میدان سے کنارے کنارے قلعہ شیرواں پر جا حملہ آور ہوا۔ اور اس قلعہ کو سکھوں سے فتح کر کے لوٹ لیا۔ خان کو خزانہ سے نقد آٹھ ہزار روپیہ دستیاب ہو گیا۔ اور وہاں سے اپنے موجود مسکن کو واپس آیا، مگر اپنے فرزند کو تعاقب کنندگان سے حفاظتِ راہ کرنے کے لئے پچاس سواروں کیساتھ ایک جگہ متعین کر آیا۔

... سردار ہری سنگھ نے قمر الدین خان لا بیال کو خان کی طرف پیغامات دے کر روانہ کیا۔ مگر ... دراصل ان کے فوجی نظام ونقشہ سے آگاہی حاصل کرنے کی ایک تدبیر تھی۔

جب اس نے درپردہ واپس اطلاع دی تو سردار نے خان پر حملہ کر دیا۔ شیر محمد خان پسر ... بلند خان معہ پچاس سواروں کے مقام دروازہ میں سکھ فوج کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ جب خان کو اپنے فرزند کے قتل کی خبر ملی تو اس نے قمر الدین لا بیال کو پھانسی دے کر قتل کر دیا اور خود اوپر تنول ... نولڑہ کو گیا، مگر وہاں ملک پائندہ خان تھا، نہ ٹھہر سکا۔ لسان کے راستے کہر کوٹ آیا اور دریا عبور ... ستھانہ میں جا پناہ گزین ہوا۔ خان کے تعاقب میں ہری سنگھ نے تین چار پر گنے پائندہ خان کے بھی دبا لئے۔ یعنی کلائی۔ بدھک۔ پہرزہ۔ لسان وغیرہ میں قبضے کے بعد قلعے اس میں بنا دیئے۔ چونکہ ہری سنگھ سردار پائندہ خان کے باپ کے معنوی قاتل کا دشمن تھا۔ اس لئے وہ بھی ایسے موقع کا منتظر تھا جس طرح ایک سلطنت کے ہاتھ سے سربلند خان نے ان کی خانہ بربادی کرائی تھی۔ یہ چاہتا تھا کہ اس کے دشمن کو بھی ویسا ہی ردِ عمل دیکھنا پڑے۔ اسی اثناء میں پائندہ کو سردار ہری سنگھ نے ایک خط لکھا کہ اگر سربلند خان کو گرفتار کر کے میرے حوالے کردو تو مذکورہ بالا علاقے بھی تم کو واپس دے دوں گا اور کل قوم پلال کی سرداری بھی تم کو سپرد کر دوں گا۔ جو جواب پائندہ خان نے لکھا، تنول کا منشی اس طرح منظوم لکھتا ہے:

لکھا اس کو پائندہ خاں نے جواب — کہ اے سرورِ پُر دل وکامیاب
وہ نامہ محبت سے بالکل بھرا — کبھی آنکھ پر گاہ سر پر دھرا
شرف سے ہوا آسمان جاہ میں — ہوا اس کے مضمون سے آگاہ میں
توقع جو قسمت زبردست ہو — سرِ سربلند ایک دن پست ہو
جو موقعہ ملے گا نہ ہوگی درنگ — کروں گا اُسے بستہ قیدِ تنگ
ترے پاس فی الفور پہنچاؤں گا — جو فرماں ہے تیرا بجالاؤں گا

اس خط کا علم سربلند خان کو ستھانہ جانے سے پہلے ہو چکا تھا۔ اب اس نے فوراً دریا عبور کر کے ایسی جگہ چلا گیا جہاں نہ تو اس وقت پائندہ خان کا زور چل سکتا تھا اور نہ ہری سنگھ کی تخویف یا ترغیب کام دے سکتی تھی۔ اگرچہ قرابت رشتہ داری وہم زلفی اس وقت کے ستھانہ کے پیشوا کو پائندہ خان کے ساتھ حاصل تھی، بلکہ اس کی اپنی اہلیہ کے والد احمد علی خان کا سربلند خان

toobaa-elibrary.blogspot.com

قاتل بھی تھا اور ستھانہ میں اس وقت صاحب دستار سید اعظم تھا۔ مگر یہ معاملہ ہی کفر و اسلام
اور جہاد و وفاداری اسلام کا تھا۔ خواہ اس پائندہ سادات سے روٹھ گیا۔ مگر اس پناہ گیر کو نہ صرف
پناہ دی گئی، بلکہ قبائل کے لشکروں سے اس کو امداد دی گئی۔ ادھر سر اور پائندہ خان اپنی قدیم
عدوات سر بلند خان سے جتلا کر اور اپنی طرف سے کامل کوشش گرفتاری کرنے جو واقعی اس
کوشش کی تھی۔ کیونکہ پائندہ خان کو یقین تھا کہ سادات ستھانہ کا جو رشتہ مجھ سے ہے وہ رشتہ اس
سر بلند خان کا دشمن ہے۔ لہٰذا وہ ضرور مجھ کو گرفتار کر دیں گے۔ مگر یہ معاملہ ہی کفر و اسلام اور
پناہ اس کا تھا۔ سادات نے پائندہ خان ہری سنگھ سے پھر مطالبہ کیا کہ وہ دوست اور دشمن میں تمیز
کرے اور اس کے علاقوں کو بھی چھوڑ دے اور پلال قبیلہ کی سرداری بھی اس کو دے دے۔ مگر
ہری سنگھ نہ مانا، انکار کر دیا اور یہی دن سکھ حکومت اور پائندہ خان کی دشمنی کا پہلا دن تھا جو ان
کے مرتے دم تک قائم رہا۔ نہ خود آرام کیا اور نہ ہزارہ میں سکھوں کو آرام سے حکومت کرنے
دی۔

سردار بلند خان کیا اور ہزارہ کے دیگر اُمرا زوسا کیا، بلکہ خود پائندہ خان نیک دل اور
بہادر بھائی مدت خان بھی ستھانہ میں جا پناہ گیر ہوا اور تمام ضلع کے معززین کی ہجرت گاہ ستھانہ
بن گیا۔ سکھ مظالم کے مظلوم بھی اور جہاد فی سبیل اللہ کے شائق مسلمان بھی سب کے سب
ستھانہ میں حملے اور مقابلے جاری کرتے رہے تھے۔

ان دنوں ستھانہ کا شہر جو عین دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر تھا اس میں دو صد
شناسین جو دریائی سواری کی سائیکل سمجھنی چاہیے، گائے کے چمڑے سے بناتے ہیں جس کے
ذریعے دو آدمی اکٹھے دریا سے پار ہو سکتے ہیں۔ دو سو شناسین ستھانہ میں مہیا تھیں جس کے
ذریعے چار صد سپاہی یک بار دریا سے پار ہو کر سکھ حکومت کا نقصان اور حملے مقابلے کر کے پھر
تیر کر آ جاتے تھے۔ اس کے چار سال بعد ہی ہندوستان کے مجاہد اعظم سید احمد بریلوی کی ہجرت
گاہ بھی ستھانہ ہی ہو گئی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ سنہ ۱۸۲۳ء میں محمد خان ترین رئیس کل ہزارہ گل
ڈھیری و محمد صالح (ولا زاک) و حسن علی ملک سریکوٹ مشوانی اور دیگر زوسا ہزارہ نے متفق و متحد
ہو کر بڑا لشکر مردمان ملکی و قبیلہ مشوانی و تیہ او تمان زئی و یاغستانی جن کو ستھانہ کی طرف سے
ہدایات تجویز ہو کر کافی طاقت قبائل کے لشکروں کی دریا سے پار ہو کر بمقام ہڑناڑہ جو کھلابٹ

نزدیک پہاڑ میں گاؤں، اس جگہ لشکروں کی فراہمی ہوئی۔ سر بلند خان کی کوشش سے سید
اعظم ستھانوی نے قبائل کے لشکروں کو دعوت دے کر ان سب کا اجتماع ہڑناڑہ میں ہوا۔ اور ہری
سے یہ جگہ سات میل ہے ہری سنگھ کو اس اجتماع کی خبر ہوئی کہ محمد خان ترین اور سر بلند خان
کی مساعی کے نتیجہ میں نہ صرف ہزارہ کی اقوام ہی بلکہ ستھانہ اور یاغستانی قبائل کا لشکر بھی
قریب آ چکا ہے تو وہ اپنی سکھ فوج ہمراہ لے کر ہڑناڑہ میں آ پہنچا اور معرکہ جنگ گرم ہوا۔ یہ
جنگ بوجہ شرکت قبائل یاغستانی و اہل ستھانہ اس شدت سے ہوئی کہ ہری سنگھ کو ایسی جنگ سے
اس ملک میں سابقہ نہ پڑا تھا۔ طرفین کے مقتول بے حساب ہوئے مگر فتح مسلمانوں کو ہوئی اور
سکھ فوج کو سخت شکست ہوئی۔ سردار جمیل سنگھ مجیٹھیہ مقتول ہوا اور دیوان سنگھ روشناس اور بہت
نامی گرامی سکھ سردار قتل ہو گئے۔ خود سردار ہری سنگھ شدید زخمی ہو کر ایک کھڈ میں گر گیا اور خوش
نصیبی سے بمشکل کسی نے اس کی جان بچا کر اکیلا چھپا کر یہاں سے نکالا اور زندہ ہری پور قلعہ
میں جا پہنچا۔

جب یہ رپورٹ ہری سنگھ کی لاہور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پہنچی، تو وہ بیحد متاثر ہو گیا۔ اس
نے ضروری جانا کہ سلطنت کا وقار ہی خاک ہو جائیگا۔ اگر ایک زبردست مہم لے کر وہ خود انتقامی
کاروائی نہ کرے، چنانچہ مہاراجہ نے پوری ایک لاکھ فوج ہمراہ لے کر معہ توپ خانوں، رسالوں
اور ہر قسم آلات جنگ اور گھوڑوں ہاتھیوں کے لاہور سے روانہ ہو آیا۔

اس فوج کے آنے سے پہلے ہی دبدبہ اور شہرت اس عظیم فوج کشی کی ہزارہ و سرحدات
میں پہنچی تو اس کی شہرت سے مسلمان فوجیں اس قدر بوکھلائیں کہ سکھوں کی فوج کے آنے سے
پہلے ہی منتشر ہو گئیں۔ خوف و ہراس نے اس قدر غلبہ پایا کہ عقلمند بھگوڑوں نے اس دفعہ ستھانہ کا
رخ بھی نہ کیا اس لئے کہ سب مسلمانوں کو یقین تھا کہ سکھ سلطنت کے لئے حکومتِ اسلامیہ کے
اس وقت صرف دو مرکز اس کے مخالف ہیں ان کو ضرور برباد کر کے چھوڑے گی، لہٰذا وہاں
بھاگ کر جانا گویا دشمن کے حملہ والی جگہ جا کر خود کو آفت میں ڈالنا ہے یعنی ستھانہ جو جنوب میں
پہلے آتا ہے۔ دوئم امب ہے جو اس سے نو میل شمال کی طرف جہاں پائندہ خان کا مستقر ہے۔

محمد خان ترین اور سر بلند پلال وغیرہ کل روسا اور راجہ ہاشم علی خان ترک معہ عیال
اطفال دریا عبور کر کے بعض تو ستھانہ کو گئے اور بعض کم دل کیارہ دبارہ گندف جدونان کو چلے

toobaa-elibrary.blogspot.com

گئے۔ اور مشوانی قوم بھی تمام بال بچہ ساتھ لے کر دریائے سندھ سے پار باڑہ کیارہ کو
گئے۔ یہ حالات جو میں لکھ رہا ہوں اسی زمانے کے کسی منشی نے قلمبند کیے ہیں اور اس کے
گزیٹر ہزارہ میں بھی میجر ویلس نے ایسا ہی لکھا ہے۔ اس آوازہ کو فوج عظیم کے دبدبہ
اندازی کی خبر سن کر لوگوں میں اس قدر خوف وہراس چھا گیا کہ سردار پائندہ خان جو دریا
پار امب میں رہتا تھا۔ قصبہ امب سے تمام عیال اطفال اور اسباب ومال نکال کر سب کو
لے کر خود بھی موضع دبگرہ امازیاں کو چلا گیا۔

لیکن ستھانہ جو نو میل امب سے جنوب میں اور دشمن کے حملہ کا پہلی آماجگاہ ہے اس کے
سید اعظم برادر کلاں نے سال شش ماہی اس سے پہلے اپنی دستار امارت اپنے سے چھوٹے بھائی
سید اکبر بادشاہ کے سر پر رکھ کر، اس کو آباؤاجداد کی سند کا لائق ترین اہل جان کر، امارت سونپ
کردی تھی اور فی الواقعہ سید اکبر شاہ کا ہی فوق الخیال حوصلہ تھا کہ نہ تو ستھانہ سے بال بچے
ہٹایا، نہ خود خوف وہراس کو نزدیک آنے دیا، بلکہ ایک نفیر عام جہاد کا قبائل یاغستانی میں بوقت
حملہ تک پہنچا دیا اور تمام قبائل کے لشکر جو چالیس پچاس ہزار سے کم نہ تھے، دریا کے پار اسی
کنارے پر جمع کیے۔ انہوں نے تجویز ہی ایسی عجیب سوچی کہ جو سڑک ہزارہ اور تربیلہ سے ہو
کر دریا کے کنارے سے شمال کو ستھانہ اور امب کی طرف جاتی ہے وہ ستھانہ سے جب صرف
تین میل کے فاصلہ پر پہنچتی ہے تو اس جگہ دریا پہاڑی کے ساتھ ٹکراتا ہے۔ اور راستہ تنگ ہے
اور اسی جگہ ایک دیہہ خان پور نام کا ہے، اور دریا سے پار سامنے دو میل فاصلہ پر کیا کے دو گاؤں
اوتمان زئیوں کے ہیں۔ عین اسی تنگ جگہ کے سامنے دریا سے پار اسلامی لشکروں کو پہنچایا مگر
چونکہ پناہ نہ تھی۔ او دریا کنارے میدان تھے، لہٰذا ضرورت نے ترکیب بتادی کہ دریا کے
کنارے پر گہری خندقیں کھود لیں اور انہی میں بیٹھ جائیں اور دُور مار فتیلہ دار بندوقیں خندقوں
میں نصب کردی جائیں، کیونکہ اس جگہ دریا کا پاٹ بوجہ پہاڑ سے ملنے کے اس قدر تنگ ہے کہ
سڑک شاہی جس پر سکھ فوج نے جانا ہے، صرف تین سو گز کے فاصلہ پر خندق نشینوں کی زد میں
سے گزرتی ہے۔

یہ حالات جو میں لکھ رہا ہوں قوم اوتمان زئی کے اندر سب خورد وکلاں کو معلوم ہیں مگر
سکھوں کی تاریخوں میں ذکر نہیں۔

ایک کام مہاراجہ نے اور عجیب کیا تھا کہ فتنہ کے مرکز یا پشت پناہ کی ہر دو گدیاں ستھانہ
اب چونکہ دریا سے پار واقعہ تھیں لہٰذا اس خیال سے کہ بروقت کشتیاں نہ مل سکیں گی، پس
ریا جہلم سے سکھ فوج کے سروں پر پل باندھنے کے لیے کشتیاں اُٹھوا کر خشکی پر اپنے ہمراہ لے
آیا تھا۔ اب اگر یہ فوج عظیم دریا کو عبور نہ بھی کرتی تو مشرقی کنارے سے توپوں کا شہر ہی اُڑانا
آسان تھا اور ستھانہ جو امب سے نو میل پہلے فوج کو ملتا، اس کا بھی توپ سے اُڑا دینا مشکل نہ
تھا مگر سید اکبر شاہ کی تجویز کارگر ہوگئی اُس نے چیدہ برگزیدہ توپچی قادر انداز برگ کے اخوند داد
لے اور چنی کے اخوند خیل جو مشہور شکاری وتوپچی تھے اور تمام لشکر خندقوں میں بٹھا دیا۔ ستھانہ
سے صرف تین میل پر اس مقام جنگ سے شمال کی طرف سے عین دریا کے کنارے تھا۔ سید اکبر
شاہ کی تدبیر اور اس کے بھائیوں کی جرأت بسالت اور قبائل کی عادت جان نثاری خصوصاً جہاد یا
کفار میں اور ایسے موقعہ پر ایسے نتائج کا موجب ہوئی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جو دُور اندیش بہادر
تھا چکرا گیا۔

الغرض جب مہاراجہ رنجیت سنگھ فوج کے ساتھ ہزارہ میں پہنچا تو تمام باشندے ہزارہ
کے بھاگ چکے تھے۔ اس کی فوج کے دستے گنگر کے پہاڑوں میں پھر آئے، جن کو خالی
پایا۔ ادھر سے ہوتا ہوا مہاراجہ تربیلہ میں اُترا جو ستھانہ سے سات میل جنوب دریا سے پار
ہے۔ اُسے اس جگہ پہنچ کر معلوم ہوگیا کہ ہزارہ کے نامی خوانین ستھانہ میں موجود ہیں۔ اُس نے
تحریک کی کہ مفروران سلطنت کو اعلانِ معافی پہنچایا جائے کہ وہ واپس آجائیں۔ چنانچہ جب یہ
خبر خوف زدہ خوانین کو مصر دیوان کی معرفت پہنچی تو وہ لوگ ٹھہر نہ سکے، بلکہ محمد خان ترین اور راجہ
ہاشم علی خان ترک تربیلہ میں ہی بواسطہ مصر دیوان جنگ خان پرت پہلے ہی جا ملے۔ مہاراجہ
نے ان کو معافی دے دی۔ اور سردار ہری سنگھ کے سپرد کردیئے، لیکن ہری سنگھ نے آخر کار ان کو
سردار مکھن سنگھ وامر سنگھ سردار جیٹھ وغیرہ افسران کے قصاص میں بُری طرح عذاب دے کر قتل
کر ڈالا تھا۔

اب تربیلہ سے جب سکھ فوج شمال کو روانہ ہوئی اور کشتیاں پل باندھنے کی سروں پر تھیں
جب اس تنگ محاذ پر خندق نشینوں کے پہنچی تو اسلامی فوج نے آسمانی اولوں کی بارش سے زیادہ
گولیاں ان پر برسائیں اور شاذ ونادر ہی کوئی راہ سپاہی جو زد میں تھے۔ بچا ہوگا۔ فوج رُک گئی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور سخت ہنگامہ جنگ توپ جنگی و گولیاں برسانے کا طرفین سے واقع ہوا، مگر خندق نشین
محفوظ رہے اور سکھ فوج سامنے تھی۔ پناہ ان کے لئے نہ تھی۔ وہ کثرت سے تباہ ہو گئی۔
کشتیاں دریا میں ڈالنا تھیں، مگر دریا کے کنارے کوئی زندہ بچا ہی تھا۔ بعض اوقات جنگوں
جن کو قدرت نے بچانا ہوتا ہے، جنگ کے علاوہ دیگر اسباب بھی مددگار فاتح فریق کے
ہو جایا کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر ایک تو

۱۔ نہایت دلیر اور کثیر فوج موجود تھی۔

۲۔ وہ سب خندق نشین اور سکھ فوج کی زد سے محفوظ تھی۔

۳۔ سکھ فوج کے آگے عظیم الشان دریائے سندھ حائل تھا، جو سکھ فوج کی سڑک سے
پہاڑ کے ٹکرایا ہوا تھا، پاٹ تنگ تھا دشمن کی گولی خطا نہ کرتی تھی۔

۴۔ فوج کے لئے صرف اسی تنگ راہ سے گزرنے کے بغیر اور کوئی راستہ ہی نہ تھا۔

۵۔ سکھ فوج کے لئے پناہ کی جگہ نہ تھی کہ دشمن کی گولیوں سے محفوظ ہو سکتے، بلکہ جس طرح
شیر کی کچھار پر بکرا باندھ دیا جائے اور اسکا نتیجہ بجز ہلاکت کے اور کچھ نہیں ہو سکتا، یہی حالت
فوج کو درپیش تھی، مگر مسلم فوجیں عین دریا کے کنارے کھلے میدان میں مگر گہری خندق میں
و مطمئن بے غم صرف سکھوں کو گولیوں سے نشانہ بنا رہے تھے۔

اس جگہ کا منظر دشمن کے چھکے چھڑا دینے والا ہے کہ جب جنوب اور تربیلہ سے اس
سڑک پر آنے والا مسافر یہاں پہنچتا ہے، جہاں دریا پار سے گولیوں کی بارش صرف تین سو گز
سے ہو رہی ہے اور سامنے ستھانہ کی طرف نظر ڈالتا ہے تو ستھانہ کی پشت پر ایک عظیم الشان پہاڑ
کوہ مہابن کا طویل سلسلہ نظر آ جاتا ہے جو آٹھ ہزار فٹ بلند ہے اور جو دریا تک پہنچتا ہے۔
و کبل و ستھانہ تو میدان میں ہیں اور ان دروں سے صرف نصف میل ہٹے ہوئے ہیں مگر اس جگہ
منظر ایسا ہے کہ اس جگہ مدافع اور ناقابل تسخیر خندق نشیں فوج بھی مانع ہے اور اگر یہ نہ بھی ہو
ایک عقل مند جرنیل ہرگز ان تنگ دروں کے دھانوں میں ایک لاکھ ہندوستانی یا پنجابی فوج کو نہ
لے جائے گا۔ اور نہایت آسانی سے آگے جانے کو ملتوی کر دے گا۔

چنانچہ اس محل و مقام کو دیکھتے ہی مہاراجہ نے واپسی کا فیصلہ کر لیا، مگر خوش نصیب امرا کو
عذر مل جایا کرتے ہیں۔ کنیا کے گاؤں کا موسیٰ خیل ملک عبدالمجید خان نام بڑا عقل مند تھا جس

کی ملکیت املاک اراضی تربیلہ میں بھی رعیت علاقہ میں تھی۔ وہ کنیا سے چھپ کر بذریعہ شناس
یا و کبل کے کسی درمیانی جگہ سے تیر کر پار ہو گیا اور مہاراجہ تک جا پہنچا اطلاع بھجوائی کہ کنیا کے
گاؤں کا خان حاضر ہے۔ مہاراجہ نے جلد بلایا۔ جس نے حسب ذیل عرض کی کہ میں بحیثیت
خان قصبہ کنیا کے اوتمان زئیوں کا نمائندہ ہوں، مگر تربیلہ میں میری املاک اراضیات اور قومیت
ہونے کی وجہ سے خالصہ سرکار کی رعایا ہوں۔ اور سرکار کا توپ خانہ ہمارے گاؤں کو نشانہ بنائے
ہوئے ہے۔ حالانکہ ہم اہل تربیلہ کی برادری اور املاک شریک رعایائے سرکار ہیں، مگر ہماری یہ
طاقت نہیں کہ سادات ستھانہ کے لشکر کو یہاں سے روک سکیں۔ یہ لشکر تمام یاغستانی قبائل کا ہے
جو اہل ستھانہ کا امدادی ہے۔ اگر ایک حرف ہم سے مخالفانہ سن لیا تو ہمارے سب انسانوں کا
خاتمہ کر دیں گے اور شہر کو خاک سیاہ کر دیں گے میں اپنی قوم کی طرف سے اظہار اطاعت کے
لئے آیا ہوں اور یہ کہ ہمارے گاؤں کو دشمن نہ قرار دیا جائے گا گولہ باری بند کی جائے۔

مہاراجہ کو بظاہر عمدہ بہانہ مل گیا جس نے گولہ باری بند کرا دی اور فوج کو واپس جنوب کی
طرف تربیلہ جانے کا حکم دے دیا۔ خندقوں پر بھی بس نہ چلا کہ آگے بڑھ جاتے، بڑھ بھی نہ سکے
کشتیاں ہی دریا میں نہ ڈال سکے۔ مہاراجہ نے بجائے اظہار عجز کے تدبیری رنگ میں حکم دیا کہ
یہ سامنے فلک بوس پہاڑ اور تنگ درے شاہی فوج کے جانے کے قابل نہیں۔ حالانکہ دو سو میل
دور، مگر آنکھوں سے نظر آ رہا تھا کہ وہ دیکھو ستھانہ سامنے ہے، مگر بے نیل و مرام واپس ہو گیا۔
عبدالمجید خان کے موضع حسیں میں صرف دو چار گھر تھے، اور سردار گندف کی ملکیت تھا۔ راجہ سے
جاگیر مانگی جو اُس کو دے دی گئی۔ اب تک خان پور اولاد عبدالحمید خان کے پاس ہے۔ مگر
مہاراجہ تھا بڑا مدبر و غیور وہ اس خفت کو مٹانے کی فکر میں تھا کہ یہ واقعہ تواریخ میں درج نہ ہونے
پائے۔

لہٰذا ایک تو اس نے خود حکم دیا کہ اس سے آگے فوج کا راستہ ہی نہیں چلو دوسرا رخ اختیار
کریں۔

دوئم تربیلہ پہنچ کر ٹوپی منی اور پشاور کا رُخ اختیار کر کے بلا مزاحمت نوشہرہ پشاور تک
جا پہنچا۔

سوئم اس جگہ سے واپس ہو کر کہل کے پاس کشتیاں توپ خانہ اور اسباب کے لئے تو

toobaa-elibrary.blogspot.com

استعمال کیں، مگر تمام سوار فوج کو حکم دیا کہ بغیر کشتی سب فوج گھوڑے دریا میں ڈال کر در ...
کرے کہ قبائلی یہ نہ سمجھیں کہ موت اور گولیوں کے ڈر سے فوج واپس ہوگئی۔ خود کھڑا ہوگیا ...
تمام فوج کو دریا میں ڈال دیا۔ سینکڑوں ڈوب مرے اور کئی بچتے بھی گئے اور اکثر پار ہو گئے ...
تاریخوں میں یہ واقعہ مہاراجہ کی بہادری اولوالعزمی دلیری کا عجوبہ تما ہو کر درج ہو گیا۔ مگر ...
طور پر واپسی کی خفت بجز لشکر ہائے قبائلی اور بجز ان کے دشمن کے ہرگز کسی کو معلوم تک نہ ...
یہاں تک کہ انگریز مورخوں نے بھی یہ واقعہ نظر انداز کر دیا ہے یا یہ سمجھا ہی نہیں۔ اب یہاں ...
کیا کے علاقہ کو وہ معافی سب قوم کو دے دیتا ہے۔ مگر جب تربیلہ سے پار ہوتا کہبل کے ...
گاؤں جو اس کی زد میں تھے۔ باوجودیکہ مقابلہ انہوں نے نہ کیا تھا، اسی خان کی قوم تھی، مگر ان ...
پر حملہ کر دیا گیا اور ان چار گاؤں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اور پار ہو کر بھی شمال کا رخ پھر ...
کیا، بلکہ جنوب مغرب کو سیدھا پشاور جا پہنچا، بہر حال مہاراجہ کی عقل مندی نے اس قدر عظیم
شکست کو چھپا لیا۔

میرا خیال ہے کہ اسی مقام خانپور میں کھڑا ہو کر ایک دو فوٹو ستھانہ کیا کہبل اور مقامات
خندق و تربیلہ کے لے کر اس کتاب میں شامل کروں گا تا کہ ناظرین کے سامنے مہاراجہ کی بے
بسی کا نقشہ آ جائے۔ اور غور کرنے سے مندرجہ تاریخ حالات سے بھی مہاراجہ کی واپسی شکست
خوردگی ثابت ہوتی ہے۔

اوّل یہ کہ ذیل کا نقشہ ملاحظہ کریں اور پھر یہ دیکھیں کہ تربیلہ سے خان پور چار میل ہے
جس کے محاذ پر خندق ہے۔ تربیلہ سے بھی کوہ مہابن کا نظارہ اور تنگ درّے اور ستھانہ کا شہر ایسے
ہی سامنے نظر آتے ہیں جیسے خان پور پہنچ کر دکھائی دیتے ہیں۔ مگر فوج تربیلہ سے کوچ کر کے
دریا کے کنارے سڑک پر خان پور کو آتی ہے۔ کشتیاں سروں پر اُٹھا کر لاتی ہے۔ خانپور میں توپ
خانے لگا کر کیا کے گاؤں پر گولہ باری کرتی ہے (خود میں نے کیا کے گاؤں میں ایک گھر میں
توت کا درخت دیکھا جس پر توپ کے گولے کا نشان تھا) مگر جب اس تنگنا میں پہنچ کر ناگاہ اس
کو بہر و مان کے جتھہ سے گولیوں کی بارش سے ایسا سابقہ پڑ گیا کہ دریا تک کشتیاں لے جانا
موقوف ہو گیا۔ قدم آگے بڑھانا رُک گیا۔ خندقوں پر گولہ باری بے کار ہو گئی۔ بلند جگہ سے تین
میل اپنے سے پست مقام اور گاؤں انسان کو بالکل پاؤں تلے نظر آتا ہے۔ اور اس جگہ پر پہنچ

... تھانہ ایسا ہی پاؤں تلے تھا، مگر قدم جگہ سے اُٹھانا ہی رُک گیا اور واپس ہو گئی اور دریا سے
... بلا کشتی اتار کر پار لے جانے میں بھی ایک نہیں راجہ کے تین مقصد تھے، سب سے بڑا امر
... منانا اور مورخ کی طبیعت کو دھوکہ دے کر شکست کا اخفا تھا۔ دوئم اپنی جرأت بہادری کا
... سوئم: فوجی افسروں پر دلی غصہ کا اظہار کہ اگر وہ مر رہے تھے تو بھی کشتیاں دریا میں ڈالنا
... فرض تھا، آگے بڑھنا ان پر لازم تھا، مگر موت سے ڈر کر یہ ذلت دکھائی، تو اب ان کو ڈوب
... میں بھی کوئی پرواہ نہیں ہو چاہیے وغیرہ۔

میجر ویس نے ہزارہ گزیٹر میں یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ پائندہ خان کی تمام ریاست دریا
... بائیں کنارے اور مہاراجہ کی رعیت میں تھی وہ مجبور تھا کہ مہاراجہ سے مقابل نہ ہو۔ اور اس کو
... ملک سے دور رکھے۔ لہٰذا اس نے اپنے فرزند جہاں داد خان کو دو گھوڑے بطور تحفہ دے کر
... کے پاس بھیج دیا جس نے تحفہ قبول کر لیا (گھوڑوں کا ہدیہ دینا سکھ حکومت میں اطاعت
... کے مترادف ہے) مگر خود پائندہ خان کوہ مہابن علاقہ امازئیاں میں چلا گیا تھا۔

یہ بھی مانا کہ اب پر حملہ گھوڑے بھیج دینے سے رُک گیا تو پھر تربیلہ سے فوج شمال کو
... روانہ ہوئی، اور چار میل مقام جنگ تک جا کر کافی جنگ کر کے کیوں واپس نہ ہوئی
... اصلیت یہی تھی کہ لاہور سے وہ مرکز ستھانہ کو تباہ کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ اب کا ارادہ فتح
... کر لیا تو بھی خاص ستھانہ کے لئے تربیلہ سے چار میل شمال کو چلا گیا۔ ستھانہ کا گاؤں تو اب
... میل دریا سے پار تھا مگر وہاں کا مالک اور لشکر ایسی جگہ پیشوائی و استقبال کے لئے موجود تھے
... انہوں نے مہاراجہ کو بھی زور آزمائی کا کھلا موقعہ دیا۔ اور فوج کا بڑا حصّہ فنا کر دیا اور نہایت عجز
... سے واپسی پر مجبور کر دیا۔

یہ واقعہ میں نے اس لئے بتکرار لکھا ہے کہ واقعہ بہت اہم اور عظیم ہے مگر اس وقت
... مہاراجہ کی ہوشیاری و دانشمندی سے تاریخوں میں درج ہونے سے رہ گیا اور ویسے ہی آگے چل
... کر انگریز مورخوں نے بھی اسے نظر انداز کر دیا۔ اور ستھانہ کے ساتھ خود انگریز حکومت کی کب
... نیک خواہی تھی، بلکہ جس قدر ستھانہ کی بدگوئی ممکن ہو سکی ہے تاریخوں میں کی ہے اس لئے ستھانہ
... کے امدادی لشکر کی مدافعت کی تعریف کو انگریز مورخ تحریر میں ہی نہ لایا اور راجہ کی شکست کا ذکر
... بھی نہیں کرتے۔ مورخ جنگ خندق نشینان کا ذکر تک بھی نہیں کرتے اور صرف مہاراجہ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

واپسی کے الفاظ لکھ کر پھر دریا سے پار ہونا بغیر کشتیوں کے اور کھبل کے گاؤں کا جلا دینا اور
سمہ کے راستے بلا مزاحمت پشاور تک چلا جانا لکھتے ہیں۔ الغرض سردار ہری سنگھ نے ...
ترین کو قید کر کے کمہار کی روٹی کھلا کر ہلاک کر دیا اور دیگر بسیار واقعات کے بعد سردار ...
دُرّانیوں کی فوج کے ساتھ قلعہ جمرود پر لڑتا ہوا مارا گیا۔ یہ واقعات آئندہ کے ہیں۔

جب مہاراجہ معہ فوج اس ملک سے چلا گیا تب خان امب دیگرہ سے واپس ...
اطفال کے امب کو آگیا۔ اس مہاراجہ کی آمد سے ضلع ہزارہ پر سکھ سلطنت کا ضابطہ و قبضہ ...
طور پر جم گیا اور تنول کی تمام ریاست زیر قبضہ ہوگئی۔ خاص شہر دربند میں سکھوں نے قلعہ ...

یہ واقعات سال ۱۸۲۴ء کے ہیں، مگر پائندہ خان سردار نے ۱۸۲۵ء میں قوم ...
یوسف زئیوں کا لشکر طلب کیا۔ دربند کے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور حکم دیا کہ قلعہ کا مال و متاع ...
غنیمت حق حسن زئی مداخیل اکازئیوں کا ہوگا۔ تب جنگ قلعہ پر ہوئی اور بشن سنگھ قلعہ ...
افسر دو صد سکھ سپاہیوں کے ساتھ مقتول ہوا اور قلعہ عیسیٰ زئیوں نے لوٹ لیا۔ مگر بدقسمتی ...
دربند کے جو ہندو افغانی لشکر دیکھ کر قلعہ میں سکھوں کے ہمراہ پناہ گیر ہوگئے تھے اُن میں ...
مسمیان گردیال و پوربہ دمہری دہڑی وال کو تو قتل کرا دیا باقی ہندوؤں کو بھی معاہدہ کے ...
خان حسن زئیوں سے نہ لے سکا۔ اور ان کو حسن زئی پکڑ لے گئے کہ وہ مال غنیمت میں ...
تھے۔ جن کو بعد میں معاوضہ ادا کر کے رہا کرایا گیا۔

جب سردار ہری سنگھ کو یہ خبر پہنچی تو وہ بڑی فوج لے کر ہزراہ سے دربند پہنچ آیا ...
سندھ سے ہزارہ کی جانب ہے۔ اور دربند میں جدید قلعہ تعمیر کر کے کافی فوج وہاں جمع رکھ ...
سردار پائندہ خان کا کوئی علاج اس سے نہ ہو سکا کیونکہ وہ دریا سے پار امب میں تھا۔

ان ہی دنوں میں سردار پائندہ خان نے تربیلہ پر شب خون مارا۔ جس کا ذکر ...
بروایت سر نواب اکرم خان مرحوم تحریر کر چکا ہوں، مگر اس قدر حالات اس ذکر میں نہیں لکھے ...
جو ذیل میں ہیں:

جب تنولی لشکر نے تربیلہ فتح کیا تو تربیلہ میں اوتمان زئی افغان کیا و کھبل والوں ...
قوم لوگ رہتے تھے۔ انہوں نے از راہ حمیت افغانی تنولی فوج کا سخت مقابلہ اور مزاحمت ...
سکھوں کی طرفداری میں کمربستہ ہو کر خوب حملہ آور فوج سے لڑے اور تربیلہ کے ...

... تگیر خان ملک گجر تنولیوں کے ہاتھ مقتول ہوا اور واپسی میں یہ لشکر اس وجہ سے کہ گاؤں
... نے ان کا مقابلہ کیا تھا، چند ہندو عورتوں کو بھی ساتھ لے آئے۔ اور تربیلہ کے افغانوں کو
... چند عورتیں تنولی لشکری پکڑ لائے، مگر عبدالحمید خان ملک کیا مذکورہ بالا وعزیز خان ملک کیا
... سفارش سے تربیلہ کی عورتیں واپس کر دی گئیں۔ تربیلہ کے قلعہ میں تین سو سکھ معمولی جنگ
... بعد مغلوب ہو کر قلعہ بند ہو گئے جس کا محاصرہ کر کے فتح کرنا اس لئے مشکل تھا کہ ہری پور
... قلعہ اور ہری سنگھ کی قیام گاہ اور کثیر فوج یہاں تربیلہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے ایک اچھا
... صرف ایک گھنٹہ میں پہنچ کر سوار فوج کو ایک ہی گھنٹہ میں پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے زیادہ دیر
... نا قرین مصلحت نہ تھا، لہٰذا واپس آگئے۔ تربیلہ کے قیدیوں میں ایک جواہر کھتری اور کئی
... بھی تھے۔ یہ دونوں امب پہنچ کر مسلمان ہوگئے۔

سردار پائندہ خان نے چند شب خون بطور یلغار لشکر اور بھی مارے تھے جس سے سکھ
... ت میں تہلکہ مچ گیا تھا، جو شمالی ہزارہ کے علاقوں میں معرکے ہوئے تھے۔ ششکیاری اور
... رہ پر بھی خان امب کے حملوں نے بڑا رعب ڈال دیا تھا۔ سردار ہری سنگھ ہمیشہ اس کو بلانے
... راضی کر کے صلح صفائی کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ مگر مطابق وصیت پدر اس نے کسی بالادست
... م سے ملاقات کا ارادہ نہ کیا۔ ہزارہ کے شمال میں بہارو کوٹ کا قلعہ نہایت سخت مقام ناقابل
... پر سکھوں کا مستقر واقع تھا۔ جس کے شمال جانب متصل دریائے سرن ہے اور اونچے ٹیلے
... تھا۔ خان نے علانیہ لشکر سے اس پر حملہ کیا۔ جس کے لشکر کے ساتھ افغانی قبائلی لشکر
... مان وغیرہ بھی ہمراہ تھا۔ خان نے حکم دیا کہ قلعہ بھی افغان لشکر فتح کرے اور مال غنیمت بھی
... لے لے۔ امب کی فوج لشکر اوتمان کی پشتی بانی کرے گی۔ اس پر قبائلی لشکر نے حملہ کر
... مگر قلعہ ناقابلِ تسخیر تھا۔ بڑا نقصان اٹھا کر لشکر واپس ہوگیا۔ تب خان نے اس لشکر کو کہا کہ
... تم الگ ہو کر تماشا دیکھو میری سپاہ قلعہ فتح کرے گی۔ اور خان نے حکم دیا تنولی سپاہی پرندوں
... مانند بلا مزاحمت گویا اُڑ کر قلعہ میں پہنچ گئے۔ سکھ سپاہی اس قدر بہادر تھے کہ کبھی امن نہ مانگا
... تے تھے۔ سب کے سب مقتول ہو گئے آج بھی وہ ٹیلہ پتھروں کا ڈھیر زبان حال سے مذکورہ
... اقعہ کی یاد تازہ کرنے کو موجود ہے۔

اب ۱۸۲۶ء کا سال آگیا جس میں سرحد میں ایک اور ہی اسلامی طاقت سکھوں کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقابلہ کے لئے آ کر نمودار ہوگئی جو حضرت سید احمد بریلوی کی مہم تھی۔ اس مہم کا ذکر میں ا... علیحدہ باب میں مفصل کروں گا۔ انشاء اللہ! مگر وہ احوال تو عقیدت مندانہ اور دوستانہ اس... کے مورخوں کی تحریرات سے لوں گا۔ اس لئے خان پائندہ خان کے حالات میں جو مخالفانہ... سے مجاہدین ہندی کا حال ہے وہ ان کے نکتہ نگاہ سے لکھ دینا بھی مناسب خیال کرتا ہوں۔

جب یہ جمعیت سال مذکور میں سرحدات میں وارد ہو کر پشاور نوشہرہ اور علاقہ سمہ... زئی سکھوں کے ساتھ متعدد معرکے کر چکی اور پھر ان کی فوج نے تربیلہ کے قلعہ پر حملہ کیا۔ تو... اکبر بادشاہ ستھانہ نے تربیلہ میں جا کر سید احمد بریلوی کی بیعت کی اور اس کی معہ فوج کے... کو لے آیا۔ تب خان پائندہ خان میں اور سادات برادران میں اتفاق و یک دلی اس وجہ... کہ سید اکبر شاہ کے بڑے بھائی سید اعظم کی بی بی پائندہ خان کی حقیقی ماموں زادہ بہن او... بھی تھی۔

ایسے ہی اسی بی بی نادرہ بیگم کا پائندہ خان حقیقی عمزادہ بھائی اور بہنوئی بھی تھا۔ او... خاتون ستھانہ کے خاندان بھر میں از والدہ سید اعظم و سید اکبر شاہ، بہی با اختیار خاتون تھی... خاندان ستھانہ اور امب کا باہمی رشتہ و قرابت داری ایسے ہی تھا جسے خانہ واحد کہا جا... ہے۔ ہمیشہ سید اعظم و سید اکبر برادران کی آمد و رفت امب میں گھروں میں شریک تھی۔ اور سر... پائندہ خان ہمیشہ مہمات میں ستھانہ آیا کرتا تھا۔

خود مجھ سے قاسم خان فرزند کلاں ملک عبدالحمید ساکن کیا جس کا ذکر اوپر گزر چکا... نے بیان کیا میں خورد سالی میں ہمیشہ ستھانہ میں زیادہ رہا کرتا تھا۔ اور میں سید اکبر بادشاہ... سب سے چھوٹے بھائی امیر شاہ مدار سے گو عمر میں قدرے چھوٹا تھا، مگر ہم اکٹھے کھیلا کرتے... اور بی بی اماں جو مذکورہ چھ برادران اُمرائے ستھانہ کی والدہ تھی، مجھ کو اپنے بچہ کے... پیار و محبت سے اپنے پاس ہی رکھتی تھی۔ میں اپنے گھر بہت کم جایا کرتا تھا، ستھانہ میں ہی رہا ک... تھا۔ ایک دن خان پائندہ خان کی سواری آ گئی، تو سب لوگ استقبال کو گئے۔ میں بھی جا پہنچا ا... میں مجلس میں رفتہ رفتہ خان کے پہلو میں پہنچ کر اس کی کمر میں خنجر تھا جس کا دستہ نہایت خو... صورت اور قیمتی تھا، اس کو ٹٹولنے لگا، تو خان نے سمجھا کہ یہ بچہ سادات میں سے کسی کا ہے، پو... یہ کس کا بچہ ہے، بادشاہ سید اکبر نے فرمایا یہ ہمارے دوست عبدالحمید خان ملک کیا کا فرزند...

...ں ہے ہم نے اس کو لے لیا ہے۔ اب ہمارے پاس ستھانہ میں ہی رہتا ہے۔ تو خان نے مجھ ...ے پوچھا تم خنجر کیوں دیکھتے ہو۔ میں نے کہا مجھ کو بہت پسند ہے۔ اس لئے آپ مجھ کو دے ...یں۔ کہنے لگے ابھی تم بچے ہو ضائع کر دو گے۔ جب کمر بندی کے لائق ہو جاؤ گے تو یہ خنجر تم کو ...ے دوں گا۔

الغرض جب سید احمد صاحب بریلوی کو سید اکبر بادشاہ ستھانہ میں لے آئے، تو خان پائندہ خان کو اطلاع دی کہ آپ کا اور ہمارا جہاد کفار کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا راہبر رفیق پیدا کر دیا ہے۔ اور ان سے متحد ہو کر جنگ و جہاد سکھوں میں مزید تقویت سے سرگرمی کا اظہار کریں گے، چنانچہ سردار پائندہ خان ستھانہ میں فوراً اپنی شان و شوکت کے ساتھ آ گیا اور سید صاحب کی بیعت امامت بھی کر لی اور عہد مواعید سکھوں کی مخالفت کے بارے میں باہم پختہ کر لئے۔

اس دفعہ معاملہ یہاں تک ہی ختم ہو گیا۔ مگر جب سید صاحب دوبارہ ستھانہ کو آئے اور خان کو اطلاع ہوئی تو وہ امب سے تزک و احتشام کے ساتھ دوبارہ سید صاحب سے ملنے کے لئے جا پہنچا تو وہ اگرچہ اپنے چھوٹے بھائی مدت خان کی ستھانہ میں موجودگی معلوم ہونے کے باوجود سید صاحب کو ملنے آیا تھا (مدت خان پر جب دوبارہ پائندہ خان نے تشدد کیا تو وہ بھاگ کر ستھانہ میں آ کر پناہ گزیں ہو رہا تھا، کیونکہ اس کے لئے بھی گھر خانہ واحد تھا) مگر اس نے اچانک سر بلند خان پلال اپنے شدید ترین دشمن کو سید صاحب کے پہلو میں اور اس کے مقربین میں شامل پایا۔ ایسا ہی اپنے برادر خورد مدت خان کو بھی سید صاحب کا مخلص و مقرب دیکھ کر اب اس سے برداشت نہ ہو سکا کہ وہ بھی اپنے آپ کو آپ کا ماتحت بنا کر اپنا رتبہ گھٹا دے۔

بعض غیور طبیعتیں اپنے دشمن کو دیکھ کر مشتعل ہو جایا کرتی ہیں جو بغیر انجام مذہبی کے مخالفت پر مجبور ہو جایا کرتی ہیں۔ اور اسی روز سے پائندہ خان والی امب سید صاحب سے روگرداں ہو کر واپس چلا گیا اور طویل مدت تک ان کا مخالف رہا۔ یہ مضمون تو میں نے اپنے الفاظ میں اپنے علم کے مطابق لکھا ہے مگر امب کے منشی نے جو کچھ لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

خلیفہ ہندوستان کی مخالفت کا سبب یہ تھا کہ:

۱۔ سادات خان برادر حقیقی خان کا بھائی سے مخالف ہو کر ستھانہ میں پناہ گزین ہو گیا تھا اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

ماتند سادات سید احمد خلیفہ کا مخلص اور محبین میں سے تھا۔

۲۔ سر بلند خان پلال بھی سید صاحب کے پہلو میں اور اس کے مقربین میں شمار تھا۔

یہ حالت بچشم خود دیکھ کر پائندہ خان منحرف ہوگیا اور آگے چل کر اس نے سید صاحب
کشمیر کی طرف جانے کے لئے رستہ دینے سے انکار کردیا۔ یعنی ان کی فوج کو ریاست امب
راہ سے گزر کر جانے سے مانع ہوگیا۔ اور جب خلیفہ سید احمد نے نہایت الحاح سے اس کو
اور راستہ مانگا اور اس نے جواب لکھا کہ اگر اس راستہ پر آنا ہے تو اسباب جنگ وغیرہ
خوب آراستہ ہوکر آ جانا۔

چنانچہ اس بنا پر مولانا اسماعیل شہید وزیر حضرت سیّد احمد صاحب فوج لے کر آیا اور
جنگ واقعہ ہوئی اس کی تفصیل باب ششم میں آگے آئی گی جس میں خان کو شکست ہوئی
ملک بدر ہوگیا۔ یہاں مورخ ہزارہ نے خان کے لشکر سے مقتول ہونے والوں کو تفصیل
تاریخ احمدی میں درج نہیں ہے۔ مورخ لکھتا ہے کہ یہ جنگ اشراح اور امب کے درمیان
جس میں مسمیان عظیم حجام جو بہادران لشکر پائندہ خان سے تھا، مقتول ہوا تھا اور خان
ویسران مارا گیا۔ ہاشم علی خان وکمال وسعد اللہ یہ سب افسر مقتول ہوئے تھے اور سید محمد اور
اور وہندا جمعدار زخمی ہوئے تھے۔ پھر لکھا ہے:

سرانجام غازی ہوئے چیرہ دست ہوئی قوم ہندوالیوں کو شکست
فراری ہوا واں سے پائندہ خان روانہ ہوا مثل تیر از کمان

پائندہ خان اپنی ریاست سے نکل کر اور اگرور میں خان اگرور کے پاس پناہ گیر ہوا
فرزند جہانداد خان کو مانسہرہ میں بطور یرغمال ہری سنگھ کو سپرد کیا اور مجاہدوں کے خلاف سکھوں
سے امداد طلب کی۔ اس لئے کہ مجاہدین کل ریاست امب وتولڑہ پر قابض ومتصرف
تھے۔ یہ واقعہ فی الفور نہیں ہوا۔ بلکہ جب پائندہ خان اگرور میں کچھ مدت مقیم رہا اور
مکمل طور پر مجاہدوں کے ماتحت ہوکر اس پر سال گزر چکا تو ادھر پائندہ خان نے سکھوں
امداد کی التجا کی جنہوں نے اس کا بیٹا بطور یرغمال طلب کیا جو اس نے بھیج دیا اور ادھر سکھوں
قدرے امداد روانہ کی اور سکھ فوج اور مجاہدین کی جھپٹ آپس میں پڑھنہ اور پھلی کی سرحد
مقام چڑیالی میں ہوئی۔ مگر ادھر مجاہدین مرکز سے اہل سمہ کی بغاوت کی وجہ سے دل

چکے تھے، وہ اس وطن کو خود ترک کر کے جا رہے تھے (جس کا مفصل ذکر انشاء اللہ آگے آتا
ہے) تو سید احمد صاحب کو معلوم تھا کہ سادات ستھانہ اور خان امب کی باہم رشتہ داری کی دوستی
ہے۔ لہٰذا سید نے اکبر شاہ کو کہلایا کہ وہ خان امب کو اطلاع دے دے کہ وہ ناحق سکھوں سے
مانگ کر ملک سکھوں کے ماتحت نہ کرے۔ واپس آ کر ریاست سنبھال لے چنانچہ مجاہدین
سے اُٹھ کر چلے گئے اور خان کو بغیر امداد سکھوں کے واپس سادات ستھانہ نے منگوایا۔ یہ تو
کر تمام ریاست پر قابض ہوگیا، مگر ہری سنگھ نے جہانداد خان کو جو یرغمال بھیجا تھا، قید کر لیا اور
کچھ عرصہ بعد لاہور پہنچا دیا۔

تب پائندہ نے امب میں واپس قابض و مستقل ہو کر سکھوں کے خلاف ایک مہم تیار
کی، امب سے جنوب کی طرف موضع اشرا ہے، اس کے محاذ پر دریا سے پار سکھوں کا قلعہ قادر
آباد تھا جو اس مشمولہ نقشہ میں دکھایا گیا ہے، خان نے اس قلعہ کو فتح کرنے کے لئے یہ تجویز کی
کہ اپنے تیسرے چھوٹے بھائی امیر خان کو اس مہم کا سرکردہ مقرر کیا اور رحمدا جمعدار جو بڑا تجربہ
کار بہادر تھا، اس کو معہ پانصد پیادہ گان راتوں رات اشرا سے دریا عبور کر کے ایسی صورت
سے قلعہ تک پہنچے کہ دشمن کو خبر نہ ہوئی۔ قلعہ دار کا نام فتح خان تھا، وہ مرعوب ہو کر معہ سکھ فوج
کے خبر ہوتے ہی فرار ہوگیا۔ قلعہ امیر خان نے لے لیا۔ کافی ذخیرہ حرب اور مال غنیمت ہاتھ
آیا۔ جب ہری سنگھ کو ہری پور خبر ہوئی تو وہ بائیس ہزار سکھ فوج ہمراہ لے معہ توپ خانوں کے
پہنچ آیا اور قلعہ مذکورہ سے مشرق کو موضع دیرہ دار ریاست خانان پلال میں ڈیرہ کیا۔

ادھر موضع اشرا اگرچہ دریا سے پار ہے، مگر دریا اس جگہ میں بھی پہاڑ سے ٹکرایا ہوا
اور پاٹ تنگ ہے۔ اشراح وکوتلہ پہاڑی بلندی پر ہیں۔ جس میں زنبوروں اور جزائل دور انداز
بندوقوں کی گولیاں قادر آباد پر پڑتی ہیں۔ مشکل سے چار سو گز کا فاصلہ یہاں ہوگا۔ اور میرا ذاتی
خیال ہے کہ خان پائندہ خان نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ایک لاکھ فوج کی ناکام واپسی سے فائدہ
اور سبق لے کر پہلے سے ہی دل میں یہاں نقشہ بنالیا تھا۔ خوش نصیبی سے خان کو اپنے گھر متصل
اشرا میں جو امب سے ڈھائی دو میل تھا، ایسا موقعہ میسر آگیا کہ وہ خان پور والے مذکورہ معرکے
سے بھی خان کے لئے زیادہ مفید تھا۔ وہاں تو خندق میں بیٹھ کر مسلمان لشکر نے مہاراجہ رنجیت
سنگھ کو واپسی پر مجبور کر دیا تھا۔ مگر یہاں بلند پہاڑ تو خان کے قبضہ میں تھا اور سکھ فوج کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

پھر اس نے قادر آباد سے پار ... کے مقام کے میدان میں گولوں کی [illegible]
اور تھا۔ جس پر سکھوں نے روز روشن میں حملہ کر دیا تھا اور تمام فوج نے اس سمت [illegible]
کے لشکری گولیوں کا نشانہ بنا تھا۔ اسی لئے خان نے اپنے بھائی کو اس مہلکہ میں [illegible]
قادر آباد چھین لیا۔ اب اس کی واپسی کے لئے سردار ہری سنگھ بھی بیس ہزار فوج لے
آ گیا۔ مگر قادر آباد کے دونوں طرف ایک میل اور صاف میدان ہے۔ کوئی ٹیلہ پہاڑی یا [illegible]
نہیں جو اشراف اور کوٹلہ والی سکھ فوج کی زد سے سکھ فوج بچ کر قادر آباد پر حملہ آور
ہو سکے۔ ہری سنگھ نے اس وقت جہاں داد خان کو بھی اپنے ساتھ حراست میں رکھا ہوا تھا۔
تین مہینے تک مسلسل جنگ کے شعلے جاری رہے۔ قلعہ نشینوں کی دریا پار سے کشتی بانی اس قدر [illegible]
تھی کہ کھلے میدان میں فوج کا حملہ ہی مشکل تھا۔ سردار ہری سنگھ بڑا ہوشیار سپاہی تھا۔ تمام [illegible]
اور ہر خم کر چکا تھا مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔

آخر ہری سنگھ نے جہاں داد کو اپنے توپ خانے کے ساتھ لے جا کر پائندہ خان کی توپوں
کی زد اور مار کی جگہ اپنی توپوں سے بندھوا دیا اور خان کو خبر کر دی کہ تم اب قلعہ نشین بیٹا تیری گولیوں
کا نشانہ ہوگا تا کہ بیٹے کی موت کے خوف سے کوٹلہ واشرا کی گولہ باری میں کمی واقع ہو۔ خان
نے حکم دیا کہ جہاں داد کی موت اسی بہانے سے آئی ہوگی، گولہ باری جاری رکھو۔ مگر اللہ نے [illegible]
نے جہاں داد کو توپوں اور گولیوں کی بارش میں محفوظ رکھا۔

تب ہری سنگھ نے ایک وفد بھیجا اور نہایت سخت قسمیں اور وعدے اور پیمان بھیجے کہ آخر
اس جنگ کا انجام تیرے بیٹے اور بھائی قلعہ نشین کی ہلاکت ہے۔ اس لئے کہ کثیر فوج اور [illegible]
مقابلہ جا سکتی ہے اور آخر کار قلعہ فتح ہی کیا جائے گا۔ تو آؤ ہم صلح کر لیں کہ قلعہ تم برضا خود خالی
کر دو میں جہاں داد کو بھیج دوں گا۔ اور آئندہ تمہارے ملک سے ہم غرض نہ رکھیں گے۔ اس دفعہ
پر خان مائل بہ صلح ہو گیا اور اس نے اپنی فوج قادر آباد سے واپس منگوائی اور ہری سنگھ نے ایک
ہزار سپاہی کی چوکی پکھلی قلعہ میں بٹھا دی۔ اور موضع ڈیرہ میں ہمیشہ کے لئے ایک چھاؤنی فوج
کی بھی مقرر کر دی۔ اور یہاں سے خود بھی اور جہاں داد خان کو بھی ساتھ لے کر لاہور چلا گیا۔

دربار لاہور میں جب اس جنگ کا ذکر سردار ہری سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے کر رہا تھا تو
نام پائندہ خان کا لیتے وقت پنجابی زبان کے لہجہ میں الف حذف کر کے پینڈہ خان کہتا تھا۔ اور

پینڈہ پنجابی زبان میں حملہ آور کو کہتے ہیں۔ جب مہاراجہ نے ہری سنگھ سے پوچھا کہ وہ
پینڈہ یعنی حملہ آور تو وہ ہے ہی مگر اصلی نام اس کا کیا ہے۔ ہری سنگھ نے جواب دیا
کہ نام تو اس کا پائندہ ہے۔ پھر قلعہ قادر آباد کے محاصرہ کا جو تین ماہ تک رہا تذکرہ کیا اور
کہا کہ میں بدعہدی کر کے اس کے بیٹے کو ساتھ لے آیا ہوں۔ مہاراجہ نے یہ شعر پڑھا جو مخمل
... شعر میں لکھتا ہے۔

نہ حاضر ہو جب تک کہ اس کا پدر — جہاں داد قیدی رہے بے خطر

چنانچہ بیس سال جہاں داد سکھ حکومت کی قید میں پڑا رہا اور آخر میں حیلہ سے اس کی رہائی
کا ذکر آگے اپنے موقعہ پر آئے گا۔

میں نے یہ تاریخ اس عمومیت سے لکھنی چاہی کہ اس عہد کی مختلف قوموں مختلف
خاندانوں اور مختلف سلطنتوں اور متعدد حادثوں کا ذکر اس میں آ گیا ہے اس وجہ سے بعض واقعات
ایک واقعہ دوسرے سے پیوند ہے تو حتی اللہ کہ ایک ہی واقعہ دو تین جگہ بکھرا ہوا [illegible]
ہے۔ اسی جگہ پر ہزارہ کے کسی مورخ نے جو حضرت سید احمد بریلوی کا ذکر کیا ہے اس کو میں نے
اپنے الفاظ میں ذرا واضح کر دیا۔ ورنہ اس نے بے خبرانہ اور معاندانہ رنگ میں حضرت خلیفہ
باری کو حبّ حکومت اور طمع ملک اور نمائش مجاہدیت کو خود غرضی پر محمول لکھا ہے۔

چونکہ سید احمد بریلوی ۱۸۲۶ء میں اس ملک میں وارد ہوئے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ پہلے
ہی عداوت ۱۸۲۳ء میں ستھانہ کو برباد کرنے کی نیت سے آ چکا تھا۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ [illegible]
سادات ستھانہ کی عداوت سکھ سلطنت سے ظاہر تھی۔ جب حضرت سید مجلل دین اسلام کی
حفاظت کی خاطر جہاد کفر کے لئے علماء صلحاء ہند کے ہزار ہا نفوس بھرتی ہوئے اور سادات
ستھانہ نے ان کے ساتھ انصاریت کا عہد باندھا تو پھر کسی قریب سے بھی قربانی کو اس گروہ
[illegible] نہ دی قبر تک بلکہ اولادوں تک جانوں مالوں اور اعزازوں بلکہ اپنی ریاستوں کو
اس راہ میں قربان کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے تمام حالات خاندانوں قوموں اور حکومتوں کے
تفصیل سے لکھنے پڑتے ہیں۔ اور اس صورت میں واقعات کا ذکر مکرر بھی آ جاتا ہے۔ تاریخ
کی عجب سیرگاہ ہے کہیں مکافات عمل کے نظارے دکھاتی ہے۔ کہیں بدعہدیوں کے بھیانک
[illegible] دیکھنے میں آتے ہیں کہیں راست بازی کو زک اور فریب کاری کو کامیابی کا تماشہ سامنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

آجاتا ہے۔

ہیبت خانی خاندان جس کو دولت درانیہ سے سخت زک ہوئی چاہتی تھی کہ سکھ حکومت اس کی دوست ہوگئی۔ پھر جب سکھوں سے بھی پایندہ خان مخالف ہوگیا تھا تو سید صاحب کے ساتھ ان کا دائمی تعلق رہتا، مگر دونوں امور نہ چل سکے۔

ہری سنگھ کے ضلع ہزارہ سے چلے جانے کے بعد اس کے نائب مہاسنگھ کے ساتھ پایندہ خان کی سخت دشمنی قائم رہی۔ اس لئے اس نے کرپلیان اور خیر آباد کے قلعہ جو اس وقت پایندہ خان کے محروسہ تھے دوبارہ قبضہ کر لئے۔ یہ واقعہ ۱۸۳۰ء کا ہے۔ تب دوبارہ سکھوں سے خان کی مخالفت چمک اٹھی۔ اسی سال جب مہاسنگھ پشاور جانے لگا تو اس نے خان کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے تنازعات اس کے کیمپ میں آکر پیش کرے، تاکہ مہاسنگھ ان کو طے کردے، لیکن پایندہ خان نے مہاسنگھ کا ایلچی روک لیا اور کہلا بھیجا کہ جب تک جہانداد خان روانہ نہ ہوگا۔ ایلچی بھی قید میں رہے گا۔ اس میں خان کامیاب ہوگیا۔ اور ہری سنگھ کی عرضداشت پر سات سال بعد جہانداد خان رہا ہوکر تناول میں پہنچ گیا۔

دوسال گزرنے کے بعد جب کہ سید احمد صاحب بریلوی بالاکوٹ شہید ہوچکے تھے۔ مگر ان کا بقیہ لشکر ستھانہ میں آکر مقیم ہوگیا تھا۔ پایندہ خان نے اس مجاہدین کی جمعیت سے جو ستھانہ میں تھی صلح کرکے ان کے لشکر کو اپنی امداد میں ہمراہ لے کر خان اگرور کے خلاف مہم تیار کی جس سے جلاوطنی کے ایام میں خان سخت ناراض ہوا تھا۔ اس کو اگرور سے جلاوطن کرکے خود قبضہ کرلیا تھا اور ہندوستانی لشکر کو علاقہ نکری ملک قدیم صواتی پر قبضہ دلایا۔ مگر جب نکری نند پہاڑ کے جرگہ نے خان سے منت بار ہوکر التجا کی کہ ان کے اوپر سے مجاہدین کی حکومت اٹھوادے۔ اب خان نے ان کی درخواست منظور کرلی اور مجاہدین کی جمعیت کو اس ضرورت کے تحت طلب کیا کہ اس کو افغانی علاقہ میں ایک مہم درپیش ہے اور جب وہ لوگ خان کی امداد کے لئے نکری سے دربند پہنچے تو ان کو کشتیوں میں بٹھا کر ستھانہ میں پہنچا دیا کہ اب تم یہاں ہی رہو۔

پھر جب ۱۸۳۱ء میں سردار ہری سنگھ نے خان اگرور کی دادخواہی پر فوج ہمراہ لے کر اگرور پر حملہ کیا اور اگرور کو خان امب سے واپس لے لیا۔ تو خان کے ملک میں بھی دو قلعے بنالئے۔ اور اس کے بعد پایندہ خان اور سکھوں کے درمیان متعدد بار سخت سے سخت معرکے

ہوئے۔ اور جس وقت جون ۱۸۴۱ء میں دریا سندھ میں سخت طغیانی آئی جس نے دریا کنارے کے تمام ملکوں، زمینوں، شہروں اور انسانوں کو تباہ و برباد کردیا، تو عین اُس وقت سکھوں کی فوج اور پایندہ خان کی فوجوں میں گھمسان کی لڑائی جاری تھی جس کا فیصلہ اور متارکہ اس عظیم آفتِ طغیانی نے کرادیا۔

۱۸۴۲ء میں جب کہ موسم سرما تھا، کنور پرتاب سنگھ ہزارہ آیا اس کے باپ مہاراجہ شیر سنگھ نے کشمیر اور ہزارہ پرتاب سنگھ کو جاگیر میں دے دیا تھا۔ وہ کشمیر سے جب ہزارہ پہنچا، اس نے پایندہ خان کو طلب کیا، جس نے جانے سے انکار کردیا۔ تو کنور نے ریاست تنول پر چڑھائی کی اور ملک کو فتح کرلیا۔ اپنے سرداروں کے مشورہ سے اس نے دریائے سندھ سے بائیں کنارے پر تمام تنولی ریاست پایندہ خان کے بھائی مدت خان کے سپرد اور حوالے کردی۔ صرف دریائے سندھ کی مغربی کنارے پر خاص امب معہ دوچار مضافات خان کے قبضہ میں رہ گئے۔

یہ ایام خان پر کمال عسرت اور تکلیف کے گزرے تھے۔ درمیانے لوگوں نے اُس وقت کوشش کی۔ بلکہ بیٹے جہانداد خان نے بھی صلاح دی کہ وہ سکھوں کے پاس جاکر اطاعت مان لیں۔ لیکن خان نے جواباً کہا کہ اب میں قبر کے کنارے پر ہوں۔ سکھوں کی دوستی قبر میں ساتھ لے کر جانا مجھ کو پسند نہیں۔ اور بیٹے کو کہا کہ میرے اتنے کارنامے ہیں کہ جہانداد کو اپنے املاک میرے بعد سب مل جائیں گے۔ بلکہ تین چار پشتیں میری شمشیر کے اثر کے ماتحت آرام سے ریاست پر حکمران رہیں گی۔ انہی ایام میں خان کا امب میں انتقال ہوگیا۔ جو غالباً ۱۸۴۴ء یا ۱۸۴۵ء تھی۔ خان پایندہ کی وفات عسرت کے ایام میں ۱۸۴۵ء میں ہوگئی۔

جب ۱۸۴۶ء میں سکھوں کی پہلی جنگ سے ان میں ابتری پھیل گئی تو جہانداد خان نے موقعہ کو غنیمت سمجھا اور اپنے چچا مدت خان کے خلاف قبیلہ ایازی کا لشکر اٹھالایا۔ اور اس سے مقابلہ کرکے، وہ تمام ملک جو ان کی ریاست میں تھا مدت خان سے واپس لے لیا اور سکھوں کے جو قلعے اُن کے وطن میں تھے، ان پر بھی حملہ کیا، مگر دربار لاہور کے خوف سے قلعہ نشینوں کو بلاتکلیف قلعوں سے سلامت نکال دیا۔ ان کے ساتھ بیحد مربیانہ سلوک کیا۔ جس کا بہتر صلہ اُن کو اس صورت میں ملا کہ جب جنگوں کے خاتمہ پر ہزارہ گلاب سنگھ کو مل گیا تو دیوان ہری چند

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے جس کو راجہ نے مالیہ وصول کرنے بھیجا تھا، جہانداد کو بالائی تنول پر مستقل قبضہ دے دیا۔ اس کا قبضہ ہندوالی پلالی ریاست پر تسلیم کرلیا۔

سردار پایندہ خان کی وفات کے بعد جو ابتری سکھ حکومت میں پھیلی اس سے فائدہ اُٹھانے کے لئے جہانداد خان کی والدہ نے موزہ خان رئیس امازی زئی کو بلا کر لشکر کی امداد اس سے طلب کی تا کہ ریاست امب کو مدت خان سے بزور شمشیر واپس لیا جا سکے تب موزہ خان نے بے جی صاحبہ کو کہا مجھ پر اس وقت ایک حبہ انعام لینا حرام ہے نسلا بعد نسلا حق انعام وہاں کا ایسے ہی وقتوں میں حاصل ہوا کرتا ہے۔ مگر ایک ہزار روپیہ نقد ضروری درکار ہے کہ ان قبیلوں کے سرکردہ آدمیوں پر اعتباری آپ کے ملازم کے ہاتھ سے درپردہ تقسیم کرادوں تا کہ قومیت کا لشکر ہمارے خلوص واشتیاق سے اُٹھ کر فتح کو انجام تک پہنچائے۔ بے جی صاحبہ نے دربند کے ہندو سیٹھو سے ایک ہزار روپیہ سکہ محمد شاہی لا کر موزہ خان کو دے دیا۔ جس نے ان غستانی قبیلوں کے سرداروں کو دے کر لشکر اس زور شور سے حملہ آور ہوا کہ مدت خان کے سپاہی مقابلہ بالکل نہ کر سکے اور ریاست امب کا کل محروسہ علاقہ اس لشکر نے ایک دن میں فتح کرلیا۔

اب مدت کا جو حصہ اپنا گزارہ کا تھا۔ اس پر لشکر مذکور نے جایورلیش کی اور بھیلوہ تھپی کو بھی فتح کرلیا۔ مدت خان جلاوطن ہو کر شبیلہ کی طرف جا کر باندہ پیر خان وغیرہ جدون قوم کے ملک میں پناہ گزین ہوا۔ اس جگہ سے آگے مجھ کو اس امر کا صحیح علم نہیں کہ وہاں سے بھی بالا مشورہ کاران اپنے حصہ پر واپس آ کر دوبارہ ستھانہ کو جلاوطن ہو کر آیا تھا یا یہ کہ اسی جلاوطنی میں جب ادرش کی طرف سے فوجی امداد کی توقع نہ تھی تو بال بچہ اس طرف چھوڑ کر ستھانہ کو آ گیا۔ اغلب یہ ہے کہ ستھانہ کو ہی آ گیا تھا۔ ان دنوں ہزارہ میں سکھا شاہی کی طاقت مزید کمزور ہو گئی تھی۔ بادشاہ صاحب سید اکبر کا تصرف واقتدار ہزارہ پر فوقیت حاصل کر چکا تھا۔ تب بوجہ قرابت مذکورہ بالا سید اکبر شاہ نے جہانداد خان کے لئے والی امب سے یہ مطالبہ کیا کہ مدت کا اپنا حصہ اور حق ملکیت اس کو دے دے۔ کیونکہ سکھ حکومت نے اپنی ناراضگی کی وجہ سے ان کی ریاست ضبط کر کے مدت کو سپرد کی تھی۔ مگر جہانداد خان نے یہ صلح کی نصیحت قبول نہ کی۔ بادشاہ صاحب کا ارادہ اس خاندان کے باہمی نزاع کو قطعی ختم کرانے کا تھا، مگر خان امب نے انکار کر دیا۔ تب

سید اکبر بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ مدت خان سید احمد علیہ الرحمتہ کا مرید ہے جس کی حمایت کرنا میرا دینی فرض ہے اور تم بھی قرابت دار ہو، ورنہ اس قدر منت باری ہم نہ کرتے۔ خان نے اس کا جواب بھی ناموافق دیا۔ تب سید اکبر شاہ نے ایک قوی طاقت ور لشکر روانہ کیا۔ اور جہانداد کو بجز اس کے چارہ نہ تھا کہ وہ ملک بدر ہو کر علاقہ حسن زئی میں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ اور کل ریاست انہوں نے فتح کر کے مدت خان کو سپرد کر دی، مگر مدت خان نے اپنا اصل سکونتی مستقر اپنے حصہ ذاتی مقام پھوررٹہ میں رکھا۔ اور جہانداد خان چھ مہینے عیسیٰ زئیوں میں پناہ گزین رہا۔

اس مقدمہ میں امیر صاحب سید عمر شاہ کی رائے اور مرضی جہانداد خان کی طرف تھی کہ خان کی خالہ سکونت امیر صاحب کے ہمراہ یکجا تھی۔ اور سید اعظم خاں میاں فوت ہو چکا تھا۔ چھ ماہ جلاوطنی کے بعد درمیانی گفتگو سے اپنے اپنے حصوں پر قناعت کرنے کی قرارداد ہو کر حسن زئیوں کا لشکر خان کے ہمراہ ہو کر اس کو ریاست میں لے آیا۔ چونکہ وہ موسم گرما میں علاقہ ہنہ بارہ میں رہتا تھا اور موضع ہوکال میں خان نے اپنا روزہ عناب کے میوہ سے افطار کیا اور ریاست پر متصرف ہوا۔

مدت خان اپنے سابقہ حصہ پر قائم رہا اور اس نے اس سے کوئی غرض نہ رکھی۔ یہ جلاوطنی اغلب سے ۱۸۴۶ء میں ہوئی تھی اور جہانداد خان کی وہ دختر نیک اختر جس کا نام لتولی بی تھا، مصلی نشین عابدہ زاہدہ تھی اور نواب اکرم خان کی سوتیلی بہن اس سے عمر میں بڑی تھی۔ اس جلاوطنی کے دنوں جب کہ مستورات کو محمد غلام جمعدار شونگلی والا ہمراہ ہو کر موضع بمبل کو اپنے رشتہ داروں کے پاس محفوظ جگہ لے جا رہا تھا راستے میں جب یہ لوگ یعنی ستر دار موضع بائی میں گئے تھے، اس جگہ اس نیک بی بی کی ولادت ہوئی تھی۔ تب محمد غلام نے اس کے بعد ستر داروں کو موضع بمبل میں پہنچایا۔

ممکن ہے کہ اس واقعہ کو اس زمانہ موجودہ خاندان ریاست تسلیم نہ کرے بلکہ غلط خیال کرے، مگر میری نظر سے ایک ایسی شہادت گزر چکی ہے جس کی نقل میں نے اسی تاریخ میں درج کرنے کے خیال سے رکھ لی تھی، جس کا مواد بچپن سے جمع کرتا رہا تھا، اس تحریر میں جو خان جہانداد خان نے مذکورہ واقعہ کے دس سال بعد بطور سند خوشنودی محمد غلام جمعدار کو تحریری اور مہر زدہ دی ہے۔ اس کے الفاظ سے اس واقعہ کا وقوع پذیر ہونا صاف ثابت ہے۔ وہ تحریر

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب بھی محمد غلام جمعدار کے بیٹے میر زمان جمعدار کے فرزند فیروز جمعدار مولوی خان بہادر ...
سید محمد اکبر کے پاس موجود ہے۔ اور مجھ کو وہ اس صورت میں دکھائی گئی تھی کہ محمد غلام دو...
گاؤں کا جاگیر و معافی دار تھا۔ اور وہ جہانداد کی قید کے زمانہ میں لاہور بھی آیا جایا کرتا تھا اور ...
مشکل مقدمہ میں وہ نہایت اعتباری خدمات انجام دیا کرتا تھا، سند مذکور بالکل اصلی اور قد...
ہے جس کی نقل میں اس جگہ درج کر دینا بہتر خیال کرتا ہوں جس سے محمد غلام جمعدار کی
وفاداری کا قائل ہونے، بلکہ خان ممدوح کی وصیت اپنی اولاد کے لئے پائی جاتی ہے کہ اس...
ہمیشہ مندرجہ قصبات کا معافی دار رکھیں۔

وھو ھذا (نقل سند)

چون این وقت نوشتہ دادہ می شود کہ محمد غلام جمعدار قدیم نمک حلال خیر خواہ و خدمت...
این جانب بودہ آمدہ ورد مقدمہ سید اکبر والہ کہ از ملک خود جلا وطن شدہ در حسن زئیاں رفتہ بو...
محمد غلام ہمراہ این جانب بود دوران سفر کمال خدمت کاری کردہ بود بنا براں از روئے کمال
مرحمت خود و نمک حلالی و خدمتگاری اور ادیدہ موضع باڑیاں۔ راو موضع صلاحیہ را (پیمائش) ا...
جملہ جوباب سرکاری معاف معاف کردہ شدہ وعلیحدہ یکمن فند و یکمن پنبہ سال بہ سال از سر کا...
مقرر کردہ جمعدار مذکور امر حمت نمودیم ہر کسیلہ اولاد این جانب ملک بودہ باشد و خواہد بود و بر...
نوشتہ عمل خواہد آورد فقط تحریر بتاریخ ۱۶ ماہ ساون ۱۹۱۲ء بکرمی مطابق ۱۸۵۶ء از مصنف ...
و مہر خان موصوف۔

ماراہر آنچہ داد خدائے
جہان داد

یہ امر مجھ کو معلوم نہیں ہو سکا کہ جب ابتدائے ۱۸۴۶ء یا غالباً ۱۸۴۵ء میں خان جہاندا...
خان نے مدت خان سے ملک فتح کر کے اس کو جلاوطن کر دیا تو وہ کتنی مدت جلاوطن رہا تھا او...
پھر کتنی مدت بعد سید اکبر شاہ نے لشکر اٹھا کر اس کے اپنے املاک بھی دلائے تھے اور جہاندا...
خان کو بھی چھ ماہ تک جلاوطن رکھا تھا، مگر اس کی سند کی سن سے اس ردوبدل کا وقت مختصر او...
قریب تر معلوم و ثابت ہوتا ہے اور مزید براں علاقہ کلائی و بدنیک اس کو جاگیر دے دیا۔

اس کے بعد جب ہزارہ پھر سکھ دربار کو مل گیا اور کپتان ایبٹ صاحب پہلے بندوبست
کے واسطے مامور ہو کر آیا تو جہانداد خان نے پہلے پہل اس کے پاس جانے سے تامل کیا مگر
جب سلکھنڈ پر اس نے قبضہ کر کے طاہر خیلی مخالفت کا خاتمہ کر دیا تو ۱۱ ستمبر ۱۸۴۷ء کو جہانداد
خان نے بہ اختلاف روایت تھانہ شیروان میں یا ہری پور میں ایبٹ صاحب سے ملاقات کر
کے اطاعت پذیری کر لی۔ تب اس کو اپنے ملک پر ہی باقاعدہ قبضہ تسلیم ہو کر برقرار رکھا اور کلائی
و بدنیک کی جاگیر بھی اس کو باقاعدہ دیا جانا تسلیم کر لیا جو اس وقت تک اس کے قبضے میں آئی بھی
نہ تھی۔

اس کے بعد برطانیہ کی طرفداری مرتے دم تک اس نے قائم رکھی اور چتر سنگھ کے حملے
روکنے میں اس نے عملی صداقت ثابت کی۔ اور جب کیرن صاحب ٹپ صاحب اس کے علاقہ
تنول میں قتل ہو گئے تو اس نے حسن زئی قبیلہ کے لوگوں کو جن پر شبہ تھا گرفتار کر کے گورنمنٹ
کے حوالے کر دیا۔ جس کے سبب سے کالے پہاڑ کی پہلی جنگ ہوئی تھی اور گورنمنٹ کو خان کی
طرف سے بھی بدظنی تھی چونکہ ۱۸۵۷ء کی شورش میں اس نے ایک نیوی کا کنٹنجنٹ دستہ فوج کا
بھی دیا تھا اور متواتر اپنی سرحد پر امن رکھا اور ۱۸۵۸ء میں انگریزی فوج کے ہمراہ تھانہ
پر ہندوستانی غازیوں سے بھی اس نے لڑائی کی اور اپنے ایک مشیر بوستان خان و میر زمان
برادرش کو بھی جن پر قتل صاحبان موصوف کا شبہ تھا، بطور پولٹیکل قیدی لاہور بھیج دیا تھا اور اپنی
قوم سے اس نے مفیدہ خدمات گورنمنٹ کی ادا کرائیں۔ لہٰذا اس کے واسطے مبلغ پانچ ہزار
روپے کی خلعت اور لقب نواب کے لئے سفارش ہوئی، مگر اس کی منظوری آنے سے پہلے اس کا
انتقال ۱۸۵۸ء کے نومبر کے شروع میں بعمر چالیس سال ہو گیا۔ اس نے چودہ سال حکمرانی کی
تھی۔ اس کی مُہر کا نقش تھا (ماراہر آنچہ دادہ خدائے جہاں داد)

خان موصوف کی وفات پر اس کا فرزند محمد اکرم خان جس کی عمر اس وقت نو سال کی
ہو چکی تھی ۶ نومبر ۱۸۵۸ء کو اپنی ریاست پر کل قوم تنولی کے اتفاق سے متمکن ہوا۔ حکومت کا
کاروبار اس کی دادی والدہ جہانداد خان کے اختیار میں تھا جو نہایت عقل مند معاملہ فہم سیاست
دان خاتون تھی اور سردار احمد علی خان پلال جیسے زبردست حکمران کی بڑی لڑکی تھی اور شیر دل
پاینده خان جیسے اولوالعزم حکمران کی زوجہ تھی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خان جہانداد خان کی خدمات وفادارانہ کا ذکری برطانوی افسروں نے جو کیا ہے۔ اس کا اقتباس کسی قدر یہاں لکھ دینا بے جا نہ ہوگا۔ جس سے ممدوح کے زمانہ کے تاریخی حالات کی بھی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

فروم بلیک ماؤنٹن ٹو وزیرستان (کتاب میں) لکھا ہے کہ حسن زئی قبیلہ کوہ سیاہ کے نسبت سب سے پہلے علم گورنمنٹ کو اس وقت ہوا جب اس نے محکمہ کسٹم کے دو افسران (کیرل صاحب، ٹپ صاحب) کو قتل کر دیا۔ پنجاب سے الحاق کے کچھ عرصہ بعد دریائے سندھ کے بائیں کنارے پر ایک امتناعی حد مقرر کی گئی جو دریا سے پار کا نمک بلا محصول پنجاب میں داخل کیا جاتا تھا اسے روک سکیں۔ ۱۸۵۱ء میں یہ حد تربیلہ سے آگے ۱۳ میل دریائے سندھ کے کنارے پر بڑھا دی جہاں سے نواب امب کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ ۱۸۵۱ء کے نومبر میں محکمہ کسٹم کے دو عہدہ دار معائنہ کے دوران میں حسن زئیوں کی ایک مسلح جماعت کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ جب کہ وہ نواب امب کے محروسہ خاص علاقہ میں تھے۔ نواب صاحب سے فوراً جواب طلب کیا گیا۔ تب نواب صاحب نے ان حسن زئیوں کو جو ان کے سرحد میں تھے حوالے کر دیا۔ اس کے اس عمل پر حسن زئیوں کو اشتعال آیا اور نواب کے خلاف وہ حملہ آور ہو گئے اور ان کے تمام سرحدی دیہات کو ویران کر دیا۔ اور ریاست کے دو قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ ایسی صورت میں برٹش گورنمنٹ کو مداخلت کرنا ضروری ہو گیا اور ان کی تعزیر کے لئے فوج کے جمع ہونے کے احکام دے دیئے گئے۔

کوہ سیاہ کے حسن زئیوں کے خلاف مہم ۱۸۵۲ء تا ۱۸۵۳ء دسمبر ۱۸۵۲ء میں ضلع ہزارہ کے شمال میں مغربی سرحد پر شیر گڑھ میں فوجیں جمع کی گئیں جو لیفٹیننٹ کرنل میکسن سی بی کمشنر پشاور کی قیادت میں تھیں۔ فوج تین حصوں میں تقسیم کی گئی۔ ایک حصہ محفوظ رکھا گیا جس کو مقام چھتا۔ شونگلی۔ شوشتی اور شیر گڑھ پر متعین رکھا۔ قلعہ شونگلی جس کو حسن زئیوں نے نواب امب سے چھین لیا تھا، بغیر کسی نقصان کے واپس لے لیا گیا۔ ہماری فوجیں اس کو حفاظت پذیر بنانے میں مشغول تھیں اور حسن زئی اکازئی کے لشکر سیاہ کی چوٹی پر جمع ہوئے تھے۔ اپنے طلایہ کو چھتا کے قریب بڑھا دیا۔ افسروں نے باقاعدہ فوج کو ایسے خراب موسم میں روکا، جس کی وجہ سے وہ محفوظ فوج کے فرائض انجام دینے سے قاصر رہے جہاں وہ ایک تنگ وادی میں محصور ہو کر ہر قسم

کی مصیبت سے دوچار ہوئے اور پہاڑی لڑائی کے لئے کسی قسم کی مدد نہ ملی۔ کرنل میکسن نے اس کا تہیہ کر لیا کہ کوہ سیاہ کی پشت کی طرف دریائے سندھ کے کنارے تک اپنی محفوظ باقاعدہ فوج کے دستے پھیلا دیں۔ اور اس طرف کی فوج کے رُخ کو بلندی کی جانب کر دیں اور ہر حملہ کے لئے اپنی محفوظ فوج کے ایک چھوٹے دستہ سے کام لیں اور اگر سب پسپا ہو جائیں تو شیر گڑھ کے قلعہ کی نوبت سب سے آخری آوے۔

مذکورہ تجویز کے ماتحت ۲۴ اور ۲۵۔ دسمبر کو شیر گڑھ سے باقاعدہ فوجی دستے دربند کی طرف روانہ کئے چھتا۔ شونگلی اور شوشتی پر بے قاعدہ دستے اوٹ کی پناہ میں مدافعت کے لئے متعین ہوئے۔ کرنل میکسن نے ابتدائی تحقیقات کے طور پر ۲۷۔ تاریخ کو یہ تصفیہ کیا کہ مذکورہ نقشہ کو بدل کر فوجی دستوں کا اہم حصہ بیر بٹ پر متعین کریں۔ اور چھمتری میں چار دستے رہیں۔ تاکہ آخری مرکز مقابلہ کے سامنے بلندی پر سے راہبری کر سکیں۔ ۲۹ دسمبر تک یہ تمام تیاریاں مکمل ہو چکیں اور باقی تین دستوں کو یہ احکامات دیئے گئے کہ اب وہ آگے بڑھیں اور ان کا آخری مقصد پنجہ گلی ہے اور دشمن کو شکست دینے کے بعد یہ اختیار ہے کہ چاہے فوج چھمتری کی طرف پلٹیں یا بردڑ کی طرف یہ دائیں بازو کا دستہ (میمنہ) کرنل آرتھیپسر کی قیادت میں کافی مقابلہ کرنے کے بعد پہاڑ کی چوٹی کے قریب ایسے مقام پر پہنچا جس کے بالائی حصہ پر اکازئی قابض تھے۔ اس ناہموار چوٹی سے دشمن چلے گئے۔ اور پہاڑ کی حفاظت کے لئے کوئی مزید کوشش نہیں کی گئی۔ مختصر یہ کہ مغرب سے پہلے لیفٹیننٹ ہڈسن کے ماتحت تمام فوجیں پنجہ گلی پر پہنچ گئیں جواب تک قبائل کے لوگوں کے قبضہ میں تھا، لیکن ہمارے چوتھے دستہ کی آمد پر وہ لوگ بھاگ گئے۔ اور داہنے جانب کے دستے نے رات میں اسی جگہ پڑاؤ کیا۔ قلب کا دستہ میجر جے ایبٹ کی قیادت میں پنجہ گلی کے آدھے حصہ تک چڑھ گیا۔ اور جب دستے اچانک طور پر حسن زئیوں کے لشکر پر پہنچ گئے جن کی تعداد ۶۰۰ بندوقچیوں کی تھی۔ اس حالت کے بدلنے پر دشمن دوسرے مساوی قوت کے حصہ پر درّے کے سر پر آ پہنچا، لیکن کرنل میکسن نے کیپٹن ڈیوڈسن دست چپ کے حصے سے ملنے کے باوجود خود کو حملہ کرنے کے قابل نہ سمجھا۔ اور اس طرح کرنل نیپیئر کی آمد کا انتظار کرتا رہا، مگر حسن زئی خود واپس چلے گئے۔ کرنل میکسن کے بائیں جانب کے دستے نے پہل سے کوچ کیا جو تلی کے پہاڑ سے بندوقوں کے فائروں کا نشانہ بنا۔ لیکن دشمن نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

فوراً اپنی جگہ خالی کردی۔ دشمن کے جگہ چھوڑنے کے فوراً بعد مرکزی دستہ ان کے جنکشن پر [illegible]
انداز ہوا۔

۲۰ تاریخ کو حسن زئی قبائل کے سب دیہات تباہ و برباد کر دیئے گئے اور [illegible]
دوسرے دن روانہ ہوئی وہ سطح مرتفع تلی اور آبو وغیرہ کے تمام گاؤں جلاتی گئی۔ اس اثناء [illegible]
نواب امب کا لشکر کوٹکئے اور بروڑ کے درمیانی دیہات جو دریائے سندھ کے کنارے پر [illegible]
ہیں، جلاتا اور تباہ کرتا رہا۔

دوئم جنوری ۱۸۵۳ء کو تمام افواج دشمن اور ان کے حلیفوں کے ساتھ مہم سر کر کے [illegible]
واپس آئی۔ اگرچہ حسن زئیوں نے اطاعت قبول نہ کی، لیکن یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان [illegible]
انگریزوں کے قتل کرنے کی کافی سزا مل گئی۔ اُن کے گاؤں اور کھیت برباد کر دیئے گئے اس [illegible]
کے بعد کچھ مدت تک انہوں نے خاموشی اختیار کئے رکھی اور پھر جو یورشیں ۱۸۶۳ء میں ([illegible]
امبیلہ والی) ہوئیں، ان کا رُخ خاص طور پر نواب امب کے ملحقات کی جانب ہو گیا تھا ۱۸۵۳ء
کی مہم میں ہمارا نقصان حسب ذیل ہوا کہ تقریباً ۱۵ مقتول اور کچھ مجروح ہوئے۔"

یہ مہم خان جہانداد کے وقت میں ۱۸۵۳ء میں ہوئی۔ اس کے علاوہ جو خان موصوف نے
۱۸۵۷ء کے غدر میں امداد دی، اس کا ذکر گزر چکا ۱۸۶۳ء، ۶۷ء، و ۶۸ء کی مہمیں اس
خاندان کی وفات کے بعد جو نومبر ۱۸۵۸ء میں ہوئی، ان کے فرزند نواب سر محمد اکرم خان کے
عہد میں ہوئیں، جن کا ذکر اپنے موقعہ پر آئے گا۔

باب ۶

فصل اول

حضرت سید احمد غازی بریلوی

معروف بہ امیر المومنین خلیفۃ الرسول سید احمدؒ

ماخوذ از تاریخ احمدی مصنفہ مولانا محمد جعفر تھانیسری

اس سے آگے پھر زمانہ ماضی یعنی ۱۸۲۶ء کے حالات کی طرف رجوع کیا گیا ہے جو
۱۸۲۰ء سے شروع ہو کر ۱۸۳۱ء تک سرحد میں واقع ہوئے۔ تسلسل حالات میں جب ہر دو قبائل
تنول کا ذکر آ گیا تو اس کی تفصیل انجام تک پہنچانی لازمی تھی۔ اس سے آگے جس سال تک
سادات ستھانہ کے حالات لکھے جا چکے ہیں، اس سے بعد کے حالات شروع کرتا ہوں۔ کسی
قدر احوال ۱۸۲۱ء سے سکھ حکومت کے ضلع ہزارہ قبضہ ہونے کا بھی لکھا جا چکا ہے اور مہاراجہ
رنجیت سنگھ کی اپنی فوج کشی کا ذکر بھی گزر چکا ہے جو ۱۸۲۴ء میں ہو گزرا ان دنوں ضلع کے اکثر
خوانین و اکابر جلاوطن ہو کر ستھانہ میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ ان ایام میں سید احمد بریلوی کا
وُرُود اس ملک میں ہوا۔ یعنی یاغستانی اقوام یوسف زئی میں آکر اسلامی حکومت قائم کی۔

جب تک سید صاحب کے حالات اختصاری تفصیل کے ساتھ نہ گزرتے، تو خیال میں
صحیح نقشہ واقعات کا بیٹھ نہیں سکتا۔ اس لئے سید صاحب کی متعدد تاریخوں میں سے صحیح واضح
مختصر تاریخ عجیبہ مصنفہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری کی ہے۔ اکثر اُس سے اور کم تر خاندانی
روایات سے سید صاحب کے حالات اس سے آگے لکھتا ہوں۔

سید احمد علیہ الرحمۃ تیرہویں صدی کے عظیم الشان مجاہد و مصلح تھے اور اس مقدس گروہ
اولیاء اللہ میں سے تھے جو ظہور فتن کے وقت ہمیشہ یا ہر صدی کے سر پر حسب بشارت نبوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسلمانوں کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کی خاطر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام پاکر کھڑے ہوتے ہیں، اور دنیا میں اس وقت جو فساد دینی وارد ہو چکا ہوتا ہے اس کا بالخصوص علاج اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو کلامِ الٰہی سے سکھایا سمجھایا جاتا ہے، وہ ہدایت اپنی تعلیم و عمل سے پوری کر جاتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ الرسول سید احمد غازی بارہویں صدی ہجری کے خاتمہ پر اور تیرہویں صدی ہجری کے ابتداء کے پہلے دن محرم یعنی یکم محرم ۱۲۰۱ھ ہجری کو شہر رائے بریلی صوبہ اودھ میں محمد عرفان کے گھر پیدا ہوئے۔

تیرہویں صدی کے پہلے دن اس دنیا میں قدم رکھا۔ حضرات کا خاندانِ سادات تکیہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس خاندان میں ولایت موروثی چلی آئی ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام ابو محمد بن الحسن المجتبیٰ بن سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے جس کی تفصیل مخزن احمدی وغیرہ کتب میں مفصل درج ہے۔

آپ کے والد کے جدِ صحیح (دادا) سید محمد علم اللہ صاحب حضرت سید آدم بنوری صاحب کے خلیفہ اعظم تھے جو حضرت مجدد الف ثانی احمد سرہندی کے خلفاء میں سے تھے۔ سید صاحب کا حلیہ حسب ذیل تھا۔

بلند قامت رنگ سرخ و سفید ریش و بروت سیاہ قوی ہیکل پیوستہ ابرو کشادہ پیشانی بلند بینی حسین و جمیل صورت خلق مجسم طبعیت انسان تھے۔ آپ مطابق رواج شرفائے ہند جب چار سال چار ماہ چار دن کے ہوئے تو والد نے تعلیم کے لئے مکتب میں بٹھایا۔ مصنف مخزن احمدی نے لکھا ہے جو حضرت کا خواہر زادہ اور ہمیشہ ساتھ رہنے والا تھا کہ آپ کو تعلیم سے رغبت بالکل نہ تھی۔ کرامت ولایت آپ کی مادر زاد صفت تھی۔ مزاج میں اُمیّت بہ اتباع نبیٔ اُمی فطرتاً ودیعت تھی۔ تین سال کی تعلیم میں صرف چند سورۃ قرآن شریف کے سواء آپ کو یاد نہ ہوا۔ پھر والد نے تعلیم سے مایوس ہو کر ان کا معاملہ حوالہ بخدا کر دیا۔ حضرت مولانا اسماعیل شہید نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے کہ فطرتاً آپ کمالات نبوت کے طریق پر مجبول تھے۔ اس طریق کے آثار ان کی نماز میں اور تعظیم شریعت و اتباع سنت و کمال نفرت از بدعات و معاصی و سیأت و کمال شوق عبادت میں ظاہر تھے۔ سعادت انوار جبین سے ہویدا تھی۔

جب سن تمیز کو پہنچے تو خلق اللہ کی خدمت اور ضعیفوں، یتیموں، بیواؤں پر بیحد ترحم

و سلوک و مروت کرنا شروع کیا۔ شہر و محلّہ کے ضعفاء جو آپ کے خاندان کی خدمت کو سعادت یقین خیال کرتے تھے۔ آپ ان کے گھروں میں جا کر احوال پُرسی کرتے، اگر کسی کے گھر پانی نہ ہوتا تو خود بھر لاتے۔ اگر لکڑی نہ ہوتی تو جنگل سے خود ان کو لکڑی لا دیتے، خواہ ضعیفاء شرفاء طبقہ سے ہوتے خواہ ارذال سے ہوتے۔ باوجود ان کے روکنے کے آپ ان کی خدمت سے باز نہ آتے۔ پھر خدمت کے فضائل بیان کرتے خدمت بھی کرتے اور دُعائیں بھی ان کو دیتے کہ تم نے ثواب کا موقعہ دیا۔ اور ایسی دلآویز نصیحت کرتے کہ لوگ رو پڑتے۔ انہی ایام میں سات سادات تکیہ کے لکھنؤ کو بطلب روزگار روانہ ہوئے۔ سات آدمیوں کے ساتھ صرف ایک سواری تھی، باری باری اس پر سوار ہوتے، مگر آپ اپنی باری ان کو دے دیتے۔ سب بھائیوں کے اسباب بہ منت یکجا باندھ کر سر پر اُٹھا لئے اور لکھنؤ تک گئے۔ وہاں بعد تلاش ملازمت نہ ملی اور گھر کا خرچہ ختم ہو گیا۔ بعض ان میں ایک دو جز لکھ کر روزی پیدا کرتے۔ ایک امیر نے جو سادات کا محب تھا اپنی سرکار سے آپ کے لئے دو وقتہ کھانا مقرر کر دیا۔ مگر آپ اکثر بھائیوں کو کھلا دیتے خود بھوکے رہتے۔ جب نوکری کی جگہ اس امیر نے آپ کے لئے دو آسامی کی جگہ پیدا کر دی، تو آپ نے بھائیوں میں سے دو کو وہاں لگوا دیا خود نہ گئے۔ غرض بہت واقعات نوعمری کے عجائبات میں سے ہیں۔ وہ امیر ہمراہ بادشاہ ایک بار سیر و شکار کے لئے گیا۔ اس سفر میں سب سادات کے اسباب آپ تنہا اُٹھا کر لے جاتے رہے اور بے ثباتی دنیا اور طلبِ راہِ مولیٰ کی نصیحتیں دیتے رہے۔ غرض اسی طور سے آپ ایک دن جو محمدی جنگل کو نکلے تو رات کو واپس نہ آئے۔ ساتھیوں کو خطرہ ہوا کہ کہیں درندے نہ نقصان دیا ہو، دو چار دن بعد معلوم ہوا کہ اس صورت شکل کا نوجوان کسی مزدور کا گھڑا سر پر اُٹھائے جنگل میں جا رہا تھا۔ مزدور نے غریبی کے لالچ میں گھڑا سپاہی کا اُٹھا لیا، مگر ضعیف تھا لے نہ جا سکا، جب سپاہی اس کو پیٹنے لگا۔ سیّد آ گیا۔ مزدوری سپاہی سے لے کر غریب کو دے دی اور خود سپاہی کا گھڑا اُٹھا لیا۔ آگے سے کسی شریف نے دیکھ کر سپاہی کو زجر کیا کہ ایسے شریفوں پر بیگار کراتے ہو، اس نے قصہ سنایا کہ اس نے خود گھڑا اُٹھایا ہے۔

غرض کہ سفر پر راستے کے ہر قدم کے واقعات قابل شنید ہیں، کہاں تک لکھوں، اہم معاملات بہت ہیں۔ جب آپ دہلی پہنچے، تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ولی اللہ کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے بعد مصافحہ ومعانقہ ان کو پہلو میں بٹھا کر
پوچھا۔ میاں صاحبزادے کہاں سے آنا ہوا۔ آپ نے رائے بریلی سے اور سادات تکیہ سے
اپنا ہونا ظاہر کیا۔ حضرت مولانا سیّد ابوسعید اور سید ابونعمان کا ان سے پوچھا۔ اُنہوں نے فرمایا
ابوسعید میرے نانا تھے اور ابونعمان میرے حقیقی چچا ہیں۔ یہ سن کر شاہ صاحب نے دوبارہ معانقہ
فرمایا اور پوچھا اس قدر سختی صعب سفر کی کس خیال سے برداشت کی۔ سیّد نے عرض کیا آپ کی
ذات مقدس کو غنیمت جان کر واسطے طلب راہ مالک حقیقی کے حاضر ہوا ہوں۔ مولانا نے فرمایا
آپ کے خاندان میں تو ولایت موروثی ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کو اس منصب پر کامیاب
فرمادے اور ایک پشت بعد ضرور اس خاندان میں مادرزاد ولی پیدا ہوتا ہے۔

اس کے بعد مولانا نے ایک خادم سے فرمایا کہ سیّد صاحب کو اکبرآبادی مسجد میں لے
جا کر میرے بھائی عبدالقادر کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دے کر میری طرف سے کہنا کہ اس مہمان
عزیز کو غنیمت جان کر حتی الامکان ان کی خدمت میں کمی نہ کرنا۔ اور ان کی نسبت مفصل احوال
میں خود بروقت ملاقات بتلاؤں گا۔

سیّد صاحب نے اسی دن سے اکبرآبادی مسجد میں مولانا شاہ عبدالقادر کے پاس قیام
اختیار کیا۔ بعدازیں سیّد صاحب نے قرآن کو حدیث کو صحت سے سمجھنے کی خاطر صرف نحو کو سیکھنا
چاہا اور مصباح تک آپ نے دیکھا تھا، مگر ایک رات جب کہ آپ مطالعہ کررہے تھے۔ آپ کی
نظر سے حروف غائب ہوگئے۔ خالی صفحہ کتاب کا دکھائی دیتا تھا۔ آپ کو خوف ہوا کہ شاید نظر
میں کچھ نقص واقع ہوگیا ہے، مگر جب اور کسی چیز کو دیکھتے تو وہ صاف نظر آتی تھی۔ شاہ صاحب
سے عرض حال کیا تو فرمایا۔ کتاب کو رکھ دو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اور ہی کام کے لئے پیدا کیا ہے۔
وہ اللہ تعالیٰ خود بغیر کسی معلم کے تم کو علم وحکمت اپنی محبت سے مرحمت کرے گا۔

صرف اُردو ترجمہ قرآن مجید کا آپ نے سیکھا تھا۔ پھر آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز
صاحب سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ بیعت لیتے وقت شاہ صاحب نے فرمایا اگرچہ اس
صاحب باطن کو طریقہ رشد وہدایت اختیار کرنے کے لئے وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ مگر اہل ظاہر
کے نزدیک ہر چیز کے واسطے ایک سبب بھی ضروری ہے۔ پس رفع حجت اہل ظاہر کے واسطے
بیعت لیتا ہوں۔ یہ واقعہ ١٢٢٢ھ ہجری کا ہے جب کہ سیّد صاحب کی عمر ٢٢ سال کی تھی۔ تب

آپ کو یہ بیعت ہوئی۔ بعدازبیعت حضرت مولانا نے آپ کو لطیفہ قلب کی تعلیم فرمائی۔
دوسرے دن باقی ماندہ پانچوں لطیفے آپ کا کھل گئے۔ اور تیسرے دن سلطان الذکر کی منزل
آپ طے کرگئے۔ چوتھے دن نفی اثبات بوجہ احسن آپ کو مل گیا اور چھٹے دن طریق یادداشت
آپ نے سیکھ لیا۔ اس کے بعد شغل برزخ جس میں تصور شیخ کا مراقبہ کرتے ہوئے آپ کو تعلیم
کرنا چاہا اور اس وقت سید صاحب نے نہایت ادب اور عاجزی سے مولانا سے عرض کیا کہ اس
شغل میں اور بُت پرستی میں کیا فرق ہے۔ اس میں پتھر کی مورت یا کاغذ کی تصویر ہوتی ہے اور
اس صورت میں تہ دل میں پیر کی ایک خیالی تصویر کی پوجا کی جاتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے جواباً فرمایا:

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید   کہ سالک بے خبر نبود ز راہ ورسم منزلہا

اس پر سید صاحب نے عرض کیا کہ اگر حکم مے نوشی ہو جو کبائر گناہوں میں سے ہے، تو
اس کی تعمیل بسروچشم کرنے کو آمادہ ہوں۔ لیکن یہ عمل تصور تصویر شیخ خصوصاً غیب میں اور اس
سے توجہ واستعانت چاہنا جو بلاریب صریح بُت پرستی ہے اور شرک ہے۔ مجھ سے نہ ہو سکے گا،
اس لئے کہ بُت پرستی کا جواز کہیں بھی قرآن مجید میں نہیں ہے۔ یہ تقریر سُن کر حضرت شاہ
صاحب نے سیّد کو سینے سے لگالیا اور آپ کی پیشانی اور منہ پر بوسہ دے کر فرمایا۔ فرزند اللہ تعالیٰ
نے محض اپنے فضل سے ولایت اولیاء بھی اور ولایت انبیاء علیہم السلام کی ولایت بھی جو افضل
ترین ولایت ہے، تجھ کو عطاء کی ہے۔

اس پر حضرت سیّد صاحب نے حضرت شاہ جی صاحب سے ولایت اُولیاء وولایت انبیاء
کی تشریح وتفصیل سننے کا سوال کیا اور جواباً شاہ صاحب نے مفصل تفصیل بیان فرمادی۔ (جسے
دیکھنا مطلوب ہو تو تاریخ احمدیہ موسومہ بہ تاریخ عجیبہ میں دیکھ سکتا ہے)۔ اس کے بعد سیّد
صاحب کو رمضان المبارک کی ٢٧ ویں شب کو زیارت جسمی حضرت رسول اللہ ﷺ کی نصیب
ہوئی۔ اور لیلۃ القدر کی تمام برکات اس رات میں ملاحظہ کیں۔ اور آپ نے اس وقت ہر شے کو
سجدہ میں ساجد دیکھا جو دل کی آنکھوں سے ساجد نظر آرہی تھی اور سر کی آنکھوں سے بحالت
ظاہری قائم تھیں۔ اس کے بعد رویا میں آپ کو رسول مقبول ﷺ نے تین چھوہارے اپنے
دست مبارک سے کھلائے۔ بیداری کے بعد ان کا ذائقہ آپ کے منہ میں باقی تھا۔ پھر آپ

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے بتول ظہرای کو رویا میں معہ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کے نہایت شفقت کی حالت میں دیکھا اور حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنے دستِ مبارک سے سیّد کو غسل دیا اور بی بی فاطمہ الزہریٰ نے آپ کو اپنے مبارک ہاتھوں سے لباس پہنایا۔ اس کے بعد مطابق تفصیل بیان کردہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے آپ کو کمالات ولایتِ نبوت نہایت قوت سے قلب میں جلوہ گر ہونے لگے اور تربیت ربانی بغیر تربیت کسی متکفل کے آپ کے ساتھ شامل حال ہوگئی۔ اور بے انتہا عجیب وغریب حالات آپ پر ظاہر ہونے لگے۔ اور آپ سے خرق عادت اُمور ظاہر ہونے لگے۔ آپ نے ایک رویائے صالحہ میں اللہ تعالیٰ رب العالمین کو بلا کیف دیکھا۔ تب اس کے بعد آپ پر سلسلہ الہامِ رحمانی جاری ہوگیا۔ اور آپ کو لوگوں سے بیعت لینے کا حکم الٰہی ہوگیا۔

آپ کو غوث الثقلین سیّد عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ کی ارواح مبارک نے بالاشتراک آپ پر قوی توجہ اور زور آور اثر اندازی فرمائی۔ اور ایک پہر تک آپ کو نقشبندی اور قادریہ خاندانوں کی نسبت ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ بختیار کاکی قدس سرہ کے مزار پر آپ مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس وقت روح مبارک حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ایسے ہوئی اور انہوں نے آپ پر اپنی قوی توجہ فرمائی اور آپ کو ان ... خاندانِ چشتیہ کی نسبت بھی حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد طریق شاذلیہ مجذوبیہ وغیرہ تمام سلسلے آپ پر خود بخود فضل الٰہی سے کھل گئے۔ اور اکثر اولیاء اللہ کی ارواح مبارک کی طرف سے سلوک راہ ولایت کامل طور پر آپ کو حاصل ہو گئے۔ آپ نے کشف دیکھا اور شاہ صاحب سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا، اے فرزند ارجمند! جائے تعجب نہیں کہ ولایت نبوت کے یہی آثار ہیں جو تم نے دیکھے۔ اور ابھی تو قطرہ از بحر ناپیدا کنار دیکھا ہے۔ آئندہ تم پر ہزار ہا مدارج زیادہ حالات اظہار کئے جائیں گے۔

حضرت سیّد کی فطرت ایسی تھی کہ غیر مشروع اُمور دیکھ کر آپ کو غشی آجاتی تھی۔ ایک بار یارانِ طریقت آپ کو جبراً ایک ہندو کا میلہ دیکھنے لے گئے۔ وہاں مگر وہ اُمور دیکھتے ہی آپ کو غش آگیا۔ ایک مرتبہ مزامیر اور راگ کی آواز آپ کے کان میں پڑتے ہی غش آگیا۔

اس قدر تحصیلِ سلوک کے بعد آپ دہلی سے ایک مرتبہ وطن تشریف لے گئے وہاں پہنچ

کر آپ کی بے شمار کرامات لوگوں نے دیکھیں۔ قریباً دو سال اس مرتبہ آپ رائے بریلی میں رہے۔ آپ کا نکاح بھی ہوا۔ اور بڑی لڑکی بھی آپ کی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد آپ دوبارہ دہلی چلے گئے۔ ان دنوں آپ کے چشمہ سعادت کا علم لوگوں کو ہو گیا تھا۔ اب ہر طرف سے خلقت کا ہجوم ہونے لگا تھا۔ تب آپ نے اپنی حقیقت چھپانے اور سپہ گری کی مشق کرنے کے خیال سے دہلی کو چھوڑا۔ اور قریباً ۱۸۱۰ء میں آپ نواب امیر خان کے لشکر میں چلے گئے اور بطور ملازمت سپاہیانہ عمر گزارنا اختیار کرلیا۔ اس سپاہیانہ زندگی میں آپ کی شجاعت کے جوہر عیاں ہوئے اور خرق عادت امور بھی آپ کے ساتھیوں نے آپ سے ایسے دیکھے کہ رفتہ رفتہ تمام لشکر میں آپ کی کرامات اور ولایت کا چرچا ہو گیا۔

ان گمنامی کے ایام میں آپ نے بے انتہا ریاضت اور عبادت کی یہاں تک کہ قیام اللیل سے آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے تھے۔ دو دو پہر مراقبہ میں گزر جاتے تھے۔ اور ذکر وفکر میں تمام راتیں کٹتی تھیں۔ یہ ایام وہ تھے جب نواب امیر خان بڑا لشکر لئے ہوئے نواح مالوہ میں ہندو راجاؤں اور انگریزوں سے برسرپیکار تھا۔ اور ریاست ٹونک ابھی اس کو نہ ملی تھی۔ اس جنگ وجدال کے ایام میں آپ سے عجیب خرق عادت کرامات لوگوں نے دیکھیں۔ تفصیلات آپ کی تاریخوں میں ہے۔ آپ کا گھوڑا حرام گھاس نہ کھاتا تھا۔ ایک مرتبہ جب کہ انگریز فوج اور نواب امیر خان کی فوج میں سخت لڑائی جاری تھی۔ اس وقت سیّد صاحب اپنے خیمہ میں تھے۔ پھر آپ نے خود اپنا گھوڑا تیار کیا، اس پر سوار ہو کے مانند ہوا کے دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے خاص اس جگہ جا پہنچے، جہاں انگریز فوج کا سپہ سالار تھا۔ اور وہاں سے اس کو اپنے ساتھ لے کر دونوں لشکروں کے بیچ میں سے ہوتے ہوئے اپنے خیمہ میں لے آئے۔ یہاں اس کے ساتھ کچھ قدر بات چیت کرنے پر سالار فوج نے عہد کرلیا کہ اسی وقت اپنی فوج کو نواب امیر خان کے مقابلہ سے ہٹالے گا اور دوبارہ مقابلہ پر نہ آئے گا۔ اور یہ کہ اپنی سرکار کو اس پر مجبور کرے گا کہ وہ نواب امیر خان سے صلح کرلے۔ اس واقعہ کے بعد واقعی دوبارہ نواب امیر خان اور انگریز فوج کا مقابلہ وتصادم نہ ہوا۔ بلکہ بزمانہ لارڈ ہسٹنگز وائسرائے ہند ٹونک کا ملک امیر خان کے حوالہ ہو کر صلح کرلی گئی۔ یہ صلح ابھی ختم نہ ہو چکی تھی کہ سیّد صاحب سات سال کے قیام کے بعد نواب امیر خان سے رخصت ہو کر دوبارہ ۱۸۱۶ء میں دہلی حضرت شاہ صاحب کے پاس

toobaa-elibrary.blogspot.com

تشریف لے آئے۔

لشکر امیر خان میں آپ ایک گمنام سپاہی بھرتی ہوئے تھے، مگر واپسی کے وقت تمام افسر اور نواب آپ کے مرید تھے اور آپ ان سب کے پیر تھے۔ نواب امیر خان نے اپنے فرزند وزیر الدولہ کو آپ کے ہم رکاب تعظیماً دہلی تک ساتھ بھیجا تھا۔ نواب کی ذات و خاندان کو بڑے بڑے فوائد و فتوحات حضرت سیّد کی ذات سے دینی اور دنیوی بھی حاصل ہوئے۔ حضرت نے ٹونک سے رُخصت ہوتے وقت ایک پیش گوئی کی تھی۔ شاید آپ نے کسی کشف کی بنا پر کی تھی۔ جس کو نواب وزیر الدولہ نے اپنی کتاب وصایائے وزیری میں اس طرح لکھا ہے:

حضرت سیّد نے مولوی نذر محمد صاحب سے جب کہ وہ اسی لشکر میں حاضر تھا، رُخصت کے وقت فرمایا، اب جلد صلح ہو جائے گی اور فلاں فلاں شہر اور فلاں فلاں علاقے سرکار انگریزی نواب کو مرحمت کر دے گی اور کچھ مدت گزرنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی ایک مجاہدوں کے لشکر کے ساتھ نشانوں کے پھریرے اُڑاتا ہوا نواب امیر خان کے ملک سے ہو کر گزروں گا۔

نواب وزیر الدولہ لکھتے ہیں آپ کے اس ارشاد کے مطابق جو شہر اور علاقے بتلائے تھے وہی سرکار انگریز نے ہم کو دیئے اور صلح ہو گئی۔ یہ ملک صرف بہ برکت دُعائے سیّد صاحب نواب امیر خان کو مل گیا۔ ورنہ لارڈ ہسٹنگز کی اس پالیسی کی بعد حکام نے مذمت کی ہے کہ لارڈ موصوف نے ایسا کیوں کیا ہے۔

سیّد صاحب کے دہلی پہنچنے سے پہلے شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک مہتم بالشان رویائے صالحہ دیکھا تھا کہ آپ دہلی کی جامع مسجد میں بیٹھے ہیں اور حضرت رسول مقبول ﷺ جامع مسجد میں تشریف لائے اور ہر طرف سے تشنگانِ زیارت کا ہجوم آ رہا تھا۔ سب سے اوّل شاہ صاحب زیارت سے مشرف ہوئے۔ تب آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اے عبدالعزیز تم میرا عصا ہاتھ میں لے لو اور دروازہ مسجد پر بیٹھ جاؤ اور جو کوئی زیارت کے لئے آئے، پہلے اس کی اطلاع دو۔ جس کو ہم طلب کریں ان کو آنے دو اور جن کو منع کریں، ان کو روک دو۔ اور اپنے دست مبارک کا عصا مولانا کے ہاتھ میں دے دیا۔ تب شاہ صاحب دروازہ مسجد پر بیٹھ گئے اور سپرد شدہ خدمت مستعدی سے ادا کرنے لگے بعضوں کو حضور طلب فرماتے، بعضوں کو روک دیتے۔ طویل عرصہ تک یہ سلسلہ قائم رہا اور کثیر انبوہ زیارت رسالت مآب ﷺ سے

مشرف ہوا۔ اس خواب دیکھنے کی صبح کو حضرت شاہ صاحب دہلی کے ایک ولی اللہ کامل حضرت غلام علی شاہ صاحب (جو اجل خلفائے شمس الدین شہید میں سے تھے) کے پاس تشریف لے گئے۔ اور رویائے مذکورہ ان سے بیان کر کے تعبیر اس کی پوچھی۔ حضرت غلام علی شاہ صاحب نے فرمایا تعجب ہے آپ خود یوسف ثانی ہو کر تعبیر خواب کی مجھ سے پوچھتے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے اس خواب عجیب کی تعبیر آپ کی مبارک زبان سے سننے کا اشتیاق ہے۔

شاہ صاحب موصوف نے فرمایا میرے ناقص ذہن میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیّد حسن صاحب علیہ الرحمۃ رسول نما کی وفات کے بعد سے جس کو اب ڈیڑھ سو سال ہو گیا ہے توجہ اور ارادہ رسول مقبول ﷺ کا بجانب ہدایت اس وطن کے لوگوں کے موقوف ہو چکا تھا۔ اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ بذاتِ خود آپ کے اپنے کسی مرید رشید کے ہاتھ سے سلسلہ اس ہدایت کا جو یک نیم صد سال سے مسدود تھا، پھر جاری ہو جائے گا۔ اس پر شاہ عبدالعزیز صاحب نے الحمد للہ کہہ کر فرمایا میرا بھی ایسا ہی خیال ہے کہ تعبیر صحیح ہے۔

اس کے بعد ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ حضرت سیّد صاحب دہلی مذکورہ حالات سے آ پہنچے اور مسجد اکبر آباد میں فروکش ہو گئے۔ ان چھ برسوں کی محنت مشقت میں جو آپ نے نواب امیر خان کے لشکر میں اور سپاہیانہ زندگی میں عالم تنہائی اور جنگلوں میں کی تھیں۔ ہر دو سلوک اپنے کمال کو پہنچ کر ایسے مجازاً و حقیقی ہو گئے تھے کہ اس کا عکس ہر قلب سلیم پر بڑا اثر پیدا کرتا تھا۔

خلق خدا نے چاروں طرف سے آپ کی طرف رجوع کیا۔ مولوی عبدالحئی صاحب جو ان دنوں عالم اجل و فاضل بے بدل تھے۔ ان کا ذکر مولانا عبدالقادر صاحب سے حضوری قلب فی الصلوٰۃ میں آیا، تو انہوں نے فرمایا یہ امر بجز توسل مرشد کامل حاصل ہونا مشکل ہے۔ اگر اس نوجوانِ نو وارد سے چاہو تو بہتر ہے۔ اس پر مولوی عبدالحئی سیّد صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور استفسار کیا تو سیّد صاحب نے کمال شرح و بسط سے نماز کے ارکان میں حضوری قلب پیدا ہونے کی تفصیل بیان کی جو تاریخوں میں مفصل موجود ہے۔ پھر سیّد صاحب نے فرمایا مولانا صرف زبانی تعلیم سے حقیقت کماحقہ، منکشف نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسا ہونا ممکن ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کو وضو اور ارکان نماز خود ادا کر کے تعلیم نہ کرتے۔ آیئے مولانا میری اقتداء میں دو رکعت نماز پڑھ لیجیے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تب سیّد صاحب کے ساتھ مولوی عبدالحیٔ صاحب نے دو رکعت نماز ادا کی۔ اور اثنائے
نماز میں ہی مولوی صاحب پر نماز کی حقیقت کھل گئی۔ اس کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ ان
دو رکعتوں میں میں نے پایا، ساری کتابوں اور ساری عمر میں نہ پایا تھا۔ یہاں سے فارغ ہو کر
ہی مولوی عبدالحیٔ صاحب حضرت مولانا شاہ اسماعیل صاحب کے پاس پہنچے جو کہ حضرت شاہ
عبدالعزیز صاحب کا برادر زادہ شاہ عبدالغنی صاحب کا فرزند اور علامہ بےمثل تھا۔ اس وقت علم
موحدین ومحدثین میں دہلی وہندوستان میں ان کا ثانی کوئی نہ تھا۔ یہ کیفیت حضوری نماز کی ان
سے بیان کی اور سیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بعد درخواست سیّد صاحب
مولانا شہید کو بھی دو رکعت نماز اپنی اقتداء میں پڑھائی اور ان کو بھی فقط ان دو رکعات
دوران حقیقتِ نماز تک پہنچا دیا۔ صرف ان دو رکعت میں ان پر صبح ہوگئی۔ مولانا فرماتے تھے کہ
ہم نے ان دو رکعتوں میں ہی خانہ کعبہ کو ان ظاہری آنکھوں سے دیکھ لیا تھا اور دیکھتے رہے
تھے۔

جب یہ دونوں علماء جو دہلی کے علمائے کرام کے سرتاج تھے سیّد صاحب کی بیعت کر کے
ان کے خدام میں داخل ہوگئے اور طریقہ چشتیہ اور طریقہ محمدیہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی
تو یہ دونوں بزرگ تادم مرگ سیّد صاحب کی خدمت گزاری وکفش برداری سے جدا نہ ہوئے۔
تمام دہلی میں ان پر دو عظیم علماء کی بیعت کا چرچا ہوگیا۔ اکثر کور باطن لوگوں نے ان علماء پر طعن
کیا کہ ایک اُمّی کی علماء نے بیعت کر لی۔ بلکہ یہ شکایت شاہ عبدالعزیز تک پہنچائی گئی۔ مگر شاہ
صاحب کو اللہ تعالیٰ نے سیّد کے مرتبہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ آپ نے لوگوں کو سیّد کے علم لدنی اور
علو مرتبہ سے آگاہ کیا اور اس کی بیعت کی ترغیب اور اس کی مخالفت کی ترہیب فرمائی۔ اس سبب
سے بھی اکثر سیّد لوگ بیعت سے مشرف ہوگئے۔ دُور دُور سے بھی علماء آتے اور بیعت کی
سعادت سے مشرف ہو کر جاتے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کا کل خاندان اور مولوی وجیہہ الدین
اور حکیم مغیث الدین اور حافظ معین الدین معہ اعیال اور مولوی محمد یوسف نبیرہ شاہ اہل اللہ
برادر شاہ ولی اللہ صاحب مع جمیع اقارب وخویش آپ کی بیعت سے مشرف ہوگئے۔

ان دنوں سیّد صاحب کے سینکڑوں مریدوں کو زیارت حضرت رسول اکرم ﷺ کی اور
مشاہدہ ذات باری عالم رویا میں حضرت کی دُعا وتوجہ سے ہوا کرتی تھی۔ ربانی علماء کا سینہ آپ کی

محبت سے مصفّٰے ومجلا ہو کر ہر قسم کی بدعات اور رواجوں سے متنفر ہو گیا تھا۔ اور حضرت مولانا شہید
نے عملاً ہر قسم کی بدعات کے قلع قمع کے لئے اقدام عمل اختیار کیا سب سے پہلے اپنے خاندان
سے بدعات کو رفع کیا۔ اور تبلیغ واشاعت کا سلسلہ علی العموم جاری ہوا اس کے بعد حسب ارشاد
حضرت شاہ عبدالعزیز کے سیّد صاحب نے بیرونی علاقوں میں دورہ فرمایا۔ اور رام پور میں آپ
سے بے حدوحساب لوگوں نے طریقہ چشتیہ میں اور نقشبندیہ، قادریہ اور مجددیہ میں بیعتیں کیں۔
حضرت اول بیعت طرق مذکور میں لے کر طریق محمدیہ میں بیعت لیا کرتے تھے۔

ایک دن حکیم عطاء اللہ خان برادر نائب الریاست رام پور نے سیّد صاحب سے پوچھا
کہ آپ چاروں طریقوں میں بیعت لے کر بعد میں طریق محمدیہ میں بیعت لیتے ہیں۔ اس کی
کیا وجہ ہے۔ سیّد صاحب نے فرمایا کہ طرق مذکور میں ہم ذکر وشغل صفائی روحانی کی تعلیم دیتے
ہیں۔ اس لئے کہ ان طریقوں کے ساتھ نسبت آنحضرت صلعم کی باطنی ہے بطور ظاہر مگر طریقہ
محمدیہ کی تعلیم بطور ظاہر کے قرآن شریف اور سنت نبوی میں صاف واضح ہے اور دنیوی گزرانی
اعمال ہیں۔ نماز، روزہ زکوٰۃ کے علاوہ نکاح طلاق بیع سرا خورد ونوش رہائش گزران یہ تمام امور
سنت نبویہ کے ماتحت کرنا ہر مومن کا فرض ہے اور فرمایا کہ باطنی طریقوں پر عمل کرنا بھی اس
لئے مفید قرار پایا ہے کہ باطنی صفائی حاصل ہو کر ظاہر شریعت پر عامل ہونا آسان ومحبوب
ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طریق محمدیہ نام ہے ظاہر شریعت کے ذرہ ذرہ پر عمل کرنے
کا، اور یہی وہ طریقہ ہے جس کا ذکر حضرت سیّد علی ترمذی کے تاریخی حالات میں اپنی کتاب
میں گزر چکا ہے کہ حضرت ممدوح اکثر خلق اللہ کو ظاہر شریعت کی پابندی کی شرط پر مرید شریعت
بنایا کرتے تھے۔ اور آپ کے مرید ان طریقت صرف خاص خاص لوگ تھے۔

رام پور کے قیام کے دنوں میں آپ کو بعض افغانوں نے پنجاب وسرحد میں سکھوں کے
مظالم کے قصے سنائے کہ مسلمان عورتوں کو سکھ جبراً لے آتے اور سکھ بنا لیا کرتے تھے۔ یہ
واقعات سن کر آپ کو جہاد اور دفاع اور استخلاص مسلمانان سرحد وپنجاب کا خیال دل نشین ہوگیا۔
اتنے میں بریلی سے آپ کے بھائی سیّد اسحاق کی وفات کی خبر سن کر وطن تشریف لے گئے۔ ان
ہی ایام میں ایک قحط پڑا، جس کو ساٹھے کا قحط کہتے ہیں۔ یعنی ۱۸۶۰ء بکرمی کا قحط۔ ان دنوں
حضرت سے سینکڑوں کرامات کا ظہور ہوا۔ حضرت نے نکاح بیوہ گان کی سنت کا اجراء بھی شدومد

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے کیا جو ہندوستان کے شرفاء میں عار سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے خود ایک بیوہ بھاوج سے نکاح کر کے اپنے تمام خاندان کو اس سنت کے احیاء پر عامل کرایا۔ یہاں سے قریب نصیر آباد میں شیعہ سُنّی کا جھگڑا ہوگیا تھا آپ نے خود جا کر صلح صفائی کرادی۔ اس کے بعد حسب الطلب معتمد الدولہ دوبارہ لکھنؤ کو تشریف لے گئے۔ یہ دوسری بار انتہائی شہرت اور نیک نامی کی تھی اس لئے کہ نائب السلطنت نے آپ کو کمال عقیدت مندی نہایت الحاح سے مدعو کیا تھا۔ آپ مع وزیران مولانا شاہ اسماعیل شہید و مولوی عبدالحئی اور ایک سو ستر اشخاص علماء و فضلاء کے لکھنؤ میں وارد ہوئے ہزار ہا لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔ جمعہ کا دن آیا تو وعظ سننے کے لئے اس قدر ہجوم خلائق ہوا کہ جامع مسجد میں گنجائش نہ رہی، بلکہ چھتوں پر اور قریب مکانات پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور سامعین پر وہ کیفیت وجد کی طاری تھی جو بیان نہیں ہوسکتی شیعہ سُنّی یکساں تھے۔ اور ہر ایک اپنی گذشتہ عمر پر جو جہالت میں گزری، افسوس کر رہا تھا۔ جب آپ کی ملاقات معتمد الدولہ سے ہوئی تو وہ نہایت ادب و عجز سے پیش آیا۔ رُخصت کے وقت پانچ ہزار روپے بطور نذر پیش کیا۔ نواب معتمد الدولہ کی رُوبرُو سبحان علی خان نے سیّد صاحب سے الحیاء شعبۃ من الایمان کی تشریح پوچھی جو مولانا عبدالحئی نے اس خوبی سے بیان کی کہ سامعین سن کر سکتے کے عالم میں ہوگئے۔ لکھنؤ کے علماء فرنگی والے سیّد صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ مولوی محمد اشرف جو وقت کا علامہ تھا سیّد کی اُمیّت اور اپنے علم کا شبہ و تفاخر دل میں لے تخلیہ میں امتحاناً سیّد صاحب سے ملاقاتی ہوا اور آپ کی زبان سے علمی حقائق و معارف کا چشمہ جاری دیکھ کر نادم ہوکر بیعت سے مشرف ہوا۔

مولوی ولایت علی صاحب عظیم آبادی جو سیّد صاحب کے اجل خلفاء میں سے تھے اور سلسلہ ہجرت و جہاد انہوں نے ہی قائم کر کے دوبارہ چلایا جس کا نمونہ اب تک یاغستان میں موجود ہے۔ اس وقت وہ مولوی محمد اشرف صاحب سے تعلیم پا رہے تھے۔ پہلے مولوی ولایت علی کی معرفت مولوی اشرف صاحب کا نامہ و پیام ہوا۔ پھر عند الملاقات مولوی صاحب نے

[1] مولانا ولایت علی عظیم آبادی نے ہی سلسلہ ہجرت و جہاد کو دوبارہ ہندوستان سے جا کر یاغستان میں اور مرکز ستھانہ میں قائم کیا تھا اور آپ کی خاک تا قیامت زمین ستھانہ کو مشرف کرتی رہے گی۔ آپ کامل ترین اولیاء اللہ سے تھے۔ اور آپ کا فرزند امیر المجاہدین مولوی عبداللہ بڑے اولیاء میں ... دوسرا فرزند مولوی عبدالکریم امیر المجاہدین ...

سید سے سورۂ فاتحہ کی تفسیر پوچھی اور اس آیۃ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی بھی تفصیل پوچھی تو سیّد صاحب نے جو بیان اس پر فرمایا اس پر مولوی کی روتے روتے داڑھی تر ہوگئی۔ اور اس وقت ان دونوں علماء نے بیعت کے لئے ہاتھ پھیلا کر التجا کی۔

مولوی محمد اشرف کا بیان ہے کہ اسی رات کو بعد بیعت میں نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا خواب میں دیدار کیا۔ یہ اثر سید صاحب کی بیعت کا بہت عام تھا کہ بیعت کنندہ کو دیدار نبوی ﷺ نصیب ہو جاتا اور عادات و اطوار اخلاق میں بیعت کنندہ کے عظیم تبدیلی واقعہ ہو جاتی تھی اور صلاحیت کے آثار انوار اس کے چہرہ پر اور اعمال میں ظاہر ہو جاتے تھے۔ اس سفر کے حالات بہت ہیں اور تاریخ میں درج ہیں۔ میں صرف مشتے از خروارے ایک اور واقعہ کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔

سیّد صاحب نے بریلی میں کثرت خلائق کی وجہ سے کچی اینٹوں کا ایک مکان تعمیر کیا۔ خود ہی مٹی اور گارے کا کام لوگوں کے ساتھ کرتے تھے۔ اس عرصہ میں بیعت کرنیوالے بے شمار آتے اور سینکڑوں کرامات کا ظہور آپ سے اس موقعہ پر ہوا۔ نواب وزیر الدولہ والی ٹونک نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں اسلام اور سُنّت کو آپ نے ہی قائم کیا اور لاکھوں لوگوں نے آپ کے ذریعہ سے ہدایت پائی۔

آپ کو مقام دُعا و محلِ دُعا میں بڑی مہارت تھی گھنٹوں رو رو کر دُعا میں مشغول رہتے تھے اگر مجمع کثیر ہوتا تو ان سے آمین کہلاتے تھے اور خود بسا اوقات جبراً دُعایوں کرتے کہ سامعین کی روتے ہچکیاں بندھ جاتیں۔ اور کم ہی ایسا ہوا ہوگا کہ اس قسم کی دُعا قبول نہ ہوئی ہو۔ آپ کے پاس رہنے سے صفائی قلب اور تزکیہ نفس ایسا حاصل ہوتا جو سینکڑوں چلّوں سے نہ ہو۔ بیعت لیتے وقت ہر مرید کو نماز تہجد کی سخت تاکید فرمایا کرتے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ مجھ کو جو کچھ حاصل ہوا ہے۔ وہ بے برکت نماز تہجد ہوا ہے باوجود نہایت قوی الجسم ہونے کے کھانا کم مقدار میں کھاتے تھے۔ فرمایا کرتے میرا ذریعہ حیات خوراک نہیں بلکہ یاد الٰہی ہے۔

خدا عالم اجل تھا۔ ان ہر دو بزرگوں کو میں نے بار بار دیکھا ہے۔ ان کے حالات اپنے موقعہ پر بیان ہوں گے مولانا عبداللہ کا انتقال غالباً ۱۹۰۰ء میں ہوا۔ اور مولوی عبدالکریم کی وفات ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۳ء میں ہوئی۔ امارت اب تک ان کی اولاد میں ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سفر الٰہ آباد

آپ نے بریلی سے چل کر چار دن کا راستہ جو الٰہ آباد تک ہے اس کو ایک مہینہ میں طے کیا تھا
راستے میں مشتاق ہدایت کو شربت ہدایت پلاتے گئے اور قریباً دس بارہ دن الٰہ آباد رہے
ہزاروں خلقت بیعت سے مشرف ہوئی۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر بنارس میں وارد ہوئے او
مسجد بشیشر میں قیام فرمایا۔ ایک مہینہ قیام رہا۔ اس شہر کے پندرہ ہزار تک اشخاص نے بیعت کی
چونکہ یہ شہر ہنود کا قبلہ ہے اور مذہب بُت پرستی کا مرکز ہے لہٰذا آپ نے مریدوں کو کہا کہ ا
جہری نہ کریں۔ مگر سری ذکر سے ایک لمحہ غافل نہ ہوں۔ پھر آپ یہاں سے براہ سلطان پ
بریلی کو روانہ ہوئے۔ اور گھر پہنچ کر آپ نے بیت اللہ حج کی تیاری شروع کر دی۔

سیّد صاحب تو غیرت اسلامی کا مجسمہ تھے۔ ان کا پختہ ارادہ اس طرف جہاد کے لئے
مصمم ہو چکا تھا، مگر جانتے تھے کہ اس کام میں مصروف ہو جانے کے بعد حج کے لئے فراغت ا
وقت کا ملنا مشکل ہو جائے گا۔ لہٰذا حج کو مقدم ادا کر لینا ضروری خیال کر کے آپ نے اپ
خلفاء و صلحاء کو خطوط لکھے اور دہلی اور پُھلت کو جہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کا گرامی خاندان رہتا
تھا اطلاع دی اور مولانا اسماعیل صاحب اور مولانا عبدالحئی صاحب کو دہلی روانہ کیا کہ وہ اپ
قبائل ہمراہ لے آئیں اور دیگر خلفاء کو مطلع کریں۔ چنانچہ یہ اطلاع پہنچتے ہی مخلصین مرید اپنی
جائدادیں فروخت کر کے جلد تر خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ کو ان دنوں اہل کانپور وکو
وجہاں آباد و فتح پور و لکھنؤ کی سے بہت عرضیاں آئی تھیں۔ اس لئے آپ کانپور اور قراو
میں تشریف لے گئے اور لاکھوں نفوس کو بیعت سے مشرف کیا۔

اس سفر میں سے سینکڑوں واقعات میں سے ایک واقعہ قصبہ مجھاون کا قابل ذکر ہے کہ
آپ بعد نماز صبح مسجد میں مراقبہ میں بیٹھے اور وقتِ چاشت آپ نے سر اُٹھایا اور بلند تکبیر کہہ کر
حمد وثنائے الٰہی میں کبھی گریاں کبھی خنداں ہوتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے اور سجدہ سے سر
اُٹھا کر سب احباب کو جو آپ کے ہمراہ سفر میں مخلصین کی جمعیت دو تین سو سے کم نہ ہوتی تھی
آپ نے مبارک باد کہہ کر فرمایا کہ اس وقت عندالمراقبہ مجھے ہاتفِ غیب نے آواز دی کہ اس
وقت تجھ کو اور تیرے ہمراہیوں کو میں نے بخش دیا۔ اس خدا کے ساتھ میں نے ایک غیبی ہاتھ

دیکھا۔ جس نے اس مسجد کو اُٹھا کر جنت الماوای میں لے جا کر رکھ دیا ہے تب آپ نے فرمایا
اس وقت جو لوگ یہاں موجود ہیں، ان کے نام لکھ لو اور ان کو اہل بدر کے مانند مقبولان بارگاہ
ایزدی سمجھو۔

اس سفر سے واپس ہو کر ایک ماہ تک آپ بریلی میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں حاجیوں
کے قافلے دہلی سے پہنچنے لگے۔ ڈھائی سو کے قریب مرد و عورت دہلی سے آئے اور قریباً سو آدمی
بریلی کے نواح سے اور اندازاً چالیس آدمی آپ کے اپنے خویش واقارب تھے کل یہاں سے
ادائیگی فرضِ حج کے لئے چار سو آدمی جمع ہو گئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فصل دوم

سفرِ حج پر روانگی

یکم شوال ۱۲۳۶ھ کو جب کہ آپ کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔ بعد از ادائے نماز عید الفطر آپ مع تعداد مذکورہ بریلی سے بہ ارادہ حج روانہ ہوئے۔ اس دن آپ کے خزانچی کے پاس صرف ایک صد روپیہ تھا جو آپ نے اپنے شہر کے مساکین پر تقسیم کر دیا تھا۔ آپ نے صرف ایک میل چل کر باغ میں ڈیرہ کیا۔ خزانچی نے عرض کی کہ صرف چھ سات روپے میرے پاس ہیں۔ آپ نے وہ فقراء میں بانٹ دیئے۔

اس توکل اور حوصلہ کی کوئی حد ہے کہ اس تمام قافلہ کا خرچ اپنا بالکل نہ تھا بلکہ سب اللہ صاحب کے ذمے تھا۔ آپ کے بعض ہمراہی یہ کیفیت اور سفر پر صعوبت کا تصور کر کے متحیر و مبہوت ہوتے رہے۔ آپ نے اس موقع پر سرنگا کر کے بارگاہ غنی میں دعا کی کہ مجھے ان تمام وابستگان کے ساتھ بغیر کلفت و احتیاج منزل مقصود تک پہنچانا۔ یہ دعا ایسی مقبول ہوئی کہ آپ کے ہمراہ حرمین شریف تک سات آٹھ سو آدمی ہندوستان سے آگئے اور دو سال کے عرصے میں واپس آئے۔ مگر کوئی تنگی پیش نہ آئی۔ بمصداق اس شعر کے کہ

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے   ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

ہر منزل جدا ہی ایک کرامت کا رنگ دکھلاتی تھی یہاں سے چل کر ہر منزل پر اور تمام قافلہ کے لئے آرام اور رزق کا مہیا ہونا ایک کرامت اور افضال الٰہی کی بارش تھی جو ہمیشہ جاری برستی رہی۔

سید صاحب ڈلمؤ پہنچے۔ اس جگہ ہزاروں نے بیعت کی اور آپ نے کشتیاں پانچ سو روپیہ پر کرایہ کر لیں۔ ملاحوں کو ایک سو بیعانہ دیا۔ وہاں سے آگے روانہ ہوئے۔ یہ روپیہ بلا طلب اسی ڈلمؤ سے مہیا ہو گیا تھا۔ اسباب کشتیوں پر رکھتے وقت الہام خفی سے آپ کو یہ معلوم

ہوا کہ جس کشتی میں سب ساتھیوں کا اسباب رکھا ہے وہ آگے چل کر ڈوب جائے گی۔ آپ نے کشتی سے رکھا ہوا سب اسباب اتروالیا۔ اور خود اس کشتی میں سوار ہو گئے اور اپنی پہلی کشتی میں سب ساتھیوں کا اسباب رکھوادیا۔ اس خیال سے کہ اگر یہ کشتی ڈوب گئی تو غریبوں کا سب اسباب ضائع ہو جائے گا۔

جب آپ اس کشتی میں بیٹھ چکے تو آپ کو الہام ہوا کہ یہ کشتی بھی نہ ڈبوئی جائے گی۔

تب آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور روانہ ہو گئے۔

دوسرے دن کوئی انگریز تمام قافلہ کے لئے کے لئے کھانا پکا کر راستہ میں لایا ہوا تھا۔ جو سب نے سیر ہو کر کھایا جب الٰہ آباد پہنچے تو بے حساب لوگ مشرف بہ بیعت ہوئے۔

شیخ غلام علی صاحب نے نہایت دریا دلانہ مہربانی کی، آپ کو دو تین ہفتے ٹھہرایا اور حاجیوں کی تعداد بھی یہاں سات سو تک پہنچ چکی تھی۔ شیخ غلام علی صاحب نے تیرہ عدد خیمے اور ہر حاجی کے لئے ایک ایک کپڑا احرام باندھنے کے لئے ایک ایک روپیہ نقد اور حضرت کے ہر قرابت دار کو دس دس روپے نقد اور خود حضرت صاحب کے لئے چار پانچ سو روپیہ نذر کیا۔ شاہ اجمل صاحب کے تکیے والے بزرگوں سے بھی بہت لوگ بیعت سے مشرف ہوئے تھے۔

یہاں سے چل کر مرزا پور قیام کیا۔ وہاں شیخ عبداللطیف سوداگر نے ایک ہفتہ مہمان رکھا۔ اور چار ہزار روپیہ نقد حضور کے نذر کئے اور خود بھی حج کے سفر میں ہمراہ ہو گیا۔ ہزاروں نے اس جگہ بھی بیعت کی یہاں سے چل کر چنار گڑھ میں تین دن قیام کیا۔ اور پھر بنارس میں داخل ہوئے چونکہ بارش کی نہایت شدت تھی اور آپ کے مرید اس شہر میں بہت تھے۔ لہٰذا دریا کی طغیانی کی وجہ سے ایک مہینہ اس جگہ قیام فرمایا۔ صدہا نے بیعت کی اور تمام قافلہ کی اس عرصہ میں دعوتیں ہوتی رہیں۔ تیموری شہزادے بھی بہت سارے مُرید ہوئے۔ ایک ماہ بعد یہاں سے قافلہ براہ دریا روانہ ہوا۔

غازی پور اور زمانیہ میں دو دن قیام کے بعد داتا پور پہنچے اور ایک ہفتہ وہاں قیام کیا۔ جہاں قیام ہوتا مولانا اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحئی صاحب شہروں میں وعظ کرتے اور موجود الوقت بدعات سے لوگ تائب ہوتے۔ پھر یہاں سے آپ عظیم آباد پہنچے۔ اور پٹنہ میں دو ہفتہ قیام فرمایا۔ ہزار ہا خلقت اس شہر کی شرک بدعات وغیرہ نامشروع اُمور سے تائب ہو کر داخل

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیعت ہوئی چنانچہ مولوی ولایت علی عظیم آبادی آپ کے مشہور و معروف خلیفہ جن کی بدولت لاکھوں مسلمانوں نے آپ کے بعد ہدایت پائی اور سلسلہ ہجرت و جہاد کا قائم رہا اسی شہر کے باشندے تھے۔ اس شہر کے لوگوں نے سب سے زیادہ عقیدت مندی اور جاں نثاری کا ثبوت دیا۔ آخر اس شہر کا خاندان صادق پوری میں سیّد صاحب کے تابعین کا پیشرو قائم ہوا۔ پٹنہ سے چل کر منگیر اور بھاگل پور ٹھہرے۔ ہدایت کرتے ہوئے مرشد آباد پہنچے۔ چار پانچ دن یہاں قیام رہا۔ مگر اختلاف شیعہ سنی کی وجہ سے آپ کے پاس کوئی نہ آیا۔ اور یہاں سے چل کر ہوگلی پہنچے۔ ایک ہفتہ اس جگہ رہے پھر شیرام پور میں داخل ہوئے۔ اس جگہ سیّد عبداللہ بن سید بہادر علی جن کو آپ نے خلافت دی تھی، و دیگر بہت لوگوں کے ساتھ مشرف بیعت ہوئے۔ یہاں سے چل کر کلکتہ کے قریب کھانا پکانے کشتیاں ٹھہرائیں۔ منشی امین الدین وکیل سرکار جو کلکتہ کا رئیس اعظم تھا مع عمائدین کلکتہ حاضر خدمت ہو کر ملتجی ہوا کہ تا قیام کلکتہ خاکسار کے غریب خانہ میں رونق افروز رہیں اور نان و نمک جو میسر ہو قبول فرمائیں۔ حضرت نے اس کی دعوت قبول فرمائی۔ بعد ازاں دیگر معززین کلکتہ کے بھی آ پہنچے۔ ہر ایک نے آپ کو اپنے گھر مدعو کیا، لیکن آپ نے جو وعدہ کر لیا تھا، اس پر قائم رہے۔ چنانچہ اول آپ منشی امین الدین کے مکان پر بسواری پالکی تشریف لے گئے۔ پھر اس نے تمام قافلہ کے لئے سواریاں بھیجیں اور ان کو بھی لے گئے۔

ایک اعلیٰ باغ میں قافلہ نے ڈیرہ ڈال دیا۔ تمام قافلہ کے لئے نہایت اعلیٰ خوراک آیا کرتی تھی۔ صبح منشی صاحب نے تمام اعلیٰ قافلہ کو جوتیاں خرید کر دیں اور جن کا جامہ پرانا تھا ان کو جامے بنوا دیئے۔ لیکن اس دن کے بعد منشی صاحب ایسے غائب ہوئے کہ ایک مہینہ تک منہ نہ دکھایا۔ ان کے نوکر چاکر حاضر رہتے تھے۔ دونوں وقت عمدہ خوراک آئی مگر وہ خود غائب تھے۔ اس شہر میں اس کثرت سے لوگوں نے بیعت کی کہ حضرت کو بیعت کنندوں کی بیعت وہدایت کرنے سے مہینہ بھر فرصت نہ ملی۔ ایک دن مولوی وحید الدین صاحب خود منشی صاحب کے استفسار حال کے لئے ان کی جائے سکونت پر چلے گئے۔ منشی صاحب تپاک سے ملے اور مولوی صاحب نے دیکھا کہ اُن کا مکان تمام ممنوعات شرعی سے بھرا ہوا تھا۔ شراب ظروف نقرہ و باجہ و تصاویر وغیرہ۔

مولوی صاحب نے بعد گفتگو ابتدائی ممنوعات مذکورہ کے عیوب اور مواخذہ الٰہی اور بے ثباتی دنیا کا وعظ فرمایا۔ اس نصیحت کا فوری اثر یہ ہوا کہ منشی صاحب نے ہزار ہا روپے کا اسباب پھکوا دیا اور ظروف نقرئی گلوا دیئے۔ پھر مولوی صاحب نے منشی صاحب سے عدم حاضری کا سبب پوچھا، تو اس نے ندامت سے عرض کیا کہ میں ایک مصیبت میں مبتلا ہوں۔ خود حیا مانع ہے عرض نہیں کر سکتا۔ یہ میرا رفیق عرض کرے گا۔ اس رفیق نے الگ ہو کر مولوی صاحب کو سنایا کہ اس شہر میں ایک نہایت حسینہ جمیلہ اور بڑی دولت مند کنچنی ہے جس پر منشی صاحب دل وجان سے عاشق ہیں۔ ہزاروں امراء اس کے عاشق ہیں وہ کسی کے ساتھ نکاح پر راضی نہیں ہوتی۔ وہ ہفتہ میں صرف ایک بار یہاں آتی ہے اور شب باش ہوتی ہے۔ منشی صاحب اس مخمصہ میں ہیں کہ حاضر ہوں تو توبہ لازم ہو جاتی ہے اور یہ اس عورت سے صبر نہیں کر سکتے۔

مولوی صاحب نے یہ کیفیت سیّد صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دیں کہ وہ سچے دل سے توبہ کے لئے مستعد ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو استقامت کی توفیق دے گا۔

مولوی صاحب نے سیّد صاحب کا ارشاد دوسرے دن جا کر منشی صاحب کو سنا دیا۔ اتفاق سے وہ دن اس عورت کے آنے کا تھا۔ وہ مولوی صاحب کی موجودگی میں ہی آ گئی۔ منشی صاحب اس کے جانے پر شرمندہ ہوئے۔ اور عورت نے مزاج پرسی کے بعد ان کی تعریف پوچھی تو مولوی صاحب نے کہا سیّد صاحب کے قافلہ کا ایک درویش ہوں۔ اس عرصہ میں جب کہ سیّد صاحب کو اپنے میزبان کی ایک دینی فساد اور گناہ کبیرہ میں مبتلا ہونے کا قلق تھا۔ آپ کو الہام ہوا اور آپ خود اُٹھ کر منشی صاحب کی جگہ چلے آئے اور عین اس گفتگو مذکورہ کے وقت منشی صاحب کے مکان پر آ پہنچے۔ منشی صاحب نے سیّد کا آنا سن کر اس عورت کو اسی نشست کے ساتھ کمرہ میں بند کر دیا۔ اور حضور وہاں پہنچ کر اسی کمرہ کے دروازے کے آگے بیٹھ گئے۔ منشی صاحب مودبانہ بیٹھے تھے اور مولوی وحید الدین نے عرض کی کہ آج اتفاق حسنہ سے مریض مع اسباب مرض طبیب حاذق کے حضور میں حاضر ہے۔ اب حکیم کے التفات فرمانے کی ضرورت ہے۔

حضرت نے فتبارک اللہ احسن الخالقین کی موعظت شروع کی اور اس زور شور سے اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

تعالیٰ کے احسن الخالقیت اور جمال کا ذکر کر کے پھر اس کے جلال اور عذاب کی تشریح فرمائی کہ اہل مجلس پر عالم بے ہوشی طاری ہو گیا۔ وہ عورت بھی خود دروازہ سے لگی ہوئی ایک ایک لفظ سن رہی تھی، کوٹھری کے اندر تڑپ رہی تھی۔ بعد ختم وعظ خود دروازہ کھول کر حضور کے قدموں میں آگری۔ اور دھاڑیں مار مار کر روئی اور توبہ تائب ہو کر بیعت سے مشرف ہوئی۔ اس کے ہم منشی نے بھی بیعت کی۔ پھر اس عورت نے حضرت کو اپنے نکاح کا وکیل مقرر کیا کہ جس ان سے حضور چاہیں، لونڈی کا نکاح کر دیں تب اسی مجلس میں حضور نے منشی صاحب کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ اس کے بعد وہ دونوں خاوند بیوی نہایت متقی اور باخدا لوگوں میں سے ہو گئے۔

اس جگہ ایک شخص دائم الخمر نے آپ کی بیعت تو کی مگر عذر کیا کہ شراب سے ہرگز صبر نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اقرار اور وعدہ پختہ کرو کہ ہمارے سامنے نہ پینا۔ اس نے اس پر عہد کر لیا، مگر جب اور جس مخفی سے مخفی جگہ وہ شراب مانگتا وہاں ہی اس کو سید صاحب کا مبارک چہرہ اسے دکھلائی دیتا۔ جب وہ شراب ہٹاتا تو آپ کو موجود نہ پاتا۔ تب اس کے دل پر خوف الٰہی اور عظمت پیر نے ایسا غلبہ کیا کہ وہ تائب ہو گیا۔

مولانا عبدالعزیز صاحب نے اپنے تمام خاندان اور مریدوں کو کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سید صاحب کے ذریعہ سے دین کو تازہ فرماتا ہے، تم اس کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہ سن کر شاہ صاحب کا تمام خاندان و مریدین سید صاحب کے ساتھ ہو گئے تھے۔ یہ نصیحت سن کو مولوی نثار علی بھی دہلی سے آپ کے پاس آ گئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں ایک دن کلکتہ کے بعض اکابر علماء آپ کی اُمیّت پر دل میں معترض ہو کر امتحان کے لئے آئے۔ اس وقت سید صاحب اور راوی ہی موجود تھا کہ مولوی رشید صاحب جس نے ہدایہ کا ترجمہ کیا ہے اور مولوی معظم حسین اور ایک معتبر عالم جس کا نام راوی نثار علی صاحب مصنف ذکر جلی کو یاد نہ رہا تشریف لائے اور آپ سے سورۂ فاتحہ کی تفسیر پوچھی۔ آپ نے اس خوبی اور جلال کے ساتھ تفسیر فرمائی کہ تینوں علماء مبہوت ہو گئے اور اپنی بدظنی کی معذرت کر کے بیعت میں داخل ہو گئے۔

ایسا ہی ہر موقعہ پر ہزاروں کرامات اور قدم قدم پر لوگوں کے امتحان اور ظہور عجائبات کا ایک دریا بہہ رہا تھا کہ سینکڑوں خوش قسمت گرداب کفر و فسق سے نکل کر کامیاب ہو رہے تھے۔ کئی مجنوں آپ کی دُعا سے صحت یاب اور کئی ہوشیار آپ کی مخالفت سے معذب اور مجنوں

ہوئے جو کوئی جس قسم کی کرامت دیکھنے میں آپ کو آزماتا تو اللہ تعالیٰ وہی کرامت آپ کی اس پر ظاہر کر دیتا۔ آپ سلام دینے میں ہر کسی پر سبقت کیا کرتے تھے۔

کلکتہ میں ایک پادری نے جو بڑا ریاضی دان تھا۔ آپ سے علم ریاضی کے متعلق مشکل ترین سوالات کیے۔ حالانکہ آپ علم ریاضی کے ایک لفظ سے بھی واقف نہ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اس وقت آپ پر وہ تمام حقائق کھول دیئے اور الہاماً یہ علم عطاء ہو گیا کہ اگر اقلیدس بھی ہوتا تو آپ کی شاگردی کرتا۔ وہ پادری دنگ اور متحیر رہ گیا اور کہا کہ میرا ریاضی دانی کا دعویٰ غلط تھا۔ اس شخص سے بڑھ کر دنیا میں ریاضی کا ماہر اور کوئی نہیں۔

بیعت کنندوں کی کثرت سے کلکتہ میں ایسا کیا جاتا کہ ہزار پانچ سو آدمیوں کے مجمع میں سات آٹھ پگڑیاں پھیلا دی جاتیں اور پگڑیوں کا سرا حضرت کے ہاتھ میں ہوتا۔ اُن کو لوگ پکڑتے اور الفاظ بیعت زبان سے دہراتے۔ جس قدر کلکتہ میں فسق و فجور تھا، اس قدر اور شہروں میں نہ تھا۔ مگر آپ کی برکت سے ان دنوں کلکتہ رشک اِرم ہو گیا تھا۔ اور تمام گناہگار تائب ہو گئے تھے۔ آپ کی روحانی طاقت اور آپ کے خلفاء مولانا اسماعیل شہید کی جادو بیان تقریر کی شہرت کلکتہ میں پھیلی، تو انگریز افسروں نے ایک سوداگر جیون بخش کی معرفت آپ کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ ایک روز تکلیف فرما کر ہم مشتاقان کلامِ ہدایت نظام کو بھی اپنی وعظ و نصیحت سے مفتخر فرما دیں۔ حضرت اقدس نے ان کے پاس مولانا شہید کو بھیج دیا۔ اس دن قریباً دس ہزار گورہ میمیں انگریز اور مسیحی لوگ جمع تھے۔ مولوی صاحب کے ہمراہ صرف اپنے دو رفیق اور حاجی جیون بخش تھے، مولانا نے سورۂ مریم پڑھ کر اس فصاحت و بلاغت اور عجیب انداز بیان سے اس کا بیان فرمایا کہ تمام مجمع پر رقت طاری ہو گئی اور سب کے آنسو جاری تھے۔ بعض کی ہچکیاں بندھ گئی تھی۔ آنسوؤں سے تمام مرد و زن کے رومال تر ہو گئے تھے۔ بعد ختم وعظ انگریزوں نے بہت ساری اشرفیاں مولانا صاحب کو پیش کیں، مگر انہوں نے لینے سے انکار کیا اور فرمایا ہم لوگ صرف خدا تعالیٰ کے واسطے اُس کے بندوں کو اس طرف بلاتے ہیں، اس پر اُجرت ہم نہیں لیتے۔

تین دن آپ نے کلکتہ میں قیام فرمایا اور الٰہی احکام کی تبلیغ بوجہ کامل اس شہر و نواح میں کر چکے تب آپ نے گیارہ جہاز کرایہ پر لئے اور فی جہاز ان کو ایک ہزار روپیہ پیشگی بطور کرایہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

دے دیا۔ ہر جہاز کے لئے آپ نے قافلہ کو تقسیم کر کے ہر جہاز پر ایک لائق شخص کو امیر مقرر کیا اور بارہ ہزار روپے کا غلہ وغیرہ اسباب ضروری خرید کیا۔ اور جس جہاز پر مع قرابت داروں کے سوار ہوئے، اس کا نام دریا بقی تھا۔ اس کے ناخدا کا نام عبدالرحمٰن تھا، جو حضر موت کا باشندہ تھا۔ معلم جہاز کا شیخ داد نام تھا۔ روانہ ہونے کے دوران جہاز گنگا ساگر کے میٹھے پانی میں رہے۔ تیسرے دن کیلا گھیا سے گزر کر جہاز کھارے پانی میں پہنچ کر روانہ ہوگئے۔

یہاں پر کشفی حالت میں سیّد صاحب پر روحانیت بحر ایک ہیبت ناک صورت میں ظاہر ہوئی۔ اور غرور و تکبر کے رنگ میں آپ سے کہا کہ تم نے اپنی جان سے سیر ہو کر ایسی جسارت کی ہے کہ میرے اندر اپنا قافلہ لے کر آیا ہے، میں ہی وہ سمندر ہوں جس نے فرعون جیسے متکبر بادشاہ کو فنا کر دیا تھا۔ اور ہزاروں جہاز اور کشتیاں میں ہر سال نگل جاتا ہوں۔ اور میں تمام خشکیوں اور احاطہ کئے ہوئے ہوں۔ چاہوں تو سب کو یک دم تباہ و برباد کر دوں۔

سیّد صاحب نے اس کے نخوت آمیز کلمات کا جواب اُسی کشفی حالت میں یہ دیا۔

اور آپ کو الہام ہوا تھا کہ اس سے کہہ دے کہ تو اور میں ایک ذاتِ قہار کے غلام غلامان ہیں۔ تو کس طرح تکبر و خود ستائی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور تکبر نہ جتلا، اس لئے کہ تکبر صرف اسی ذات کی چادر ہے جس کی قدرت کے بحر ناپیدا کنار کے آگے تو ایک قطرہ ہے، تو بلا حکم مالک کے کچھ بھی اذیت رسانی پر قادر نہیں۔ جب آپ نے یہ الفاظ سمندر کی روحانیت کو سنائے تو وہ غائب ہو کر تھوڑی دیر بعد مثل بید کے کانپتا کانپتا ہوا حضرت کے سامنے آیا۔ اور عرض کیا کہ میں اسی قادر مطلق کی مخلوق ہوں جو سب کا مالک ہے اور جس کے حکم کے بغیر ذرہ حرکت نہیں کر سکتا۔ میں پہلی بار صرف آپ کے ایمان و استقلال کی آزمائش کے لئے ایسا ہو کر آیا تھا۔ مگر جب آپ کو اللہ تعالیٰ کا متوکل بندہ پایا، تو اب اطاعت کے لئے آیا ہوں۔ اب میں آپ کا غلام اور خیر خواہ ہوں، یہ بات کہہ کر رُخصت ہوگیا۔

یہ قصہ خود حضرت نے مکہ معظمہ سے اپنے پیر و مُرشد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کو لکھ کر بھیجا ہے، وہ تاریخوں میں نقل ہے، سمندر میں پہنچ کر جہاز ہچکولے کھانے لگا۔ اس جگہ حضرت نے اہلِ جہاز سمیت دُعا کی اور سب سے آمین کہلوائی جس میں تمام قافلہ کی جان و مال کی حفاظت کی التجا تھی۔ خلیج بنگال سے نکل کر جب آپ برابر جزیرہ لنکا (سراندیپ کے پہنچے) تو

اس رات حضرت نے تمام رات شب بیداری اور پاسبانی میں گزاری۔ آپ نے فرمایا کہ مخالف طاقتیں اس قلیل جماعت کی تباہی کی خواہاں ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو روک دیا۔ بعض نہایت معتبر ہمراہیوں کا بیان ہے کہ ایک جگہ سمندر میں اہلِ جہاز کا میٹھا پانی ختم ہوگیا۔ ناخدا نے آپ کو اطلاع دی، تو آپ اپنے مالک کے حضور دُعا کرنے بیٹھ گئے۔

عین حالتِ دُعا میں آپ کو الہام ہوا کہ اس جگہ ہم نے سمندر کا پانی میٹھا کر دیا ہے۔ جس قدر چاہو بھر لو۔ اس پر حضرت نے جہاز کے مالک کو بشارت سنادی اور انہوں نے بقدر ضرورت اس جگہ سے پانی بھر لیا۔ جو فی الوقعہ آبِ شیریں اور صاف و شفاف تھا۔

اس جگہ چند خرقِ عادت امور جو میں نے لکھے ہیں، اس سے ناظرین مجھ پر بدظنی نہ کریں۔ سیّد صاحب کی نسبت متعدد تاریخیں لکھی گئی ہیں ان سب میں یہ امور مذکور ہیں جو نہایت باخدا اتقیا علمائے موحدین نے چشم دید حالات لکھے ہیں جو ان سفروں میں ہمراہ تھے۔ گو یہ امور خلافِ قیاس ہیں، مگر ترک نہیں کر سکتا اور ان کے لکھنے سے بھی کئی فوائد مراتب ہوتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ کی کرامات اللہ تعالیٰ کے حکم و ارادہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل بھی بغیر حکمت اور فائدہ کے نہیں ہوتا۔ بلکہ وقتی فائدہ کے علاوہ اس سے آئندہ کے لئے فائدے مضمر ہوتے ہیں۔

عدن پہنچ کر ایک اور ماجرا دیکھا گیا کہ جہازوں کے ٹھہرنے کے بعد آپ مع دوستوں کے کشتیوں میں کنارہ پر اُترے اور معلوم ہوا کہ شہر عدن ساحل سے دُور ہے۔ نہایت شدت کی گرمی تھی پیدل چلنا مشکل تھا۔ اور سواریاں اس قدر دُور بتلائی گئیں جہاں سے جا کر اُن کا لانا عدن جانے سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ سب ساتھیوں نے حضور سے التجا کی کہ آپ دُعا کریں۔

آپ نے فرمایا کہ غم نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ہر مشکل میں سامان کر دے گا۔ تم سب لوگ سات سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھو۔ ابھی سب نے سورۂ فاتحہ کا ورد ختم نہ کیا تھا کہ سامنے شتربان سواری کے لئے اونٹ لاتے آگئے۔ وہ سیّد صاحب کے پاس آئے اور سب کو سوار کر کے لے گئے، عدن پہنچا کر قافلہ سے الگ ہوگئے، کرایہ دینے کے واسطے ہر چند کو تلاش کیا، مگر شتربان نہ ملے۔ تب قاضی شہر کے پاس ان کی مزدوری کی رقم جمع کرادی۔ اُس نے بھی شہر میں بہت تحقیقات کرائی، مگر اس شہر میں اس حلیہ کے شتربانوں کا کوئی پتہ نہ ملا۔ آپ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

عیدا اس صاحب مزار پر فاتحہ پڑھی اور تین دن وہاں رہ کر ساتھیوں کو جہاز میں گوشت کوڑ کر
گئے تھے، سیر ہو کر گوشت کھلایا، پھر جہازوں پر سوار ہوئے اور لنگر اُٹھالئے گئے۔ اور مخا میں پہنچ
کر ایک مہینہ قیام کیا۔ ناخدا آپ سے رخصت لے کر اپنے گھر گیا۔ ایک ماہ کے بعد اسباب
سفر درست کر کے مخا سے روانہ ہوئے۔ غرض جب یلملم میں پہنچے تو سب اہلِ قافلہ نے غسل کر
کے احرام باندھا اور تمام جماعت کو آپ نے بٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور دُعا کی اور سجدے
میں پڑے رہے۔ بعد ازاں دوستوں کو مبارک باد دی کہ تم سب اپنی مراد کو پہنچے۔ یلملم سے چل
کر تین چار دن میں جدّے پہنچ کر پانچ دن تک وہیں قیام کیا۔ اور سب آسودہ ہو کر پانچویں
دن اُونٹ کرایہ کر کے مکہ معظمہ روانہ ہوگئے۔ حدیبیہ پہنچ کر سب ساتھیوں سمیت دُعا کی اور ۲۹
شعبان ۱۲۳۷ھ ہجری گیارہ مہینے کے سفر کے بعد داخل حرم ہوئے۔ مسجد بیت الحرام کو دیکھ کر
اہلِ قافلہ پر ایک خاص کیفیت اور رقت طاری تھی اور اس قافلہ کی گریہ وزاری کی کیفیت سے
وہاں کے موجود مطوف اور معلم لوگ بھی رونے لگے اور سب نے یک زبان کہا کہ ایسا بابرکت
قافلہ ہم نے زندگی بھر نہیں دیکھا۔ ہر ایک نے اہلِ قافلہ سے سات سات طواف کئے۔ ۱۱
دو رکعات نماز مقامِ ابراہیمؑ میں ادا کی اور باب الصفاء سے باہر ہو کر صفا ومروہ کے میدان میں
جا کر تسبیح وتہلیل کہی اور خشوع کے ساتھ سعی کی اور آپ نے نہایت عجز سے دُعا کی اور حلق وقصر
کر کے احرام عمرہ سے باہر ہوگئے۔

اس کے بعد چاند رمضان المبارک کا دیکھا گیا۔ رمضان کی راتوں میں ہفتہ میں دو بار
سیّد صاحب تراویح کا عمرہ ادا کرنے کے لئے مسجد تنعیم تک دو تین میل جا کر وہاں سے احرام
باندھ کر آتے اور بعد طواف سعی نماز صبح سے پہلے فارغ ہو جاتے۔ صبح کی نماز اوّل وقت شافعی
امام کے ساتھ پڑھ کر اپنے مکان پر چلے جاتے۔ بیسویں تاریخ آپ مسجد الحرام میں معتکف
ہوئے اور رویت ہلال عید کے بعد ادائے نماز مغرب کر کے مکان کو تشریف لے گئے۔ اور ماہ
شوال وذیقعد مکہ مکرمہ میں مقیم رہ کر طواف خانہ کعبہ کا کرتے رہے۔

ملکِ عرب کے بے شمار لوگوں نے سیّد صاحب سے بیعت کی۔ بلغاریہ کے قافلہ میں
ایک متبحر عالم تھا اس کو حضرت نے سندِ خلافت اور صراطِ مستقیم کتاب کی ایک جلد عنایت کی
تھی۔ شیخ محمد عمر مفتی مکہ عرف عبدالرسول جو عبداللہ سراج کا اُستاد تھا اور سیّد عقیل اور سیّد حمزہ تینوں

بزرگ جو صاحب کمال اولیاء مکہ میں سے تھے تینوں نے کشفی طور پر سیّد صاحب کے رُتبہ کو معلوم
کرلیا۔ اور آپ کی اطاعت اختیار کرلی۔ جب آپ طواف کعبہ کرتے، تو یہ تینوں بزرگ بھی
آپ کے ہمراہ طواف میں شریک ہو جاتے۔ بعض بے خبر عربوں نے طعن کیا کہ اتنے بڑے
مرتبہ والے بزرگ اولیاء اللہ ہو کر اس شخص کی پیروی کر رہے ہیں تب انہوں نے فرمایا کہ ہم
نے کشفی طور پر پایا ہے کہ اس شخص کا طواف اور اس کے ہمراہیوں کا طواف مقبول ہے، اس لئے
ہم نے اس کی پیروی اختیار کی ہے۔

چنانچہ ایام حج مبارک آگئے اور آپ نے اپنے قافلے کے ساتھ تمام ارکان حج مطابق
سُنّت ادا کئے۔ لبیک کہتے وقت سیّد نے جبل رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دُعا کے واسطے ہاتھ
اُٹھائے اور تمام حاضرین اور غائبین اور تعلق داروں کے واسطے دُعا فرمائی۔ اس دُعا میں ایسی
رقت کی حالت طاری ہوئی، اور آمین کہنے والوں کو تسکین ہوئی کہ گویا قبول ہی ہو چکی۔ آپ
نے وہاں پر بہت دُعائیں مانگیں، ان میں سے ایک دُعا تو بظاہر قبول ہوئی جس سے معلوم ہوتا
ہے کہ باقی دُعائیں بھی قبول ہوں گی۔ آپ نے یہ دُعا بھی کی تھی کہ اے خداوند کریم تو نے
اس عاجز نیاز مند کے قافلہ کے ساتھ محض اپنے فضل عمیم سے اپنے عطیہ سے معزز وممتاز کر کے
یہ نعمت عظمیٰ نصیب فرمائی ہے سو ہم میں سے کسی کو حاجی لقب سے ملقب نہ فرمانا اور تو ہی قیامت
کے دن اپنے فضل وکرم سے نوازش فرمانا۔ چنانچہ سب مورخین کا اتفاق ہے کہ اس تمام قافلہ
والوں میں سے کوئی بھی حاجی کے لقب سے ملقب نہ ہوا۔ بلکہ مجاہدین، مہاجرین اور شہداء کے
حقیقی القاب سے ملقب ہو کر فائز المرام ہوئے۔

چودھویں ذی الحجہ سے نصف صفر تک حضرت طواف وصلوٰۃ وادائے عمرہ میں مصروف
رہے۔ اس عرصہ میں حضرت نے ایک خط اپنے مُرشد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو لکھا۔ وہ
خط نہایت وضاحت کے آپ کے سفر کا لُب لباب ہے جو تاریخ احمدیہ میں درج ہے۔ چونکہ مکہ
معظمہ میں ان دنوں ایک سیّد آلِ رسولؐ اولادِ علیؓ کرم اللہ وجہہ کے فیوض باطنی سے اصلاح
اُمت کے ربانی سلسلہ میں مصروف عمل تھا۔ اس لئے شاہ عبدالعزیز صاحب نے دہلی میں ان
ایام میں ایک رویائے صالحہ دیکھا۔ بوجہ چند حقائق پر مشتمل ہونے کے اس کا لکھنا بہتر خیال کرتا
ہوں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبدالعزیز صاحب خلف الرشید شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ان دنوں خواب میں ایک بڑا وسیع میدان دیکھا جس میں سفید براق بچھا ہوا تھا۔ اس پر بہت لوگ نورانی صورت بیٹھے ہوئے تھے۔ جن کے فاخرہ لباس تھے اور سب لوگ اس انتظار میں تھے کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تشریف لانے والے ہیں۔ شاہ صاحب مودب ہو کر دوزانوں بیٹھے اور تشریف آوری کے لئے منتظر بیٹھ گئے۔ اچانک قبلہ کی طرف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لا کر مولانا کے رُوبرُو بیٹھ گئے۔ شاہ صاحب مودب دوزانو ہو بیٹھے۔ حضرت امیر المومنینؓ نے سوائے شاہ صاحبؒ کے اور کسی کو مخاطب نہ کیا۔ شاہ صاحب نے حضور کو اپنی طرف مخاطب و مہربان دیکھ کر اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور حسب ذیل چند سوالات حضرت امیر کی خدمت میں عرض کئے۔ اوّل یہ کہ چاروں آئمہ فقہا کے مذہب میں سے آپ کو کون سا مذہب پسند ہے۔ حضرت امیر نے فرمایا ان میں سے کوئی مذہب بھی مجھ کو پسند نہیں اور میرے طور وطریقہ پر ان میں سے ایک بھی نہیں۔ ہر ایک میں کچھ افراط وتفریط ہوگئی ہے۔

دوئم سوال شاہ صاحب نے یہ کیا کہ ان مشہور طریقہ ہائے طریقت میں سے کون سا طریقہ آپ کے طور طریقہ پر ہے اور آپ کو پسند ہے جو کہ مشہور اولیاء اللہ کی طرف منسوب طریقے ہیں۔ حضرت امیر نے جواباً فرمایا، ان میں بھی کوئی طریقہ میرے طریقہ پر نہیں۔ ہر طریقے میں کچھ کچھ چیزیں میری مرضی کے خلاف میرے طریقہ میں شامل کر لی ہیں۔ اس وجہ سے سب سلوک کے طریقے ہمارے طریقہ سے دور جا پڑے ہیں۔ کیونکہ ہمارے عہد میں صرف تین طرح کا شغل ہوا کرتا تھا۔ جس سے حصول تقرب الٰہی کا نتیجہ ملتا تھا۔ یعنی:

۱۔ ذکر

۲۔ تلاوتِ قرآن مجید

۳۔ اور نماز

اب ان لوگوں نے ذکر کو شغل مقرر کر لیا ہے اور تلاوتِ قرآن مجید کو اور نماز کو جو معراج المومنین اور حقیقی شغل ہے ان کے سوا اور کوئی شغل ہی نہیں سمجھا جاتا۔ پھر شاہ صاحب نے عرض کیا کہ اگرچہ مجھ کو چند طریقوں سے نسبت اور توسل آنجناب سے حاصل ہے۔ لیکن ملتجی ہوں کہ بلاواسطہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کروں۔ تب حضرت امیر نے اپنے دست

مبارک پھیلا کر شاہ صاحب سے بیعت لی۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس بیعت سے بہت سارے امور معظم کا القاان کے باطن پر ہوا۔ اس کے بعد شاہ صاحب نے عرض کی کہ اکثر صحابہ خصوصاً قریش نے آپ سے جھگڑے اور مخالفتیں جو کہ ہیں، ان کی اصلیت کیا ہے اور اُن مخالفت کرنے والوں کی نسبت کیا حکم ہے؟.....

اس کے بعد مدینہ منورہ کے سفر کی تیاری کی گئی۔ اور حاکم مکہ احمد پاشا کی معرفت ایک سو بیس اونٹ کرایہ پر لے کر زادِ راہ وضروریات سفر ہمراہ لے کر یہ قافلہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ سیّد صاحب کے ملک عرب میں پہنچنے پر یہ شہرت عام ہوگئی تھی کہ ہندوستان سے ایک سیّد آیا ہے جس کے ہمراہ سات سو پچاس آدمیوں کا قافلہ ہے اور سب کے اخراجات کا متکفل وہی ہے اور کہ وہ بڑا مالدار ہے۔

یہ بشارت سن کر بدوی لیٹرے راہزن انتظار میں تھے کہ یہ قافلہ کب مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوگا۔ بدو گھڑیاں گن رہے تھے اور سیّد صاحب کو بھی بدوؤں کے ارادہ کا علم ہو چکا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ بجز قلم تراش کے کوئی ساتھی کسی قسم کا ہتھیار پاس نہ رکھے۔ آپ کے خیال میں اس سرزمین کے لیٹروں سے مقاتلہ کرنا ارضِ حرم کی ہتک تھا۔ بعد از روانگی پہلی منزل وادی فاطمہ میں ہوئی۔ یہاں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی مرقد ہے۔ قریب نصف شب آپ معہ چند رفیقوں کے زیارت کے واسطے تشریف لے گئے۔ مصنف مخزن احمدی جو حضرت سیّد کا خواہر زادہ وہم اور ہر سفر میں حضرت کا ہمراہی تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ مرقد مبارک پر ہم کو تازہ انگور کے خوشے غیب سے عنایت ہوئے، حالانکہ یہ انگور کی فصل کا موسم نہ تھا۔

دوسری منزل مقام جحفہ میں قیام کیا جہاں شتر بانوں اور قافلہ والوں کی آپس میں لڑائی اور مار پیٹ بھی ہوئی، مگر حضرت نے درمیان میں آکر صلح کرا دی۔ غرض کہ نصف راستہ طے کیا ہوگا اور قافلہ اس پہاڑ کے محاذ پر پہنچا جہاں راہزنوں کا سردار سعد نام رہا کرتا تھا۔ اور وہ اس قافلہ کے آنے کا مدت سے انتظار کر رہا تھا۔ اہل قافلہ کو تمام رات بھر خطرہ تھا، مگر قافلہ سالار مقلب القلوب کا محبوب تھا، نصف رات کے وقت سعد ڈاکو معہ اپنے رفیقوں کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بعد از مصافحہ ومعانقہ دیر تک کھڑا رہا پھر آپ کے حضور بیٹھا رہا۔ بوقت رخصت حضرت نے چند تحفے اس کو عنایت فرمائے۔ پھر یہاں سے چل کر وادی صفرا میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

شیخ عبدالرحیم یمنی اور حضرت ابوعبیدہؓ ابن الحارث ابن عمر رسول ﷺ کے مزار پر مشرف ہو [illegible]
جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ پھر چل کر ایسی جگہ قیام کیا جہاں سے مدینہ منورہ صرف تین
کوس تھا۔ اس دن حضرت کو بخار اور دردِ سر لاحق تھا۔ راہزنوں کی نسبت یہ معلوم ہوا کہ ان کا
ارادہ قافلہ لوٹنے کا تھا۔ مگر قافلہ والے شتربانوں کا سردار جو سعد ڈاکو کا رشتہ دار تھا۔ اس نے
آگے بڑھ کر سعد کو سمجھایا کہ اس قافلہ میں سوائے خورد ونوش کے اسباب کے، نقدی کچھ نہیں۔
اس کے علاوہ احمد پاشا سلطان روم نے یہ قافلہ میری حفاظت میں اور ذمہ داری پر سپرد کیا ہے
اگر تم کو حملہ ہی منظور ہو تو ہمارے پیچھے مغربی لوگوں کا قافلہ آرہا ہے اس سے نپٹ لینا۔ یہ حال
سن کر قطاع الطریق واپس ہوگئے۔

اس مقام پر سیّد صاحب نے خواب میں حضرت رسالت مآب ﷺ کو حضرت علی کرم
اللہ وجہہ کے اور معہ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اور حضرت امام حسن اور
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دیکھا جو حضرت کی بیمار پُرسی کو تشریف لائے تھے، ان میں سے
ہر ایک بزرگ نے آپ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی اور آپ کو بہت بہت بشارتیں سنائیں۔
تب آپ نے مدینہ میں تشریف لا کر شہر کے باہر عیدگاہ کے قریب قیام کیا۔ اور فجر کو دروازہ کھلنے
کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ مسجد نبوی میں اشراق کی نماز ادا کی۔ اور روضۂ نبویؐ کی زیارت
سے شرف اندوز ہوئے۔

پھر چند مکان کرایہ پر لے کر ان میں خود معہ خاندان اور دوسروں میں اہل قافلہ کو دے
دیا۔ پچیس دن تک مقامات متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ اس عرصہ میں اہل
مدینہ میں سے بہت لوگ آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے جس میں سے ایک خواجہ الیاس
صاحب غوث مدینہ طیبہ کے تھے اور اولیاء اللہ کبار میں سے تھے۔ ان کی وجہ سے بہت دفعہ
حضرت کو مرقد مبارک میں داخل ہو کر دو دو گھنٹہ مراقبہ میں پاس بیٹھنے کے لئے موقعے دیئے
جارہے تھے۔ حضرت کے مدینہ میں قیام کے دنوں میں آپ کے ہمراہیوں سے مولوی معین
الدین پھلتی جو زیادہ بیماری کے سبب معہ اپنے فرزند مولوی وحیدالدین کے مکہ میں رہ گئے تھے،
انتقال کر گئے۔ جس دن ان کی وفات ہوئی اسی دن سیّد عمر صاحب معروف بہ عبدالرسول نے
جو مکہ شریف کے اولیاء میں سے تھے اور سیّد صاحب کے معتقدین میں سے تھے، مولوی وحید

الدین کو یہ بشارت سنائی کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ بہ برکت بیعت سیّد صاحب تمہارے
والد کی مغفرت ہوگئی ہے اور میں نے اس کی مغفرت کا ذکر ملاءِ اعلیٰ میں سنا ہے۔ اور ادھر مدینہ
میں سیّد صاحب نے اسی دن دوستوں سے کہہ دیا کہ آج مولوی معین الدین کا مکہ میں انتقال
ہوگیا ہے اور اس کی مغفرت کا تذکرہ بھی ملاءِ اعلیٰ میں ہو رہا ہے۔ جب مدینہ سے قافلہ واپس
مکہ میں آیا تو مقابلہ کرنے سے معلوم ہوا کہ جس دن سیّد صاحب نے خبر وفات کی دی تھی، وہی
دن ان کی وفات کا تھا۔

غرض ۲۵ روز قیام مدینہ کے بعد موسم سرما نے زور کیا۔ قافلہ والوں کے پاس سرمائی
جامے نہ تھے۔ پھر بھی اہل قافلہ مدینہ سے جانے پر راضی نہ تھے۔ ۲۶ ربیع الاوّل ۱۲۳۸ھ کو سیّد
صاحب نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا، اور آپ نے متبسم ہو کر فرمایا، اے احمد! اب تو
مدینہ سے روانہ ہو جا، تیرے قافلہ والی سردی سے تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ تب آپ نے تین دن
سفر کی تیاری کر کے ۲۹ ربیع الاوّل مدینہ سے کوچ کر کے ذوالحلیفہ میں پہنچ کر عمرہ کا احرام
باندھا اور بعد طے منازل بخیریت مکہ پہنچ گئے۔ جب رمضان آیا تو اس میں بھی مثل رمضان
سابق صوم وصلوٰۃ واعتکاف میں مشغول رہے۔ پندرہویں شوال کے بعد سیّد صاحب کو الہام ہوا
کہ وہ وطن کو اب مراجعت کرے۔ تب پندرہ دن میں تہیہ سفر درست کیا اور یکم ذی قعدہ ۱۲۳۸ھ
کو بعد ادائے نماز مغرب بادلِ محزون اس مقدس شہر سے وطن کو روانہ ہوئے اور جدہ پہنچے۔ اس
چودہ ماہ کے قیام میں حضرت کی ذات سے اہل عرب، رُوم اور مصر وشام وغیرہ کو بہت فائدہ
پہنچا۔ علاوہ مذکورہ بالا بزرگوں کے شیخ مصطفےٰ حنبلی اور شیخ شمس الدین شطا مصری واعظ بیت
الحرام آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ مولوی عبدالحی صاحب نے مطابق ارشاد سیّد صاحب
صراطِ مستقیم کا ترجمہ عربی کر کے ان لوگوں کو دیا۔ شیخ محمد علی ہندی مدرس مکہ معظمہ اور حافظ مغربی
شیخ احمد بن ادریس وزیر سلطان مغربی، جن کو صحیح بخاری معہ قسطلانی حفظ تھی اور عمر بن عبدالرسول
مشہور محدث حنفیہ اور شیخ بخارائی مدرس مدینہ منورہ اور ہزار ہا علماء اور عامی حج کو آئے ہوئے
اکنافِ عالم کے آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ نے تمام اسلامی ممالک میں اپنے خلفاء مقرر
کیے اور تبلیغ احکامِ الٰہی کی پہنچائی۔ خفا کے لوگوں کو بھی آپ سے بہت فائدہ ہوا۔ وہاں کے بہت
لوگ زیدیہ عقائد سے تائب ہو کر اہل سنّت میں آگئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جدہ میں چھ دن مقیم رہ کر جہاز کا انتظام کر کے ساتویں دن روانہ ہوئے اور مخا کو ساتویں دن پہنچے اور بالخصوص فرقہ زیدیہ کی ہدایت کے خیال سے آپ نے اس جگہ پندرہ دن قیام فرمایا نہایت معتمد راویوں کا بیان ہے کہ اس سفر میں بہت جنوں سے اور بادشاہ جنات سے حضرت کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بیعت کی۔ اور ان کی ہدایت فرمائی۔ گویا رسالت مآب ﷺ کی لیلۃ الجن والے واقعہ کے مانند آپ کے ساتھ بھی، جن قوم کو ہدایت کرنے کا معاملہ پیش آیا۔ اور لاکھوں کی تعداد میں جنوں نے آپ سے بیعت کی۔ نواب وزیر الدولہ والی ٹونک نے بھی اپنی کتاب میں اس واقعہ کو لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے ہمراہ سفر وحضر میں ہزاروں جن ہمراہ رہا کرتے تھے۔

یہ دن برسات کے تھے جس میں سمندر گرم ہوتا ہے۔ مخا سے روانگی کے چودھویں دن بمبئی میں پہنچے۔ اہل بمبئی کو ان خراب ایام میں اس قدر سرعت سے جہاز کے پہنچ آنے کی جب اطلاع ہوئی تو سخت متعجب ہوئے کیوں کہ ان ایام میں بمشکل جہاز چالیس دن میں پہنچا کرتا تھا۔ یہ لوگ مدت سے آپ کی واپسی کے منتظر تھے۔ کلکتہ کے مانند یہاں کے لوگ بھی ہزاروں کی تعداد میں آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ دین کے ترویج کے لئے یہاں بھی آپ نے چند اپنے خلیفے مقرر کئے۔ پھر خود ہی دریا کے راستے روانہ ہو کر حسب سابق کلکتہ جا پہنچے اور دو مہینے آپ نے یہاں قیام فرمایا۔ اس دفعہ بھی مثل سابق ہزار ہا خلق خدا بیعت سے شرفیاب ہوئی۔ ایک شخص سیّد حمزہ نام سوداگر جواہرات نے آپ سے سندِ خلافت اور نقلِ صراط مستقیم حاصل کی۔ کلکتہ کا ایک اجل مولوی راشد نام اپنے علم وفضل پر بہت نازاں تھا۔ اور سیّد صاحب کے بارے میں بالکل لاپرواہ تھا۔ ایک دن مولوی نعمت اشرف صاحب اُس کو لے آئے۔ آپ اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ سلام علیک کے بعد سیّد صاحب نے اُن کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ کھانے پر بٹھالیا۔ معاً ہاتھ پکڑنے کے مولوی راشد پر غشی طاری ہوگئی اور گر پڑے جب ہوش آیا تو غرور سے تائب ہو کر نہایت حُسنِ عقیدت سے حضرت سے بیعت کر لی۔ فرمایا کرتے تھے حضرت کے ہاتھ میں میرا ہاتھ پکڑا جانے کے ساتھ ہی علوم فلاسفہ ومنطق کے مانعات سے یک دم یک سُو ہو کر فیضانِ الٰہی سے میرا دل سیراب ہوگیا اور اس اچانک تغیر کو میرا دل برداشت نہ کر سکا اور بے ہوش ہوگیا۔

اس کو سیّد صاحب نے اپنی ایک قمیص بھی دے دی تھی۔ اس کے بعد مولوی راشد کو بہ برکت دُعائے حضرت کلکتہ کی عدالتِ عالیہ میں سرکاری طور پر مفتی کا عہدہ بھی مل گیا۔ دو ماہ کے قیام کے بعد بذریعہ کشتیوں کے دریائی راستے پر آپ معہ قافلہ اُنہی قیام گاہوں کے راستوں سے، جن سے گئے تھے، خلق اللہ کو ہدایت کرتے ہوئے ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ء ہجری کو بعد از مسافرت دو سال، اپنے وطن مالوف میں مراجعت فرما ہوئے۔

فتح پنجاب کے متعلق سیّد صاحب کی پیش گوئی

نواب وزیر الدولہ مرحوم نے لکھا ہے کہ سیّد صاحب بار ہا فرمایا کرتے تھے کہ فیض ایمانی جو میری وساطت سے خلقِ خدا کو پہنچا وہ بفضلہٖ ترقی کرتا رہے گا اور انشاء اللہ ہندوستان سے خراساں تک شرک اور بدعت سے میرے ہاتھوں سے کلیۃً پاک وصاف ہو کر انوار اسلام و دیانت سے منور ہوگا۔

سیّد محمد یعقوب حضرت کے خواہر زادہ سے روایت ہے کہ بروقت روانگی بطرف ملک خراساں سیّد صاحب نے اپنی ہمشیرہ والدہ محمد یعقوب سے فرمایا تھا کہ اے میری بہن میں تجھ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک اور ایران کا رفض اور چین کا اور افغانوں کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر مُردہ سُنّت زندہ نہ ہولے، اللہ رب العزت مجھ کو دنیا سے نہیں اُٹھائے گا۔ اگر مذکورہ واقعات کے ظہور سے پہلے کوئی شخص میری موت کی خبر تجھ کو دے اور خبر کی تصدیق پر حلف بھی اُٹھائے کہ سیّد احمد میرے رُو برو مر گیا یا مارا گیا ہے تب بھی تم اس کے قول پر اعتبار نہ کرنا۔ اس لئے کہ میرے رب نے مجھ سے پختہ وعدہ کیا ہے کہ ان اُمور مذکورہ کو میرے ساتھ سے پورا کر کے مجھے مارے گا۔ نیز آپ کے سفر جہاد سے پہلے غالباً سفر حج میں بار ہا آپ کو الہام ہوا تھا کہ پنجاب کا ملک آپ کے ہاتھوں سے فتح ہوگا۔ اور پشاور سے دریائے ستلج تک مانند ہندوستان کے امن وامان سے وطن رشک چمن ہوگا۔

ان متواتر وعدہ ہائے الہامی سے حضرت کے تمام مرید واقف تھے۔ نیز آپ نے اپنے خطوط میں صریح اور واضح الفاظ میں تمام اُمرائے ممالک اسلام مانند بادشاہ بخارا اور بادشاہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کاشغر و خوانین علاقہ جات یاغستان و سرداران کابل یہ دعویٰ نہایت تحدی کے ساتھ لکھ کر کیا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ سے وعدہ ہے کہ وہ مجھے ضرور ولایتِ پنجاب پر فتح یاب کریگا۔

نواب وزیر الدولہ لکھتے ہیں کہ ٹونک سے اجمیر تک سفر میں خود میں سیّد صاحب کے ہم رکاب تھا۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ سفر میں کبھی ایک طرف مخاطب ہو کر سلام علیک کرتے اور کبھی سلام کا جواب دیتے۔ اور کبھی کچھ ارشاد فرماتے، کبھی سوالات کا جواب دیتے۔ واللہ اعلم یہ سوال جواب کی کیفیت قوم جنات کے ساتھ تھی یا سلام دینا لینا ارواحوں یا ملائکہ سے تھا۔ یا رجال الغیب وارواح قدسی سے معاملہ تھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک گروہ رجال الغیب کا خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ سفر وحضر میں میرے ساتھ رہتا تھا۔ اور جس ملک یا شہر میں ترویج وانتشار ہدایت ہونیوالا ہو، وہاں یہ قدسی جماعت کثیر تعداد میں دیکھی جاتی ہے۔ اور جس جگہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہدایت کی نشر کی نسبت کم ہو تو یہ قدسی جماعت وہاں کم ہوتی ہے اور جس مقام پر مجاہدین کا لشکر ڈیرہ ڈالتا ہے اس سے آگے قدرے فاصلہ پر یہ قدسی جماعت اتر پڑتی ہے جب ہم چلنے کا ارادہ کرتے ہیں، تب وہ آگے چلتے ہیں اور میں ان کے قدم بقدم چل پڑتا ہوں۔ جس طرف ارادہ الٰہی ہو، یہ جماعت بطور راہبر آگے آگے اور ہم ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض دفعہ آپ سفر میں ایک جگہ بلا سبب ہفتوں مقیم ہو جاتے اور پھر بلا سبب ظاہر یک بیک چل دیتے تھے۔

صاحب مقالات طریقت نے یہ بھی لکھا ہے کہ مفتی الٰہی بخش صاحب ساکن کاندھلہ جنہوں نے ساتواں دفتر مثنوی مولانا روم کا لکھا ہے فرمایا کرتے تھے، ساٹھ برس جو ہم نے پیسا تھا (یعنی پڑھا پڑھایا تھا) وہ سب دلیا تھا۔ اب سیّد صاحب کی بدولت وہ سب کارآمد ہو ہوگیا۔ یہ مفتی باوجود اس قدر علم وفضل کے اس دیار میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ سیّد صاحب کی نعلین برداری کو اپنا شرف جانتے تھے۔ ذوالعجائب امر یہ تھا کہ مولانا اسماعیل ومولانا عبدالحی جیسے موحد ومبلغ ومانع شرک اور خود یہ تمام جماعت جس کو مخالفین اسی سبب وہابی کہتے تھے کہ یہی لوگ بغیر اللہ تعالیٰ کے کسی ولی یا نبی یا بزرگ سے استعانت واستمداد سے روکتے تھے اور مزارات اولیاء اللہ سے طلب مراد کو شرک بتلاتے تھے، مگر خود یہ سب ہر ولی اللہ کے مزار پر جایا کرتے تھے اور سیّد صاحب کی برکات باطنہ سے تمام سلوک کے مدارج طے کر چکے تھے اور

اکابرین متصوفین میں سے تھے۔ اور ان کو سیّد صاحب سے ایسی عقیدت تھی جس کی نظیر کسی پیری مریدی میں نہیں ملتی۔

سیّد صاحب ٹونک سے اجمیر جا کر اجمیر سے دہلی پہنچے۔ اور وہاں سے سہارنپور وغیرہ درمیاں دوآب شہروں میں سے ہوتے ہوئے براستہ پانی پت وکرنال وتھانیسر ۱۲۴۱ء وغیرہ بمطابق ۱۸۲۳ء بارادۂ جہاد سکھاں علاقہ یاغستان کی طرف روانہ ہوگئے۔ رائے بریلی سے فتح پور کانپور، گوالیا، ٹونک، اجمیر جے پور سے براستہ امرکوٹ، حیدرآباد سندھ، سکھر، شکارپور تھا جیسر سے ممدوٹ، مالیر کوٹ، بہاولپور، حیدرآباد سندھ شکارپور، خاگن، خان گڑھ، درۂ دہادر، درہ بولان، پشین، قندھار، کابل سے ہوتے ہوئے درہ خیبر پشاور آپہنچے۔ اور اسی راستے آپ کی زندگی تک ہندوستان سے مہاجرین ومجاہدین کی مالی امداد کے لئے بھی آمد ورفت رہی گو مانعات ومشکلات آئندہ چل کر بہت ہوگئیں تھیں۔ اور پشاور سے چل کر موضع خویشگی ہشت نگر میں قیام کیا۔

مذکورہ تمام ممالک میں ہدایت وتبلیغ جہاد کرتے اور مجاہدین ہمراہ لیتے اور امراء ممالک مانند امیر دوست محمد خان وغیرہ کل سلاطین کابل، مشرف بہ بیعت کرتے آئے تھے۔ اکثر ہر مقام اور ہر جگہ خرق عادات امور وکرامات لوگوں نے آپ سے دیکھیں جن کی تفصیل متعدد تاریخوں میں موجود ہے۔

حضرت کا یوسف زئی علاقہ میں آکر قیام فرمانا بہ ارادۂ الٰہی ہندوستان سے ہی آپ کا اصل مقصد تھا۔ جب آپ اس ملک وقوم میں وارد ہوئے تو تمام اہل ملک مرد وزن آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے (خود راقم عبدالجبار شاہ کا دادا، دادی اور پردادی بھی اور نانا، نانی بھی حضرت سیّدؒ کی بیعت سے مشرف تھے۔ اس وطن کے تمام لوگ آپ پر مثل پروانہ کے فدا ہونے لگے۔ جس شتر پر آپ سوار ہوتے تھے، اس کے زین پوش کو لوگ تار تار کر کے آپس میں بانٹ لیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اس اونٹ کی پشم بھی لوگ تبرکاً لے لیتے تھے۔

پہلے مقام پر غازیوں میں ایک نا ملوث غلہ فی سیر تین کس میں تقسیم کیا گیا، کیونکہ لشکر کثیر تھا۔ باوجود عسرت کے ہر مجاہد شاداں وفرحاں تھا۔ سیّد صاحب نے غازیوں کو یقین دلایا کہ رزاق مطلق ذوالقوۃ المتین ہے، وہ ضرور تم کو روزی پہنچاتا رہے گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

رات کے وقت کا شعار حسب قاعدہ فوجی (رات کا نام) مقرر کیا جاتا تھا۔ اور سب غازی حضرت کے اردگرد بستر کر کے سو رہے تھے۔ پہلے دن بعد نماز تہجد تمام غازیوں نے حضرت کے پیچھے نماز ادا کی۔ بعد از طلوع آفتاب سردار سیّد محمد خان برادر امیر دوست محمد خان کثیر التعداد لوگوں کے ہمراہ آکر بیعت سے مشرف ہوا۔

جب سیّد صاحب کے ورود اور ارادہ جہاد کی خبر دربار لاہور کو پہنچی تو سردار بدھ سنگھ معہ دس ہزار فوج وسامان حرب وضرب روانہ کیا گیا۔ بدھ سنگھ نے بمقام اکوڑہ خٹک پہنچ کر اپنے لشکر کو مستحکم و منظم کیا۔ مجاہدین کے لشکر اور سکھ فوج کے درمیان دریائے لنڈہ حائل تھا۔ جدال وقتال شروع کرنے سے پہلے سیّد صاحب نے ایک اعلام نامہ دربار لاہور کو بدیں خلاصہ لکھا کہ سب سے پہلے ہم تم کو اسلام کی نعمت اور ہدایت الٰہی کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ اگر تم اس کو قبول کرتو ہم تمہارے معین ومددگار و خیر خواہ ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ہم تم یکساں باہم دیگر برادر ہو جائیں گے۔ یہ ہدیہ ہم جبراً نہیں پیش کرسکتے کہ جبر فی الدین اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔

٢۔ دوئم اگر یہ منظور نہ ہو تو اپنے مذہب پر قائم رہ کر حسب سابق تم ہماری اسلامی حکومت کی اطاعت قبول کرو اور جزیہ ادا کرو۔ اس صورت میں بھی جب تک تم اطاعت میں رہو گے تمہاری جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری اپنی جان کے برابر ہمارا فرض ہوگا۔

٣۔ سوئم اگر مذکورہ بالا شرائط منظور نہ ہوں تو پھر جنگ کے واسطے تیار ہو جاؤ۔ تم کو ہماری جمعیت کم معلوم ہوگی، لیکن تمام مسلمانانِ ہندوستان و یاغستان راہِ خدا میں جان ومال فدا کرنے پر آمادہ ہیں اور ہم لوگ شہادت کی موت کو حیات سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔

دربار لاہور نے اس اعلام نامہ کا جواب نہ دیا۔ اور قاصد کو نخوت سے دربار سے نکلوا دیا سیّد صاحب کے لشکر میں دوصد مجاہدین قندہاری تھے۔ انہوں نے ایک جاسوس اسلامی لشکر میں آیا ہوا شناخت کر کے حضور کے پیش کیا۔ وہ قائل ہوگیا اور تائب ہو کر بیعت سے مشرف ہوگیا۔ اور وعدہ کیا کہ اب لشکر کفار کی اطلاعات لایا کروں گا۔ بوقت شب اس کو معرفت اللہ بخش خان جمعدار اپنی فوج سے بے آرام بدھ سنگھ کے لشکر کی طرف نکال دیا۔ دوسرے دن امیر خان رئیس خٹک نے حاضر ہو کر اور بیعت سے مشرف ہو کر عرض کی کہ میرے ایک گمراہی بھتیجا نے جس کا نام خواص خان ولد فیروز خان ہے، میری مخالفت کی وجہ سے سکھ فوج کو لا کر اکوڑہ

میں بٹھایا ہے اور سکھوں کا ارادہ ہے کہ دریا سے پار ہو کر ملک سمہ یوسف زئی کو درہم برہم کریں۔ اس لئے قرین مصلحت یہ ہے کہ دشمن کے لشکر کو دریا سے پار اُتر کر امدادی قوم یوسف زئی اور ملک سمہ کو برباد نہ کرنے دیا جائے۔ بلکہ آپ پیش قدمی کر کے خود دریا سے پار ہو کر اُس کا مقابلہ کریں۔ یہ مصلحت سیّد صاحب کو پسند آئی۔ اور دریا سے اکوڑہ کی طرف پار کنارہ سے اس پار آنے کا ارادہ کیا۔ سیّد صاحب نے رزق کی تکلیف کے لئے دُعا کی۔ ایک شخص کشتی میں آٹا لایا۔ وہ صرف پندرہ من تھا اور لشکر کثیر تھا۔ آپ نے برکت کے لئے دُعا کر کے تقسیم کا حکم دیا جو معجزانہ طور پر تمام لشکر پر کافی ہوگیا۔ آپ کا لشکر اس وقت آٹھ جماعتوں یا پلٹنوں میں تقسیم تھا۔ ایک جماعت خاص سیّد صاحب کے ماتحت تھی جس کا نائب سردار مولوی محمد یوسف صاحب پھلتی تھا۔ یہ جماعت ہمیشہ میمنہ پر رہا کرتی تھی۔

دوئم جماعت مولوی اسماعیل صاحب کی تھی یہ جماعت ہمیشہ مقدمہ الجیش ایڈوانس گارڈ رہا کرتی تھی۔

سوئم جماعت سیّد محمد یعقوب صاحب کی تھی جس کا نائب سردار شیخ بڈھن تھے یہ ہمیشہ میسرہ لفٹ ونگ میں رہا کرتی تھی۔

چہارم جماعت اللہ بخش خان کی تھی۔ یہ جماعت ہمیشہ ساقہ یعنی ریزروگارڈ رہا کرتی تھی۔

پنجم جماعت ملاں لال محمد قندہاری کی سرداری کے ماتحت رہا کرتی تھی۔

ششم جماعت کا سردار قطب الدین ننگر باری تھا۔

ہفتم جماعت کا سردار میرزا احمد بیگ پنجابی تھا۔

ہشتم جماعت کا سردار جعفر خان قندہاری تھا۔

آخر الذکر چار جماعتیں قلب لشکر میں رہتی تھی۔ مذکورہ جماعتوں کے علاوہ ایک گروہ مجاہدین کا معین لشکر گاہ میں رہتا تھا۔

سیّد صاحب معہ وزراء خود قلب لشکر گاہ میں رہا کرتے تھے۔ خویشگی سے چل کر آپ نوشہرہ پہنچے۔ تو بدھ سنگھ کے اکوڑہ میں استحکام کر لینے کی خبر آپ کو ملی۔ آپ نے فرمایا کہ قبل از

toobaa-elibrary.blogspot.com

غروب آفتاب ہر شخص اپنے کھانے سے فارغ ہولے۔ آپ نے اپنے مشیروں سے مشورہ کر کے ایک سریہ یعنی شب خوں تیار کیا۔

جنگ اکوڑہ خٹک

تمام جماعتوں میں سے چیدہ چیدہ جوان لے کر اللہ بخش کے ماتحت کر کے اُس کے سر پر اپنی دستار بندھوادی۔ پہلے اللہ بخش خان دریائے لنڈہ سے پار ہو کر حسب حکم قیام گاہ مقرر کر آیا، پھر مذکورہ لشکر پار اترنے لگا۔ جب سب پار ہو چکے اور جمعدار حضور سے رخصت ہونے لگا تو آپ نے فرمایا ہر مجاہد آگے بڑھنے سے پہلے گیارہ مرتبہ سورۃ لایلٰف قریش پڑھے۔ کل نفری مجاہدین کی سریہ کی نو صد تھی۔ بدھ سنگھ کی فوج دس گنا تھی۔ سب مجاہدین نے ایک دوسرے سے معافی وتقصیر مانگ کر شہادت کی موت کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ملکیوں کی راہبری میں یہ لوگ تین گھڑی رات باقی تھی کہ دشمن کی لشکر گاہ کے قریب پہنچ گئے۔

دشمن نے کیمپ کے گرد خار بندی کر لی ہوئی تھی۔ اہل سریہ نے غافل دشمن کے سر پر پہنچ کر یکبارگی نعرہ تکبیر بلند کیا اور خار بندی کے اندر داخل ہو گئے۔ سنتری نے پہلا فائر کیا اور شیخ باقر علی عظیم آبادی سب سے پہلے شہید ہو گئے۔ غازی سکھوں کو قتل کرنے میں مصروف تھے۔ ہر ایک مجاہد نے بقدر ہمت مقابلہ کیا۔ عبدالمجید خان جہان آبادی نے چودہ کفار قتل کئے۔ ملکی مجاہد لوٹ میں مصروف ہو گئے۔

ہدایت اللہ مخنث نے آٹھ کافر ہلاک کیئے اور اللہ بخش خان شمیر خان، غلام رسول خان وحید خاں و شیخ ہمدانی و حسن علی و شیخ بڈھن و شیخ رمضان نے بے حد داد شجاعت دی۔ اور ان کی تکبیروں نے دشمن کے کلیجے ہلا دیئے تھے۔ غازیوں نے دشمن کے توپ خانہ پر قبضہ کر لیا۔ سردار بدھ سنگھ اپنے خیمے سے نکل یکسو ہو گیا۔ مگر افسوس کہ اس سریہ میں جس قدر ملکی تھے وہ سب لوٹ میں مصروف ہو گئے اور قتال کی ترتیب برباد ہو گئی۔

بدھ سنگھ ہٹ کر اکوڑہ کے گاؤں میں پہنچا اور نقارہ جنگ وہاں بجوایا جس پر سکھ منتشر فوج

جمع ہو گئی۔ اور ان کی قواعددان پلٹنوں نے چند باڑیں ماریں جن سے کارآمد بہادر غازی شہید ہو گئے۔ اللہ بخش خان کی خواہش تھی کہ جمعیت کو اب خار بندی سے نکال لے۔ مگر چند غازیوں نے اُس کو واپسی کا کہا تو وہ پھر مقاتلہ میں مصروف ہو گیا۔ یہاں تک کہ شہادت پائی۔ لڑائی جاری تھی یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی۔ تب بہ رہنمائی اکبر خان مومنوں کا لشکر خار بندی سے نکلا۔ اور دشمن نے ان کے پیچھے باہر ایک قدم نہ رکھا۔ دشمن کے کیمپ سے دو میل کے فاصلہ پر مجاہدین نے اذان دی اور باجماعت نماز صبح ادا کی۔ جب یہ سریہ مظفر ومنصور حضور کے پاس پہنچا تو شہدا کے لئے دعائے مغفرت کی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی۔ یہ جنگ ۲۰ جمادی الاول ۱۲۴۲ء مطابق ۲۱۔ دسمبر ۱۸۲۶ء پہلا مقابلہ سکھوں سے واقعہ ہوا۔ اس جنگ میں ۳۸ آدمی ہندوستانی شہید اور ۳۵ آدمی زخمی ہوئے جن کے نام نامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ اللہ بخش خان افسر سریہ
۲۔ شیخ باقر علی قاسم غلہ
۳۔ عبدالمجید خان جہان آبادی
۴۔ شمشیر خان جمعدار مورانوی
۵۔ شیخ بڈھن
۶۔ شیخ رمضان مورانوی
۷۔ شیخ ہمدانی خالص پوری
۸۔ علی حسن گھوی
۹۔ غلام حیدر خان خالص پوری
۱۰۔ غلام رسول خان خالص پوری
۱۱۔ خدا بخش خان بمبئی
۱۲۔ شاول خان خیر آبادی
۱۳۔ کریم بخش خان بڈھانوی
۱۴۔ میاں جی احسان اللہ بڈھانوی
۱۵۔ شیخ معظم جگدیش پوری
۱۶۔ دین محمد کوا ہرستانی بسیواڑہ
۱۷۔ عبادل اللہ مئو
۱۸۔ قاضی طیب
۱۹۔ امام خان خیر آبادی
۲۰۔ اولاد علی ماڈوی
۲۱۔ ہمایوں بیگ لکھنوی
۲۲۔ اماالدین خان رامپوری
۲۳۔ باز خان خالص پوری
۲۴۔ سیّد محمد لوہاروی
۲۵۔ محمد کمال خرم پوری
۲۶۔ فہیم خان حسین پوری بڑھانوی
۲۷۔ سیّد عبدالرحمٰن سیالی
۲۸۔ شیخ مخدوم مسجد فتح پوری دہلی

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۹۔ غلام نبی خان گوالیاری ۔۔۔ ۳۰۔ عبدالرزاق دیوبندی
۳۱۔ جوہر خان لکھنوی ۔۔۔ ۳۲۔ منور خان ملیح آبادی
۳۳۔ عبدالجبار موانوی ۔۔۔ ۳۴۔ حیات خان مورانوی
۳۵۔ برکت اللہ بنگالی ۔۔۔ ۳۶۔ سید عبدالرحمن سندھی
۳۷۔ حسن خان سندھی

مجھے اس خلاصہ حالات میں اسم وار شہداء کے نام لکھنے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ صرف ۳۸ شہداء میں کس قدر مختلف لوگ اکناف ہند کے شامل تھے جو شہید ہوئے۔ اس سید صاحب کے لشکر کے غازیوں کی کل تعداد پانچ ہزار تھی جن کو آٹھ پلٹنوں میں تقسیم کیا گیا اور فی پلٹون چھ صد غازی مقرر کئے گئے تھے۔ اس جنگ میں سکھ فوج کے سات سو سپاہی مارے گئے اور زخمی بھی تقریباً اس قدر ہوئے تھے۔ یہ جنگ شب خون جو صرف نو سو غازیوں نے کی تھی، بدھ سنگھ اس قدر خوفزدہ ہوگیا کہ اس نے واپس لاہور آنے کا ارادہ کرلیا۔ مگر اٹک کے قلعہ دار نے اس کو سمجھایا کہ اس طرح تیری واپسی کا نتیجہ بہت بُرا ہوگا اور اٹک تک کا تمام مفتوحہ علاقہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ایک مذہبی ناتجربہ کار جوشیلے گروہ کے شب خون نے سکھوں میں دربار لاہور تک تہلکہ مچا دیا۔ اور مسلمانانِ سرحد میں دلیری برقی لہر یک دم دوڑ گئی۔ اور مسلمان جوق درجوق مبارک باد کے لئے سید صاحب کے پاس جمع ہوگئے۔ اور سید صاحب نے اس جنگ کے حالات لکھ کر ہندوستان روانہ کئے۔

اس واقعہ کے دو روز بعد خادی خان رئیس ہنڈ نے حاضر ہوکر سید صاحب سے بیعت کی اور تمام لشکر کو معہ سید صاحب کے اس جگہ سے لنڈ علاقہ سمہ پورہ میں لے گیا۔ ہنڈ کا قلعہ شہنشاہ اکبر کا بنوایا ہوا ہے۔ قلعہ ایک تو اکبری یادگار ہے۔ مگر قلعہ ہنڈ کو راوی اکبر کا بتلاتے تو ہیں، لیکن میرا خیال ہے کہ عالمگیر نے جو قلعے یوسف زئیوں کے مقابل بنوائے تھے۔ یہ ان میں سے ایک ہے۔ یہ قلعہ عین دریا کے کنارے گزر کشتی پر محفوظ اور کارآمد ہے جس کو مجاہدین نے بطور لشکر گاہ کے استعمال کیا۔

اس جگہ ایک شاہی قدیم محکم قلعہ کی موجودگی اور مغرب وشمالی پشت پر سمہ یوسف زئی

قبائل کی پشتی بان ہونے اور مشرق وجنوب کو دریا سے پار سکھ حکومت کی رعایا ہونے کی وجہ سے یہ مقام حد سے زیادہ موزوں اور بہتر موقعہ تھا جو مرکز فوج کے لئے حاصل ہوا۔

شبخون حضرو ضلع اٹک

سردار خادی خان وغیرہ سرداران سمہ نے استدعا کی کہ دریا سے پار کنارے پر حضرو پر حملہ کیا جائے جہاں سکھوں کی ایک توپ اور فوج کا ایک دستہ موجود ہے۔ سید صاحب نے جواباً فرمایا کہ سریہ اکوڑہ میں ہمارے بہت سے ساتھی زخمی اور شہید ہو چکے ہیں اور ہم اس ملک کے راہ ورسم سے بھی چنداں واقف نہیں ہیں۔ کیونکہ یہاں کے لوگ جنگ کے دوران لوٹ پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور جنگ کا نظام اور فتح کا موقعہ برباد کردیتے ہیں۔ البتہ اگر اب ملکی لوگ شبخون کو جائیں، تو ہم کو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

خوانین نے عرض کی کہ یہ کام تو ملکی لوگ ہی کریں گے۔ صرف حضور کی اجازت کی ضرورت تھی۔ اس پر ملکیوں کا ایک شبخون تیار ہوا۔ ہندوستانی تو کوئی ساتھ نہ ہوا۔ مگر قندھاری جو وہ بھی افغان تھے اور لوٹ کا لالچ ان میں بھی تھا۔ چھیالیس غازی ان میں سے سریہ میں شریک ہوگئے۔ حضرت نے قندھاریوں کو حکم دیا کہ دشمن کی طرف بھی اور ہمراہیوں میں بھی مسلمانوں کی جان ومال کی ذمہ داری تمہارے ذمے ہے۔

نصف شب کے قریب کشتیوں کے ذریعہ یہ لشکر دریا سے پار ہوگیا۔ اور رات کو اس سریہ والوں نے حضرو کو خوب لوٹا۔ حضرت صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص سُرخ رنگ کے ایک عمدہ گھوڑا آپ کے سامنے لایا اور سنایا کہ قندھاریوں نے حضرو کی فتح کے بعد سکھوں کی گڑھی بھی فتح کرلی ہے اور توپ خانہ بھی لے لیا ہے، اور یہ گھوڑا سکھ افسر کا آپ کے پاس بطور ہدیہ بھیجا ہے۔ حضرت نے یہ ہدیہ قبول فرما کر اُسی لانے والے شخص کو وہ گھوڑا بخش دیا۔ روشنی ہونے پر بے شمار ملکی لوگ اسباب سے لدے ہوئے آرہے تھے۔ اور ان سب کے آخر میں قندھاری تھے۔ اور قندھاریوں کے تعاقب میں پندرہ سولہ سکھ سپاہی ان پر بندوقیں چلاتے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوئے آ رہے تھے۔ قندھاریوں نے مورچہ کرلیا۔ سکھ سوار رُکے مگر اُن کے پیچھے سے تقریباً
پانسو سکھ سپاہی سوار اور پیادہ بھی پہنچ آئے۔ مگر اس دستہ نے پندرہ سواروں اور قندھاریوں کو
ایک طرف چھوڑ کر اسباب لانے والے ملکیوں پر حملہ کردیا اور اُن پر باڑیں اور شاہین چلانی
شروع کردیں۔ گولیوں کی بارش سے ملکی سب بھاگے اور کشتیوں میں اور شناسوں اور گھوڑوں پر
سوار ہو کر دریا میں کود پڑے۔ کوئی پار ہوئے کوئی ڈوبے۔ مگر دشمن کے ساتھ جم کر مقابلہ کسی نے
نہ کیا۔

سیّد صاحب نے خادی خان کو بلا کر کہا کہ آپ اپنے لوگوں کو جلدی قندھاریوں کی امداد
کے لئے روانہ کریں۔ اس وقت صرف وہی ۴۶ قندھاری پانسو سکھ سوار پیادہ کا مقابلہ کررہے
تھے۔ جس کی وجہ سے ملکی بچ کر بھاگ آئے۔ خادی خان نے ملکیوں کی ایک جمعیت زیرِ حکم انور
شاہ کشتیوں میں روانہ کردی جن کے ساتھ پچاس ہندوستانی غازی بھی بلا اجازت حضور اپنے
ساتھیوں کی امداد کے لئے دریا سے پار ہوگئے۔

تب سیّد صاحب نے تمام فوج کو حکم دیا کہ وہ کمر بستہ ہو کر دریا کنارے کھڑے ہیں
جب امدادی دستہ پہنچا، تو ان پچاس ہندوستانیوں نے بھرمار شروع کردی اور آن کی آن میں
پانسو دشمنوں کو شکستِ فاش دے کر حضرو کی دیواروں تک پہنچا دیا۔ برکت اللہ بنگالی اور حیات
خان صرف دو مومن شہید ہوئے۔ اور کچھ لوگ خفیف زخمی ہوئے۔ مگر دشمن کے مقتولین مجروحین
کی تعداد سینکڑوں تک تھی۔

ان دو معرکوں میں سیّد صاحب کو ملکیوں کی جنگ اور غنیمت کے لالچ میں عین جنگ کے
وقت لوٹ میں مصروف ہو کر نظام و ترتیب جنگ کو برباد کردینے کا تجربہ ہوگیا کہ وہ تو لوٹ میں
مصروف ہو کر جنگ کو ہندوستانیوں کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ مگر لوٹ کے مال لے کر پھر
واپس بھاگتے ہیں اور شکست کھا کر اپنے سب فوج کو برباد کرادیتے ہیں۔

ان حالات کو دیکھ کر تمام فوج کے اہل الرائے مجاہدین ہندی نے اور تمام ملکی سرداران
اور خوانین نے اور علماء و سادات نے متفق ہو کر فیصلہ کیا اور ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۴۲ء ہجری
بمطابق ۱۱ جنوری ۱۸۲۷ء کو سیّد صاحب کے ہاتھ پر تمام مخلوق نے بیعت امامت کرکے آپ کو
اپنا امام شریعت امام برحق و بادشاہ اسلام برائے تکمیل جہاد و اجرائے احکام اسلام تسلیم کرلیا۔

سیّد صاحب کی امامت کی بیعت کی تجدید کی گئی

انتظام جہاد و تقسیم غنائم و اقامت جمعہ و جماعت و اجرائے احکام شریعت و نصب قاضی
و محتسب وغیرہ خود کرکے اور خلافت حقہ علی نہج خلافت راشدہ قائم کرے اس صورت میں کل اہل
اسلام پر اس کی اطاعت فرض ہوجائے گی۔ چنانچہ بعد از تجدید بیعت نماز جمعہ کا قیام اجرا ہر جگہ
کیا گیا اور خطبہ حضرت سیّد کے نام پڑھا گیا۔

اس موقعہ کے حالات کو ضلع ہزارہ کے پہلے بندوبست کے مہتمم انگریز میجر ولسن نے
اپنے کتاب گزیٹر ہزارہ میں ان الفاظ سے لکھا ہے جو اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲۲۷ میں درج
ہے۔

''جب سیّد احمد اس ملک میں آگئے، تو تمام لوگوں نے اس کی امامت اور خلافت کی
بیعت اس سے کی۔ عالم جاہل، امیر فقیر سب کے سب لوگ اس کے مطیع ہوگئے۔ تب اخوند
صوات والا جو اس وقت اخوند بیکی کے نام سے معروف تھا۔ اس نے اور ملا صاحب کوٹھہ والا
نے سیّد اکبر شاہ ستھانہ والا نے بھی حاضر ہو کر بیعت امامت کرلی اور یہ سب مرید ہوگئے۔''

جب یہ اطلاعات تحریری سرداران پشاور کو پہنچیں تو سردار یار محمد خان و سردار سلطان محمد
خان و سردار پیر محمد خان حاکمان پشاور و برادران امیر دوست محمد خان امیر کابل نے بذریعہ تحریری
خطوط کے سید صاحب کی امامت پر تجدید کی اور آپ کی امامت کو قبول کیا۔ تب سیّد صاحب
نے نصب امام کے متعلق تمام لشکر و کل امراء و قبائل و سادات و اقوام سرحد بالاتفاق نصب
امامت کا احوال لکھ کر ہندوستان کو روانہ کرلیا۔ یہ خط جب ہندوستان کے علماء کو پہنچا، تو ان سب
نے بھی تجدید بیعت کو تسلیم کرلیا۔

حضرو کے شبخون کے بعد سکھوں کی فوج تین ہزار حضرو کو آئی اور موضع ہنڈ کے محاذ پر
دریائے سندھ سے پار کنارے پر آکر کھڑی ہوگئی۔ اور اپنے توپ خانہ کو عقب میں چھپا رکھا
تھا۔ سیّد صاحب نے حکم دے کر گزر کی تمام کشتیوں کو اپنے قبضہ میں کرلیا۔ سردار اشرف خان
زیدہ نے (جو سردار خادی خان سے ہم خاندان برادر تھے) حضور سے اجازت طلب کی کہ میں
اپنے لشکر کو لے کر مقابلہ کے لئے جاتا ہوں۔ صرف چند مجاہد ہندوستانی تبرکاً آپ ہمراہ کردے
دیں۔ حضرت نے ان کے ہمراہ کافی تعداد میں مجاہدین کردیئے۔ مگر جب یہ جمعیت اس طرف

toobaa-elibrary.blogspot.com

دریا کے کنارے پر پہنچی تو سکھ فوج نے توپ خانہ سے توپ وشاہین کی گولہ باری شروع کر دی۔ سردار اشرف خان نے ہزار کوشش کی مگر اس کی جمعیت توپ خانہ سے خوفزدہ ہو کر واپس بھاگ آئی۔

سردار کی بیحد سعی کے باوجود اس کا لشکر مقابلہ نہ کر سکا۔ مگر ہندوستانی مجاہد جو دریا کنارے پہنچ چکے تھے، نہ ٹھہرے، بلکہ کشتیوں پر سوار ہو کر پار ہو گئے اور سکھ فوج یہ جرأت دیکھ کر میدان میں نہ ٹھہر سکی، بلکہ واپس ہو کر فرار ہو گئی۔ اور جنگ ومقابلہ ہونے نہ دیا۔

نوٹ: مقولہ مشہور ہے کہ تاریخ صدیوں بعد دوبارہ واقعات کا اعادہ کرتی ہے۔ افغان سردارانِ پشاور نے مارچ ۱۸۲۷ء میں سیّد احمد علیہ الرحمہ کے مقابل رنجیت سنگھ کی دوستی کو ترجیح دی۔ اب اسی سردار سلطان محمد کے پوتے نے مسلمانوں کے مقابل ہندو حکومت ہند کو ترجیح دے کر مقابلہ ویسا ہی جاری رکھا۔

جنگ شیدو

مذکورہ بالا کل قبائل واقوام سرحدی اور جمعیت مجاہدین مہاجرین ہند کے اتفاق سے علاقہ یوسف زئی وپشاور ہشت نگر میں سیّد صاحب کا امام المسلمین وامیر المومنین شرعی قائم ہونے کے بعد جب اطلاع لاہور پہنچی تو اس پر وہاں بہت اضطراب پیدا ہوا اور آسان ترکیب یہ کی گئی کہ سیّد صاحب کو شہید کو دیا جائے تا کہ تمام سلسلہ جہاد خود بخود درہم برہم ہو جائے۔ اور سردار بدھ سنگھ نے سیّد صاحب کو ایک خط بڑے آداب والقاب سے لکھا کہ آپ اگر سچے سیّد ہیں تو اکوڑہ اور حضرو کے شبخونوں کی طرح حملوں سے کچھ نہیں بنتا، سامنے آ کر میدان میں مقابلہ کریں۔ حضرت کے مکتوبات میں آپ کا جوابی خط درج ہے۔ جس میں اس کو مکمل تبلیغ اسلام کرنے کے علاوہ مذہبی آزادی قائم کر دینے کی شرط پر جنگ وجدل ختم کر دینے کی صلاح پیش کی تھی۔ اور بصورت انکار آزادی مذہبی متوکلانہ طور پر مقابلہ کا اعلان کیا گیا تھا۔ جس وقت سے سردارانِ پشاور نے بذریعہ خط آپ کی امامت کی بیعت کر لی تھی، اس وقت واثق ذرائع سے حضرت کو یہ اطلاعیں لوگوں نے پہنچائی تھیں کہ سردار یار محمد خان اس نصب امامت اور تمام قبائل سرحدات کی

پروانہ وار اطاعت شعاری پر دل سے بیحد رنجیدہ ہے اور وہ ضرور کوئی نتیجہ مخالفت کا ظاہر کرے گا۔ مگر سیّد نے فرمایا کہ دلوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اگر اس کے دل میں دغا بازی ہوئی تو اس کا ثمر وہ ضرور پا لے گا۔

مگر آنے والے واقعات سے ظاہر ہو گیا کہ سکھ دربار لاہور کے ساتھ سردار پشاور کا ساز باز پختہ ہو کر آئندہ کارروائی عمل میں آئی کہ سردارانِ پشاور معہ اپنی کل فوج کے روانہ ہو کر موضع سرمائی میں آ گئے جو نوشہرہ کے قریب جگہ ہے۔ اور سیّد صاحب کو خط لکھا کہ ہم معہ اپنے لشکر کے جہاد اور آپ کی انصاریت کے لئے کمربستہ ہو کر یہاں آ گئے ہیں۔ آپ تشریف لے آئیں تا کہ مقابلہ کی جنگ شروع کی جائے۔ حضرت نے یہ خبر سن کر سردار خادی خان وسردار اشرف خان (خانانِ ہنڈ وزیدہ) سے مشورہ کر کے پانصد غازیوں کی جمعیت ہمراہ دے کر سردار پشاور کے پاس بھیج دیا۔ اور جب مذکورہ خوانین سردارانِ موصوف کے ساتھ ملاقاتی ہو کر واپس حضرت کے پاس گئے اور سرداران کے خلوص ارادہ جہاد کی خبر پہنچائی تو عین اس وقت سردار بدھ سنگھ کا مذکورہ بالا خط سیّد صاحب کو ملا جس کا مذکورہ بالا جواب دیا گیا۔

الغرض سیّد صاحب معہ کل خوانین سمہ (سمہ پشتو زبان میں مملکتِ ہمواری ومیدان کو کہتے ہیں جو اس وقت ضلع مردان وضلع پشاور پر مشتمل ہے) ولشکر مجاہدین ولشکر سردارانِ اقوام نوشہرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اندازاً بیس ہزار نفری فوج اسلامی معہ آٹھ ضرب توپ سردارانِ پشاور کی ہمراہ تھی جو دریائے لنڈہ سے مغرب جنوب پار کنارے مقیم تھی۔

سیّد صاحب دریا عبور کر کے اس جگہ جا کر شامل ہو گئے۔ اس دفعہ خلاف سابق سیّد صاحب کی مدارت میں سرداران نے بیحد مبالغہ کیا۔ روزانہ طعام لذیذ کے خوان اور میوہ جات انواع اقسام بھیجا کرتے تھے اور شیدہ کے میدان میں جنگ کے لئے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ مجاہدین کی فوج معہ یوسف زئی سردارانِ سمہ کے قبائلی لشکروں کے اور معہ فوج سردارانِ پشاور کے جملہ فوج اندازاً ایک لاکھ سے ہرگز کم نہ تھی۔ جس کا اندازہ کرتے ہوئے سکھ فوج کے دل کانپ رہے تھے اور حوصلے پست ہو رہے تھے۔ اسلامی لشکر میں بڑا جوش تھا۔ طے ہو چکا کہ کل صبح جنگ ہونے والی ہے۔ اس رات کو سردار یار محمد خان والیٔ پشاور کی طرف سے مسمیان نظر محمد اور ولی محمد کشمیری قوم اور شیعہ مذہب جو سردار کے ولی معتمد وراز دار تھے۔ اور ہمیشہ سیّد

toobaa-elibrary.blogspot.com

صاحب کے لئے خوراک یہی شخص لایا کرتا تھا۔ اس نے اس رات خوراک میں زہر ملا کر سیّد صاحب کے آگے لا کر رکھدی اور اتفاق سے اس دن کا کھانا آپ نے اکیلے ہی کھایا۔ ز نہایت سخت قاتل تھا، مگر اللہ تعالیٰ کو ابھی سیّد صاحب کی زندگی بچانا منظور تھی۔ رات میں آپ زہر نے اثر کیا اور آپ سخت علیل ہوگئے۔ علی الصبح دونوں لشکر آپس میں میدان میں صف آرا ہو چکے تھے۔ سردار یار محمد خان نے ایک لنگڑا ہاتھی سیّد صاحب کی سواری کے لئے بھیجا جس مہاوت سمجھایا ہوا تھا۔ جب مولانا اسماعیل خیمہ میں حضرت کو اطلاع دینے داخل ہوئے جنگ اب تیار ہے، تو دیکھتے کیا ہیں کہ رات جو قے شروع ہوئے اب تک جاری ہیں۔ اور ز اب تک خارج ہورہا ہے۔ حضرت نے جنگ کا سُن کر فرمایا، اسی حال میں مجھے ہاتھی پر سوار کے میدانِ جنگ میں پہنچا دو۔ چنانچہ چند آدمیوں کے سہارے سے آپ ہاتھی پر سوار ہو میدان میں پہنچا دیئے گئے۔ حضرت کی علالت سے صرف چند وزارء واقف تھے اور کسی کو علم تھا۔

جنگ میدانی شروع ہوگئی۔ سمہ اور یوسف زئی سرداروں کے لشکروں نے حملے کر ہوئے سکھ لشکر کے سنگروں (خار بندی) تک پہنچ گئے۔ اس وقت سردارانِ پشاور کی درّانی فو جو ایک طرف دامنِ کوہ میں بظاہر مسلمانوں کی امداد کے لئے کھڑی تھی۔ اور توپ بندوق بھی چلاتی رہی، مگر گولی اس میں نہ ڈالتے تھے، خالی بارود سے فائر ہورہے تھے، لیکن سرداران سمہ و یوسف زئیوں کا لشکر انتہائی خلوص کے ساتھ لڑتا ہوا سکھوں پر حملے پر حملے کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں درانی فوج سے دو سوار نکلے اور سیدھے بلا روک ٹوک سکھ فوج میں داخل ہوگئے۔ اور تھوڑے ہی وقفہ کے بعد وہاں سے نکل کر اپنے لشکر میں جا پہنچے۔ کسی قدر سرگوشی ہوئی اچانک دُرّانی فوج میدان چھوڑ کر بلا سبب واپس بھاگ پڑی اور بے آرام توپ خانہ واپس کر کے واپس چل دی۔ سمہ اور یوسف زئی سرداروں نے درّانی لشکر کو بھانپ لیا۔ اور اُن کے لشکر درانی فوج کی واپسی دیکھ کر میدان میں نہ ٹھہر سکے۔ بلکہ میدان چھوڑ گئے۔ اب تمام جنگ صرف ہندوستانیوں کے گلے پڑگئی۔ اپنی مقدور بھر انہوں نے خوب مقابلہ کیا۔ سیّد صاحب کا میدان جنگ میں لنگڑے ہاتھی پر سوار اور اپنے مہاوت کے اختیار میں ہونا۔ درانیوں نے سکھوں کو بتا دیا تھا اور مہاوت بھی ہاتھی کو ایسی طرف لے چلا تھا جہاں بجز گرفتاری کے اور نتیجہ ہی نہ تھا۔ اور

سکھ فوج نے بھی تمام گولیوں اور توپ خانہ کا نشانہ صرف ہاتھی کو ہی بنا رکھا تھا۔ اور حضرت مرض کی شدت سے نیم بے ہوشی کی حالت میں ہاتھی پر پڑے ہوئے تھے۔

حضرت کے مشیروں نے آپ کو ہاتھی سے اُتار کر گھوڑے پر بٹھا دیا۔ اور آدمی کے سہارے سے میدانِ جنگ سے ہٹا دیا۔ نتیجہ یہی ہونا تھا کہ میدانِ سکھوں کے ہاتھ رہا۔ لشکر اسلام جو ملکیوں کا تھا، وہ تو بلا سبب تتر بتر ہوگیا اور ہندوستانی فوج قاعدہ اور طریقہ واپس و پسپا ہوگئی۔ سیّد صاحب پر غشی کی حالت بدستور طاری تھی۔ بمشورہ سردار فتح خان رئیس پنجتار خدو خیل سیّد صاحب کو موضع چندلی میں لے گئے اور آٹھ دن تک حضرت متواتر بیہوش رہے۔ آٹھویں دن ہوش آیا اور آپ نے گذشتہ حالات مولانا اسماعیل سے سُنے اور زہر خورانی عین جنگ میں درانی فوج کی واپسی کا حال سن کر آپ نے حکم دیا کہ سب مجاہدین کو یکجا کریں اور سب کو تسلی دے کر سمجھاؤ کہ جو کچھ گزرا اور میری بعض خطاؤں کا خمیازہ تھا۔ اب اللہ تعالیٰ آئندہ فضل کریگا۔ اس لئے کہ اللہ کریم نے ان خطاؤں سے مجھے پاک کردیا ہے۔ پھر آپ نے نہایت عاجزی سے رب العزت کی بارگاہ میں دُعا کی۔ اور چندلئی کے گاؤں سے آپ کو اخوند میر مکدری میں لے گئے۔ اس جگہ نظر محمد اور ولی محمد کشمیری جن کے ہاتھوں سے آپ کو زہر دیا گیا تھا گرفتار کرلیا گیا تھا اور ان کو آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے ان کو معاف کردیا اور جب لوگوں نے ان کو بہرصورت قتل کرنا چاہا تو آپ نے رات کے وقت اپنے آدمی ساتھ دے کر فرار کرا دیا۔

اس واقعہ کے بعد علماء و خانان یوسف زئی و علماء مجاہدین نے ایک فتویٰ سرداران پشاور کے منافق ہونے پر لکھا۔ اور

یَاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ

ان کے لئے بھی حکم قتال کا فتویٰ دیا

چملہ اور بونیر کی اقوام کا اس کے بعد حضرت کی بیعت اور اطاعت میں آنے کا ذکر

ہنڈ میں قیام اور ان ایام میں لشکر مجاہدین پر خوراک کی تنگی حد سے زیادہ تھی۔ اکثر فاقہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

رہتا تھا۔ موسم سرما بھی آ گیا تھا اور سرما کے لئے گرم کپڑے بھی نہ تھے۔ نہ خوراک نہ جامہ نہ رہائشی مکان۔ درختوں کے پتے کھاتے تھے۔ اس پر بھی مجاہد شاداں وفرحاں تھے۔ گاہے گاہے صرف ایک مٹھی جوار فی کس ملتی جسے پیس کر پانی میں جوش دے کر نمک ملا کر پی لیا کرتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے۔ سیّد صاحب نے اس حالت میں فراخی رزق مومنین کے لئے دُعا کی اور اس کے بعد آپ سہ سے علاقہ چملہ قصبہ ناواگئی کو چلے گئے۔ (یہ مقام سیّد اکبر شاہ ستھانوی کے یک جدی برادری کا ہے) اس وطن کے لوگوں نے خوراک، جامہ وغیرہ اور ہر طرح سے غازیوں کی امداد وتواضع کی اور افغانی رواج کے مطابق جائیداد اراضی کے حساب سے مہمانوں کو آپس میں تقسیم کرلیا۔

پھر چملہ سے بونیر کو گئے۔ اور تمام بونیر کا دورہ کر کے پھر سوات کو گئے۔ یہ تمام لوگ جن علاقوں میں آپ جاتے بیعت میں داخل ہوئے۔ چملہ بونیر سوات ہر سہ پرگنہ جات سب کے سب حضرت کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ سوات کے علاقہ اوزئی موضع کوٹیگرام میں مولوی محمد یوسف صاحب پھلتی کا انتقال ہوا۔ آپ کو جب مسجد میں یہ خبر ملی تو انا للہ پڑھ کر فرمایا دنیا بڑی مصیبت کی جگہ ہے جو یہاں سے ثابت قدم گیا وہی مراد کو پہنچا۔ پھر مولانا اسماعیل سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یوسف جی اس لشکر کے قطب تھے۔ آج لشکر قطب سے خالی ہو گیا۔ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اپنے ہاتھ سے قبر میں اُتارا۔

اُن دنوں ہندوستان کے قافلے سکھ حکومت سے کنارے کنارے بڑا چکر کاٹ کر سندھ، قندھار اور کابل سے ہوتے ہوئے ملک یوسف زئی میں بہت دیر سے پہنچا کرتے تھے۔ سردارانِ پشاور کی مخالفت نے اور تکلیف میں بھی اضافہ کر دیا۔ اہل قافلہ کو انہوں نے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ جس کی بنا پر آپ نے سرداران مذکور کے تمام اعمال وخیالات کی تفصیل لکھ کر ایک مراسلہ امیر دوست محمد خان امیر کابل کو بھیجا جس کا بظاہر نتیجہ سرداران مذکور کی اصلاح پر منتج نظر نہیں آیا۔

چنانچہ آپ اسی دورہ میں تھے کہ اکثر قافلے ہندوستان سے پہنچ گئے۔ جن میں مولوی قلندر اور قاضی احمد اللہ اور مولوی عبدالحئی صاحب اور میاں مقیم رامپوری کے قافلے معہ خرچ کے پہنچ گئے۔ جب مولوی عبدالحئی کے آنے کا سُنا تو ان کو لانے کے واسطے ایک منزل تک اپنا

نمائندہ خاص بھیجا۔ اور اس دورے سے ہو کر قبل از عید الضحیٰ ۱۲۴۲ء آپ معہ لشکر مجاہدین موضع پنجتار علاقہ خدوخیل میں آ گئے اور اس مقام کو اپنا مستقر (ہیڈکوارٹر) قرار دیا۔

اس وقت لشکر مجاہدین پر بہت فراخی تھی۔ فی کس ایک ایک تاملوٹ غلہ روزانہ ملتا تھا۔ جس سے خوب سیری ہو جاتی۔ لوگ اپنا آٹا خود پیستے لکڑی خود لاتے اور آپس میں بڑی محبت کا گزارہ تھا۔ بڑے مخدومِ زمان علماء اپنے شاگردوں اور اُمیوں کی خدمت کرتے تھے۔ نفس کشی کا عجیب نظارہ تھا۔ ایک دن مولوی الٰہی بخش صاحب رامپوری چکی پیس رہے تھے۔ سیّد صاحب ان کے ساتھ آ کر بیٹھ گئے۔ اور ایک سیر سے زیادہ گیہوں اُن کے ساتھ پسوائی جب لوگ جنگل سے لکڑیاں لانے جاتے تو آپ بھی ساتھ ہو کر گٹھا اپنے سر پر لاتے تھے۔

شبخون ڈمگلہ علاقہ پکھلی

مذکورہ ایام میں جب کہ آپ پنجتار میں مقیم تھے۔ حبیب اللہ خان رئیس پکھلی نے سیّد صاحب کو عرضی لکھی کہ ایک گڑھی میں سکھوں نے حملہ کر کے میرے بیٹے کو محصور کر لیا ہے۔ آپ فوج بھیج کر اس کو رہائی دلائیں۔ اس قسم کی اور عرضیاں بھی ہر طرف سے آیا کرتیں۔ آپ نے مذکورہ مہم کے لئے مولانا اسماعیل علیہ الرحمۃ کو سردار بنا کر میاں محمد مقیم رامپوری کے ماتحت یک صد مجاہدین آمدہ رامپور کو اور کچھ تجربہ کار اشخاص کے ہمراہ پکھلی کو روانہ کیا۔ جب یہ سریہ روانہ ہوا تو سردار ہری سنگھ نلوہ ناظم چھچھ ہزارہ پکھلی کو اطلاع ہو گئی۔ اُس نے پھول سنگھ نام سردار کے ماتحت دو ہزار سکھ سپاہی دے کر استحکام کے لئے پکھلی کو بھیج دیا۔ مولوی صاحب جب موقعہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈمگلہ میں دُشمن کی فوج آ چکی ہے۔ مولانا نے روسا پکھلی کے ساتھ مشورہ کر کے سریہ شبخون تیار کیا۔ جس میں ایک ہزار پانسو ملکی لشکر ملکی افسر مقرر کر کے پچاس مجاہدین ہمراہ دے کر میاں مقیم کو اس تمام لشکر کا افسر بنا کر اور مولوی خیر الدین شیر کوٹی کو میاں مقیم کا نائب مقرر کر کے اور شعار اس رات کا عبداللہ مقرر کر کے رات کو فوج مذکور پر حملہ کے لئے روانہ کیا۔

اس جگہ سے ڈمگلہ صرف ایک میل فاصلہ پر ہوگا، لیکن وہاں تک پہنچنے پر دیکھا کہ ڈیڑھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہزار ملکی لشکر میں سے صرف تین صد آدمی رہ گئے اور سب غائب اور فرار ہوگئے تھے۔ پکھول ملک
جو دو ہزار سے زائد فوج لایا تھا۔ اُس نے ملکی وفاداروں کا قوی لشکر جمع کر کے اپنی تعداد پانچ
ہزار بنالی تھی۔

میاں مقیم صاحب سیدھے سکھ فوج کے گرد جو خار بندی بنانے کا ان کا اُصول تھا جس کو
سنگر کہتے تھے، میاں صاحب نے خار بندی کے اندر داخل ہو کر زور سے تکبیر کہی اور اس قدر
سرعت سے بندوقوں اور قرابینوں کی بھرمار شروع کی کہ سکھ نقارہ بجانا بھول گئے۔ بمشکل نقارہ
بجا اور دشمن دو صف ہو کر مقابلہ کی جنگ شروع ہوئی میاں مقیم صاحب نے معہ پچاس مجاہدوں
اور تین صد ملکیوں کے چار متواتر حملے اُن پر کئے اور سکھوں کو سنگروں سے نکال دیا۔ وہ بھاگ کر
ڈمگلہ کے گاؤں میں پہنچے، لیکن جس قدر ملکی غازی تھے وہ سکھوں کا اسباب لُوٹ کر میدان
جنگ سے علیحدہ ہوگئے۔ پھر سکھوں نے روشنی کی خاطر دو چھپروں کو آگ لگا دی۔ جب دیکھا
کہ صرف چند غازی سنگر میں کھڑے ہیں، تو فوج نے سنگر میں آنے کا ارادہ کیا۔ مولوی خیر
الدین کے مشورے سے میاں محمد مقیم سنگر سے باہر ہو کر کنارے ہوگئے۔ سکھوں نے دوبارہ سنگر
میں آکر ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا اور یہ لوگ واپس آگئے۔

یہ سریہ جنگ ڈمگلہ میں مصروف تھا، اور مولانا اسماعیل کو شنکیاری کے نزدیک جنگ پیش
آئی۔ اور سکھ فوج نے ایسے وقت جب کہ مجاہد اپنا کھانا پکانے میں تھے، قلعہ سے نکل کر ان پر
حملہ کیا، مگر مولوی صاحب نے دشمن کو حملہ کے لئے قلعہ سے نکلتے دیکھ لیا تھا، اور اپنے سے کر
بندی کرالی تھی۔ جب وہ موقعۂ زد میں آئے تو آگے مولوی اسماعیل تھا۔ اُس نے آگے سے حملہ
کر کے دشمن کو شکست دیدی مگر مجاہدوں کی تعداد بہت کم تھی۔ سکھوں نے تعاقب کنندوں کی
قلت تعداد کو دیکھ لیا، وہ پلٹ پڑے اور ادھر شیر اسلام صرف بارہ غازیوں کے ہمراہ جم کر کھڑا
ہوگیا۔ دست بدست شمشیر زنی ہوتی رہی۔ صرف ان کے مقابلہ پر دشمن کے ایک سو آدمی قتل
ہوئے اور مولانا کی ایک انگلی بندوق کے بھر مار کرنے میں زخمی ہوئی، مگر آخرکار دشمن مقابلہ سے
فرار ہوگیا۔ ڈمگلہ کی جنگ میں چھ سات غازی شہید ہوئے تھے۔ اور دشمن کے تین سو مقتولوں
کی اطلاع ملی۔

رئیس پکھلی حبیب اللہ خان کا بیٹا جو قلعہ بند تھا۔ اسی رات کو صحیح سالم قلعہ بندی سے آزاد

ہوگیا۔ اور اس طور سے یہ سریہ کامیاب ہو کر پکھلی سے واپس پنجتار پہنچا۔ مولوی اسماعیل
صاحب کی عدم موجودگی میں ہندوستان سے قافلے پنجتار کو آئے تھے جس میں چھ صد مجاہد تھے
اور سیّد صاحب کا خواہر زادہ سیّد احمد علی صاحب کا قافلہ اور مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی کا
قافلہ اور مولوی خرم علی صاحب بلہوری اور مولوی محمد علی صاحب رامپوری اور مولوی محبوب علی
صاحب دہلوی وغیرہ پنجتار پہنچ چکے تھے۔

مولوی محبوب علی دہلوی ایک سوختہ مزاج اور زود رنج شخص تھا۔ راستے میں صعوبات سفر
کے علاقہ مقام گنداؤ میں دُرّانیوں کی مخالفت کی وجہ سے بہت دن رُکے رہے۔ مولوی مذکور نے
لکھا تھا کہ آپ سکھ کفار کا جہاد چھوڑ کر ان مسلم کفار سے زمین پاک کریں۔

آخر کار قافلہ پنجتار پہنچا، تو مولوی محبوب علی برگشتہ تھا اور لشکر میں ہر طرح سے مخالفت کی
اور ہر بات پر اعتراض کرتے، تو سیّد صاحب نے امارت ہی اس کے سپرد کر دینے کی تجویز کی،
مگر وہ دراصل مخالفت کا عذر بنا کر واپسی کا خواہاں تھا، اس لئے امارات پر بھی راضی نہ ہوا۔ اور
کم دل آدمیوں کا ایک قافلہ لشکر میں سے آمادہ کر کے مولوی اسماعیل صاحب کی واپسی سے قبل
ہی ہندوستان کو معہ قافلہ واپس شدگان روانہ ہوگیا۔ اور اس کی واپسی سے اس تحریکِ ہجرت
وجہاد کو بڑا نقصان ہوا۔ قافلے اور امداد مدت تک رُکی رہی۔ مگر آخر مدت بعد مولوی محمد اسحاق
ومولوی محمد یعقوب کی سعی ہے جو معاونین جہاد تھے، یہ فتنہ محبوبی کم اور معدوم ہوا۔ انہیں ایام میں
سلیمان شاہ بادشاہ کاشغر نے جو ایک بی بی حضور کے نکاح میں لانے کے لئے بھیجی تھی، اس
سے حضور کا نکاح ہوا۔ آپ کی دختر ہاجرہ اسی بی بی سے پیدا ہوئی تھی۔ بعد واقعہ بالاکوٹ یہ
بی بی ٹونک چلی گئی اور ۱۳۰۰ھ میں انتقال کیا۔ ان ایام میں مولوی عبدالحیٔ صاحب کی وفات
بمقام خیر واقع ہو کر موجب انتہائی رنج والم ہوئی۔ آخری کلمہ مرحوم کی زبان پر اَللّٰھُمَّ بالرفیق
الاعلیٰ تھا۔

جنگ اوتمانزی علاقہ ہشت نگر

سیّد صاحب کے حالات پر مشتمل متعدد تاریخیں لکھی ہوئی ہیں۔ ایام حکومت کاملہ شرعیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں انتظام وصولی عشر وزکوٰۃ وبیت المال کی نسبت تفصیلات ان کتابوں میں موجود ہیں ان امور کو بغرض اختصار عمداً ترک کر دیا گیا ہے۔

سردارانِ پشاور کی عداوت اور اشتعال انگیزی، سکھوں کی روز بروز بڑھتی گئی۔ پشاور کے قرب وجوار کے جو قوم میں سیّد صاحب کی بیعت امامت کر کے داخل حکومت شرعیہ اسلامیہ ہوئی تھیں۔ ان میں ریشہ دوانی اور قبضہ آوری کی کوشش علانیہ جاری کر دی۔ بلکہ ہشت نگر کا علاقہ جو سیّد صاحب کا محکوم ہو چکا تھا، اُس پر خصوصاً موضع اوتمانزی پر آ کر چار ہزار نفری فوج اور دو توپ سے قبضہ کر لیا۔

لہٰذا آپ نے تمام لشکرِ مجاہدین وخوانین مملکت یوسف زئی سمہ وبونیر جملہ وسولت ہشت نگر کے ساتھ مشورہ کیا تو ارباب بہرام خان پشاوری وارباب جمعہ خان اور تمام رؤسا وخوانین صوات بونیر وسمہ نے بہ اتفاق درانیوں کے مقابلہ کی صلاح دی۔ لہٰذا آپ نے ہندی مجاہد ایک ہزار لئے۔ باقی ملکی یوسف زئیوں کا لشکر اپنے ساتھ لے کر نصف فوج مولانا اسماعیل کے سپرد کی اور نصف اپنے ماتحت رکھ کر روانہ ہوئے۔

حضرت نے حکم دیا کہ جو شخص دُرّانی لشکر کا ہتھیار سے مقابلہ کرے اس کو مارو اور جو مقابلہ نہ کرے یا امان طلب کرے اُس کو نہ مارو جو بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کرو۔ مولانا اسماعیل صاحب میمنہ کی طرف سے رات کے وقت دشمن کے لشکر کے نزدیک پہنچے، تو خود آگے ہو کر سواروں کو اپنے پیچھے ایک ایک کر کے آنے کا حکم دیا۔ جو دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے سنتری نے تین مرتبہ آواز دی اور جواب نہ پا کر فائر کیا تو مولانا جلدی سے توپ خانہ لے کر خود پہنچ گئے۔ گولہ انداز نے مہتابی روشن کی تھی کہ اس کے ہاتھ سے آپ نے لے لی۔ توپ کا رُخ دشمن کی طرف کر دیا اور چلانا شروع کر دیا۔ دوسرا گولہ انداز مزاحم ہوا جو مارا گیا۔ مجاہدین کی بھرمار سے دشمن کی فوج اس جگہ سے بھاگ گئی اور نقصان بھی دشمن کا زیادہ ہوا۔ اُدھر سیّد صاحب اپنے دستہ سمیت موضع اوتمان آ پہنچے اور فتح کی مبارکبادیں دی گئیں۔ دشمن اس جگہ سے بھاگ کر ایک محکم ٹیلہ پر مورچہ بنا کر بیٹھ گیا۔ جب صبح نمودار ہوئی تو نصف لشکر نے سیّد صاحب کی اقتدار میں نصف نماز ادا کی۔ پھر وہ جا کر مورچہ میں بیٹھ گئے اور باقی نصف فوج نے آ کر نصف

صلوٰۃ خوف سیّد صاحب کے ساتھ ادا کی۔

صبح سے شام تک جنگ جاری رہی۔ دشمن نے شاہین اور کمک کی فوج مزید منگوالی۔ مگر اس طرف سے توپوں نے ان کے لشکر اور مورچوں کو درہم برہم کر دیا تھا، اس تمام جنگ میں سیّد صاحب کے لشکر کا ایک غازی کا بھی نقصان نہ ہوا تھا۔ ظہر وعصر کی نمازیں یکجا اور مغرب وعشاء کی نمازیں یکجا باجماعت ادا کیں۔ دشمن کی طاقت پراگندہ ہو چکی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ اہل خیبر (آفریدی) جنہوں نے سیّد صاحب سے بیعت کر کے عہد وپیمان کئے ہوئے تھے، دُرّانی سے مل کر اس کے مددگار ہو گئے اور اوتمان زئی کا رئیس عالم خان بھی دُرّانیوں سے مل کر اُن کا طرفدار بن گیا۔ اس لئے سیّد صاحب نے اپنے لشکر کو دشمن کی بے خبری میں واپس کر لینا پسند کر لیا تاکہ وہ ساری طاقت مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی میں صرف نہ ہو جائے۔ اور عالم خان کو مغالطہ دیکر کہ فوج رات کی کسی تدبیر میں مصروف ہے۔ تمام لشکر وہاں سے اُٹھا کر براہِ جلالہ اپنے محروسہ علاقہ میں واپس آ گیا۔ عالم خان کو یہ مغالطہ ہوا کہ مجاہدین شبخون ماریں گے۔ اس نے دُرّانیوں کو خبر دے دی اور دُرّانی لشکر نے خوف سے رات میں اپنی جگہ چھوڑ کر دُور چلے گئے۔ صبح اُن کو علم ہوا کہ سیّد صاحب واپس چلے گئے ہیں۔

مجاہدین کے مورچہ میں صرف ایک ہندو مسمّی راجہ رام راجپوت جو مولوی احمد اللہ صاحب کے ہمراہ بسواڑہ سے جا کر شریک جہاد ہوا تھا۔ دونوں توپوں کو تمام رات چلاتا رہا۔ صبح وہ بھی نکل کر لشکر اسلام میں جا ملا۔ گاؤں والے لشکر کی روانگی سے واقف تھے، مگر حال کسی نے نہ کہا کہ وہ شبخون پر جانا سمجھتے تھے۔ اس جنگ کے بعد حضرت نے ایک خط امیر بخارا کو بمشورہ مولانا اسماعیل لکھ کر میاں نظام چشتی کو دے کر نو کس ہمراہیوں اور چند تحفہ جات کے ساتھ روانہ کیا جس میں جہاد کی ترغیب دی گئی تھی۔

اجرائے احکامِ شریعت

۵۶ شعبان ۱۲۴۴ء ہجری میں جب کہ سیّد صاحب کو اس وطن میں آئے دو سال ہو چکے تھے۔ روز جمعہ قریباً دو ہزار علماء اور سینکڑوں خوانین ملک وہزار ہا رعایا سادات نے اکٹھے ہو کر جملہ احکاماتِ شریعت محمدیہ پر کاربند رہنے کا عہد کیا۔ اس بارے میں سبقت کنندہ سردار فتح

toobaa-elibrary.blogspot.com

خان رئیس پنجتار تھا۔ جابجا قاضی اور محتسب مقرر کئے گئے۔ عہد کیا گیا کہ کوئی مرد عورت بے نماز ہو۔ زکوٰۃ سب مسلمان باقاعدہ ادا کریں اور وہ بھی بیت المال میں دے دیں۔ تمام متنازعین کے مقدمات کے فیصلے شریعت کی روشنی میں کئے جائیں۔ ملکی علماء میں سے قاضی القضاۃ سیّد امیر صاحب معروف حضرت جی صاحب کوٹھہ یا ملا صاحب کوٹھہ کو مقرر کیا گیا۔

غلّہ کی زکوٰۃ یعنی عشر تمام رعایا نے بطیبِ خاطر بیت المال میں جمع کرانا شروع کر دیا۔ اس وجہ سے لشکر کی تمام تکالیف رفع ہوگئیں۔ لیکن انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اوّلین محرک قیامِ امامت کا سردار خان رئیس ہنڈ اس اجرائے کل قوانین اسلامیہ پر نہایت برہم و رنجیدہ ہوگیا اور سخت مخالف ہوگیا۔ نہ معلوم اس کو یہ امر کس وجہ سے ناپسند ہوا تھا۔ یا یہ کہ قریب تر ہونے کی وجہ سے سکھ سلطنت اور سردارانِ پشاور کے دام کا شکار ہوگیا (میرا خیال ہے مرکز سلطنت ہنڈ سے تبدیل ہونے پر شاید دل رنجی ہوا ہو)

آگے چل کر واقعات سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ سکھوں کے دام میں شاید آگیا تھا اور سردارانِ پشاور کی افغان برادری میں تحریک بھی کچھ کم اثر انداز نہ تھی۔ سکھ حکومت کے مقابلہ میں لڑائی میں بھی کامیاب نہ ہونا، سردارانِ پشاور کے رُو برو مقابلہ بھی آفریدی امداد آجانے سے ہشت نگر کو چھوڑ آنا۔ افغانی طبائع میں ایک گونہ تغیّر پیدا کرنے کا موجب امور تھے اور دائی صحبت سے دوری اور گزرگاہ عبور دریا کا مالک ہونے کی حیثیت سے سکھوں اور درانیوں دونوں حکومتوں کا اس کو اپنانے کی کوشش ان اُمور نے اس کو خالص مذہبی رنگ پر قائم نہ رہنے دیا۔ لہٰذا اوّل المومنین رئیس اوّل الاعدا بن گیا۔

ہزارہ کے سب سے پہلے مہتمم بندوبست انگریز میجر ولسن نے اس بارے میں گزیٹر ہزارہ کے اُردو ایڈیشن کے صفحہ ۲۸۷ پر اس مخالفت کا سبب حسب ذیل لکھا ہے کہ خادی خان رئیس ہنڈ جو سب لوگوں سے پہل کر کے سیّد صاحب کو اس وطن میں لانے کا موجب ہوا تھا وہ مخالف ہوگیا۔ اس طرح کہ ان سے سیّد کی تجویز کے برخلاف سردار ہری سنگھ کو قلعہ اٹک پر حملہ کی تجویز کی مخبری کر دی۔ تب سردار ہری سنگھ نے اٹک پر پہنچ کر رنگ ریزوں کو قتل کرا دیا۔ جن کے گھر سے حملہ و فتح قلعہ اٹک کے لئے جملہ سامان فراہم شدہ، اس کو مطابق اطلاع کے مل گیا۔

اخوند سوات خادی خان کا دلی دوست تھا، اس وقت وہ اس قدر مشہور انسان نہ تھا صرف

ایک عابد زاہد شخص تھا۔ خادی خان کو دوست جان کر سنادی۔ مگر خادی خان نے وہ خبر سکھ حکومت کے گورنر ہری سنگھ کو پہنچادی جس نے جلدی اٹک پر پہنچ کر رنگریزوں کے گھروں سے سیڑھیاں رسیاں وغیرہ اسباب قلعہ پر حملہ کا پالیا اور رنگ ریزوں کو قتل کرادیا۔ جو کوٹھہ کے ملا صاحب کے قلعہ دار تھے۔ تب خادی خان نے علانیہ سکھوں کا طرفدار بن کر پندرہ ہزار فوج سکھوں کے جنرل اُنتورا کی ماتحتی میں دریا سے پار چڑھا کر اور خود ہمراہ ہو کر سیّد کے مرکز پنجتار پر حملہ کرادیا جس میں کامیابی نہ ہوئی۔

سکھ فوج ناکام واپس ہوگئی اور خادی خان مجاہدین کے شبخون میں قتل ہوگیا۔ اس سے سیّد صاحب اور اخوند صاحب و ملا کوٹھہ کے درمیان مخالفت پیدا ہوگئی۔ اور اخوند سوات کو یہ ملک چھوڑ کر گمنام ہو جانا پڑا۔ اس دن سے مجاہدین و کوٹھہ ملا کے ساتھ اخوند صاحب کی عداوت دائمی قائم ہوگئی۔ (گزیٹر ہزارہ) مذکورہ بیان میجر ولسن کا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اکثر انگریزی تاریخوں میں یہ درج ہے، مگر اس کی جو مفصل تشریح میں نے اپنی خاندانی روایت کے طور پر سُنی ہے وہ حسب ذیل ہے کہ ملا صاحب کوٹھہ اور اخوند صاحب آپس میں ہم سبق رہے تھے اور دلی دوست تھے۔ اخوند صاحب بیکی کے گاؤں کے قریب ایک ویران غار میں چلہ کشی کے لئے دس بارہ سال رہا تھا۔ اور بسبب قُرب مکانی خادی خان رئیس ہنڈ کا تعلق بھی اخوند صاحب سے معتقدانہ تھا۔ جب سیّد صاحب نے ہنڈ میں آکر قیام کیا اور خادی خان اُن کو اخلاص سے پشاور کے علاقہ سے اس جگہ لے آیا، تو ملا صاحب کوٹھہ بھی سیّد صاحب کے تابعین میں قریب تر ہوگئے اور اخوند صاحب بھی تابع امامت ہو کر اس مجلس کے مخلصین میں ایسے ہی شامل ہوگیا جیسے خادی خان اور ملا صاحب کوٹھہ تھے۔ اور سیّد صاحب کا اعتماد بھی ان ہر دو کے نسبت یکساں بہت زیادہ تھا۔ اتفاقاً ایام ایسے آگئے کہ خادی خان دل سے سیّد صاحب سے برگشتہ ہوگیا۔ جس پر اخوند صاحب کو آگاہی نہ تھی۔ ایک دن صرف چار اشخاص حسب ذیل اکٹھے بیٹھے تھے جو یہ تجویز پختہ کی گئی کہ قلعہ اٹک پر رات رات میں بذریعہ کشتیوں کے پار ہو کر حملہ کر کے قلعہ فتح کرلیا جائے۔ اس مشورہ کے وقت صرف سیّد صاحب اور مولانا اسماعیل و ملا صاحب کوٹھہ و اخوند صاحب سوات موجود تھے۔ کوٹھہ ملا صاحب کا دادا پیر اٹک کا حضرت جی صاحب تھا جو طریقہ مجددیہ میں اپنے وقت کا پیر تھا۔ اس کے مریدوں کے سلسلے میں جو کہ کوٹھہ والے ملا

toobaa-elibrary.blogspot.com

صاحب کے پیر بھائی یا اپنے مرید کوئی خاندان رنگ ریزوں کا اٹک میں تھا، ان کو مشورہ میں شریک کیا گیا اور قلعہ پر چڑھنے کے لئے رسّیاں، بانس، میخیں اور سیڑھیاں، کدالی، پھاوڑے تبر وغیرہ اسباب ان رنگریزوں کے گھر جمع کرایا گیا اور حملہ کی تجویز ہو رہی تھی کہ اخوند صاحب نے خادی خان کو اپنا اور سیّد صاحب کا بھی مخلص جان کر یہ احوال سُنا دیا، مگر اس کا دل سیّد صاحب سے پھر چکا تھا۔ اور اس کو سکھ حکومت کے دل میں یقینی اعتباری دوستی کا ثبوت اس ہاتھ آ گیا تھا۔ اور دنیوی فائدہ نے اس کو علانیہ اس طرف سے ہٹ کر دوسری طرف جانے پر آمادہ کر لیا۔ اُس نے ایک ضروری سوار ہری پور ہری سنگھ کے پاس روانہ کیا جو ایک رات میں اٹک جا پہنچا اور رنگریزوں کے گھر کی تلاشی لی، تو خان ہنڈ کے بتائے ہوئے میخ اور رسیاں، بانس اور لکڑیاں وغیرہ وہاں موجود پائیں اور انگریزوں کو اُس نے قتل کرا دیا۔

اب یہ رنگریز ملا صاحب کے تعلق دار تھے، اس لئے مذکورہ چار اشخاص میں سے خادی خان کو خبر دہندہ صرف اخوند صاحب ہی تھے جو شرم اور خجالت سے اس جگہ سے مفرور ہو کر نہ معلوم کتنی مدت تک اور کہاں کہاں چھپتا پھرتا رہا، مگر رنگریزوں کا خون رنگ لایا۔ خادی خان بھی قتل ہو گیا۔ جن کا ذکر آگے آتا ہے اور اس کے بعد اس قدر فتنے اور فساد پیدا ہوئے جن کی تفصیلات اس کتاب میں نہیں لکھی جا سکتیں۔ بلکہ آگے آنے والے واقعات مشتے از خروارے اور بے جواز انبار سے سمجھنا چاہیے کہ مسلمان علماء و قبائل و اقوام کے درمیان ایک عظیم فتنہ بن کر زمانوں تک فسادات کا سلسلہ جاری رہا یہی کیا کم تھا کہ اسی طبقہ کے اکثر علماء اسلام باہم مخالف ہو کر قتل و غارت کا سبب بنے وہ بھی اسی سلگی ہوئی آگ کا اضافہ تھا۔

تمام حالات ذیل میں تفصیل سے آئیں گے، مگر دکھانا یہ تھا کہ جب اخوند صاحب آگے چل کر مقتدر ہو گیا، اور مجاہدین اور کوٹھہ ملا کے خلاف وہابیت کے فتوے اور نقصان رسانیاں واقع ہوئیں۔ وہ مذکورہ واقعات کی شاخیں اور فروعات تھیں۔

سردار خادی خان کی فسخ بیعت

اور جنرل انٹورا صاحب و معہ پندرہ ہزار سکھ فوج کے ساتھ سیّد کے مرکز پر حملہ

مذکورہ بالا بدعہدی جب خادی خان کی رنگریزوں کے قتلِ عام سے واضح و ظاہر ہو چکی تو خادی نے خود دربار لاہور کو درخواست لکھ کر بڑی تعداد فوج سیّد اور اُس کی جمعیت کے استیصال کے لئے طلب کی اور دربار لاہور سے ایک تجربہ کار فرانسیسی افسر جنرل انتورا اس مہم کے لئے مقرر ہو کر معہ پندرہ ہزار فوج و توپ خانہ و شاہین و آلات جنگ کے خاص پنجتار علاقہ یاغستان مرکز سیّد صاحب پر حملہ کے لئے روانہ کیا گیا۔

جب یہ فوج مقام حضرو میں پہنچی، تو خادی خان ہنڈ سے ایک گھوڑا عمدہ اور باز اور چند شکاری کتے بطور ہدیہ ہمراہ لے کر ہنڈ سے دریا عبور کر کے جنرل موصوف کا جا کر سلامی ہوا اور اس کو بہ دلائل کثیرہ ذہن نشین کرایا کہ دراصل وہ بے ملک فقراء کی جماعت ہے۔ جن کو مہم کردہ م رستم واستان۔ تمام سمہ میں ایک بڑا پرہ جنبہ میری طرف داری پر قائم ہے۔ سرداران پشاور ہمارے مددگار ہیں۔ فتح خان ایک جنبہ کا خان ہے جس کے مخالف میر افریق اس کے لئے کافی ہے۔ باقی سلطنتِ افغانیہ اور سکھ دربار بھی دشمن ہے، تو سیّد کی ہستی ہی کیا ہے۔ بمشکل تین ہزار فقیروں کی جماعت اس کے ساتھ ہے جو اس پندرہ ہزار فوج کی ناشتہ بھی نہیں۔ اور میں بذاتِ خود فوج کے ہمراہ ہو کر اس کا خاتمہ چاہتا ہوں۔ دریا عبور کرانے پر بڑا زور دے کر جنرل کو تو آمادہ کیا۔ کہا تمام اہل سمہ مانند ۱۸۲۲ء سکھ دربار کی خود اطاعت بند مقابلہ مان لیں گے۔ اس پر جنرل ونٹورا نے دریا عبور کیا اور ہنڈ میں آ کر پنجتار پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

سیّد صاحب کو اس کی اطلاع ہو گئی تو پنجتار تک فوج جانے میں دونوں جانب پہاڑ ہیں اور درمیان میں درّہ ہے۔ اس درّہ کے اندر ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ تک قد آدم ایک دیوار بنوا دی جو دو ڈھائی گز لمبی ہو گی۔ اُس دیوار کے اندر جا بجا بُرج اور مورچے بھی بنا دیئے۔ دیوار کی تیاری میں مثل غزوۂ خندق سیّد صاحب اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے۔ جب دیوار تیار ہو گئی تو قندھاریوں اور مجاہدین ہندی کو اس میں مقیم اور محکم بٹھا دیا۔

پنجتار کا گاؤں اس جگہ سے آٹھ سو، ہزار گز شمال کی طرف دُور ہے۔ مجاہدین کی تعداد اس وقت مع قندھاریوں کی نو صد تھی۔ مولانا اسماعیل نے اس وقت آیتِ بیعت رضوان پڑھ کر سنائی اور سب کو ثابت قدم رہنے کی نصیحت کی تو سب لوگوں نے حضرت سے تازہ بیعت کی اور آپ نے بھی نہایت عجز و الحاح سے دُعائے استقامت و نُصرت اللہ تعالیٰ مانگی۔ اس وقت کفار

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے لشکر کے نزدیک آجانے کی خبر مل چکی تھی۔ سب فوج کمر بستہ آراستہ ہوئی اور سید صاحب مکمل جنگی لباس میں ملبوس ہو کر نہایت سنجیدگی سے فوج لے کر مدافعت و مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔

ونٹورا صاحب معہ فوج کے موضع تومالی کو پہنچ گیا اور اس کی فوج کا پیشتر مقدمہ کا حصہ دیوار مذکور تک آ پہنچا۔ سید صاحب کے لشکر کے اس وقت تین نشان تھے:

ایک کا نام صبغۃ اللہ تھا۔ اس پر زرد ریشم سے نہایت جلی خوشخط ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ۔ پارہ کے آخر تک لکھا ہوا تھا۔ یہ نشان دادا ابوالحسن نصیر آبادی کے پاس تھا۔

دوئم نشان کا نام مطیع اللہ تھا۔ جس پر سورۃ بقرۃ کا آخری رُکوع لکھا ہوا تھا۔ یہ نشان ابراہیم کے پاس تھا۔

تیسرا نشان فتح اللہ تھا جس پر سورۃ صف کا آخری رُکوع لکھا ہوا تھا۔ یہ نشان محمد نام ایک عرب کے پاس تھا۔

سید صاحب نے لشکرِ اسلام کے سوار و پیادہ کو نہایت قرینہ سے لے کر پنجتار سے روانہ ہوئے۔ عین اس وقت انٹورا صاحب دُوربین سے دیکھ رہے تھے، تو اس نے خادی خان کو اپنے نزدیک بلا کر نہایت غصہ سے کہا کہ تم نے ہم کو دھوکہ دیا کہ تم کہتے تھے وہ قلیل التعداد ہیں۔ اب دیکھو لو کہ میلوں تک میدان و پہاڑ مجاہدین سے بھرے ہوئے ہیں۔ (واذ راک ھم کثیرا) جنرل کی نگاہوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ فوج اس قدر کثیر کر دکھلائی کہ اس کا دل اس کو دیکھ کر ٹوٹ چکا تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ عربی کی برکت سے اس کو کثیر کر دکھلائی۔ مگر جنرل مہاراجہ کے خوف سے آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ اس کے پیش رو جمعیت دیوار مذکور سے جا ٹکرائی۔ سید صاحب نے مرزا احمد بیگ کی اطلاع دہی پر کہ دشمن دیوار تک پہنچ آیا ہے۔ مرزا حسین بیگ گولہ انداز کو شاہین چلانے کا حکم دیا۔ دیوار تک پہنچے ہوئے سکھ سپاہی کچھ مارے گئے۔

اِدھر سے جنرل سید کے لشکر کی باوقار آمد کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس نے اپنی فوج کو بلا مقابلہ واپسی کا حکم دیا۔ غازیوں نے اس درّہ کے آخری سرے تک سکھ فوج کا تعاقب کیا۔ اور بھاگتے دشمنوں کے بے حساب قتل کیا۔

سید صاحب نے اس خداوندی نصرت پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا ادھر ونٹورا کے دل پر کچھ اس قدر ہیبت اور خوف مسلط ہوا کہ وہ بلا توقف دریائے سندھ عبور کر کے سیدھا لاہور جا پہنچا۔ مگر خادی خان پر افسوس ہے کہ بدعہدی کر کے خالی میدان میں رہ گیا پھر بھی اس کو بڑا ناز اور غرور سردارانِ پشاور پر تھا۔

شبخون مولانا اسماعیل بر قلعہ ہنڈ

مُورخوں نے پیش آمدہ حالات کے تحت جس قدر مقامِ افسوس کا تھا، اس قدر تاسف نہیں کیا کہ جس خادی خان نے کمال اخلاص و سعی سے سید صاحب کو علاقہ پشاور سے اپنے گھر لاکر نصب امام شرعی کا عمل سب سے اوّل کرایا اور کہا تھا آخر ازلی کم نصیبی کے کرشمے ہیں کہ وہی اوّل دُشمن بن گیا اور پنجتار میں اس کے خلاف فتویٰ معیت اعلانیہ کفار کا لکھا گیا۔ بیعتِ امامت کر کے اس کی تنسیخ کے علاوہ مسلمانوں کے ملک پر اور امام پر بذات خود ہمراہ کر فوجِ کفار کو چڑھا لایا۔ اس لشکرِ کفار نے مسلمانوں کے ملک کے تمام راستہ کے گاؤں مسجد میں حسبِ قاعدہ جلا دیں۔ جن میں سینکڑوں قرآن مجید بھی نذرِ آتش ہو گئے۔ اس لئے جو فتویٰ اس پر ثابت ہو چکا تھا، اس کی وضاحت کرنے کے باوجود تحریر میں اس کو ترغیب دی گئی کہ اب قتال جاری ہے۔ اس قدر علانیہ بدخواہی کی نسبت قطعی فیصلہ ناگزیر ہے۔ لہٰذا اُس کو لکھا کہ دنیا چند روزہ ہے اور دارالآخرت ابدی ہے۔ وہ اپنے سابقہ عمل سے تائب ہو کر پھر اپنے بھائیوں اور اسلام کے یک جان و یک دل ہو سکتا ہے۔ صرف اس کی پشیمانی اور گذشتہ ارادہ سے واپسی کی ضرورت ہے، مگر افسوس ہے کہ اُس کو افغانیت کی ضد اور غیوری نے اور سردارانِ پشاور کی طرفداری کے سہارے نے اپنی ضد پر قائم رکھا اور مکتوب ترغیبانہ کا جواب غرور و نخوت سے دیا کہ وہ فقراء امراء کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔

بالخصوص مجھ پر اس واقعہ کی نسبت بہت دردناک اثر افسوس ہوا ہے اس لئے کہ قطع نظر اس کے کہ یہ خان نہایت عالی خاندان سے تھا اور نہایت نیک عمل مخلصانہ مومنانہ کر چکا تھا۔ یہ شخص بہادر غیور جسور بھی تھا۔ جس کی نسبت ایسے انجام پر افسوس ہے، مگر مسلم ہے کہ مقدرات

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک زبردست قوت اور طاقت ہے کہ اتنا بڑا عظیم نیک عمل کرنے والا بھی علانیہ کفار کا جنگی طرفدار بن کر ایسے انجام پر خاتمہ ہوتا ہے۔ بہر حال ہر مسلمان کو انجام کا خوف اور خاتمہ بالخیر کی آرزو سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ (عبدالجبار شاہ)

جو شبخون ہنڈ کے واسطے تیار ہوا اُس کی سرداری شیر اسلام مولانا اسماعیل شہید کے سپرد کی گئی۔ اس جگہ تاریخوں کا اتفاق اس پر ہے کہ مولانا صاحب کے ہمراہ سات سو مجاہدین کا لشکر پنجتار سے سیدھا چٹیل غیر آباد بیابان کے راستے روانہ ہو کر گڑھی امان زئی کے راستے موضع ترکئی میں جا مقیم ہوا اور خادی خان کو بھی شبخون کی روانگی کی خبر ہو گئی، مگر اس کو اپنے قلعہ کے استحکام اور اپنی قوتِ بازو وامدادِ سکھاں وسردارانِ پشاور پر غرور تھا۔ مگر جو خبر میں نے اس شبخون کی جمعیت میں شریک خود ثقہ داری بابا بہرام خان رئیس کھارن صاحب خانی تنولی سے سُنی ہے وہ یہ ہے کہ دو صد مٹی کی بٹکیں برتن ساز سے بنوا کر برتن کی مانند پکوالیں اور آپ نے صرف دو صد چیدہ مجاہد لے کر فی مجاہد ایک بٹک پانی سے بھری ہوئی سپرد کی۔ کیونکہ تیس چالیس میل کے بیابان بے آب میں انہوں نے چکر کاٹ کر ہنڈ کو جہانگیرہ سے ہو کر دریائے سندھ کے کنارے کنارے اٹک کی جانب سے آ کر ہنڈ پہنچا تھا۔ پنجتار ہنڈ سے پندرہ میل اندازاً شمال کو ہے اور ہنڈ سے مغرب میں بے آب وگیاہ بیاباں پچیس در پچیس میل وسیع ہے۔ اس بیابان کے مغربی گوشے میں سے یہ جمعیت گزر کر ہنڈ سے جنوب دور پندرہ سولہ میل جنوب جا کر دریا کے کنارے کنارے دوسری صبح وقتِ نماز پہنچی اور بہرام خان بابا کہتا تھا کہ باقی ہمراہی مولانا کے ہمراہ نہ پہنچ سکے تھے راستے میں رہتے گئے جو رفتہ رفتہ بعد میں پہنچتے رہے، مگر پہلے صرف ہنڈ تک اسی مجاہدین ہمراہ مولانا پہنچے تھے جن میں بہرام خان بابا خود شامل تھا۔ دونوں روایتوں کا توافق یوں ہو سکتا ہے کہ یہ دو صد کی جمعیت تو مذکورہ طریق پر مغالطہ دے کر چکر کاٹ کر بے خبرانہ سر جا پہنچی ہو اور پانصد کی نفری موضع ترکئی میں بھیج دی ہو جو معاً اس جمعیت کے درپے ہنڈ پہنچائی گئی ہو۔

الغرض، جب ہنڈ کے قلعہ کے متصل یہ لوگ پہنچے، تو قلعہ کے دروازے ابھی تک نہ کھلے تھے، یہ باہر چھپ رہے۔ یہ ۱۰ صفر ۱۲۴۵ھ ہجری کی تاریخ تھی۔ مولوی صاحب نے ۲۵ قرابین بھیجے تاکہ جس وقت دروازہ قلعہ کا کھلے یہ لوگ حملہ کر کے دروازہ پر قبضہ کر لیں۔ اہلِ مقابلہ کو

قرابینوں سے اُڑا دیں اور بھاگنے والوں یا عدم مقابلہ والوں سے تعرض نہ کریں۔ ایسا ہی ہوا۔ جب دہقانوں نے ہل جوتنے کے خیال سے سویرے دروازہ کھلوایا قلعہ کے دروازے پر قبضہ ہوتے ہی مولانا صاحب فی الفور پہنچ گئے۔ قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ خادی خان لوگوں کو مقابلے پر آمادہ کرتا ہوا گھوڑے پر سوار آ رہا تھا کہ قرابینوں سے مارا گیا۔

شہر کے لوگوں کے مال اسباب سے مولوی صاحب نے کوئی تعرض نہ کیا بجز اسلحہ واونٹ گھوڑوں کے۔ اور نمازِ جنازہ بھی ان پر نہ پڑھی مگر وطنی ملاؤں نے رات کے وقت اس کا جنازہ کر کے دفن کر دیا۔

جنگ ہنڈ

جس کو مورخوں نے جنگ زیدہ کے نام سے لکھا ہے

افغانی ملکوں میں ہر جگہ شدت سے دو جنبہ لوگ اپنی اپنی طرفدار جنبہ داری کی امداد لازمی طور پر کرنے کے عادی، بلکہ اس پر مجبور ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا خادی خان کے قتل ہونے سے تمام ملک سمہ کا ایک پہریا نصف ملک کے لوگ مجاہدین کے سخت مخالف و دشمن ہو گئے۔ اس وجہ سے مجاہدین کے تنہا آدمی کے لئے اس ملک میں نقل و حرکت مشکل ہو گئی۔

بدامنی کے حالات سن کر خود سیّد صاحب، سردار فتح خان پنجتاری رئیس و دیگر روٗساء ملک کو ہمراہ لے کر زیدہ کو آ گئے جو ہنڈ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ امیر خان برادر خادی خان سیّد صاحب کو بھی صلح اور اطاعت کے پیغامات بھیجتا رہا کہ میں قوانین شریعت کا پابند اور آپ کا پکا مطیع ہوں۔ ہنڈ کا قلعہ مجھ کو سپرد کر دیجیے، مگر مولوی صاحب نے یہ بات منظور نہ ہونے دی۔ اور پھر امیر خان نے سردار یار محمد خان والی پشاور کو بارہ ہزار روپیہ نقد خرچہ فوج پیش کرنے کے علاوہ مملکت سمہ کی بنی بنائی حکومت اُس کو معہ نصف پرہ داران گُل ملک بطیب خاطر سپرد کر دینے کے ایسے سبز باغ دکھائے کہ اُس نے فی الفور اپنی فوج کے چند سرداروں کے ہمراہ تین صد سوار سپاہی موضع ہریانہ میں امیر خان کے پاس حفاظت کے لئے بھیج دیئے۔ اور مجاہدین کی ٹولیوں سے امیر خان کے متعدد جھڑپیں ہوتی رہیں اور غازیوں کی بھرمار کا تماشہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کابلی لوگ دیکھتے رہے، مگر خود شریکِ جنگ نہ ہوئے تھے۔ سردار یار محمد کے چھوٹے بھائی کو
نہایت وضاحت سے سیّد کے مقابلے سے روکا کہ جس مقابلہ سے ونٹورا صاحب جیسا فرنگی
جرنیل واپس ہوگیا ہے، اس سے لڑنا قرین مصلحت نہیں کس قدر بدنامی اُٹھا کر بلا مقابلہ ونٹورا
واپس ہوا۔ اس کے اوپر پشاور سے چڑھ کر جانا ہرگز مناسب نہیں، مگر مقدر کی رسی انسان کو کشاں
کشاں مقررہ جگہ ضرور لے جاتی ہے۔ سردار منع نہ ہوا۔ چھ ضرب توپ دو ہاتھی اور لشکر عظیم جس
کی تعداد بارہ ہزار بتلائی گئی ہے ہمراہ لے کر خود پشاور سے چل کر ہریانہ میں آ پہنچا۔ اور توپیں
سر کر کے تمام اہلِ سمہ کو ہیبت میں ڈال دیا۔ جو لوگ ملک میں خادی خان کے طرفدار تھے، وہ
مخالفت پر آمادہ ہوگئے اور جو سیّد صاحب کے وفادار تھے، وہ افغانستان کی سلطنت کے بھائیوں
کی فوج حملہ آور دیکھ کر خوفزدہ اور مجاہدین کی امداد سے دست کش ہوگئے۔ بجز فتح خان رئیس
پنجتار اور ارسلان خان ولد اشرف خان رئیس زیدہ کے اور کوئی بھی کمر بستہ ہو کر مجاہدین کا ساتھی
نہ ہوا۔ البتہ ہر دو مذکورہ رؤسا مع اپنی ماتحت فوج کے مجاہدین میں شامل تھے۔

سیّد صاحب نے مولانا مظہر علی عظیم آبادی کو دو صد مجاہدوں کے ہمراہ قلعہ ہنڈ میں بٹھا
کر مولانا اسماعیل کو زیدہ میں طلب کر لیا۔ ایک دفعہ ہنڈ کے نزدیک درانی دستہ توپ لگانے گیا
تھا، مگر مولوی صاحب نے ان کو مار بھگایا۔ ہنڈ کے قلعہ پر ۱۰۔ صفر ۱۲۴۵ء ہجری کو قبضہ ہوا تھا۔
اس کے ۳۵ دن بعد اب ۱۵ ربیع الاوّل ۱۲۴۵ء ہجری بروز دوشنبہ لشکر سردار یار محمد خان معہ کل
سامان حرب و ضرب مقابل زیدہ پہنچ گیا۔ یہ تو تاریخی روایت ہے۔ بابا بہرام خان خود قلعہ ہنڈ
میں موجود تھا، وہ مجھ سے بیان کرتا ہے کہ فوج ہریانہ سے اُٹھ کر ہنڈ کے قلعہ کے نزدیک زیدہ
کے راستے آ کر خیمہ زن ہوگئی تا کہ قلعہ کو بھی توپ سے فتح کیا جائے اور سیّد کا لشکر اگر زیدہ سے
آئے تو اُس سے بھی مقابلہ کیا جائے۔ جگہ اور مورچے پکانے تک سیّد صاحب کے پیغامات
صلاحیت کو ٹال مٹول کرتے رہے، مگر شام کو سردار درانی نے حکم دیا کہ اب سیّد صاحب کا پیغام
جو قاصد لائے اس کا سر قلم کر دو۔ اس پر اسی رات میں سید صاحب و مولوی صاحب نے مشورہ
کر کے ایک شبخون مولوی صاحب کی ماتحتی میں تیار کیا گیا۔ اس قدر تیزی کی گئی کہ درانیوں کا
مخبر قاصد اور یہ حملہ آور شبخون لشکر گاہ درانی میں یکجا پہنچے۔ ملکی لشکر تو منتشر ہو چکا تھا۔ مولوی
صاحب کے ہمراہ اس وقت چھ صد مجاہد تھے۔ اور سیّد صاحب کے پاس صرف تین صد مجاہد رہ

گئے اور سردار فتح خان اور ارسلان خان، خان زیدہ کے اپنے آدمی رہ گئے تھے مولوی صاحب
اپنے ساتھیوں کو رفتار کی وضع اور حملہ و جنگ کی ترکیب بطور سبق سمجھا کر روانہ ہوگئے۔
ہندوستانی قرابینوں اور بندوقچیوں کی ایک جماعت بنا کر ان کو آگے کیا۔ راستے میں
دشمن کے طلایہ کے یک صد سواروں نے ان کو جو پیدل تھے دیکھ لیا۔ وہ واپس لشکر میں خبر دیتے
روانہ ہوئے، مگر بندوقچیوں نے تیز گامی کر کے ان کو پہنچ کر اور زور دار تکبیر کہہ کر ایک باڑھ ماری
جس سے ان کے کافی آدمی مارے گئے۔ باقی بھاگ کر لشکر میں پہنچے اور لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔
توپ خانہ میں مہتابی روشن کی اور توپوں کا رُخ ادھر کر کے باڑھ مارنے کو تھے کہ مجاہدین زمین
پر لیٹ گئے۔ وہ باڑھ تو خالی گیا دوبارہ توپوں کو بھرنے نہ پائے تھے کہ مجاہدین نے حملہ کر کے
توپوں پر قبضہ کر لیا۔ قرابینوں کا باڑھ مار کر ملازمان توپ خانہ کو مار ہٹایا تو توپ خانے کا رُخ
لشکر درانی کی طرف پھیر کر مجاہدین نے گولہ باری شروع کر دی۔ بندوقوں اور قرابینوں سے بھی
فوج پر آگ برسا دی۔ اسی کیفیت سے دشمن کے لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی۔ دشمن کے گولہ انداز اکثر
گرفتار ہوئے اور اُن میں سے توپوں اور شاہینوں سے متواتر گولہ باری کی اور تمام لشکر گاہ پر
مجاہدین کا قبضہ ہوگیا۔
پلاؤ کی پکی ہوئی دیگیں فی کس مجاہدوں کو مل گئیں۔ دو تین جوان عورتیں بھی سرداروں
کے خیموں سے ملیں جن کو رخصت کرا دیا گیا۔ دشمن کو ایسی بُری شکست ہوئی کہ ساز و سامان کا
ایک تنکا بھی ساتھ نہ لے جا سکے۔ بلکہ جوتے اس قدر پڑے رہ گئے کہ شاید ہی کوئی خوش قسمت
جوتی پہن سکا ہوگا۔ ورنہ سب کے جوتے بھی میدان میں پڑے رہ گئے۔ سردار یار محمد خان کی
ران توپ کا گولہ لگنے سے زخمی ہوگئی اور زخم کو اپنی چادر سے باندھ کر ایک جان نثار نوکر کے
ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر میدان سے نکل بھاگا۔ راستے میں موضع ڈوڈیرا اور ہریانہ کے
درمیان زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسا۔ وہ ملکی لوگ جو خادی خان کے وفادار تھے توپ شاہین
کی آوازیں سن کر نقارے بجا کر کمر بستہ ہو کر اس اُمید پر آئے تھے کہ درانی لشکر نے حملہ کر دیا
ہے۔ جب نزدیک پہنچے تو مجاہدین نے باڑھوں سے آگے سے ان کی تواضع کی۔
بہرام خان بابا کہتا تھا کہ ہم لوگ قلعہ ہنڈ میں اہل ہنڈ کے محاصرے میں تھے۔ سب
لوگ ہمارے خلاف کمر بستہ تھے، مگر صبح کی روشنی میں ہم نے خیموں کا ایک شہر ویران افتادہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مُردوں، زخمیوں، گھوڑوں، خچروں اور مال واسباب سے بھرا پڑا دیکھا۔ اور ملکی لوگوں نے پہنچ کر لوٹ مار شروع کردی۔

اس فتح کی خبر پا کر سیّد صاحب نے سجدہ شکر ادا کیا اور دوسرے دن پنجتار کو روانہ ہوگئے۔ مجاہدین نے بغیر اسلحہ و گھوڑے، خچر اونٹ و توپ خانہ کے اور کسی شے کو ہاتھ نہ لگایا، مگر ملکی لوگوں نے خوب سیر ہو کر ایک وسیع بازار مال غنیمت کا لوٹا اور اپنے گھر بھر لئے۔

درانی مقتولوں کی تعداد تین صد کچھ کم وبیش تھی جن میں چند ایک نامی سردار بھی تھے۔

مجاہدین کے چار شہید اور سات زخمی ہوئے تھے۔ توپ خانہ میں آٹھ توپیں ملیں جن میں سے پانچ پنجتار لے گئے۔ تین توپیں ستھانہ کے سادات کو دے دیں۔ سیّد صاحب نے پنجتار پہنچ کر لوٹ اور غارت گری پر اور اس کی قباحت کے تجربہ پر مؤثر وعظ فرمایا جس کی تاثیر سے ملکیوں نے متاثر ہو کر ڈیڑھ سو گھوڑے اور بہت سے خیمے وغیرہ مال غنیمت میں حاضر کئے جس میں سے خمس نکال کر باقی غنیمت پر دو حصہ اور پیادہ سپاہی پر ایک حصہ کے حساب سے تقسیم کر دی۔

مولوی مظہر علی قلعہ ہنڈ کی سرداری پر تھے۔ انہوں نے امیر خان برادر خادی خان اور ان کے جنگ شریک علانیہ طرفداروں پر حملہ آور ہو کر ان کے قلعوں سے جو اسباب غنیمت میں آیا اس کو بھی مذکورہ تجویز شرعی کے مطابق غازیوں میں خمس نکال کر تقسیم کر دیا گیا۔

سردار سلطان محمد خان والی پشاور نے اپنے دو گھوڑے جن کے نام لیلیٰ و مروارید تھے اور جن کو مدت سے مہاراجہ رنجیت سنگھ ان سے طلب کرتا رہا تھا مگر انہوں نے نہ دیئے تھے۔ سکھ حکومت کے قواعد کی رُو سے گھوڑا ان کو پیش کرنا اطاعت پذیری کا ثبوت سمجھا جاتا تھا۔ بطور ہدیہ یہ گھوڑے دربار لاہور کو بھیج دیئے اور مہاراجہ سے مجاہدین کے خلاف امداد طلب کی۔ اس لئے کہ سردار موصوف کو اس وجہ سے خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ اہل پشاور و مضافاتِ پشاور نے سیّد صاحب کو نہایت زور شور سے عرائض لکھ کر توجہ دلائی تھی کہ وہ ضلع و شہر پشاور پر آ کر قبضہ کر کے لوگوں کو دُرانی ظالمانہ حکومت سے رہائی دلا دیں تا کہ ہندوستانی قافلوں کی راستوں کی بندش اور تکالیف کا بھی خاتمہ ہو جائے۔

اگر اس وقت سیّد صاحب چاہتے تو فی الواقعہ نہایت آسانی سے پشاور کی مملکت پر وہ قابض ہو سکتے تھے۔ مگر آپ نے بغیر اعلام نامہ کے جانا پسند نہ کیا اور جملہ علماء رؤساء باشندگان

پشاور و مضافات کو ایک مفصل اعلام نامہ لکھ کر روانہ کیا اور سردار سلطان محمد خان کے نام جدا لکھا جو طویل مضمون پر مشتمل تھے۔

جنگ ہنڈ یا جنگ زیدہ جس میں سردار یار محمد خان پشاور سے چند ہزار سوار پیادہ فوج کے ساتھ سیّد صاحب کے خلاف معہ توپوں سواروں پیدلوں کے چڑھائی کر کے آیا تھا۔ ہنڈ کے قلعہ کے متصل مولوی اسماعیل کے شبخون کے مقابلہ میں مقتول ہوگیا، اس کا لشکر تباہ و تاخت و تاراج ہوگیا۔ اس پر اس عہد کے پشاور کے پشتو شاعر نور الدین نے چار بیت لکھے جن سے اصل حالات کسی قدر معلوم ہو جاتے ہیں۔

یہ واقعہ اسلامی نکتہ نگاہ سے تو نہایت مکروہ عمل ہے، مگر واللہ اعلم سرداران پشاور کو کس وجہ سے مجاہدین کی مخالفت پسند آئی کہ پہلے تو جنگ شیدو کا حال جو لکھا جا چکا اس میں مخالفت مجاہدین و سیّد کا اعلان کو بیٹھے اور جب مملکت یوسف زئی مجاہدین کی شرعی حکومت قائم ہو چکی تو خادی خان رئیس ہنڈ اطاعت و بیعت امام کرنے کے باوجود سکھوں سے مل گیا۔ اور دوبارہ سیّد کو تباہی کے لئے فوجیں لے کر آیا اور ہر بار شکست خوردہ ہو کر بے نیل و مرام واپس ہوا، تو سیّد صاحب نے کامل اتمام حجت کر لینے کے بعد مولانا اسماعیل کا شبخون بھیج کر ہنڈ کا قلعہ لے لیا۔ خادی خان مقتول ہوگیا تو موصوف کا حقیقی بھائی امیر خان مقیم موضع ہریانہ پشاور جا پہنچا اور سردار یار محمد خان آٹھ توپوں کا توپ خانہ اور زنبورے وغیرہ سامان جنگ لے کر خود چند ہزار سوار پیادہ فوج سے ہنڈ کرا آپہنچا، اس واقعہ کو پشتو چار بیتہ میں نور الدین شاعر پشتو پشاور نے یوں بیان کیا ہے۔

راغے امیر خان سردارہ دربہ کرمہ زر   لما سرہ روان شہ یوسف زونہ برابر

امیر خان نے آ کر عرض کی اے سردار خرچہ جنگ میں دیتا ہوں میرے ساتھ یوسف زئی پرگنہ کو جاو، حملہ آور ہو کر

سید رانہ ملک واغست رالہ وہ کبہ دفتر   زر پاسہ روانیگی ستی مکوہ سردارہ

سیّد نے مجھ سے ملک لے لیا ہے میری املاک واپس دلا دو جلد روانہ ہو چلو، سستی نہ کرو اے سردار

روان شہ یار محمد سید اُہاسی لہ پنجتارہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

چل پڑا یار محمد اور سیّد کو پنجتار سے بھی نکال رہا ہے

سرداز بل وطن به درله وه کثم امیره لاسو نه می له تاسره راخکلی دی په بز کیه

سردار نے کہا وطن تیرا تجھ کو حاصل کرادونگا اے امیر خان ہاتھ میں تیرے ساتھ وعدہ کر کے داڑھی پر پھیرا ہے

ثانه په ده سید کرمه ده ځنده هوا کیره په مخکښس پیش خانه حباله کوچ کوم له خاره

پودہ سیّد کا ہنڈ سے اُکھاڑ پھینکو نگا اُڑا دوں گا آگے آگے پیش خانہ چلا دیا ہے کل صبح شہر پشاور سے کوچ کرر ہا ہوں

روان شه یار محمد سید او باسی له پنجتاره

روانہ ہوگیا یار محمد (اس ارادہ) کو سید کو پنجتار سے بھی نکال دے

روان شه یار محمد ده امیر خان سره یارانو توپونه تله په کادو زنبورك په شترانو

روانہ ہوگیا یار محمد امیر خان کے ساتھ اے دوستو توپیں گاڑیوں پر بار تھیں اور زنبورک اونٹوں پر لدے ہوئے تھے

په شاد خرا کے وُدیو تولے ده سردارانو دیره شه په نوخار سترگے ئی سرے وے له خماره

گرداگرد اس کے ایک جمعیت سردارانِ کابل کی ہمراہ تھی ڈیرہ کیا اُس نے پہلے دنوں نوشہرہ میں غصے سے اس کی آنکھیں لال تھیں

روان شه یار محمد سید اُباسی له پنجتاره

روانہ ہو چکا یار محمد اس ارادہ سے کہ سیّد کو پنجتار سے بھی نکال دے

سردار یوسف زو سره معاوے کرے خبرے پت پت سره جرگے قصے ئی واو دیدے حاضرے

نوشہرہ پہنچ کر سردار نے قبائل یوسف زئی کے ساتھ معلوم کر کے بات چیت کرلی در پر خفیہ مشورے باہم دیگر پختہ کر لئے

یوسف زوورته ویل سید کزل خانه لرے جباونی په سنګرو کنهی هی جه شوه قلاره

یوسف زئیوں نے جواباً سردار کو کہا ہم وطن سے سردار کو ہٹا دیں گے حملہ شبخونی ان کے مورچوں پر تم کرو رات اندھیر میں

روان شد یار محمد سید اُباسی له پنجتاره

چل پڑا یار محمد اس لئے کہ سیّد کو پنجتار سے نکال دے

بیابل به پیدائشی یارے محمد غوند سردار ده روز که بدوه کاده هر چاوه اعتبار

پھر دوبارہ دنیا میں پیدا نہ ہو سکے گا یار محمد جیسا غیور سردار امیر خان کے بھائی کا انتقام ضرور لے گا اس پر ہر کسی کو اعتبار تھا

خزان پرے باند راغے شه زمکدتار پتار رازی په دوست محمد پسے رحمدل له قندهاره

اس پر خزاں کا جھونکا آگیا اور وہ زمین پر پتے پتے ہو کر برباد ہو گیا اب اُسکے انتقام کے لئے امیر دوست محمد کو غیرت دلانے سردار رحمدل قندھار سے

روان شه یار محمد سید اُباسی له پنجتاره

روانہ ہو گیا یار محمد تا کہ سیّد کو پنجتار سے ملک بدر کرے

قاصد ئی وه لیږه ده پیر محمد پسے له وخته رادرومه په جلدی خبره پنجه سوله سخته

قاصد اس نے بھیج دیا سردار پیر محمد کے پیچھے جلدی سے دوڑ کر جلدی آ جاؤ حادثہ بہت شدید پیش آگیا ہے

تاوبګی یار محمد لکه ده سر و ګلو نو لخته

پیچ و تاب کہاں میں سُرخ گلاب کی پتیوں کی مانند یار محمد

تواریخ ہائے احمدی میں متعدد جگہ درج ہیں۔ صرف ایک فقرہ قابل ذکر ہے۔

''نہ باکے از امراء اسلام منازعت داریم و نہ باکے از رؤسا رکینین مخالفت با کفار مقابلہ داریم نہ با مدعیان اسلام فقط باور از مویان جویان مقابلہ ایم نہ

بہ ایام جنگ زیدہ مولوی نظام الدین چشتی صاحب بخارا کی سفارت سے واپس آئے اور واپسی پر انہوں نے حضرت کی مراسلت بادشاہ کاشغر کو دکھلائی اور حاکم فیض آباد کو اور محمد مراد بیگ حاکم قندھار کو بھی دکھلائی تھی جس سے وہ لوگ بے حد متاثر ہو کر آمادہ جہاد ہو گئے تھے۔ (مگر سلطنت افغانستان کے شاہی خاندان کی دشمنی سکھ حکومت سے بھی بڑی مصیبت گلے پڑ چکی تھی) امیر بخارا نے مراسلات پہنچنے پر شادیانے بجوائے تھے اور ہر طرح امداد پر آمادہ تھا۔ مگر اس کے وزراء و اُمراء نے یہ شبہ ڈال دیا کہ یہ سفارت دراصل سیّد صاحب کی طرف سے نہیں ہے، بلکہ نصرانی انگریزی حکومت کی طرف سے ہے اور بعض خاص اغراض کے ماتحت

toobaa-elibrary.blogspot.com

سفارت کے بہانہ پر جمعیت بھجوائی ہوئی ہے اور کہ ان کو جلد سے جلد رُخصت کر دینا مناسب ہے۔

اس پر بادشاہ بخارا نے بطور ہدیہ ایک اسپ ترکی دو عمدہ یابو اور کسی قدر دینار زر سرخ معہ جواب نامہ دے کر رُخصت کر دیا۔ ان ہی ایام میں عبدالحمید نام رسالدار رام پور سے آیا جس کو حضور نے بھی اپنا رسالدار بنا کر چند سوار ہمراہ دے کر حسب طلب خان زبان خان رئیس کھوی و کنگر اسکی طرف روانہ کیا جس کے ہمراہ کچھ پیادے اور چند شاہینیں بھی دیں تھی۔

سیّد کو ہی تکلیف وایذا پہنچائی۔ گو آخر میں سب کو ہی سزا ملی، مگر اسلام کو مجموعی فائدہ اور عظیم الشان فائدہ اپنے ہاتھوں امراء کابل نے اور قبائل سمہ وغیرہ نے ضائع کر دیا۔ اس عاجزانہ خط کا جواب خانِ امب نے دیا کہ اس راستہ پر مت آؤ، اگر آتے ہو تو خوب سامانِ جنگ سے آراستہ اور باخبر ہو کر آؤ۔ اب ہزارہ کی طرف سے راستہ بند تھا اور کوئی راستہ ہی نہ تھا۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ سکھوں سے ہمیشہ پاینده خان برسر پیکار رہا تھا۔ اور درانی سردار یار محمد خان جو سیّد کے مقابلہ میں مقتول ہوا اس کے حقیقی بڑے بھائی سردار عظیم خان نے نواب پاینده خان والی امب کے والد نواب خان کو دریا میں غرق کیا تھا۔ گویا ہر دو حکومتیں دشمن تھیں اور یہ خود پاینده خان کی بھی دشمن تھیں۔ پاینده خان اب سیّد کی بیعت و مریدی بھی کر چکا تھا۔ سیّد کو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ مسافر راہ اور مجاہدوں کو روک کر اعلانِ جنگ تحریری دے گا، مگر شیطان دشمن نیکی و دشمن عمل صالح انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ عجیب عجیب ناپسندیدہ کام انسانوں سے کراتا ہے۔

اب سیّد کا مجبوراً پاینده خان کا اعلان جنگ منظور کرنا پڑا پھر بھی سادات ستھانہ کے رشتہ کے لحاظ سے اس نے اپنا لشکر کبل وکیا شان والے آسان و ہموار راستہ پر نہ بھیجا، بلکہ دشوار گزار پہاڑی راستہ و امازئی قبائل کی راہ سے روانہ کیا۔

جنگِ امب

سیّد صاحب کے لئے اب کوئی دوسرا راستہ ہی نہ تھا، چنانچہ مجبور ہو کر پنجتار سے کوچ کیا

اور اپنے عیال اطفال کو موضع وکا ڑ و خدو خیل میں ٹھہرایا۔ اور سرکردہ لشکر مولانا اسماعیل کو مقرر کر کے دو راستوں پر اپنا لشکر روانہ کیا۔ اور خود بھی ان کی پشت پر یاغستانی لشکروں کی امداد لے کر آئے۔ اس لئے کہ ایک بڑی طاقت و ریاست کے بہادر اور جنگ آزمودہ والیِ ملک کے ساتھ مقابلہ در پیش آگیا ہے۔ آپ نے مولانا اسماعیل کو وصیت کر دی کہ اپنی طرف سے جنگ کی ابتداء ہرگز نہ کرنا، بلکہ صرف راہ طلبی کرنا جو ہر راہ رو مسافر کا حق ہے۔ اسی پر زور دینا اگر وہ مقابلہ پر اُتر آئے تو پھر جنگ میں کمی نہ کرنا۔

لشکر کا ایک دستہ زیر حکم سیّد احمد علی خواہرزادہ سیّد صاحب فرقہ جدون کے راستہ سے اشرا کو گیا۔ دوسرا دستہ ہمراہ مولانا اسماعیل امازئیوں کی طرف سے ہو کر موضع فروسہ کو گیا۔ امازئی جدون خدو خیل قوموں کے لشکر سب سیّد کی ماتحتی میں تھے۔ اور اس مقدمہ کے پشتی بان تھے یہ تمام یاغستانی علاقہ جات کے قبائل سادات ستھانہ کے ہمیشہ زیر قیادت جہادوں میں مصروف رہے تھے۔ صرف خدو خیل فرقہ خان فتح خان پنجتار کی وجہ سے سیّد صاحب کے مخالف تھے باقی علاقہ چملہ و بونیر و سوات جو اصل آزاد یوسف زئی میں اوّل روز سے جب کہ عہد بیعت حضرت سے ان لوگوں نے کیا آخر دم تک ان یاغستانی قبائل سے بال برابر بد عہدی اور مخالفت ظاہر نہ ہوئی۔ چونکہ وہ ساداتِ ستھانہ کے زیر اثر لوگ رہے اپنے قدیم قائدوں کی پیروی میں کامل پابندی سے متقدر رہے تھے۔

حالات جب اس حد تک پہنچے تو پاینده خان نے ایک خط سیّد صاحب کو و دوم مولانا اسماعیل کو لکھا کہ میں حسب سابق دوست اور مطیع ہوں جس پر ان کو بہت خوشی ہوئی کہ بے جا مقابلہ سے مخلصی ہوئی۔ جواباً انہوں نے لکھا کہ ہم صرف خدائی جاری راستہ کی آزادی مانگتے تھے ہمارا مقصد ہرگز مسلمان سرداروں سے آویزش کا نہیں۔ اس لئے سیّد احمد کو حکم لکھا کہ وہ اشرا سے امب کی طرف پیش قدمی ہرگز نہ کرے۔

واللہ اعلم خان امب کو کیا شبہ ہوا یا صلح سے مایوسی پیدا ہو گئی کہ خود اس نے سیّد احمد علی کے دستہ اشرا والے پر حملہ کر دیا۔ مگر سیّد احمد علی نے مستعدی سے حملہ روکا اور سخت مقابلہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے جو امب اس وقت آباد تھا وہ اشرا سے صرف تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس قدر نزدیک دو مخالف لشکروں کا اجتماع ہو کر بجائے امکان صلح، امکان تصادم زیادہ ہو جاتا ہے۔ سخت

toobaa-elibrary.blogspot.com

جنگ ہوئی اور میدان مجاہدین کے ہاتھ رہا۔ والی امب براہ قلعہ چھتر بائی وگزر مگئی دریا عبور کر کے فرار ہو گیا۔

یہ اطلاع سیّد صاحب کو پہنچی تو اپنے اہلِ حرم کو بھی آپ دکھاڑہ سے امب میں لے آئے اور دفتر وغیرہ بھی امب میں لے آئے۔ قاضی ومحتسب مقرر ہو کر اس تمام ریاست تنول میں اسلامی احکام جاری کئے۔ اور دریا کنارے جو لوگ ننگے نہایا کرتے تھے، اس رواج کو ممنوع اور موقوف کر دیا۔ اس وقت سیّد کے دفتر میں دس محرر تھے۔ مولانا اسماعیل ومولوی محمد حسن رامپوری سیّد صاحب کے وزیر تھے۔ اور حضرت کی مُہر میں کندہ تھا (اسمہ احمد)۔ وہ مولوی اسماعیل کے پاس رہا کرتی تھی گاہے منشی محمدی کے پاس رہتی تھی۔ تب سیّد صاحب نے مولوی نظام الدین چشتی کو جو بخارا کی سفارت سے آچکے تھے اپنی طرف سے بیعت لینے کا مختار ومجاز خلیفہ بنا کر اہل کشمیر کے حالات معلوم کرنے اور اُن کی ہدایت کے لئے روانہ کیا تا کہ بندوبست ہجرت بعد تکمیل انتظام کیا جائے۔

جس جس راستے سے مولوی صاحب نظام الدین گزرے کثیر خلق اللہ کو داخل بیعت کرتے گئے۔ درّہ کاغان جو متصل کشمیر ہے اور سادات سیّد جلالی کی ملکیت ہے۔ ان میں تحریک پہنچی، تو تمام لوگ داخل بیعت ہو گئے۔ سیّد ضامن شاہ رئیس اعظم خود کاغان سے امب آکر داخل بیعت ہو گئے۔

جنگ تربیلہ

ان ایام زیر بحث میں سیّد صاحب خود تربیلہ تشریف لے گئے جہاں سکھوں کا قلعہ تھا۔ مگر یہ مقام ہر سُو سے ہموار سڑک پر صرف بارہ میل کے فاصلہ پر ہے جو سردار ہری سنگھ ناظم ہزارہ وغیرہ کا مرکزی ہیڈ کوارٹر تھا۔ سیّد صاحب نے قلعہ پر آسانی سے قبضہ کر لیا۔ (ہری پور کا شہر وقلعہ ہری سنگھ کی یادگار ہے) ہری سنگھ کے ہمراہ اس وقت پانچ ہزار نفری فوج معہ مکمل سامان جنگ موجود تھی، وہ تمام فوج لے کر آگیا۔ باوجودیکہ سیّد صاحب کے ہمراہ فوج بہت قلیل اور ناکافی تھی) مگر ہری سنگھ کا مقابلہ آپ نے خوب جم کر کیا اور اپنی قوتِ حربی کا پورا ثبوت دیا اور عرصہ تک مقابلہ جاری رکھا، مگر بوجہ کمی لشکر آخر نہایت استقامت اور باقاعدگی

سے ہٹ کر دریائے سندھ کو کشتیوں کے ذریعے عبور کر کے موضع کبل کو آگئے اور کیا دکبل کے قراء میں پہنچ کر سید ھے ستھانہ میں سیّد اکبر بادشاہ کے پاس آکر مہمان ہوئے۔

سیّد اکبر شاہ حضرت کے پاس تربیلہ میں پہنچ چکے تھے اور حضرت کو خود اپنے ہمراہ ستھانہ لے گئے۔ چونکہ حضرت کے اس ملک میں آنے سے پہلے سے ستھانہ سکھ حکومت کے دشمنوں کا مرکز تھا اور تمام امراء ورؤسا مفرورین حکومتِ سکھ کا دار الہجرت ودار الجہاد تھا لہٰذا سیّد صاحب کا وجود سادات ستھانہ کے حق میں ایک فرشتہ نصرت غیبی ورحمت لاریبی بن گیا۔ اور سیّد صاحب کے حق میں یہ خاندان مانند جسم اعضائے جسم خود از حد قابلِ اعتماد وبھروسہ تمام عمر کے لئے ہو گیا

سیّد صاحب کی انصاریت میں خاندان ستھانہ نے اپنی حکومتوں جاگیروں آبائی جائیدادوں کو لات ماردی۔ حضور کی اقتداری قیام گاہ پنجتار میں تھی یا مستقر اقتداری آپ نے ستھانہ کو قرار دے لیا کہ آپ کے خلفاء وعلماء نے اہل الرائے وعلمبرداران جہاد کے لئے سالہا سال مستقر ودار الہجرت ستھانہ ہی ہو گیا۔ تمام خاندان ستھانہ کے ارکان ماتحت لوگ حضرت کی بیعت سے مُشرف ہوئے۔ اور سادات ستھانہ کا خانہ شریکی کا رشتہ والی امب خان پائندہ خان کے ساتھ اس طور پر تھا کہ سیّد اکبر شاہ کے بڑے بھائی خان میاں سیّد اعظم کی زوجہ خان امب کی ماموں زاد بہن اور حقیقی سالی بھی تھی یعنی سیّد اعظم وپائندہ خان ہم زلف تھے۔ لہٰذا سادات ستھانہ نے خان امب کو طلب کیا چونکہ وہ بھی سکھوں کا دلی دشمن تھا، ستھانہ میں آگیا۔ اور حضرت کی بیعت سے مشرف ہو کر واپس چلا گیا۔ اس دفعہ خان امب نہایت خلوص نیت سے سیّد کا مرید ہو گیا تھا۔ وہ دوسری بار جب پھر ستھانہ میں آیا اور اس نے اپنے شدید دُشمن سربلند خان پلال کو سیّد صاحب کے ہمراہ دیکھا اور اپنے حقیقی بھائی مدّت خان کو بھی سیّد صاحب کا مقرب پایا تو وہ سیّد صاحب سے بھی روگردان ہو گیا جس کا ذکر خوانین ریاست امب کے ضمن حالات میں کچھ گزرا اور سیّد صاحب کے حالات میں آوے گا۔

پہلی دفعہ نواب پائندہ خان نے سیّد صاحب کو دعوت دی اور وہ اشرا کے راستے امب میں خان کے مہمان بھی ہوئے تھے۔ انگریز مورخ ہزارہ میجر ولسن نے اس بحث پر مختلف خیالات لکھے ہیں۔ ایک جگہ وہ لکھتا ہے کہ پائندہ خان نے سیّد کی بیعت زمانہ سازی سے کر لی تھی، مگر اس میں بھی اس کو اپنی ہتک محسوس ہوئی، تو وہ منحرف ہو گیا۔ پھر اس نے یہ حقیقت بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

لکھی جو اصل وجہ برگشتگی کی تھی کہ ستھانہ میں دوئم ملاقات میں جب اُس نے سربلند خان پلال اور اپنے بھائی مدت خان کو سیّد کے حضور عزت اور وقار میں دیکھا تو اُس دل مخالف ہو گیا۔ اور اسی موقعہ پر بطور تمثیل میجر ولسن نے لکھا ہے کہ سیّد احمد کا دلی اخلاص اور اعتبار اس تمام ملک میں صرف سیّد اکبر بادشاہ ستھانہ پر تھا یا اس کی وجہ سے اس کی قریبی برادری سادات تاوہ گئی جملہ وتختہ بند بونیر والوں پر تھا اور وجہ میجر ولسن نے یہ بتلائی ہے کہ ایک تو اس تمام ملک میں سیّد اکبر کے مانند بااثر و باعزت اور کوئی دوسرا نہ تھا۔ دوئم نسبتاً سادات اور دونوں ہم قوم تھے۔ سوئم عادات واخلاق اور خصلت سیّد احمد و سیّد اکبر کے یکساں و یک رنگ تھے۔ باوجود بہادر وغیور ومعاملہ فہم ہونے کے حلیم ومنکسر مزاجی نیک دلی وغیرہ تمام عادات واطوار میں فطری یکسانی تھی۔

سیّد صاحب ابھی اسی جگہ معہ کل لشکر کے ستھانہ میں تھے کہ آپ کو خبر ملی سردار سلطان محمد خان کی والدہ نے اس کو طعنہ دیا کہ باوجود اس قدر فوج وحکومت کے ایک مسافر حقیر سے اپنے بڑے بھائی کا انتقام نہیں لے سکتا۔ اس پر وہ مقاتلہ کے لئے تیار ہو گیا اور یوسف زئی ممالک سے خادی خان کے پہرہ جنبہ کے روسا خوانین بھی، جب ایسے حالات پیش آجائیں تو برانگیختہ کرا کر لڑانے میں یہ لوگ بڑے ماہر ہیں۔ غرض وہ آمادہ ہو گیا اور اس نے ایک انگریز فوجی کیول نام کی ماتحتی میں اپنی کل فوج سپرد کر کے خود قلعہ ہنڈ پر آپہنچا۔ اور قلعہ میں صرف پچاس مجاہد تھے۔ جنہوں نے کمال شجاعت سے چند روز اتنی بڑی فوج کا مقابلہ جاری رکھا اور قلعہ بزور فتح نہ ہو سکا۔ آخر پانی خوراک مجاہدین پر بند کر کے ان کو مجبور کیا اور کیول صاحب نے اپنی ذمہ داری پر یہ شرط پیش کی کہ وہ اسلحہ چھوڑ کر خالی ہاتھ قلعہ سے نکل کر چلے جائیں۔ مجاہدین جب قلعہ سے نکلے تو سردار نے ان کو قید کر کے کہا کہ ان کو لے جا کر اپنے بھائی کی قبر پر ذبح کروں گا۔ اس وجہ سے کیول صاحب نے بطور احتجاج اپنی ذمہ داری ختم کر کے استعفا دے دیا اور سردار کی فوج سے چلا گیا۔ یہ اطلاع جب سیّد صاحب کو ستھانہ میں پہنچی تو آپ معہ لشکر کے پنجتار آگئے اور پشاور پر حملہ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ جب سردار سلطان محمد خان کو سیّد کی پشاور کی طرف روانگی کا علم ہوا، تو اس نے قلعہ ہنڈ خالی کر کے اور مجاہدین قیدیوں کو ساتھ لے کر واپس پشاور آگیا۔

ہشت نگر کے علاقہ میں کسی جگہ قیدی جس مکان میں بند کیے تھے، اس کی دیوار رات میں توڑ کر بھاگ نکلے اور پنجتار میں بخیریت پہنچ گئے۔ جب سردار پشاور نے قلعہ ہنڈ خالی کر دیا تو امیر خان نے دریا سے پار سکھ حکومت سے درخواست کی کہ وہ قلعہ ہنڈ کو اپنے قبضہ میں لے لیں تاکہ مجاہد دوبارہ نہ قبضہ کر لیویں۔ دریا کا گزر اور کشتیاں سکھ حکومت کے قبضہ میں آگئیں۔ سکھوں نے جلدی ہنڈ پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت تمام سمہ یعنی ہموار میدان یوسف زئیوں میں دو قسم کی تحریکیں کار فرما تھیں۔ یہ دو بیرونی تھیں اور ایک اندرونی نقص تھا ایک تحریک نہایت زبردست ہم قومی وافغانیت کی عصبیت کی طرف سے غیرت دلا کر سرداران پشاور کی طرف سے جاری کردہ تھی جس کے ساتھ تخویف وتنذیر بھی شامل تھی۔ اس وقت دو بادشاہیاں اس وطن کے جوار میں موجود تھیں یعنی درانی وسکھ درانی حکومت کابل وپشاور سگے بھائیوں کی تھی۔ جو بوجہ قتل یار محمد خاں، جہادی تحریک کے دشمن ہو گئے تھے۔ گویا کل سلطنت امیر دوست محمد خان کی اور نسلِ افغان قتلِ برادر کی وجہ سے شدید دشمن ہو گئے، افغان سمجھدار لوگ جان گئے کہ شرعی حکومت کی پائیداری دائم قائم نہیں، دوئم سکھوں کی عظیم الشان طاقت وہ بھی سیّد ہی کی دشمن تھی۔ سکھ اور درانی اس بارے میں ہم خیال تھے۔ ان خیالات میں سمہ کی ایک پارٹی کے سرکردہ خان کے مرنے سے وہ بھی مذکورہ ہر دو سلطنتوں کے ہم خیال ہو گئے۔ ان حالات میں تین قسم کی زوردار تحریکیں پیدا ہو گئیں۔ جن کا زور ایک ہی طرف پڑتا تھا۔ اس جگہ اہلِ سمہ خصوصاً مندن فرقہ یوسف زئیوں کے امتحان کا وقت آگیا۔ ان کا اس میں پورا اترنا نہایت مشکل تھا۔ تین سو سال پہلے اسی کتاب میں حضرت سیّد علی کا قول اخوند درویزہ کی زبانی نقل درج شدہ موجود ہے کہ دین کے بارے میں یوسف زئی قوم میں جب کوئی فساد داخل ہوتا ہے وہ ہمیشہ مندن قبیلہ کی طرف سے آتا ہے، چنانچہ اہل سمہ ہی مندن قبیلہ ہے اور ان میں مذکور تینوں تحریکیں متوثر انداز میں داخل ہو گئی تھیں۔ اس حالت میں خطرہ ہی خطرہ تھا۔ مذکورہ ہر سہ امور دو بیرونی طاقتوں کے مخالف اثرات کا نتیجہ تھے جن کے ساتھ ایک شاخ ملک کے اندر احکام شریعت کے اجراء کی ایک جزو نکاح بیوگان اور لڑکیوں پر نکاح کنندوں سے افغانوں میں روپیہ لینے کے رواج کی تنسیخ کا فتویٰ جو افغانی غیرت کے اندر گویا مداخلت کا مسئلہ تھا۔ نیز زیرک لوگ تقسیم جائیداد کا مسئلہ بھی دور سے دیکھ رہے تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسلامی حکومت کے خلاف تینوں اطراف سے مورچہ بندی ہو چکی تھی۔

اہلِ سمہ اس حکومت سے بے دل اور برگشتہ ہو گئے تھے۔ اور سیّد صاحب نے بھی اس حقیقت کو جان لیا تھا۔ انہوں نے در پردہ مصمم ارادہ کرلیا کہ اس وطن سے اپنا سلسلہ منقطع کرلیں۔ پشت کی طرف سے افغان سلطنت کی دشمنی اور سامنے سے سکھوں کا مقابلہ آخر تابہ کے۔ آپ نے ارادہ کرلیا کہ یہاں سے آپ کشمیر کو چلے جائیں اور اس جگہ مرکز جہاد قائم کر کے افغانوں کے جنجال سے یکسو ہو جائیں۔ اگر کشمیر زیرِ قبضہ آ گیا تو پنجاب پر براہِ راست اس تحریک کی زد پڑے گی اور اگر وہاں بھی اس تحریک میں کامیابی ناممکن ہوئی تو لداخ و تبت کے راستوں سے ہندوستان کو بھی واپس جا سکتے ہیں۔

الغرض اس ارادہ کی بناء پر آپ نے پنجتار سے مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کو منتخب کیا کہ وہ ایک جماعت مجاہدین کی ساتھ لے کر براہ پکھلی وہ کشمیر کو چلے جائیں۔ اور جس جگہ بھی وہ مستقر پسند کریں مقرر کرلیں۔ جب مولانا اسماعیل یہ جماعت لے کر ستھانہ پہنچے تو سادات ستھانہ کو پائندہ خان والی امب کا دوسری ملاقات کے بعد برگشتہ ہونے کا علم تھا۔ انہوں نے مولوی صاحب کو سمجھایا کہ والی امب سے استفسار بغیر اس کے ملک میں ہو کر آپ نہ جائیں۔ جب انہوں نے پوچھا تو خانِ امب نے قطعی انکار کردیا کہ میں اپنے ملک کے اندر سے ہو کر کسی غیر کا فوجی دستہ گزرنے نہ دوں گا۔

مولانا نے خود ستھانہ میں رہ کر سیّد صاحب کو احوال لکھا۔ تب سیّد صاحب نے ایک خط نہایت عجز و الحاح سے لکھا کہ مسافروں اور مجاہدوں کے راستے مسلمان روکا نہیں کرتے۔ ہمارا تمہارے ملک سے کوئی واسطہ نہیں، وطن ہندوستان ہے اور اب کشمیر جانے کا ارادہ ہے۔ سیّد صاحب چونکہ سادات ستھانہ کے دلی دوست تھے اور امب و ستھانہ کی اس وقت رشتہ دارانہ دوستی تھی، اس لئے سیّد صاحب نے نہایت کوشش کی کہ خواہ مخواہ ہمارے لئے یہاں اختلاف نہ پیدا ہو، مگر اس عہد کے لوگوں پر عجیب تعجب اور افسوس ہوتا ہے کہ سکھ جیسی اَشدُّالاَعداء سلطنت کا اگرچہ کچھ علاج تھا، تو سیّد تھا، مگر ہر کسی نے قدر بقدر ہوا۔ اور کشمیر میں بھی یہ تحریک بے حد گرمجوشی سے قبول کرلی گئی اور اہلِ کشمیر کی بے شمار عرضیاں اس مضمون کی پہنچی، کہ جب ان دنوں سکھ صوبہ دار کشمیر لاہور گیا ہوا تھا اور اعلیٰ افسران سے کشمیر خالی ہے۔ آپ جلد تشریف لا کر قبضہ

کرلیں۔ تب ہم سب مسلمانانِ کشمیر آپ کی حمایت میں جہاد اور جان نثاری ثبوت دیں گے۔

اس پر سیّد صاحب آمادہ روانگی بھی ہو گئے، مگر مولانا اسماعیل نے صلاح دی کہ امب سے لشکر روانہ ہو کر نہایت تیزی کرے، تب بھی بمشکل دس بارہ دن میں کشمیر تک جا سکیں گے اور اتنے میں ہزارہ سے بذریعہ سواران دربار لاہور کو اطلاع پہنچ کر کشمیر میں استحکام اور انتظام پختہ ہو جائے گا اور کشمیری مسلمان ہو سمہ کے افغانوں سے دغابازی میں کسی طرح کم نہیں۔ اگر خود غرضی اور دغابازی سے پیش آئیں تو اس ناواقف اور نادیدہ محصور مملکت میں سخت مشکل پڑ جائیگی، یہاں ٹھہر کر موازنہ و اندازہ کر کے قدم اُٹھانا چاہیے۔

جنگ پھولڑہ

چونکہ پائندہ خان سکھوں کے مخالف تھا، اس لئے سکھوں نے ریاست امب میں جابجا قلعے آباد کر کے ان پر قابض تھے۔ سیّد صاحب نے مجاہدین کا بیکار بیٹھنا پسند نہ کیا اور سکھوں سے مسلسل سلسلہ جہاد جاری رکھنے کا ارادہ فرما کر مولانا اسماعیل کے ماتحت سیّد احمد علی صاحب اور مولوی محمد حسن رامپوری کو مختلف راستوں سے دریا عبور کر کے پھولڑہ میں جمع ہونے کے واسطے بھیجا۔ دریائے سندھ سے مغرب کی جانب ہے۔ مشرقی کنارے کے مسلمان رعایائے سکھاں سیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اطاعت قبول کر کے بیعت امامت کر کے امان نامے تحریری حملہ ہائے فوج کے بارے میں لے لئے اور محفوظ و مطمئن ہو گئے۔ پھولڑہ میں دستوں کا جمع ہونا مقرر تھا۔ راستے میں سکھوں کے ایک قلعہ کو فتح کرتے میں مولانا اسماعیل صاحب مصروف ہو کر معطل ہو گئے۔ صرف مولوی محمد حسن رامپوری اور سیّد احمد علی صاحب اس لشکر کے ہمراہ تھے۔ یہ دونوں صاحب فنِ جنگ سے ناواقف تھے۔ اس لئے جس جگہ اس فوج نے کیمپ لگایا وہ نہایت غیر اہم مقام تھا۔ فجر کے نماز مجاہد پڑھ رہے تھے، کہ سکھوں کی فوج نے ان پر حملہ کردیا۔ اور ان کے سواروں نے ان کو محصور کرلیا۔ صف بندی بھی نہ کر سکے اور ہر دو مذکور سردار شہید ہو گئے۔

سکھ سواروں کے نیزوں نے غازیوں کی تلواروں کو اپنے تک آنے ہی نہ دیا۔ اور چند غازی اور بھی شہید ہو گئے۔ اب مجاہدین میں سے چالیس پچاس قرابین چی الگ ہو کر انہوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے سواروں پر بھر مار شروع کردی جس سے سکھوں کا دو چند نقصان ہوگیا اور حملہ آوروں کو پسپا کردیا گیا۔ اور غازی بے اطمینان اپنے کیمپ میں مقیم ہوگئے۔ مولانا اسماعیل جو سکھوں کے قلعے موسومہ گڑھی چیڑی و گڑھی شونگلی کو سکھوں کے ہاتھ سے چھین لینے میں کامیاب ہوکر اور تنول نمبرداروں سے عہد و پیمان لے کر قلعے ان کے حوالے کرکے براستہ گلی بدرحال پھولڑہ میں آگئے، مگر جو دو نامور سرداروں کی شہادت کا حادثہ ہونا تھا، ہوچکا یہ جنگ پھولڑہ میں واقع ہوئی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے سیّد صاحب کو سفارت کا آنا

تنول کی مکمل ریاست سکھوں سے آزاد کرالی گئی اور اسلامی حکومت میں داخل ہوگئی۔ ان ایام میں مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ پنجاب کی طرف سے سردار وزیر سنگھ جمعدار جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا سالا بھی تھا، معہ حکیم عزیز الدین صاحب بطور سفارت سیّد صاحب کی خدمت میں بمقام امب پیغام لے کر آئے کہ دریائے سندھ سے مغرب جانب اس پار جو علاقہ ہے جس پر آپ کا گزر یا قبضہ ہوچکا ہے یا نہیں ہوا، وہ آپ کی حکومت کے ماتحت مہاراجہ بہادر کی طرف سے بطور انعام تصور کریں اور بلا مزاحمت اس پر عمل دخل اپنا کریں اور بے دغدغہ اس میں احکام شریعت کے جاری کریں۔ لیکن سندھ سے اس پار مشرق جانب کا قصد قطعاً اور وعدتاً کریں۔ یہ بھی کہا تھا کہ سیّد صاحب فقیر ہیں اور میں امیر ہوں۔ امیروں کو فقیروں کی خدمت کرنا ہے اور فقیروں کو امیروں کے لئے دُعا کرنا لازم ہے۔ اگر سیّد صاحب اس سے زیادہ تجاوز کریں گے، تو دنیا دار اور حریص سمجھے جائیں گے۔ تب اس طرف سے پوری تیاری کی جائے گی۔ اور اگر اس پر قانع رہے تو دونوں طرف بھلائی اور ہماری خوشنودی کا موجب امر ہوگا۔

یہ بھی لکھا کہ بعد طے شرائط صلح اپنا سفیر بھی معہ جواب نامہ روانہ کریں۔ جب یہ دونوں سفیر امب پہنچے اور حضرت کے کلمات ہدایت آمیز سُنے، تو قطع نظر حکیم عزیز الدین کے سردار وزیر سنگھ حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا، مگر سیّد صاحب نے اس کو اجازت دے دی کہ تا حصول موقعہ وہ اپنے ایمان کو چھپائے رکھے اور اسلام کی خیر خواہی کرتا رہے۔ ان دنوں راجہ کھڑک سنگھ (برادرزادہ مہاراجہ رنجیت سنگھ) معہ جنرل ونٹورا صاحب دریائے لنڈہ کے کنارے

بارہ ہزار فوج ہمراہ لئے سفارت کے جواب کے منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔ سردار فتح خان رئیس پنجتار کو اس فوج کے قیام سے جو تقریباً اس کے مرکز سے تیس میل کے فاصلہ پر تھی، خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا پنجتار پر حملہ ناگہانی کردیں۔ اس نے سیّد صاحب کی خدمت میں عرضداشت لکھ کر امب سے فوج کو طلب کرلیا۔ حضور نے کل لشکر مجاہدین جو امب میں تھا، مولانا اسماعیل صاحب کی ماتحتی میں پنجتار کو بھیج دیا۔ اور مولوی خیر الدین شیر کوٹی اور حاجی بہادر شاہ خان معہ آٹھ اشخاص کے دربار لاہور کی سفارت کے لئے تجویز ہوکر معہ جواب نامہ کے ہمراہ سردار وزیر سنگھ و حکیم عزیز الدین روانہ کئے گئے۔

اس سفارت نے پہلے لشکر ونٹورا صاحب میں جانا تھا۔ جب یہ پہنچے تو سرکار خالصہ سے ان کے لئے وسیع پیمانہ پر سرکاری خرچ مقرر ہوا، اور ایک ملا کے گھر ان کو مقیم کیا گیا۔ جو سیّد صاحب کے مریدوں میں سے تھا۔ دوسرے دن ہر دو افسران سفارت معہ سردار وزیر سنگھ و حکیم عزیز الدین ونٹورا صاحب کے پاس ملاقات کے لئے بلائے گئے۔ اس وقت وہ اپنے خیمہ میں معہ دیگر دو فرانسیسی افسروں کے بیٹھا ہوا تھا۔ یہ دونوں بزرگ سلام علی من اتبع الہدیٰ کہہ کر قالین پر بیٹھ گئے۔ وزیر سنگھ دروازے پر کھڑا تھا۔ ونٹورا صاحب اخبار نویس کو پاس بلالیا۔ حکیم عزیز الدین کو بھی بٹھالیا۔ پھر پوچھا کہ ان میں مولوی کونسا ہے، میں کچھ علمی باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ مولوی خیر الدین نے جواب دیا کہ اگر آپ نے دینی اور مذہبی امور میں پوچھنا ہو تو سخت جواب سے رنجیدہ نہ ہونا۔ اس نے کہا کہ آپ جو چاہیں کہیں مگر جواب عامیانہ اور جاہلانہ نہ ہو، عالمانہ ہو۔ پھر کہا کہ جب پہلی مرتبہ میرا ڈیرہ حضرو میں تھا، ایک قاصد سیّد صاحب کی طرف سے آیا تھا جس نے یہ پیغامات سنائے تھے کہ اگر مہاراجہ خلیفہ صاحب کی معرفت یوسف زئی علاقہ کی مالگزاری وصول کریں تو سرکار خالصہ ہر قسم تکالیف سے خلاص رہے گی۔ اور غریب رعایا ظلم اور لوٹ مار سے نجات پائیں گے۔ یہ صلاح مجھے اس وقت بھی پسند آئی تھی کیوں کہ اس میں ہر دو فریقوں کے لئے بہتری ہے۔ کیا یہ پیغام خلیفہ صاحب کی طرف سے تھا؟

مولوی خیر الدین نے کہا ہرگز نہیں۔ کسی مکار نے کسی ذاتی مقصد کے لئے یہ جھوٹ بنا کر آپ سے کہا۔ خلیفہ کوئی جاگیر حاصل کرنے کے لئے اس قدر تکالیف اُٹھا کر قسم قسم کی مصائب جھیل کر اس قسم کی جاگیریں لینے نہیں آئے ورنہ اُن کے ہندوستان میں لاکھوں مرید

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں اور شاہانہ ثروت ان کو وطن میں حاصل تھی۔ ونٹورا صاحب نے کہا کہ اگر ان کو جاگیر یا حکومت مطلوب نہیں تو باوجود بے سروسامانی کے، وہ ایک عظیم الشان دولت اور طاقت والے بادشاہ کے ساتھ لڑنے کیوں آئے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا آپ کو یہ علم واقعی ہے یا نہ کہ خلیفہ صاحب کو اپنے وطن میں ہر قسم عزت اور آرام حاصل تھا۔ اس نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے کہ ہندوستان کے نواب اور اُمراء آپ کی توقیر کرتے تھے۔

مولوی صاحب نے کہا تو اس آرام اور عزت اور ہر قسم دنیوی راحت کے مقابلہ میں اب جو کام انہوں نے اپنے ذمے لیا ہے، یہ کس قدر مشکل ہے اور ہر قدم پر ہلاکت کی مصیبت درپیش ہے۔ ایسا عمل اختیار کرنا بغیر کسی معقول وجہ کے ایک عقل مند انسان یا اس کے ہمراہی ہزار ہا علماء کسی دنیوی لالچ کے بغیر کیونکر اپنے گلے ڈالتے ہیں۔

آپ سیّد کو ان لوگوں میں سے یقین کریں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلق اللہ کو خیر رسانی کے لئے منتخب ہوتے ہیں۔ توریت اور تاریخ سے آپ کو واضح ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس طاقت کے بھروسہ پر اپنے عظیم بادشاہ فرعونِ مصر کا مقابلہ کیا تھا۔ اس کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کا حکم ہی تھا اور مقصد ظالم سے مظلوم کو چھڑوانا تھا۔ وہی فریضہ جہاد اسلام میں رائج ہے جو حضرت موسیٰ نے کیا، حضرت یوشع نے کیا، حضرت سلیمانؑ نے کیا، حضرت داودؑ نے کیا۔ گو وہ بادشاہ تھے مگر آپ یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔ تو کیا وہ نفس کے لئے انسانوں کا قتل جائز رکھ سکتے تھے۔ ایسا وہ ہرگز نہ کرتے۔ ہر ایک انسانی حکومت ظالم کو سزا دیتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حکومت سب سے غالب تر ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مرضی کے نمائندے ہوتے ہیں وہ بڑے سے بڑے ظالم کو جو عوام پر ظلم کرے اس کو سزا دینے پر مامور ہوتے ہیں، عوام کی امداد کرتے ہیں مگر ظالموں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ آپ سیّد کو معمولی انسان خیال نہ کریں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ یہ اسلامی فرائض باآسانی ادا ہو سکتے ہیں مگر حج کا سفر کس قدر مشکل امر ہے پھر بھی آپ نے سنا ہوگا کہ سیّد صاحب نے سات آٹھ سو آدمیوں کے ہمراہ کس اہتمام سے حج ادا کیا جس کی توفیق ہندوستان کے سینکڑوں شہنشاہوں اور اُمراء میں سے آج تک کسی کو نہیں ملی اور نہ ہی اس کی کوئی مثال تاریخ میں ملتی ہے۔ پانچواں فریضہ اسلام کا وہ عظیم الشان اولوالعزم انبیاء کا عمل ہے جس کا نام جہاد ہے وہ تمام فرائض سے زیادہ مشکل تر ہے۔ پھر اس میں حصول جاگیر و سلطنت کا تخیل عقیدہ ثواب کو ضائع کر دیتا ہے بلکہ جہاد کی عظیم تر کامیابی اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو جانا ہے۔

سیّد صاحب کبھی سلطنت کے حصول کے لئے اس عظیم مصیبت کے متحمل نہیں ہوئے بلکہ وہی عظیم فریضہ جو ظالم سے مظلوم کو چھڑوانے کا ہے، یا ظالم سے ظلم کا طریقہ چھڑانے کا ہے، وہی سیّد کو مطلوب ہے، اس پر ونٹورا صاحب نے کہا کہ مجھے سیّد صاحب کے ساتھ دلی محبت اور عقیدت ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان کی خدمت میں تحفہ ہدیہ بھیجوں، لیکن وہ اس کے بدلے میں مجھے گھوڑا ہدیہ بھیج دیں تو پھر آئندہ خالصہ دربار سے ہرگز کوئی فوج ان کی مزاحمت کو نہ آئے گی۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ اس مراد کو ہم سمجھ گئے ہیں اور اس صورت میں سیّد گھوڑا تو کیا گدھا بھی ہرگز نہ دیں گے۔ (گھوڑا دینا سکھ حکومت میں اطاعت ماننا ہوتا تھا)۔

انٹورا صاحب نے کہا کہ نزاع صرف اسی صورت سے رفع ہو سکتا ہے مگر خلیفہ صاحب عقلمند ہیں وہ ضرور میری صلاح کو مان لیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اس بارے میں سیّد صاحب اور ہم سب اہل لشکر کا فیصلہ یکساں ہے اور ہم کو معلوم ہے۔ وہ ہرگز ظالم اور مشرک کی اطاعت کر سکتے ہی نہیں۔ ناممکن ہے کہ وہ ایسا کر سکیں۔ آپ یقین کریں کہ ان کے ہمراہ تمام علماء کا لشکر ہے۔ جب نبیوں کے قدم بقدم چلنے والا یقین کر لیا تو تمام ہندوستان کے چیدہ علماء سر و مال قربان کر کے اس کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ پس صلح یا اطاعت قانونِ شرعی کے ماتحت ہی ہوگی اور مذکورہ صورت محال ہے۔ حکیم عزیز الدین اور اخبار نویس نے بھی تحریک کی کہ معاملہ صرف ایک گھوڑے پر ختم ہوتا ہے تو بہتر ہے۔ ایسا کر لیا جائے مگر مولوی صاحب نے اقرار نہ کیا۔ اور بجائے گھوڑے کے گدھا بھی نہ دے سکنا بار بار بیان کیا۔ یہ بھی کہا کہ بصورت عدم آزادی شعائر مذہب ہمارا ارادہ تمہاری سرکار سے جزیہ لینے کا ہے۔ پھر ہم آپ کو کس طرح خراج ادا کریں۔ ونٹورا صاحب نے کہا اگر سیّد صاحب باوجود اس بے سروسامانی کے سکھ حکومت پر غالب ہو گئے تو میں اسی وقت ان کے ہاتھ پر توبہ کر کے مسلمان ہو جاؤں گا۔ پھر کہا کہ میری تمام تقریر خلیفہ صاحب سے ذکر کر دینا اور جواب مجھے واپس پنجھ موضع حضرو پہنچا دیں۔ مولوی صاحب نے کہا میرا فرض گفتگو بلاکم وکاست حضرت کو پہنچا دینا ہے۔ جواب دینا یا نہ دینا سیّد صاحب کا اختیاری امر ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ونٹورا صاحب نے اس کے بعد ان کو رخصت کر کے کہا کہ پھر کسی وقت آپ سے تبادلہ خیال کا موقعہ ملے۔ پھر کہا کہ آپ سردار کھڑک سنگھ کے ساتھ ایسی باتیں کر سکیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا بلکہ اس سے بھی زیادہ صاف گوئی سے کہوں گا۔ وہاں سے رخصت ہو کر حکیم عزیز الدین کے ڈیرے پر آئے۔ دوپہر کا کھانا وہاں کھایا اور شام کو اپنے ڈیرے پر آئے۔

دوسرے دن خفیہ تو مسلم سردار وزیر سنگھ نے آ کر مولوی خیر الدین کو یہ اطلاع دی کہ آج دو فرانسیسی افسر اور سردار کھڑک سنگھ اور امیر خان برادر خادی خان آپس میں باہم گفتگو ہوئے تھے اور کہتے تھے یہ مولوی بڑا تیز طبع اور بیباک ہے۔ کوئی بات قبول ہی نہیں کرتا۔ امیر خان نے کہا باتیں مت کرو۔ باتیں فضول ہیں۔ پنجتار پر قبضہ کرنا ضروری ہے جس سے تمام سمہ مطیع ہو کر جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ اسی رات میں آخری پہر کل فوج کوچ کر کے پنجتار پر جا رہی ہے۔ آپ مولانا اسماعیل کو اطلاع دے دیں چنانچہ مولوی صاحب نے اپنے میزبان کو تمام حالات سنا کر شبا شب روانہ کر دیا کہ وہ پنجتار پہنچ کر سب حالات سے مولانا اسماعیل صاحب کو باخبر کر دے اور رستے کے ہر گاؤں میں اپنے مخلصین کو بھی اطلاع دیتا جائے۔

پنجتار پر ونٹورا صاحب کا دوسرا حملہ

اس شب کے آخری حصہ میں تمام فوج بغیر راجہ کھڑک سنگھ کے روانہ ہو گئی اور زیدہ کو پہنچ کر جو پنجتار سے بارہ تیرہ میل کے فاصلہ پر ہے، مقیم ہو گئی مگر غروب آفتاب کے بعد تمام لشکرِ خالصہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ مجاہدین کا شب خون آ رہا ہے اور اس خبر نے تمام سکھ فوج میں اس قدر خوف و ہراس پیدا کر دیا کہ ہر سپاہی بدحواس ہو گیا۔ مارے خوف کے کوئی نہ سویا۔ ہر سوار کے ہاتھ میں زین شدہ گھوڑا پکڑا ہوا تھا۔ ہوا کی سرسراہٹ پانی گرنے کی آواز یا مال مویشی کی ہر قسم کی حرکت کو بھی دشمن کا حملہ جان کر بار بار فوج میں کھلبلی مچ جاتی۔

ونٹورا صاحب نے یہ حال دیکھ کر یوسف خان ایجنٹ جنرل و دیگر افسران کو بلا کر تاکید سے سمجھایا کہ یہ کیا آفت خوف و ہراس کی فوج پر نازل ہے۔ سب کو تسلی دے کر مضبوط دل کرو۔ افسران نے سب فوج کو تسلی و تشفی دی، مگر یہ اثر بھی جلد ہی زائل ہو گیا۔ آخر شب میں تمام لشکر بغیر از حکم خود بخود واپس چل پڑا اور دریائے لنڈہ کے پل سے پار ہو کر پل کو بھی توڑ

دیا، تاکہ غازی تعاقب میں پل کی وجہ سے پہنچ نہ سکیں کوئی افسر ماتحت ایک دوسرے سے نہ پوچھتا تھا، نہ کوئی کسی کی سنتا تھا کہ کیوں اور کس وجہ سے یہ ہو رہا ہے۔ عجیب حیرت افزا ہیبت ہر ایک فوجی کے دل پر چھائی ہوئی تھی۔ (وَالْقی فی قلوبھم الرّعب) ادھر مولوی خیر الدین شیر کوٹی بھی بلا حصول جواب وہاں سے چل کر پنجتار پہنچ گئے اور مولوی صاحب کو حالات سنائے اور دوسرے دن امیر سید صاحب کے پاس جا پہنچے اور من و عن حالات ان کو سنائے جس پر حضرت نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ آپ نے میرے مافی الضمیر کی ترجمانی کی ہے، مگر جواب دینے کو چونکہ وعدہ نہ کر کے آئے تھے اس لئے جواب نہ دیا گیا۔ اس واقعہ فرار فوج خالصہ کے بعد قلعہ ہنڈ پر جو سکھ فوج تھی وہ خود بخود قلعہ خالی کر کے چلی گئی۔ جس پر خبر پا کر مجاہدوں نے پھر قبضہ کر لیا۔

نکاح دختران پر اجرت نہ لئے جانے کی تحریک
اور نکاح ثانی بیوہ گان کی تحریک کا اجراء اور اس کا نتیجہ

میں نے متعدد تاریخوں میں دیکھا ہے کہ علماء لشکر نے اس مسئلہ کو اٹھایا کہ جب ملک میں اجرائے شریعت علی نہج خلافتِ راشدہ ہو چکا ہے، تو دختر فروشی جو اسلام میں ممنوع اور افغانوں میں رائج ہے اس مذموم رسم کو جلد اٹھا دینا چاہیے۔ اس پر مولانا اسماعیل صاحب مصلحت وقت دیکھ کر متوقف اور خاموش تھے کہ فی الحال توقف کرنا بہتر ہوگا۔ جب کم اندیش علماء نے یہ سوال خلیفہ برحق کے سامنے پیش کر دیا، تو آپ کا منصب ہی ایسا تھا جو مصلحتِ وقت کی وجہ سے ایک شرعی خلاف ورزی و نقص پر صبر نہ کر سکے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ درخواست ملک کی عورتوں کی طرف سے حضور کی خدمت میں پیش ہوئی تھی کہ اس ملک کا یہ رواج ہے کہ لڑکی جوان ہو کر اور منگنی ہو کر بھی، جب تک وارثان دختر کو کافی رقم وصول نہ ہو وہ بیاہ کر نہیں دیتے۔ اس طرح ناداری کی وجہ سے ہزاروں لڑکیاں باپ کے گھر سر سفید ہو کر مر جاتی ہیں۔ مردوں کو ملک بہ ملک تجارت و نوکریاں کرنے کے بعد کہیں جا کر مرد و زن کی شادی ہوتی ہے جس کا برا اثر تمام امت پر اور افزائش نسل پر پڑتا ہے اور اقتصادیات بھی متاثر ہوتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔اور اس رسم کو ختم کرنے اور بمطابق شریعت عمل کرنے سے ہزاروں قباحتیں رفع ہو سکتیں ہیں۔

غرض سیّد صاحب نے تمام محروسہ ممالک وقبائل کے خوانین وعلماء وسادات کو طلب کر کے اس رسم قبیح کے نقصانات بیان کر کے ہر مرد وعورت کو ضبط نفس کی مصیبت اور مردوں کی دربدر کی مصیبت کی تشریح فرما کر فرمایا، اگر حسب قانونِ اسلام بالغ ہوتے ہی مرد وزن کے نکاح میں روپیہ پیسہ کی رکاوٹ حائل نہ ہو تو نہ صرف مرد کے لئے ہی آسانی اور نسل کی افزائش کا فائدہ اور عصمتِ طرفین کی حفاظت کا ہی فائدہ ہوگا بلکہ جس لڑکی والے نے بہ آسانی بلا اخذ مال دے دی ہے اس کے دو چار لڑکوں کو بھی آسانی وبلا پریشانی بیبیاں مل جائیں گے۔ یعنی اپنے ہی لئے تمام قوم نے آسان اور نیک کام مشکل اور گناہ بنا کر اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ يُرِيْدُاللهُ بِكُمُالْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُبِكُمُالْعُسْرَ ط۔ اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی آسان قانون دے کر تمہاری مشکلات آسان کردی ہیں۔ اب تم خود اپنے اوپر ظلم کر کے سخت ترین تمدنی خرابی میں پڑے ہو۔ لازم ہے کہ اس کی اصلاح قانونِ اسلامی مان لینے سے کرلو۔ اس تجویز کو تمام خوانین وسردارانِ ملک وقوم نے وعلمائے بطیّبِ خاطر قبول ومنظور کرلیا اور اجراء کا حکم جاری ہوگیا۔

احمد خان رئیس مردان اس جلسہ کے اغراض ومقاصد سن کر حسب الطلب سیّد صاحب اس مجلس میں حاضر ہی نہ ہوا۔ بلکہ اپنے بھائی کو اپنی گڑھی کی حفاظت میں چھوڑ کر خود پشاور سردار درانی کے پاس چلا گیا۔ یہ قانون اس خوبی سے نافذ ہوا کہ تمام سمہ کے ملک میں معہ چملہ وبونیر وصوات کے ایک لڑکی بھی بن بیاہی نہ رہی اور ایک بیوہ بھی جس نے خود انکار نہ کیا ہو، بغیر نکاح نہ رہی۔ نہایت خوبی سے اس عمل وخیر واصلاح کا اجراء بھی ہوگیا اور آسانی اور فائدہ بھی ہر ایک مرد وزن کو محسوس ہوگیا۔ لیکن افسوس ہے کہ مطابق مقولہ:

چشم بداندیش کہ برکندہ باد ۔۔۔ عیب نماید ہنرش درنظر

یہی بہترین اصلاح یوسف زئیوں کے صرف سمہ اور میدانی مندن قبائل میں موجب نفرت وغیرت وتعصب دکھلا کر انجام نہایت بربادی بخش پیدا کیا گیا۔ جب احمد خان رئیس مردان اعلانیہ باغی ثابت ہو کر مخالفین حکومت شرعیہ کے پاس چلا گیا، تو اس کی باز پُرسی وسرکوبی

کے لئے مولانا اسماعیل کی ماتحتی میں عبدالحمید خان رسالدار اور قاضی جان کی جماعتیں دے کر روانہ کیا۔ قاضی جان اہل سمہ میں سے سیّد صاحب کا انتہائی محب ومخلص تھا اور سمہ میں قاضی تھا۔ خانان مردان کو سریہ کی روانگی سے پہلے اطلاع ہوگئی تھی کہ وہ اپنے پرہ جنبہ کے افغانوں کا لشکر ہزاروں کی تعداد میں جمع کر چکے تھے، مگر باوجود سخت مقابلہ کے مولانا صاحب نے دونوں گڑھیاں (قلعے) مخالفین سے چھین لئے اور تمام قوانین اسلامیہ کو دل وجان سے قبول کرنے کا عہد وپیمان لے کر اور خدمت گزاری ورفاقت مجاہدین کا وعدہ لے کر رسول خان برادر احمد خان کو دو گڑھیاں سپرد کر کے واپس پنجتار کو آگئے۔ مگر افسوس ہے کہ قاضی جان اس مقابلہ کی جنگ میں شہید ہوگیا۔ احمد خان بھی ایک غیور وجسور افغان تھا دراصل وہ پہلے سے درانی تحریک سے متاثر شدہ تھا۔ اب اس نے درانیوں کو ملکیوں کی طرف سے اس اصلاحی حکم سے ناخوش ہونے کا یقین دلایا اور اپنی حمایت کا بھی ذمہ پیش کر کے درانیوں کی کثیر فوج چڑھا کر مردان پر لے آیا کہ اس مملکت کو وہ اپنے مقبوضات میں شامل کرلیں۔

جب ان کی فوج چکنی میں پہنچی تو سیّد صاحب کو بھی اطلاع ہوگئی۔ سردار سلطان محمد خان نے خوانین سمہ کو ایک اعلام نامہ بدین مضمون لکھا کہ سیّد ایک فقیر اور مسافر ہے۔ میرے بھائی یار محمد خان کو بھی تم لوگوں نے سیّد کے لشکری بن کر قتل کیا ہے۔ اور اب میرے دوست احمد خان کے قلعوں پر بھی تم اہلِ سمہ کا لشکر چند مجاہدوں کے ہمراہ ہو کر آیا ہے۔ اس کا بدلہ میں بذریعہ شمشیر تم سے اور سیّد سے لوں گا۔ یہ یورش اس قدر پُرجوش تھی کہ سلطان محمد خان سردار معہ سیّد محمد خان برادرش وپیر محمد خان برادر زادہ ش اور تمام نامی وجنگی درانی افسران آندھی کی طرح اُٹھے کہ مجاہدین کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے اور اہل سمہ کی آبادیوں کو بھی معدوم کر کے چھوڑیں گے۔

سیّد صاحب نے عبدالحمید خان رسالدار کو واسطے سدِ راہ ہونے کے لشکر درانیاں کے بھیج کر عین اُسی راہ پر گڑھی امازئی (امازہ گڑھی) میں اپنا لشکر کس قدر رسالدار کی پشتی پر بٹھا دیا۔ جو ہراول فوج کے طور پر تھا۔ امب کا قلعہ اور حکومت جہاں دختر وحرم محترم وذخائر ضروریات وغیرہ تھے سیّد اکبر شاہ ستھانوی کو خان امب کے حملہ کے مقابلہ میں امیر مقامی اور ذمہ دار مقرر کر کے کسی قدر مجاہدین بھی اس کے ساتھ دے کر شیخ بلند بخت کی ماتحتی میں اس کے پاس چھوڑ کر سیّد اکبر شاہ کو بھی ایک اہم ترین ذمہ داری سپرد کردی کہ پائندہ خان جیسا شیر دل بہادر والی ملک ہر

toobaa-elibrary.blogspot.com

وقت پُشت سے اپنے حق ذاتی اور تمام قوم تنولی کی سرداری کی طاقت سے ہر وقت جب اُسے موقع ملتا حملہ پر آمادہ بیٹھا ہوا تھا۔

اندریں صُورت کہ سیّد کو درانی فوج سے شدید مقابلہ درپیش ہو۔ والی امب کا حملہ ہیڈ کوارٹر امب پر ایک یقینی امر تھا۔ جس کی ذمہ داری والیِ تنول کے قریبی رشتہ دار سیّد اکبر شاہ پر اس نے ڈالی (یہی واقعات انگریز مورخوں سے لکھوا رہے ہیں کہ سیّد احمد و سیّد اکبر شاہ یک جان دو قالب تھے کہ اپنے قریب ترین رشتہ دار کے مقابلہ کے لئے صرف اسی کا وجود سیّد صاحب نے اس وقت منتخب کیا تھا) اور بذاتِ خود سیّد صاحب کمال مستعدی سے مقابلہ کے واسطے بطرف مردان روانہ ہوا یہ مقدمہ ہر طرف سے خطرناک تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی تائید اس کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ شامل ہوتی ہے۔ جب آپ امب سے چل کر ستھانہ میں پہنچے، تو ایک تیسری مصیبت کی خبر ملی کہ بہ اشارہ دُرانیاں سکھ فوج بھی امب اور قلعہ چھتر بائی پر حملہ کے لئے آرہی ہے۔ تب آپ نے ستھانہ سے واپس پھر امب جا کر معہ امب کے سامنے ایک خندق جلدی تیار کرادی۔

سکھ فوج نے امب کا مقابلہ ترک کر کے چھتر بائی کے قلعہ کے محاذ پر جہاں اب موضع گنگی ہے دربند سے دو میل قطب کو ایک دَمدمہ تیار کیا۔ درمیان تو دریائے سندھ تھا اور آرپار سے گولہ باری سکھوں نے اس دمدمہ سے قلعہ چھتر بائی پر متواتر شروع کردی۔ مغربی کنارے سے غازیوں نے بھی توپ و شاہین سے برابر جواب دیا۔

یہ عجیب روایت قابلِ ذکر ہے کہ اس لشکرِ مجاہدین میں کوئی ایسا کامل الفن ہندوستانی اُستاد تھا جو کچا چمڑہ مسالہ میں تر اور سریش آلود کر کے ایک سیدھی لکڑی پر چمڑے نکلے ہوئے لپیٹ کر چار پانچ انچ موٹائی چمڑے کا دل یکے بعد دیگرے لپیٹ کر چمڑے کی توپ بنالیا کرتا تھا۔ جو صرف ایک آدمی اُسے اُٹھا کر ہر مشکل اور پہاڑی راستوں پر لے جاسکتا تھا۔ وہ توپ چھ سات فائر تو اعتباری طور پر کرتی تھی۔ بعد ازاں اس کو ضائع کردیا جاتا تھا۔

حملہ فوج سکھاں بر قلعہ چھتر بائی

یہ حملہ اور توپ شاہین کی جنگ دریائے سندھ کے آرپار سے خوب زور شور سے ہوئی مگر جب سکھ فوج کو اس میں کامیابی نظر نہ آئی، بلکہ اس کو مجاہدین کے رات کے شبخون سے سخت خطرات لاحق ہوئے تو وہ فوج خود شکست خوردہ ہو کر واپس ہوگئی۔

اس جگہ بھی سیّد اکبر شاہ ستھانہ کی وہ تدبیر مدافعت کام آئی جو ۱۸۲۳ء میں رنجیت سنگھ کی فوج کو مایوس ستھانہ سے واپس کرنے میں کارگر ہوئی تھی۔ سیّد صاحب نے جب اس حملہ سِکھاں کو مسترد شدہ یقین کرلیا۔ اور سیّد اکبر شاہ کو خانِ امب کے حملہ کا ذمہ دار بنا کر سب کچھ اس کو سُپرد کر کے خود معہ کل فوج مجاہدین کے پنجتار پہنچے اور پنجتار سے پانسو غازی ہمراہ لے کر امازو گڑھی میں جا پہنچے۔ اس وقت آپ کے بعض رفیقوں نے صلاح دی کہ دُرانیوں کی توپوں شاہینوں اور کثرتِ لشکر کی بڑی شہرت ہے۔ قلعہ امب و قلعہ چھتر بائی سے کچھ توپ شاہین منگوالیتی بہتر ہوں گی۔ مگر حضور نے فرمایا کہ ہمارا بھروسہ توپ و شاہین پر نہیں، بلکہ اُس زبردست ذات پر ہے جو سب پر غالب ہے وہ ہم کو ضرور انشاء اللہ غلبہ دے گا۔

امازئی گڑھی میں آپ کو جاسوس نے اطلاع دی کہ درانیوں کا لشکر موضع اوتمان زئی اشنغر میں مقیم ہے۔ تب آپ نے اتمام حجت کے لئے ایک خط بطور اعلام نامہ سردار سلطان محمد خان کو لکھا کہ ہم لوگ اس ملک میں واسطے مقاتلہ و مقابلہ کے لئے آئے ہیں۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ ہمارا نصیب العین ہے۔ مسلمان کلمہ گو سے لڑنے نہیں آئے، مگر تم بار بار ہم پر چڑھائی کر کے جہاد کے کاروبار میں خلل ڈالتے ہو۔ تم اللہ سے ڈرو اور کفار کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ اسلام کی تائید کرو ورنہ اگر ہم پر ہی حملہ کا ارادہ ہے تو ہم بھی مقابلہ کیلئے مجبور ہوں گے، ہمارا بھروسہ اس ذات پر ہے جو ناتوانوں کی جائے پناہ ہے۔ اور جس کے ہاتھ میں فتح و شکست ہے۔

اس کا جواب سردار موصوف حاکم پشاور نے یہ دیا کہ آپ نے جو کچھ اپنے متعلق لکھا ہے وہ آبلہ فریبی ہے۔ آپ کا عقیدہ فاسد اور نیت خراب، فقیر ہو کر امارت و حکومت کرنا آپ کا مقصود دلی ہے۔ اس لئے محض خدا کے لئے ہم بھی اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں تا کہ آپ کے فتنہ سے اس ملک کو پاک کردیں۔ جب یہ جواب پڑھا تو حضور کو سب مشیروں نے کہا کہ اتمامِ حجت ہوگئی۔ بحث کا اِمکان ختم ہو چکا ہے۔ جنگ کے بغیر اب چارہ نہیں۔ سیّد صاحب نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمایا کہ نہیں، بلکہ اس سے مزید اتمام حجت کی ضرورت اس لئے ہے کہ اس نے اپنا اُٹھنا اللہ کے واسطے بیان کیا ہے۔ لہٰذا آپ نے دوسرا نامہ اس کو لکھا کہ الحمد اللہ باوجود جواب ناموافق تم نے اپنے خط میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کا واسطے اُٹھنا بیان کیا ہے اور ہم پر الزام دیا ہے لہٰذا ہم دوبارہ تم کو لکھتے ہیں کہ شریعت اسلام کے خلاف جو الزام تمہارے ذہن میں ہے وہ اپنے معتمد بھیج کر ہم پر ثابت کرو۔ بصورت ثبوت ہم خود دست بستہ ہو کر ہر سزا گوارا کرنے آپ کے پاس حاضر ہو جائیں گے۔ اور اگر ہم پر الزام ثابت نہ ہوا اور دونوں نے خدا کے واسطے مرنے مارنے پر کمر بندھی ہے تو معلوم اور ظاہر و ثابت ہو جائے کہ ہم میں سے کونسا فریق اپنے دعوے میں سچا یا جھوٹا ہے اور ضد ترک کر دینا اور متحد ہو جانا لازم ہوگا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

اس آخری نامہ کو پڑھ کر سردار پشاور نے جواب تحریری نہ دیا۔ بلکہ زبانی قاصد کو کہا کہ کل اس کا جواب تلوار سے دیں گے۔

جب یہ قاصد واپس آیا تو حضور نے فرمایا:

اب ہمارا مقدمہ حق و باطل کا اللہ تعالیٰ کے حضور سے فیصل ہوگا۔ اتمام حجت ہو چکی۔

جنگ مایار بالشکرِ دُرانی جنگ دُرانی

اسی دن سوارانِ طلایہ نے خبر دی کہ دُرانیوں کا لشکر گڑھی مایار میں داخل ہونے کے قصد سے آگیا ہے۔ مایار مردان کے قریب گاؤں ہے جہاں قلعہ تھا۔ لشکرِ اسلام میں تیاری کا نقارہ بجایا گیا اور فوراً جانب مایار روانہ ہو گئے۔ وہاں میدان میں جا کر معلوم ہوا کہ قلعہ نشین مجاہدوں کی مستعدی دیکھ کر اُس دن درانی لشکر موقعہ نہ دیکھ کر بغیر حملہ واپس ہو گیا۔ اس لئے لشکر اسلام بھی اسی جگہ ٹھہر گیا۔ دوسرے دن بعد نماز فجر مایار کے میدان میں تمام درانی لشکر بہ ارادہ جنگ صف آرا ہو گیا۔ ادھر سے مجاہدین بھی تیار ہو کر موقعہ جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ تھوڑے لوگ قلعہ کی حفاظت پر مقرر کئے اور کچھ آدمی دربار مایار کی نگہداشت پر بھی چھوڑے۔ کُل لشکر مجاہدین کا ساڑھے تین ہزار نفری تعداد میں تھا۔ جس میں ملکی اور مجاہد سب شامل تھے۔

درانی فوج آٹھ ہزار سواروں پر مشتمل تھی۔ تین چار ہزار سے کم پیادہ فوج بھی نہ تھی چار توپیں اور دس شاہینیں تھیں۔

سیّد صاحب نے درانی لشکر کی صفوں کو دیکھ کر اپنے کُل پیادہ فوج کو آگے کر لیا اور اپنی شاہینوں کو پیادوں کے پیچھے کرایا۔ اور اپنے سواروں کو شاہیں کے عقب میں مقرر کیا اور آگے بڑھنا شروع کیا۔ جب مجاہد لشکر ان کی زد میں آیا تو درانی فوج سے توپ خانہ کی آتش باری شروع ہوئی تب سیّد نے آگے ہو کر پیادہ مجاہدوں کو حکم دیا کہ اے بھائیو! تم اپنے اوپر دوڑنا حرام سمجھ کر صرف نہایت تیز قدم سے دریا کی موج کے مانند بڑھتے جاؤ اور توپ خانہ پر پہنچ کر اس پر قبضہ کر لو۔ اور خود سیّد صاحب گھوڑے سے اُتر کر پیادوں کی پہلی صف کے ساتھ ہو کر پیدل ہو گئے۔

مولوی اسماعیل صاحب اور دوسرے چند سوار بطور محافظین آپ کے دائیں اور بائیں ہو گئے۔ جب درانی لشکر سے توپ چلنی شروع ہوئی تھی اور پیادہ فوج دریا کی موجوں کی مانند بڑھ رہی تھی۔ صرف دو چار فائر توپوں کی باڑھوں کے ہوئے ہوں گے کہ یہ فوج توپ خانہ پر پہنچ گئی اور درانی گولہ آور بھاگ کر اپنی سوار صفوں میں جا گھسے جو توپ خانہ کی پشت پر کھڑے تھے۔ اس وقت آٹھ ہزار دُرانی سواروں نے غضب ناک ہو کر اپنی داڑھیاں دانتوں میں دبا کر اس مجاہد پیادہ فوج پر حملہ کر دیا۔ ہر کابلی سردار سیّد کے خون کا پیاسا تھا اور آواز دے رہا تھا۔ سیّد کجا است۔ سیّد کجا است۔ ان تمام سواروں کے کوہائی شیر بچے تھے (چھوٹے فرانیچی تفنگچے) جس سے صرف ایک فائر ہونے کے بعد دوبارہ بھرنے کا وقت ہی نہ ملتا تھا پھر نیزہ اور تلوار سے کام لیتے تھے اس وقت توپ خانہ پر قبضہ کر کے سیّد صاحب نے پیادوں کو حکم دیا کہ صف بستہ ہو کر بھر مار کریں۔

نہایت قاعدہ سے قرابین بھرنے اور چلنے لگی۔ بندوقوں قرابینوں کی باڑ پر باڑ سے گولیوں کی بارش دشمن کے سواروں پر برسا دی گئی، خود سیّد صاحب کے اپنے چلانے کی تین بندوقیں چھ سپاہیوں کے پاس ہوا کرتی تھیں۔ ایک بندوق دو سپاہیوں کے ذمہ جب خالی ہو چکے تو جلد بھر کر تیار کرنا ہوتا تھا۔ آپ مسلسل چلاتے رہتے۔ تیسری بندوق خالی ہونے تک پہلی خالی شدہ بھر لی ہوتی تھی۔ اس طور سے حضرت کا فائر مسلسل جاری رہتا تھا اور کار آمد

toobaa-elibrary.blogspot.com

دشمنوں کو تاک تاک کر نشانہ بنا رہا ہوتا تھا۔ سیّد صاحب ہر دُرانی سپاہی کے سوال پر سیّد کجا است خود جواب دیتے تھے۔ سیّد ہمیں است۔ سیّد ہمیں است۔ اس گڈمڈ ہو جانے سے اس گھمسان کی جنگ میں مجاہدوں کا نہایت کم نقصان ہوا، لیکن درانی سواروں کے مردوں کے ڈھیر اس میدان میں لگ گئے۔ کئی ہزار درانی سپاہی مقتول ہوگئے اور مجبور ہو کر باقی درانی سپاہ نے ہزیمت اُٹھا کر پسپائی اختیار کی۔

تب مجاہدوں نے جوان کے توپ خانہ پر پورا قبضہ جمالیا تھا بھاگتے دشمنوں کو ان کی توپوں شاہینوں نے نشانہ بنایا اور تمام فوج کو تباہ و برباد کر ڈالا اور تقریباً تین ہزار کے لگ بھگ افراد قتل ہوئے اور ان میں نہایت کار آمد اور بہادر سردار بھی شامل تھے۔ مجاہدین کے کل بیس مقتول اور بیس ہی مجروح ہوئے تھے۔ میدان معہ توپ خانہ مجاہدین کے ہاتھ رہا۔ توپیں شاہینیں۔ گھوڑے بندوقیں، خیمے، ظروف وغیرہ بے حساب مالِ غنیمت مجاہدوں کے ہاتھ آیا۔ ظہر اور عصر کی نمازیں سیّد صاحب نے جمع کر کے پڑھائیں۔ اور قبل از نماز شام معہ اموال غنیمت آپ مظفر و منصور میدانِ مقتل سے آپ موضع مایار میں پہنچ کر وہاں شب باش ہوئے۔

دوسرے دن اطراف و جانب سے خوانین و علماء و سادات و ملکاں مبارکباد کیلئے حاضر ہوئے اور مولانا اسماعیل صاحب نے مردان جا کر وہ اموال و اسباب دُرانیوں کا جو جنگ سے پہلے وہ لوگ وہاں محفوظ رکھ آئے تھے اور واپسی پر بھاگڑ میں چھوڑ گئے تھے اس پر آپ نے قبضہ کر لیا۔

سنا گیا کہ افغانی لشکر نہایت بدزبانی کرتے گئے تھے (افسوس ہے کہ افغانوں میں بدزبانی اور سخت ترین فحش گالیاں دینے کی عادت نہایت ہی بُری خصلت اُنکی سرشت میں داخل ہو چکی ہے، جو ایک نجیب شریف اسلامی قوم کے مناسب حال ہرگز نہیں۔

(عبدالجبار شاہ)